برصغیر کی تحریک آزادی کا ایک عظیم مجاھد!

حاجی صاحبؒ ترنگزئی

مصنّف
عزیز جاوید

پبلشر
ادارہ تحقیق و تصنیف پاکستان

قیمت:۔ ایک سو پچیس روپے

برصغیر کی تحریک آزادی کا ایک عظیم مجاہد!

حاجی صاحب ترنگزئی

مصنّفہ

عزیز جاوید

پبلشر

ادارۂ تحقیق و تصنیف پاکستان

قیمت :- ایک سو پچیس روپے

نام کتاب :۔۔۔۔۔ حاجی صاحب ترنگزئی

مصنف:۔۔۔۔۔ عزیز جاوید

پبلشر :۔۔۔۔۔ ادارہ تحقیق و تصنیف پاکستان

اشاعت بار اول ۔۔۔۔ مئی ۱۹۸۱ء ۔۔۔۔ تعداد ایک ہزار

اشاعت بار دوم ۔۔۔۔ فروری ۱۹۸۲ء ۔۔۔۔ تعداد ایک ہزار

مطبع ۔۔۔۔۔ نفیس پرنٹرز لمٹیڈ۔ لاہور

قیمت :۔۔۔۔۔ ایک سو پچیس روپے

ملنے کا پتہ

عزیز جاوید چیئرمین ادارہ تحقیق و تصنیف

پوسٹ بکس ۳۸۸ جی پی او پشاور

فہرست مندرجات

برصغیر کی تحریک آزادی کا عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از

الحاج خان محمد علی خان وفاقی وزیر تعلیم حکومت پاکستان

اقبال کے مردِ مومن اورنگ زیب عالمگیر نے برصغیر میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ایک طویل اور عظیم جدوجہد کی۔ اسلام دشمن قوتوں نے قدم قدم پر روڑے اٹکائے مگر اسلام کے شیدائی اور بوریا نشین حکمران نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل اپنے مشن کی تکمیل کے لئے برسرپیکار رہا۔ اس کے دور میں ہندوستان کو پہلی بار یہ فخر حاصل ہوا کہ کابل اور قندھار سے آسام تک اور نیپال سے بندرگاہ سورت اور مالابار تک ہندوستان کا سیاسی مرکز صرف ایک تھا۔ جب ۱۷۰۷ء میں اسلام کا یہ بطلِ جلیل فوت ہو گیا تو اس کے بعد اسلامی نظریاتی سلطنت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا گیا جس کی بنیاد رکھنے میں عالمگیر نے سخت محنت کی تھی۔

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات سے چار سال پہلے خدا نے ایک دوسرے محافظ اسلام کو ہندوستان میں پیدا کر دیا تھا۔ اسلام کے یہ انقلابی رہنما اور محافظ حضرت شاہ ولی اللہ مجدد رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کو وقت کی ضرورت کے مطابق اقتصادی اصول سیاست اور نظام حکومت انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ، بین الاقوامی تحفظات اور مذہبیات کے زریں اصولوں کی تبلیغ اور اشاعت کا فرض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں سیاسی تحریک کی بنیاد ڈالی اور اسلام کے تحفظ کے لئے جہاد کا ایک منظم پروگرام پیش کیا۔ یہ ایک مکمل تحریک تھی جو تاریخ میں ولی اللہی تحریک کے نام سے مشہور ہے۔

۱۷۶۳ء میں حضرت شاہ ولی اللہ کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز

کی سرپرستی میں اس تحریک نے ہندوستان کے علاوہ دوسرے کئی ممالک میں بھی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ اس تحریک کے مجاہدین ۱۸۲۶ء میں راجستھان اور سندھ سے ہوتے ہوئے سید احمد شہید اور حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسمٰعیل کی قیادت میں سرحد پہنچے تاکہ سرحد اور اس سے ملحقہ آزاد قبائلی علاقے کو مرکز بنا کر سرحد کے جنگجو قبائل کو تحریک مجاہدین کے پرچم کے نیچے متحد کر کے اسلامی حکومت قائم کی جائے اور ہندوستان میں انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے کے ساتھ ساتھ سرحد اور پنجاب کے سکھ حکمرانوں کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کو نجات دلائی جائے چنانچہ ولی اللہی تحریک کی عملی جد و جہد کے نتیجے میں ۱۸۲۷ء میں پشاور میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے سربراہ سید احمد شہید بنائے گئے۔ یہ اسلامی حکومت انہی اصولوں پر قائم کی گئی تھی جن کا خاکہ شاہ ولی اللہ نے پیش کیا تھا۔ ۱۸۳۱ء میں سید احمد بریلوی اور ان کے اکثر رفقا رکار نے بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا جس کے بعد سکھوں اور انگریزوں کی مشترکہ جنگی حکمت عملی کی وجہ سے مجاہدین کی جماعت کو منتشر کر دیا گیا مگر یہ مجاہدین مختلف ٹکڑیوں میں بٹنے کے باوجود اپنے نصب العین کے حصول کے لئے مصروف عمل رہے اور ولی اللہی تحریک کو کسی نہ کسی صورت میں زندہ رکھا یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ان مجاہدین نے اسلامی سلطنت کی بقا کے لئے بے شمار جانی قربانیاں دیں۔ سرحد کے علاقہ چنگلئی، پنجتار، ملکہ اور ستھانہ میں جہاں جہاں مجاہدین نے بستیاں قائم کر رکھی تھیں ان بستیوں کو انگریزوں نے توپوں سے اس طرح بے دردی سے تباہ و برباد کیا کہ ان کے نام و نشان تک کو مٹا دیا گیا۔ انگریزوں نے سرحد کو اپنے قبضے میں لینے کے بعد یہاں جابرانہ قوانین نافذ کر دیئے تھے تاکہ سرحدی عوام، سرحدی مجاہدین اور ان کے حامی دوبارہ سر نہ اٹھا سکیں مگر جو لوگ خدا کے راستے میں اپنی جان و مال کا نذرانہ بخوشی پیش کرنے والے تھے انہوں نے انگریزوں کے ان جابرانہ قوانین کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی منزل کی طرف بڑھتے گئے۔

حاجی صاحب ترنگ زئی اسی ولی اللہی تحریک کے سرگرم سرحدی رہنما تھے آپ سرحد ہی کے نہیں بلکہ غالباً تمام ہندوستان کے وہ پہلے مرد مجاہد تھے جنہوں نے انگریزی عدالتوں اور انگریزی تعلیم کے بائیکاٹ کی تحریک کا آغاز کیا اور گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو کہا کہ وہ آپس کے تنازعات خود ہی اسلامی حدود کے تحت نمٹائیں اور انگریزوں کے قائم کردہ سکولوں میں اپنے بچوں کو تعلیم نہ دلائیں۔

زیر نظر کتاب " برصغیر کی تحریک آزادی کے عظیم مجاہد۔ حاجی صاحب ترنگ زئی "
میں ایک تاریخی دستاویز ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کی کوششوں سے علاقے کے
لوگوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ اسلامی حدود کے اندر کیا جاتا تھا اور لوگ خوشی خوشی
یہ اقرار نامہ لکھ کر حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے کہ وہ غیر اسلامی رسم و رواج
کو ترک کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ جب ترکی کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کے لئے اسلام دشمن
طاقتوں نے اتحاد کیا تو حاجی صاحب اپنی جائیداد کو خیر باد کہہ کر اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر
آزاد قبائلی علاقے میں جاکر مقیم ہو گئے۔ اور وہاں سے ہو کر آپ زندگی کے آخری لمحے تک
انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آخری عمر میں جب آپ ضعیف
اور نحیف ہو گئے تھے تو آپ کے مرید آپ کو ڈولی میں بٹھا کر محاذ جنگ پر لاتے۔ آپ جنگ
کے آغاز پر مجاہدین کی فتح کے لئے دعا فرماتے اور جہاد کا پرچم بلند کرتے ہوئے مجاہدین کو جہاد کا حکم
دیکر ایک مورچے میں بیٹھ کر مجاہدین کی خود کمان کرتے تھے۔

حاجی صاحب کے عملی جہاد نے ۲۲ سال تک انگریزوں کو اطمینان کے ساتھ اس پورے
برصغیر میں حکومت کرنے کا موقع نہیں دیا۔ آپ کا قیام اگرچہ مہمند قبائل کے علاقہ غازی آباد میں تھا
مگر آپ کی تحریک جہاد میں تمام قبائلی علاقے کی مختلف قومیں شامل تھیں جو اپنے اپنے
علاقوں میں انگریزوں کے خلاف برسرپیکار تھیں۔ اس لحاظ سے یہ کہنا ایک تاریخی حقیقت
ہے کہ سیاسی پلیٹ فارم سے مطالبہ پاکستان کو حاجی صاحب کے عملی جہاد نے عظیم تقویت
بخشی۔

مجاہدانہ زندگی کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب ترنگ زئی سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے روحانی
پیشوا تھے انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی کا آغاز اسلام کی تبلیغ، روحانی فیض رسانی اور اصلاح
معاشرہ سے کیا۔ انگریزوں نے جب اپنے مخصوص مفاد پر مشتمل نظام تعلیم رائج کیا تو حاجی صاحب
نے اس کی مدافعت کے لئے سرحد میں اسلامی مدرسوں کا جال بچھانے کا پروگرام بنایا اس
پروگرام کے تحت وادی پشاور میں حاجی صاحب نے کئی تعلیمی مدرسے قائم کئے جہاں طلباء
کو تعلیمی زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں جہاد آزادی کی تربیت بھی دی جاتی
تھی ان تعلیمی خدمات کے علاوہ حاجی صاحب نے معاشرتی اصلاح کے لئے اپنی زندگی
وقف کر رکھی تھی انہوں نے گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو بری رسومات ترک

کرنے اور اسلامی اصولوں کو اپنانے کی تلقین کی۔

زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے حاجی صاحب کی زندگی کے مختلف مستند مراحل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "۔۔۔" برصغیر کی تحریک آزادی کے ایک عظیم مجاہد، عالم باعمل، صوفی باطریقت، معلم تعلیم اور ایک معلم اخلاق اور مصلح قوم تھے۔

حاجی صاحب کی تعلیمی، اصلاحی اور مجاہدانہ کارناموں کے "تذکرے مضامین کی صورت میں اگرچہ گاہے بگاہے شائع ہوتے رہے مگر ان کی زندگی پر کوئی مستند کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ ہمارے ملک کے ایک بلند پایہ ادیب اور تاریخ آزادی پاکستان کے ایک مؤرخ جناب عزیز جاوید صاحب نے حاجی صاحب کی زندگی اور ان کے کارناموں پر زیر نظر تحقیقی کتاب "حاجی صاحب ترنگزئی" لکھ کر ایک اہم تاریخی اور تحقیقی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ میں اپنے دوست محترم عزیز جاوید صاحب کو اس قابل قدر خدمت سرانجام دینے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(محمد علی خان)

وفاقی وزیر تعلیم

حکومت پاکستان

اسلام آباد

مقدمہ

اکبر نے دین الٰہی ایجاد کر کے ہندوستان میں الحاد کا بیج بویا اور اس بیج سے پیدا ہونے والے پودے کی جڑوں کو پروان چڑھانے کے لئے دارا شکوہ نے جب کوششیں شروع کیں تو ایسے نازک ترین موقع پر "قدرت نے اورنگ زیب عالمگیر جیسی ہستی سے دین اسلام کے تحفظ کا کام لیا۔ اورنگزیب عالمگیر وہ پہلا حکمران تھا جس نے برصغیر میں صحیح اسلامی حکومت قائم کی جس میں اسلامی قوانین نافذ کئے۔ مقدمات کے فیصلوں کے لئے قاضی اور جج مقرر کئے۔ غیر مسلموں کے ساتھ اسلامی قوانین کے تحت منصفانہ سلوک پر سختی سے عملدرآمد کیا جانے لگا۔ جگہ جگہ بیت المال قائم کئے گئے۔ اسلامی مدرسوں کے جال بچھا دیئے گئے، مشاورتی کونسل قائم کی گئی جس میں ملک کو اسلامی نظام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اسلامی اصولوں کے تحت تجاویز پیش کی جاتی تھیں اور ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سربراہ سلطنت کی طرف سے احکامات نافذ کئے جاتے تھے۔

اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ حکومت میں در پردہ طور پر اور اورنگ زیب کی وفات کے بعد کھلم کھلا ان اسلامی آثار اور اسلامی اقدار کو مٹانے کے لئے سازشیں شروع ہوئیں۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان سازشوں کے راستے میں فولادی دیوار بن کر حائل ہو گئے اور برصغیر میں صحیح اسلامی مملکت کے قیام اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ایک ایسی تحریک کا آغاز کیا جس کا مقصد معاشرے میں اسلامی قوانین کا نفاذ تھا۔ یہ تحریک دراصل نہ صرف برصغیر میں بلکہ دنیائے اسلام میں اسلام کے تحفظ اور صحیح اسلامی انقلاب بپا کرنے کی تحریک تھی۔ یہ تحریک عدم تشدد یا تشدد پر مبنی نہیں تھی بلکہ یہ تحریک ایک ایسی فوجی قوت سے انقلاب کی حامی تھی جس کی اسلام نے اجازت دی ہے یا جس کی حقیقت صرف دشمن کشی یا جس کا مقصد ملک گیری یا مال و دولت کے حصول کے لئے غارت گری اور لوٹ مار نہ ہو بلکہ اس قوت کو استعمال کرنے والے رضا کار دل

کے دلوں میں جفاکشی، ایثار اور قربانی، صبر و استقلال ہو اور جو مذہبی اور ملی مفاد پر ذاتی مفاد کو مٹا دینے کا یہاں تک جذبہ رکھتے ہوں کہ وہ اسلام کے تحفظ و ارتقا اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی زندگی کی بھی قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے تحریک اسلامی کی کامیابی کے لئے اپنے نظریات اور افکار کے ذریعے جو بنیادی اصول وضع کئے ان میں مجاہد رضا کاروں کی تربیت کے مراکز کا قیام اسلامی مملکت کے قیام کے لئے جدوجہد اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے مختلف اصول شامل تھے حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو یہ ذہن نشین کرایا کہ وہ اسلام کے تحفظ اور اسلامی مملکت کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور دنیا کی اسلامی مملکتوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ وہ اپنے ملک کو صحیح اسلامی مملکت کہلانے کے لئے اپنی مملکتوں میں اسلامی قوانین کا نفاذ کریں تاکہ دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور غیر مسلم مملکتیں اسلام کے اقتصادی معاشرتی اور عدالتی نظام سے متاثر ہو کر اسلام کی ہمنوا بن سکیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ تحریک صحیح اسلامی مملکت کے قیام کا ایک جامع منصوبہ تھا جس کی تکمیل کے لئے آخری کوشش عملی جہاد تھا جس کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ برصغیر کے کونے کونے میں اس تحریک کا بیج بو دیا گیا تھا۔

۱۷۶۳ء میں شاہ ولی اللہ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد ان کے جانشینوں نے اس تحریک کو پروان چڑھانے کے لئے ایک عرصے تک لوگوں کے دلوں کو اسلام کی تپش سے گرمایا مگر دوسری طرف اورنگزیب عالمگیر کے نااہل جانشینوں کی ناعاقبت اندیشی اور اسلامی قدروں سے دوری کی وجہ سے اسلام دشمن طاقتوں کو ابھرنے اور برصغیر سے اسلامی آثار مٹانے کے مواقع مل گئے اسلام کے خلاف برصغیر میں سازشوں کے جال بچھا دیئے گئے ان سازشوں نے یہاں تک زور پکڑا کہ انیسویں صدی کا آغاز ہوتے ہی لارڈ لیک انگریزی فوجوں کو لے کر دہلی کی طرف بڑھا اور ۱۸۰۳ء میں دہلی پر اقتدار قائم کر کے شاہ عالم بادشاہ سے ایک معاہدے پر دستخط کرا لئے کہ:[۱]

"خلق خدا کی ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا" ان مذکورہ حالات کے تحت شاہ ولی اللہ کی تحریک سے منسلک جانثاروں نے ہندوستان بھر میں اپنے اپنے

۱۔ تحریک شیخ الہند از میاں محمد شفیع

علاقوں میں لوگوں کو بیدار کرنا شروع کیا تاکہ وہ حالات کا رخ دیکھیں اور مستقبل اور حال کے مہیب اور خطرناک طوفانوں سے بچنے کی فکر کر سکیں۔ غرضیکہ وہ نظریات اور ہمہ گیر اسلامی انقلاب کا تصور جو شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تھا وہ ان کی وفات کے بعد بتدریج ہندوستان کے مسلمانوں کا نظریۂ سیاست بن چکا تھا اور ہزاروں مسلمان نوجوانوں نے اس نظریے کی تکمیل کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

انگریز قوم نے تاجروں کے بھیس میں ہندوستان میں داخل ہو کر مرہٹوں، سکھوں اور ہندوؤں سے دست تعاون دراز کرنے کے بعد ان سے وعدہ کیا کہ وہ ہندوستان سے مسلم حکومت کے خاتمے میں ہر ممکن مدد دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برصغیر میں ایک طرف مرہٹوں اور ہندوؤں نے اور دوسری طرف سکھوں نے مسلمانوں کو زیر کر کے اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ انگریزوں نے ایک طرف مرہٹوں کے ساتھ تعاون شروع کر دیا۔ اور دوسری طرف پنجاب اور افغانستان میں اپنے پاؤں پھیلانے کے لئے سکھوں کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے معاون حاکموں کے طور پر کام شروع کر دیا انگریزوں کی منزل اور منتہائے مقصود تخت دہلی پر قبضہ کرنا تھا اس سلسلے میں انہیں سب سے بڑا خطرہ پختون قوم سے تھا جن کا ہر فرد مسلح جنگجو اور اسلام کا شیدائی اور جذبۂ جہاد سے سرشار تھا انگریزوں کو یہ خطرہ تھا کہ اگر تخت دہلی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی گئی تو ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کے علاوہ سرحد اور افغانستان کی پختون قوم برصغیر سے اسلامی سلطنت کے آثار مٹتے ہوئے دیکھ کر اسے بچانے کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے میدان جہاد میں کود پڑینگے اور اس طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب و کامران نہ ہو سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے سیاسی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے یہ کوشش شروع کر دی کہ سکھوں کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے سرحد سے پختون قوم کی طاقت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔ چنانچہ انگریز معاون حکمرانوں کے ذریعے سکھوں نے سرحد کی مسلمان آبادی کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ سرداران پشاور سکھوں کے باجگزار تھے یہ سردار سکھوں اور انگریزوں دونوں کے وفادار تھے جس طرح سکھ اور انگریز کہتے تھے سرداران پشاور اس پر عمل کر کے سکھوں اور انگریزوں سے خراج تحسین حاصل کرتے تھے۔ پنجاب پر مکمل طور پر سکھوں کا اقتدار تھا اب وہ پنجاب سے آگے بڑھ کر سرحد اور افغانستان پر انگریزوں کے

تعاون سے قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں ولی اللہی تحریک کے پیروکاروں نے سرحد کو مرکز جہاد بنانے کا پروگرام بنایا تاکہ وہ بہادر پٹھانوں کی مدد سے تحفظ اسلام کی خاطر سرحد سے جہاد کا آغاز کر کے پہلے سکھوں کے اقتدار کا خاتمہ کریں اور اس کے بعد انگریزوں کو برصغیر سے باہر نکال کر اسلام کے پرچم کو سربلند کر سکیں۔ سرحد کو جہاد کا مرکز بنانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ایران، ترکی اور افغانستان کی مسلمان حکومتوں کی طرف سے مجاہدین کو ہر قسم کی مدد ملنے کا یقین تھا اس کے ساتھ ہی سرحد کے مقامی اور قبائلی مجاہدین سے پوری پوری امیدیں وابستہ تھیں کہ وہ اسلام کے تحفظ کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے سے کبھی بھی دریغ نہیں کریں گے۔

جہاد کا پروگرام طے کرنے کے بعد شاہ ولی اللہ کی تحریک کے ایک جانثار حضرت سید احمد اور شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسماعیل نے مسلمان نوجوانوں کو منظم کیا اور انہیں ساتھ لے کر سرحد کے علاقے کو جہاد کے لئے موزوں اور بہترین علاقہ قرار دیکر سرحد کی طرف کوچ کیا۔ مجاہدین کی یہ جماعت بلوچستان اور افغانستان سے ہوتی ہوئی ۱۸۲۶ء میں سرحد پہنچی سرحد پہنچ کر یہ مجاہدین سیدھے ضلع پشاور کی تحصیل چارسدہ کے صدر مقام میں پہنچے وہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور ارد گرد کے لوگوں کو اور علماء اور مشائخ کو مدعو کر کے انہیں جہاد کیلئے آمادہ ہونے کی ترغیب دی تاکہ اسلامی مملکت کا قیام عمل میں لایا جا سکے جس میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو تاکہ خدا اور رسول کی اطاعت کا حق ادا ہو سکے۔ پختون قوم اپنے پیروں کا بے حد احترام کرتی ہے۔ چنانچہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے جد اعلٰے نے جب سید احمد اور شاہ اسمٰعیل کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تو علاقے کے تمام لوگوں نے ان کی تقلید کرتے ہوئے جہاد میں اپنی جان اور مال قربان کرنے کا عہد کر لیا۔ جب چارسدہ، اتمان زئی، عمرزئی، تنگی اور ارد گرد کے دیہاتوں کے مسلمانوں نے جہاد کیلئے بیعت کی۔ تو ۱۰ جنوری ۱۸۲۷ء کو چارسدہ میں اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان کر کے اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کر دیا گیا۔

مجاہدین چارسدہ میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد پشاور کی طرف بڑھے اور پشاور کے قلعے پر قبضہ کر کے اس پر اسلامی پرچم لہرایا۔ پشاور پر قبضہ کر لینے کے بعد پشاور کو اسلامی حکومت

کا صدر مقام قرار دیکر مجاہدین اسلام نے اعلان کیا کہ اسلامی قوانین پر سختی سے عمل کیا جائے اور جو شخص اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کریگا اسے اسلامی ضابطے کے تحت سزا دی جائے گی نیک دل اور صالح مسلمانوں نے خالص اسلامی حکومت کے قیام اور اسلامی ضابطوں کے نفاذ پر خوشیاں منائیں اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

سکھ جن کی نظریں افغانستان تک کے علاقے کو فتح کرنے پر مرکوز تھیں انہوں نے جب پشاور میں اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان سنا تو انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سرداران پشاور کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر انہیں مجاہدین کے خلاف محاذ قائم کرنے پر آمادہ کیا انگریزوں کے مشورے بھی سکھوں کے لیئے کامیابی کے راستے ہموار کرنے میں مددگار ثابت ہونے لگے، چنانچہ سکھوں اور انگریزوں دونوں نے مشترکہ کوششوں اور سازشوں سے چند ایسے ملت فروشوں کو اپنے حلقۂ دام میں پھنسا لیا جو نام کے تو مسلمان تھے مگر وہ ذاتی لالچ کے جال میں پھنس کر سکھوں کی حکومت کے قیام کے لیئے انگریزوں کی سازشوں کے تحت اس اسلامی حکومت کے نام و نشان کو اور مجاہدین اسلام کو نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ ان حالات میں حضرت سید احمد اور ان کے ہمنوا مجاہدین کو جہاں سکھوں کی طاقت اور انگریزوں کی سازشوں کی مدافعت کے لیئے جہاد کرنا پڑا وہاں ان مجاہدین کو ان ملت فروشوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا جو اغیار کے مددگار بن کر اسلام کے نام لیواؤں کے خلاف سرگرم عمل ہو چکے تھے۔ پشاور کے مسلمان رئیس اغیار کے جاسوس بن گئے تھے وہ کھلم کھلا اسلام کے خلاف میدان عمل میں آ چکے تھے۔ ان رئیسوں اور ملت فروشوں نے قدم قدم پر مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ حضرت سید احمد نے ان ملت فروشوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہم لوگ اتنی مدت سے اس ملک میں واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے آئے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کی ریاست سمجھ کر یہاں اترے ہیں فقط اس نیت سے کہ سب مسلمان بھائیوں کے اتفاق سے دین اسلام کا کام درست ہو لیکن یہاں کے مسلمان بھائیوں کی نا اتفاقی کا یہ حال ہے کہ اگر ہم کوئی صورت کفار کو زیر کرنے کے لئے نکالتے ہیں تو ان مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک ان کفار کا حامی بن کر

بیچ میں حائل ہوجاتا ہے"[1]

اسی طرح سرداران پشاور کی مخالفانہ سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ آپنے فرمایا،
"ہم اسلام کی حمایت کیلئے یہاں آئے ہیں اور مسلمانوں کو اس کام میں شریک کرلینے کے لئے خواہاں تھے مگر آپکے سردار اپنی ناسمجھی کی بنا پر اسلام کا ساتھ چھوڑ کر کافروں کے ساتھ مل گئے ہیں"[2]

ان حالات میں حضرت سید احمد اور مجاہدین کو ان ملت فروشوں سے بھی جنگ لڑنا پڑی تاکہ ان کے فتنوں سے مجاہدین اسلام محفوظ ہو کر جہاد کرسکیں۔ مجاہدین کا مرکز اگرچہ سرحد تھا مگر اس کی جڑیں پورے برصغیر میں خفیہ طور پر مضبوط اور مربوط تھیں پنجاب کا علاقہ ان دنوں سکھوں کی آماجگاہ اور پایہ تخت تھا۔

سکھوں کی حکومت میں کوئی باقاعدہ قوانین نافذ نہیں تھے بلکہ سکھ دربار جسے چاہتا تھا پھانسی پر لٹکا دیتا جسے چاہتا گولی سے اڑا دینے کا حکم صادر کرتا۔ نہ معاشرے کی اصلاح کیلئے کوئی ضابطہ تھا اور نہ ہی مظلوم کی داد رسی کے لئے منصفانہ قوانین کا نفاذ تھا۔ سکھوں کے ظلم وستم کا خاص نشانہ صرف مسلمان قوم تھی۔ انگریز اپنی دور اندیشانہ پالیسی کے تحت مسلمان قوم کو پستی میں دھکیلنے میں سکھوں کے خصوصی معاون کے طور پر کام کر رہے تھے۔ دوسری طرف ایسٹ انڈیا کمپنی ساحلی علاقوں پر چھا جانے کے بعد پورے برصغیر کو اپنے قبضہ اقتدار میں لانے کے لئے سرگرم عمل تھی۔

مجاہدین کا پہلا سامنا سکھوں سے ہوا کیونکہ سکھ پنجاب سے آگے بڑھ کر سرحد اور پھر افغانستان کے تمام علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ سکھ دربار نے مسلمان مجاہدین کے جذبہ جہاد کو مٹانے کے لئے اور ان پر قابو پانے کے لئے معمول کے مطابق کئی مسلمان ملت فروشوں کی خدمات حاصل کیں تاکہ ان کے ذریعے مسلمان مجاہدین کی اس تحریک جہاد کو کچلا جاسکے۔ دوسری طرف ایسٹ انڈیا کمپنی کو جب مسلمانوں کی اس تحریک جہاد میں تقویت کی خبریں ملیں تو کمپنی کے انگریز مدبروں کو پورا پورا احساس ہوگیا کہ اگر سرحد سے اٹھنے والی اس تحریک جہاد کو فوری طور پر نہ کچلا گیا تو انگریزوں کو اپنے مقصد میں کبھی بھی کامیابی حاصل نہ ہوسکے گی۔ ان خدشات کے پیش نظر

---

[1] تحریک مجاہدین از غلام رسول مہر

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

انگریزوں نے بھی یہ سوچ کر کہ مسلمانوں کی جہاد کی تحریک خالص مذہبی جنگ ہے اور مسلمان اس مذہبی جنگ میں اپنی جان و مال کی قربانی دینا باعث خوشی تصور کرتے ہیں تو انگریزوں نے بھی مسلمانوں کی اس تحریک کو ناکام بنانے کے لئے بہترین تدبیر یہ سوچی کہ مسلمانوں کے چند آدمیوں کے ضمیروں کو خرید کر ان کے ذریعے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ اس کام میں کامیابی کے لیے چند انگریزوں کی بھی خدمات حاصل کی گئیں جو اسلامی علوم سیکھ کر مولویوں اور پیروں فقیروں کے بھیس میں ہندوستان پہنچ چکے تھے جن کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ مسجدوں کو اپنا مسکن بنا لیں یا پھر پیروں کا لبادہ اوڑھ کر گاؤں اور قصبوں میں اس طرح کام کریں کہ مسلمانوں کو ان کی شخصیت پر ذرا بھی شبہ نہ ہونے پائے بلکہ انہیں عام مسلمانوں کی نظروں میں ولی اللہ کا درجہ حاصل ہو ان انگریز مولویوں نے مذاکروں اور مباحثوں کے ذریعے کئی مسلمان مولویوں کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ بعض ایسے مولوی بھی تھے جنہیں انگریزوں اور سکھوں کی طرف سے باقاعدہ خفیہ طور پر مالی امداد بھی دی جاتی تھی، جماعت مجاہدین کی ناکامی کے لئے انگریزوں اور سکھوں نے خفیہ اتحاد کر لیا تھا اس اتحاد کے ذریعے جماعت مجاہدین کو ناکام بنانے کے منصوبوں پر عمل درآمد شروع ہوا۔

انگریزوں اور سکھوں کا مشترکہ منصوبہ یہ تھا کہ کسی طرح سادہ لوح مسلمانوں کو تحریک جہاد کے قائدین کے خلاف کیا جائے اور اس طرح مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء کر کے مسلمان مجاہدین کی طاقت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔ چنانچہ منصوبے کے تحت انگریزوں اور سکھوں کے حامی مولویوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل اور ان کے پیروکار جو جہاد کر رہے ہیں یہ وہابی اور کافر ہیں۔ یہ چال انگریزوں کی تھی انگریز ہندوستان میں "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے اصول پر گامزن تھے چنانچہ مذکورہ پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ جو مسلمان جہاد کے نام پر متحد ہو کر انگریزوں اور سکھوں دونوں کے خلاف صف آراء تھے ان کی طاقت منتشر ہو گئی۔ سادہ لوح اور دیہاتی لوگ اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے بلکہ جماعت مجاہدین کے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرایا گیا کہ یہ لوگ جو جہاد کر رہے ہیں وہابی ہیں اور یہ لوگ انگریزوں اور سکھوں سے بڑھ کر اسلام کے

مخالف ہیں۔

پروپیگنڈا کا بیج بونے کے بعد انگریزوں اور سکھوں نے سردارانِ پشاور سے کہا کہ وہ کسی طرح سرحد کے علماء کو اپنا حامی بنا کر ان سے مجاہدین کے خلاف کفر اور واجب القتل ہونے کے فتوے لکھوا کر تمام صوبہ سرحد میں تقسیم کرائیں کہ مجاہدین کو قتل کرنا ثواب ہے چنانچہ سرداران پشاور نے اپنے اقتدار کو بحال رکھنے کیلئے اور انگریزوں اور سکھوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سرحد کے چند علماء سے مجاہدین کے خلاف فتویٰ لکھوا کر تمام سرحد میں خفیہ طریقے سے تقسیم کر کے سرحد کے لوگوں کو کہا کہ خفیہ طریقے سے اور اعلانیہ طریقے سے جیسا بھی ہو سکے مجاہدین کو ختم کیا جائے۔

کوٹھا کے مشہور عالم دین حضرت ملا صاحب کوٹھا جماعت مجاہدین کے زبردست حامی اور انگریزوں کے سخت ترین دشمن تھے انہوں نے بہت کوشش کی کہ سرحد کے لوگ دشمنوں کی اس سازش کی تہ تک پہنچ سکیں مگر وہ سردارانِ پشاور اور انگریزوں اور سکھوں کی سازش کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مجاہدین کے خلاف فتویٰ دینے والے مندرجہ ذیل علماء تھے۔

مولانا حافظ محمد احسن بن محمد صدیق المعروف حافظ دراز پشاوری، مولانا حافظ محمد عظیم المعروف گنج والے حافظ جی، مولانا غلام حبیب مفتی محمد احسن بن مولانا مفتی محمد احمد، مولانا حافظ احمد، مولانا عبد المالک اخوند زادہ، مولانا مراد اخوند زادہ، مولانا قاضی سعد الدین، مولانا قاضی مسعود اور مولانا عبد اللہ اخوند زادہ۔[1]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سردار پشاور سلطان محمد خان نے پشاور کے تمام علماء کو بلا کر اپنے ہاتھ سے تیار کئے ہوئے فتوے پر دستخط کرنے اور مہریں لگانے پر زور دیا۔ بعض علماء نے جو سلطان محمد کے زیر اثر تھے انہوں نے تو فوراً دستخط کر کے اپنی مہریں بھی ثبت کر دیں مگر بعض علماء نے اس فتوے پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنی مہریں بھی سلطان محمد خان کے سامنے پھینک دیں۔ سلطان محمد خان نے ان علماء کو اپنے دربار سے فوراً نکال دیا اور ان کی مہریں فتوے پر ثبت کر کے جعلی دستخط بھی کرا دیئے۔ فتویٰ تیار ہو جانے کے بعد سلطان محمد خان نے علماء کی

۱۔ جماعت مجاہدین از مولانا غلام رسول مہر بحوالہ سیرت سید احمد شہید ص ۴۶۷

طرف سے ایک محضر نامہ تیار کرایا اس محضر نامے سے یہ مراد تھی کہ سرحد کے عوام میں مجاہدین کے خلاف نفرت کا ایک طوفان بپا کرایا جائے۔ چنانچہ اس محضر نامے کے تیار ہو جانے کے بعد سلطان محمد خان نے پشاور کے قاضی مولوی مظہر علی اور ارباب فیض اللہ خان کو کسی بہانے سے بلا کر انہیں مجبور کیا۔ کہ وہ اس محضر نامے پر دستخط کریں دونوں نے فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ سلطان محمد خان کے حکم سے ان دونوں کو ایک کمرے میں بند کر کے شہید کر دیا گیا۔ ان دونوں کی شہادت کے بعد سلطان محمد خان نے تیار شدہ محضر نامہ سرحد کے کونے کونے میں تقسیم کرایا اس فتوے اور محضر نامے کے تقسیم ہوتے ہی سرحد کے عوام میں جماعت مجاہدین کے خلاف نفرت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض جاہل عوام نے مذہبی جنون میں آکر علماء کے فتووں کی روشنی میں مجاہدین کو قتل کرنا فرض سمجھ کر خدا کے راستے میں لڑنے والے ان مجاہدین کو مسجدوں میں حجروں میں نمازیں پڑھتے ہوئے اور ورد کرتے ہوئے ذبح کیا۔ سید احمد اور ان کے پیروکار ایک طرف انگریزوں اور سکھوں سے برسرپیکار تھے اور دوسری طرف وہ مسلمان منافقوں کی سازشوں کا شکار ہو رہے تھے بہرحال وہ اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف رہے اسی طرح وہ زندگی کے آخری سانس تک اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے رہے اور آخر کار ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو سرحد کے ضلع ہزارہ کے ایک گاؤں بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا۔ سید احمد شہید کی شہادت کے بعد راہ خدا میں جہاد کرنے والوں نے اس شمع کو بجھنے نہیں دیا بلکہ ہر مجاہد نے خدا کے راستے میں مر مٹنا اپنے لئے سعادت سمجھا۔ ہر غازی خدا کے اس ارشاد پر فخر یہ جام شہادت نوش کرنے کے لئے میدان عمل میں خوشی اور مسرت سے کودتا جاتا تھا کہ:۔

"ترجمہ:۔ جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ہوں ان کے متعلق یہ خیال نہ کرو کہ وہ مر گئے وہ مرے نہیں بلکہ وہ درحقیقت زندہ ہیں اور اپنے خدا کے حضور اپنی روزی پا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے جو کچھ انہیں عطا کیا ہے اس پر وہ ایسے خوش ہیں کہ وہ پھولے نہیں سماتے۔ جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور ان کے پاس اب تک نہیں پہنچے ہیں انہیں وہ بشارت دے رہے ہیں کہ انہیں (شہادت ...) جو اگر حاصل ہو جائے تو ان کے لئے نہ کسی طرح کا کھٹکا ہو گا اور نہ غم بلکہ انہیں وہ اس نعمت اور ا ... فضل و احسان کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اللہ کی طرف سے (شہادت کے بعد) انہیں عطا ہو گا" (القرآن)

خدا کے اسی ارشاد کی روشنی میں قائد کی شہادت کے بعد اگرچہ جماعت مجاہدین منتشر ہو گئی تھی مگر ان مجاہدین نے ٹکڑیوں کی صورت میں اپنی اپنی جگہ پر علم جہاد کو تھامے رکھا اور اپنی استطاعت کے مطابق زندگی کے آخری سانس تک پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ اپنا اپنا فرض ادا کرتے رہے۔ گھروں سے دوری، بھوک، افلاس، تنگدستی اور دشمنوں کے ظلم و ستم ان کے حوصلوں کو پست نہ کر سکے۔ مصیبتوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ان پر ٹوٹتے رہے، مگر انہوں نے خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ مال و دولت اور زر و جواہرات ان کے ضمیروں کو نہ خرید سکے۔ وہ سرحد کے مختلف علاقوں میں پھیل کر اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف گوریلا جنگ لڑنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

ان مجاہدین کو منظم کرنے کیلئے اپریل ۱۸۳۵ء میں شاہ ولی اللہ کے خاندان کے ایک مجاہد مولانا سید نصیر الدین نے دہلی سے خفیہ طور پر ہجرت کی وہ پیدل سفر کرتے کرتے مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے چار سال کے بعد ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۰ء میں سرحد کے قبائلی علاقے ستھانہ میں پہنچے جہاں مجاہدین کا ایک گروہ قیام پذیر تھا، جونہی آپ مجاہدین میں پہنچے سب نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا امیر منتخب کر لیا مگر ابھی آپ ابتدائی منصوبہ بندیوں، مجاہدین کی تربیت اور مجاہدین کے لئے مختلف سنٹروں اور ان کے ذریعہ معاش اور اسلحہ کے حصول کے لئے جدو جہد کر ہی رہے تھے کہ ۱۸۴۰ء میں ہی ان کا ستھانہ میں انتقال ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس زمانے میں انگریز غزنی کو فتح کرنے کے بعد کابل پر مکمل قبضہ کرنے کی نیت سے داخل ہوئے مگر کابل کے مجاہدین نے ان انگریزی فوجیوں کا اس طرح صفایا کیا کہ ان کا صرف ایک ساتھی ڈاکٹر ڈرائیڈن زندہ وسلامت بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔

بہر حال سید نصیر الدین کی وفات کے بعد علمائے صادق پور نے میدان عمل میں آکر مجاہدین کی باری باری قیادت کی ان کا دائرہ عمل صرف شمال مغربی سرحد تک ہی نہ تھا بلکہ خیبر کی چٹانوں سے لے کر بنگال تک بے شمار مجاہدین پیدا کر لئے گئے جن میں مالی معاون مجاہدین کی بھرتی کرنے والے مبلّغ اور عملی جہاد میں حصہ لینے والے مجاہد شامل تھے۔ صادق پور کے ان علماء میں سے مولانا ولایت علی زبیری ۹ اکتوبر ۱۸۴۷ء کو سرحد کے قبائلی علاقے میں پہنچے اس زمانے میں مجاہدین نے ہزارہ کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ہزارہ کے علاقہ فتح گڑھ کو اسلامی حکومت کا مرکز بنا دیا گیا اور فتح گڑھ کا نام بدل کر اسلام گڑھ رکھ لیا گیا تھا۔ مولانا ولایت علی کے آنے سے پہلے ان کے بھائی مولانا عنایت علی

عارضی طور پر مجاہدین کے امیر تھے چنانچہ ۱۷ راکتوبر ۱۸۴۶ء کو مولانا ولایت علی کو امارت کا مکمل چارج اسلام گڑھ کے مقام پر حوالے کیا گیا مولانا ولایت علی کی قیادت میں مجاہدین نے سکھوں اور انگریزوں کے ساتھ بڑے عزم اور حوصلے کے ساتھ جہاد کیا ابھی وہ اپنی جدوجہد میں مصروف عمل ہی تھے کہ ۵ نومبر ۱۸۵۲ء کو فوت ہو گئے۔

مولانا ولایت علی کے فوت ہوجانے کے بعد مجاہدین کی قیادت کا فرض مولانا عنایت علی نے سنبھالا چھ سال تک دشمنان اسلام سے جہاد کرتے رہے اور آخر ۲ مارچ ۱۸۵۸ء کو انتقال کیا۔ ان کے بعد مولانا نور اللہ، میر مقصود علی، مولانا عبداللہ صادق پوری، مولوی نعمت اللہ، غازی رحمت اللہ اور مولانا محمد بشیر نے یکے بعد مجاہدین کی قیادت کے فرائض سنبھالے۔

اس تحریک جہاد میں دو قسم کے مجاہدین تھے ایک تو مقامی مجاہدین تھے جو سرحد کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے تھے ان میں اکثریت ہزارہ اور اس سے ملحقہ قبائلی علاقے پشاور اور اس کے ملحقہ قبائلی علاقوں کی تھی۔ مجاہدین کا دوسرا طبقہ ہندوستان کے مختلف حصوں سے سید احمد بریلوی کی قیادت میں جہاد کا مقدس فریضہ ادا کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس طبقے میں بنگال، بہار، مدراس، بمبئی دہلی، یوپی، سی پی غرضیکہ ہندوستان کے ہر علاقے سے تعلق رکھنے والے مجاہدین تھے۔ یہ مجاہد اپنے گھر، اپنی جائیدادیں اپنے اہل وعیال اپنے عزیز واقارب کو خیرباد کہہ کر بغرض جہاد سرحد میں آئے تھے ان میں بڑے بڑے عالم باعمل بھی تھے صوفی منش بزرگ بھی تھے اور جانثار نوجوان بھی تھے۔

سید احمد کی شہادت کے بعد اسلام دشمن طاقتوں نے مجاہدین میں نفاق کا بیج بونے کی سازشوں کا آغاز کیا جس کی وجہ سے مجاہدین مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے جب مجاہدین کی متحدہ طاقت انتشار کا شکار ہوگئی تو سکھوں نے مقامی اور غیر مقامی مجاہدین کے دونوں طبقوں کا آسانی سے مقابلہ کر کے ہر جگہ انہیں شکست دی۔

سرحد پر انگریزوں کا اقتدار

انگریزوں کی سیاسی حکمت عملی یہی تھی کہ سکھوں کے ذریعے سرحد سے مجاہدین آزادی کی طاقت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے جب سکھوں نے مجاہدین کی طاقت کو منتشر کر دیا تو انگریزوں نے فضا ہموار دیکھ کر سکھ اقتدار کا خاتمہ کر کے برطانوی اقتدار کا علم لہرا کر پورے سرحد کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑ لیا۔ ہندوستان سے

مغلیہ سلطنت کو ختم کرنے میں انگریزوں کو سب سے زیادہ خطرہ سرحد کی پٹھان قوم سے تھا کیونکہ انگریزوں کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کی سلطنت کا چراغ بجھتا دیکھ کر پٹھان قوم اس چراغ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو کر ہمارے راستے میں حائل ہو جائے گی نیز سرحد میں مجاہدین کی تنظیم بھی قدم قدم پر مقابلہ کریگی انہی خدشات کو مدنظر رکھ کر انگریزوں نے دہلی کے تخت پر قبضہ کرنے سے پہلے سرحد پر قبضہ کرنے کو فوقیت دی تاکہ تخت دہلی پر قبضے کی صورت میں سرحد کے پٹھانوں اور آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کے دہلی پہنچنے اور انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے کے تمام راستوں کو مسدود کیا جاسکے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

سرحد پر قبضہ کر لینے اور سکھوں کو مغلوب کر لینے کے بعد انگریزوں نے جب تخت دہلی پر قبضہ کر لینے کا منصوبہ بنایا تو ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ سے جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ ۲۱ مئی ۱۸۵۷ء کو مردان کی پیادہ فوج نے بھی انگریزوں کے خلاف نوشہرہ چھاؤنی سے علم جہاد بلند کر دیا۔ اس کی اطلاع ملتے ہی انگریزوں نے حفاظتی اقدامات کے طور پر فوراً پشاور کی فوج کے مسلمان سپاہیوں سے ہتھیار لے کر انہیں غیر مسلح کر دیا مگر نوشہرہ چھاؤنی میں متعین نمبر ۵۵ پیادہ فوج کے مسلمان سپاہیوں اور انگریزی فوج کے درمیان زبردست جنگ ہوئی جس میں ایک سو بیس فوجی شہید ہو گئے ڈیڑھ سو کے قریب زخمی ہوئے۔ اور باقی جو بچے وہ آزاد علاقے میں مجاہدین سے جا ملے[1]۔ اسی طرح ہندوستان کے مختلف حصوں سے جہاں جہاں انگریز قابض ہوتے گئے مسلمان سپاہی انگریزوں کی گرفت سے اپنی جانیں بچا کر سرحد کے آزاد علاقے میں آکر مجاہدین آزادی کے پاس پہنچتے گئے۔

مجاہدین کیخلاف فوجی کارروائیاں:۔ انگریزوں نے مغلیہ سلطنت کا خاتمہ کر کے تخت دہلی پر قبضہ کر لینے کے بعد سرحد سے تحریک مجاہدین کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنی فوجی کارروائیوں میں شدت پیدا کی تاکہ سید احمد شہید کے پیروکاروں اور ان کے حامی اسلامی مجاہدین کو چن چن کر ختم کر دیا جائے مجاہدین اسلام نے بھی انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ دیں اور قدم قدم پر انگریزی فوج کا مقابلہ شروع کر دیا۔ مجاہدین کے پاس اسلحہ اور گولہ بارود اور توپیں کم تھیں۔ ان کے مقابلے میں انگریزی فوجوں کے پاس جدید اسلحہ بے شمار گولہ بارود اور توپوں اور مشین گنوں کا

۱۔ سرحد گزیٹر ۱۸۷۸ء ص ۲۵

2 35 45

بے پناہ ذخیرہ تھا مجاہدین اس بے پناہ فوجی طاقت کا مقابلہ صرف اپنی قوت ایمانی سے کر رہے تھے مجاہدین نے ۲۰ جولائی ۱۸۵۷ء کو سمہ کے مقام پر انگریزی فوج پر شبخون مار کر دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔ اسی طرح کے شبخون پنج جانا تیسوہ اور نواں کلی میں مارے گئے نواں کلی میں مجاہدین کی قیادت مرزا محمد رسالدار آفریدی کر رہے تھے جو انگریزی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے گرفتار ہوئے اور انہیں پھانسی پر لٹکا کر شہید کیا گیا[1]

اس کے بعد مجاہدین کے مرکز نارنجی کو گھیرے میں لے لیا گیا جس میں تمام گاؤں کے مکانوں کو ہاتھیوں سے گرا کر مسمار کر دیا گیا[2] پنجتار اور چنگئی میں مجاہدین کے مرکز کو تباہ و برباد اور آگ لگانے کے بعد انگریزی فوج نے سڈنی کاٹن کی قیادت میں مجاہدین کے ایک دوسرے مرکز منگل تھانہ کا رخ کیا۔ وہاں مجاہدین کی بستیوں کو تہ و بالا کرنے کے بعد انگریزی فوج ستھانہ پر حملہ آور ہوئی مجاہدین نے انگریزی فوج کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس مقابلے میں بھی کئی مجاہد شہید ہوئے دشمن کی فوج کو بھی بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا انگریزوں نے توپوں کے بے پناہ گولوں کے ذریعے ستھانہ کو مسمار کیا ہاتھیوں کے ذریعے مجاہدین کے قلعے کو گرا دیا گیا گویا ستھانہ کی آبادی کو اس بے دردی سے تہس نہس کر دیا گیا کہ مجاہدین کی آبادی کے نام و نشان تک کو مٹا دیا گیا۔ ستھانہ کی تباہی بربادی کے بعد مجاہدین کے دوسرے مراکز ملکا، چملہ اور امبیلہ پر انگریزوں نے شدید حملے کر کے ملکا اور چملہ کو تباہ و برباد کیا مجاہدین نے بھی انگریزی فوج کا زبردست مقابلہ کیا امبیلہ کے مقام پر انگریزی فوجوں کے ساتھ تین زبردست جنگیں ہوئیں۔

ایک نئی سازش مجاہدین انگریزوں کے ساتھ مقابلے پر مقابلے کرتے گئے انگریزی فوجیں ان کے مرکزوں کو ایک ایک کر کے تباہ و برباد کرتی گئیں۔ مجاہدین کا جب ایک مرکز تباہ کر دیا جاتا تو وہ دوسری جگہ جا کر اپنا مرکز قائم کر لیتے اب انگریزوں نے ایک نئی سازش کے تحت مقامی قبائلیوں میں سے بعض افراد کو دولت کا لالچ دیکر انہیں اپنا آلہ کار بنا کر ان کے ذریعے مجاہدین اور قبائلیوں کے درمیان مخالفت کا بیج بو دیا گیا چنانچہ ستھانہ، ملکا، چملہ، منگل تھانہ سمہ اور نارنجی وغیرہ کے مرکزوں کی تباہی کے بعد جب مجاہدین نے بونیر کے علاقہ جعفر زئی

۱۔ سرگذشت مجاہدین از غلام رسول مہر ۲۷۶

۲۔ سرحد کے خلاف مہمات از مبین اور بیجیٹ صد ۸۹

کو مرکز بنایا تو وہاں کے مقامی باشندوں نے انہیں دھمکیاں دینا شروع کر دیں چنانچہ وہ بونیر کے علاقہ باج کٹا میں چلے گئے اسی مقام پر اپریل ۱۸۶۸ء میں دہلی کے آخری فرمان روا بہادر شاہ ظفر کا چچازاد بھائی شہزادہ فیروز شاہ بھی مجاہدین سے آملا[1]۔ یہاں سے پھر مجاہدین کو مقامی لوگوں نے نکلنے پر مجبور کیا تو وہ دوبارہ ملکا جا پہنچے۔ اور وہاں دوبارہ اپنے لئے مکانات تعمیر کرنے لگے تاکہ وہ ایک مرکز قائم کر کے اپنی تحریک کو جاری رکھ سکیں۔ وہاں بھی انگریزوں کی سازشیں کامیاب ہوئیں اور وہاں کے لوگوں نے جب انہیں وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا تو وہ پہلے پلوسی گئے۔ اور وہاں سے تھاکوٹ میں منتقل ہو گئے۔ پلوسی کے قریب کچھ زمین لے کر آباد ہو گئے۔ اور ۱۸۸۸ء تک وہیں رہے۔

۱۸۹۱ء میں کوہ سیاہ کی چوتھی جنگ کے بعد انگریزوں کی سازش سے مجاہدین کو حسن زئیوں اکازئیوں اور مدا خیلول وغیرہ نے اپنے علاقے سے نکال دیا تو انہوں نے ٹیلوائی گاؤں اجارے پہ لے کر وہاں مرکز بنایا۔ بعد میں ٹیلوائی کو بھی چھوڑ کر اسمست کو اپنا مرکز بنا لیا۔

اسمست میں مجاہدین اگرچہ آباد ہو چکے تھے مرکز بن چکا تھا مگر مجاہدین کی تنظیم انگریزوں کی سازش کا شکار ہو کر رہ گئی تھی جسم تو تھا مگر روح نہ تھی۔

حاجی صاحب ترنگ زئی اور مجاہدین

ان حالات کے علاوہ برِصغیر کے مسلمانوں میں ۱۸۹۵ء کی جنگ یونان ترکی کی وجہ سے یورپی طاقتوں کے خلاف نفرت کا جوش ٹھاٹھیں مار رہا تھا کیونکہ اس جنگ میں یورپی طاقتوں نے یونان کی حمایت اور مدد کرنا شروع کر دی تھی اب مسلمانوں کو مکمل طور پر احساس ہو چکا تھا کہ یورپی طاقتیں ترکی کی اس اسلامی حکومت کو ختم کرنے کی سازشوں میں متحد ہو چکی ہیں جو کم و بیش چار سو سال سے مسلمانان عالم کے لئے مرکزی حیثیت رکھتی تھی اور اسی سلطنت کو خدمت حرمین شریفین کی سعادت بھی حاصل تھی لہٰذا اب برصغیر کے مسلم زعماء نے سید احمد شہید کی تحریک جہاد میں نئی روح پیدا کرنے کے لئے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق نئی نئی سکیموں پر عمل درآمد شروع کیا مسلم زعماء نے شدت سے اس بات کا احساس کیا کہ انگریزوں سے نجات حاصل کرنے اور ولی اللہی تحریک کے

۱۔ سرگذشت مجاہدین از غلام رسول مہر ص ۴۷۳

مقاصد کی تکمیل کے لئے اگر ایک طرف برصغیر کے اندرونی حصوں کے رہنے والے سیاسی تحریکوں کے ذریعے اپنی منزل کی طرف بڑھیں تو دوسری طرف ولی اللہی تحریک کے جانثار عملی محاذ پر مورچے سنبھال لیں تاکہ سیاسی اور عملی جدوجہد سے کامیابی حاصل کی جاسکے اسی نظریے کے تحت یہ ضروری سمجھا گیا کہ مجاہدین کے مرکز کو ایک فوجی منصوبے کے تحت قائم کرکے اس کے ماتحت تمام قبائلی علاقوں میں ماتحت مرکز اور تمام ہندوستان میں ان مرکزوں کو اسلحہ اور روپے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خفیہ مرکز قائم کئے جائیں۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے مجاہدین کے مرکزی مقام کی ضرورت پیش آئی جس میں اسلحہ خانہ گھوڑوں اور خچروں کے اصطبل مجاہدین کے لئے بارکیں، غلے کے گودام، عیالدار مجاہدین کے لئے گھر وغیرہ تعمیر کئے جائیں چنانچہ ہندوستان کے مختلف حصوں سے مزید مجاہدین مرکز میں پہنچے جن میں بنگالی، بہاری، یوپی، سی پی، پنجاب غرضیکہ ہندوستان کے ہر حصے کے مجاہد تھے۔ البتہ بنگالی اور بہاری مجاہدین کی تعداد زیادہ تھی[۱]

تحریک کے ہمہ گیر مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے پہلے مولانا قاسم نانوتوی اور پھر شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے مرکز مجاہدین کی سرپرستی اپنے ہاتھوں میں لی اور مرکز کو مسلسل ہدایات اور احکامات دیتے رہے۔ شیخ الہند کی سرپرستی اور نگرانی میں مرکز کو اسلحہ بھی پہنچایا جانے لگا۔ یہ اسلحہ دارالعلوم دیوبند کے پہلو میں ایک کوٹھڑی میں تیار ہوتا تھا جو ماہر کاریگر تیار کرتے تھے[۲] برصغیر کے بڑے بڑے سیاسی لیڈروں علی برادران مسیح الملک حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد، مولانا ابوالکلام آزاد مولانا حسرت موہانی، چودھری رحمت علی وغیرہ اور سرحد کے مشہور روحانی رہنما مولانا نجم الدین عرف ہڈہ ملا اور ان کے خلیفہ حاجی صاحب ترنگ زئی اور ملا سنڈاکے، غازی علی عباس بخاری، قاضی عبدالولی اور حاجی صاحب ترنگ زئی کے معتقدین اور خلفا کا مجاہدین کے مرکز سے باقاعدہ رابطہ قائم ہو چکا تھا۔

جب مجاہدین کے جتھے ہندوستان سے آنے لگے تو ملا صاحب ہڈہ اور حاجی صاحب

۱۔ سرگزشت مجاہدین از غلام رسول مہر ص ۷۳۴

۲۔ انٹرویو مولانا عزیر گل رفیق شیخ الہند بہ مصنف۔

ترنگ زئی اور مہمندوں کے علاقے کے علما مشائخ کے تعاون سے ۱۹۰۲ء میں اسمست میں ایک مرکز کی بنیاد ڈالی گئی جو ہر لحاظ سے مجاہدین کے لئے ایک اہم فوجی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔

دوسری کوشش سرحد پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے سرحد کے عوام کو کچلنے کے لئے سخت ترین اقدامات شروع کر رکھے تھے ان اقدامات میں فضائی بمباری کے علاوہ بری فوجوں کے ذریعے سرحدی اور قبائلی عوام کا بے دریغ خون بہایا جا رہا تھا کئی گاؤں کو آگ لگا کر خاک کا ڈھیر بنا یا گیا انگریز جہاں اور جس علاقے کو چاہتے تہس نہس کر کے رکھ دیتے تھے ان مظالم کو دیکھ کر جندول کے عمرا خان نے مجاہدین کو منظم کر کے ایک بار پھر یہ کوشش کی کہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل ہو سکے۔

یہ تحریک بھی ولی اللٰہی تحریک کا ایک منصوبہ تھا جو ۱۸۷۸ء میں جب عمرا خان حج کے لئے بیت اللہ شریف گیا تو وہاں تحریک کے مشہور رہنما مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت کی اور وہیں یہ منصوبہ تیار ہوا۔ چنانچہ حج سے واپس آنے کے بعد عمرا خان باپ کے انتقال کے بعد جب ۱۸۸۱ء میں جندول کا حکمران بنا تو اس نے اعلان کر دیا کہ جو علاقے میرے تسلط میں ہیں یا ہوں گے ان علاقوں میں اسلامی قوانین نافذ رہیں گے ہر مقدمہ شریعت محمدیہ کے مطابق فیصل ہوگا اور کوئی آدمی اگر خلاف شرع کوئی کام کریگا تو اس پر شرعی قوانین کے تحت مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس اعلان کے ہوتے ہی قبائلیوں نے عمرا خان کے ساتھ مکمل تعاون کا عہد کیا۔ انہی دنوں انگریز چترال کی طرف پیش قدمی کرنے کی تدبیریں بنا رہے تھے عمرا خان نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا مجاہدین نے اس اعلان پر لبیک کہتے ہوئے کافرستان، افغانستان کا مشرقی علاقہ۔ اسمار، ڈم کلی، چغہ سرائے وغیرہ فتح کر کے ان علاقوں پر مضبوط قلعے تعمیر کئے اس کے بعد بنیر، مہمند، ملاکنڈ، دیر اور سوات پر قبضہ کر لینے کے بعد ایک مضبوط اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ ملاکنڈ ایجنسی میں سخاکوٹ، پلئی شیر خان اور پشاور کے ضلع میں تنگی کا علاقہ اس اسلامی سلطنت کی حد میں شامل ہو گیا۔ انگریزوں نے اس اسلامی سلطنت کو ختم کرنے کے لئے کابل کے امیر عبدالرحمان کے ساتھ ساز باز کی اور کچھ معاہدے بھی کر لئے عمرا خان نے امیر عبدالرحمان اور انگریزوں کی اس دوستی کو ایک اہم سازش قرار دیا اور

اسمار کے مقام پر امیر عبدالرحمٰن کی فوجوں کو شکست فاش دیکر چترال کے وہ علاقے جو امیر عبدالرحمٰن کے قبضے میں تھے انہیں بھی بزور طاقت فتح کر لیا اسی اثناء میں انگریزوں نے باجوڑ کے حکمران دلاور خان، دیر کے حکمران محمد شریف اور چترال کے مہتر امیر الملک کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے عمرا خان کو راستے سے ہٹانا چاہا مگر عمرا خان نے مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے ان تمام سازشوں کا بڑی جرأت دلیری اور دانشمندی سے مقابلہ کیا انگریزوں کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ عمرا خان آہستہ آہستہ سلطنت کو وسعت دیکر انگریزوں کے اقتدار کو سرحد ہی سے نہیں بلکہ تمام ہندوستان سے ختم کرنے کی اہلیت رکھتا ہے لہٰذا انگریزوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جس طرح اور جیسے بھی ہو عمرا خان کے اقتدار کا خاتمہ کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انگریزوں نے پانی کی طرح روپیہ بہا کر عمرا خان کے خلاف سازشیں کیں۔ ان سازشوں کے ساتھ ساتھ فوجی طاقت استعمال کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمرا خان اور انگریزوں کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی انگریزوں نے اس جنگ میں بے پناہ طاقت صرف کر کے عمرا خان کو قلعے میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا۔ آخر وہ قلعے کے ایک پوشیدہ راستے سے خفیہ طور پر نکل کر افغانستان کی سرحد کی طرف چلا گیا اس طرح جندول سے اس اسلامی سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا جس کی بنیاد عمرا خان نے رکھی تھی عمرا خان کی شکست کے بعد ایک انگریز نے فاتحانہ انداز میں کہا "ہر قابل ذکر قبائلی سردار یا تو ہمارے ہاتھ میں تھا یا ہمارے رفیق افغانستان کے ہاتھ میں تھا"[1]

مجاہدین اگرچہ راہ خدا میں مصروف جہاد تھے مگر انگریزوں نے اس تحریک کو ناکام بنانے کے لئے مجاہدین کے لباس میں اپنے کئی جاسوس چھوڑ دیئے تھے یہ جاسوس بھی مسلمان تھے، کلمہ پڑھتے تھے، نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، عبادت و ریاضت کرتے تھے مگر ان کے ضمیروں کو انگریز حکومت نے روپے اور دولت سے خرید لیا تھا۔ ان جاسوسوں نے انگریزوں کے اشارے پر دو کام کئے۔ پہلا سب سے بڑا کام یہ کیا کہ مجاہدین کے کان ایک دوسرے کے خلاف بھرے ایک مجاہد کو دوسرے کے خلاف اکسایا مجاہدین اور ان کی قیادت کے درمیان منافرت کا بیج بویا یہ حربہ اس قدر کامیاب ہوا کہ مجاہدین کئی ٹولیوں میں بٹ گئے ان کا باہمی اتحاد پارہ پارہ

۱۔ یوسف زئی افغان از اللہ بخش یوسفی ص ۳۴۲

ہو گیا جس کی وجہ سے وہ دشمن کی طاقت کا مقابلہ کرنے سے معذور ہو کر شکست پر شکست کھانے لگے۔ انگریزوں کی سازش سے مجاہدین میں جب نفاق کی خلیج وسیع ہو گئی تو شیخ الہند نے تحریک ولی اللہی کے مقاصد کی تکمیل کے لئے حاجی صاحب ترنگ زئی کو منتخب کیا تاکہ وہ قبائلی علاقے میں جا کر ولی اللہی تحریک جہاد کی شمع کو روشن کرتے ہوئے انگریزوں کی تمام سازشوں کا مقابلہ کر سکیں۔ شیخ الہند نے حاجی صاحب کے انتخاب کے بعد قبائلی علاقوں میں مقیم تمام ہندوستانی مجاہدین کے نام فرمان جاری کر دیا تھا کہ وہ حاجی صاحب کی قیادت میں متحد ہو کر برصغیر کی آزادی کے لئے جدوجہد کریں۔

اس کتاب میں دو الفاظ انتہائی وضاحت طلب ہیں جن میں سے ایک لفظ ملّا اور دوسرا لفظ یاغستان جہاں تک لفظ ملّا کا تعلق ہے اس کی وضاحت یوں ہے کہ قبائلی علاقے میں ملّا صاحب علم و فضل اور انتہائی برگزیدہ شخصیت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قدیم قبائلی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبائلی علاقے میں ہر قبیلے کا ایک ملّا ہوا کرتا تھا وہ ملّا نہ صرف ان لوگوں کا مذہبی اور روحانی پیشوا ہوتا تھا بلکہ ان کے تمام معاملات میں اس کا حکم ناطق تھا۔ قبائلی زندگی حیرت انگیز طریقے پر پرانی ہے اور ان لوگوں کا اخلاقی معیار بھی انتہائی بلند ہے۔ قدیم قبائلی نظام میں ہر قبیلے کی ایک پنچایت ہوتی تھی جو اس قبیلے کے ملّا کی سرکردگی میں اپنے علاقے اور حلقے میں پورا پورا اقتدار رکھتی تھی یہاں تک کہ کسی شخص کو قبیلہ بدر کرنا کسی گھناؤنے جرم میں کسی کا گھر بار جلا دینا وغیرہ سب کچھ پنچایت کے اختیار میں ہوتا تھا۔ پنچایت کے فیصلے کی توثیق اس علاقے کا ملّا کیا کرتا تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ پنچایت کے فیصلے کے خلاف لب تک ہلا سکے۔ امیر امان اللہ خان کے زمانے تک افغانستان میں بھی یہ دستور تھا کہ کسی عالم فاضل اور روحانی قیادت کرنے والے بزرگ کو حکومت کی طرف سے ملّا کا خطاب دیا جاتا تھا تحریک آزادی کے ایک مجاہد مولانا محمد علی قصوری جو قبائلی علاقے میں جا کر حاجی صاحب ترنگ زئی کی معیت میں انگریزوں کے خلاف سینہ سپر رہے وہ قبائلیوں کی طرز معاشرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اقتصادی خود مختاری نے وہاں عجیب طرز زندگی کو جنم دیا ہے۔ ان میں نہ تو کوئی پولیس ہے

نہ کوئی حاکم نہ کوئی بادشاہ یا ملک نہ ٹیکس ہے نہ محصل نہ خراج ہے نہ زور وظلم۔ وہ نہ خود کسی کی عزت وآبرو، مال و فعال پر ہاتھ ڈالتے ہیں نہ وہ اس امر کو برداشت کرتے ہیں کہ کوئی ان کی عزت وآبرو اور مال ومنال پر ہاتھ ڈالے۔ ان میں امیر و غریب کا کوئی فرق وامتیاز نہیں ان پر صرف ایک حاکم ہے وہ ان کی پنچایت ہے اور پنچایت کا صدر ملّا ہوتا ہے وہ شریعت اسلامی کے مطابق زندگی بسر کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ ملّا صاحب کا اصل کام یہ ہے کہ وہ اسلامی اجتماعی عدل ومساوات کو قائم رکھے پولیس کے ڈنڈے کے زور سے نہیں بلکہ لوگوں کے اسلامی محبت کے جذبے سے۔ ان لوگوں میں یہ فطری مادہ ہے کہ جہاں مذہب کا نام آیا وہ خود جھک گئے باپ بیٹے کی پرواہ نہیں کریگا، بھائی بھائی کی رعایت نہیں کرے گا۔ غرض ایک حیرت انگیز معاشرت تھی جو ہر قسم کی کش مکش سے بھری تھی تجارت تمام وکمال ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی مگر ان میں اور ہندوستان کے بنیوں میں بھی نمایاں فرق ہے۔ پنچایت وہاں کوئی مستقل ادارہ نہیں ہے۔ جو حکومت کا قائم مقام ہو بلکہ وہ بغیر انتخاب کے خود بخود وجود میں آجاتی ہے بڑا بوڑھا اس کے اجلاس میں آکر بیٹھ جاتا ہے اور نہایت آزادی سے رائے دیتا ہے یہ پنچایت ہمیشہ کسی خاص سانحہ کے وقت وجود میں آتی ہے اور ملا صاحب اس کے صدر کے طور پر تشریف لے آتے ہیں۔ ملّا صاحب داد و دہش کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ ان کی اپنی زمین ہوتی ہے وہ بھی یا تو خود کھیتی باڑی کرتے یا کراتے ہیں، ملا صاحب کے پاس عموماً ایک نہ ایک عالم دین ہوتا ہے جو جمعہ یا عیدین خطبہ نکاح، نماز جنازہ وغیرہ کی مذہبی رسومات کی اقتدا کرتا ہے اور وقت ضرورت شریعت کے احکام کی وضاحت بھی کر دیتا ہے شریعت کی فرمانبرداری ایسی مطلق ہے کہ جہاں کہیں مولوی صاحب نے کوئی فتویٰ دیدیا وہیں سب کی گردنیں ختم ہو گئیں شریعت کی اس اطاعت کو دیکھ کر مارکسٹوں کی "لاحکومت" کی خیالی جنت کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے[1] قبائلی علاقوں کی طرف معاشرت کے متعلق لکھتے ہیں، وہاں میں نے ایک عجیب بات دیکھی کہ زمیندار اور کاشت کار کی کوئی تمیز نہ تھی کاشت کار ہی عموماً اپنی کھیتوں کے مالک ومختار ہوتے تھے اور آمد ورفت کے ذرائع کی کمی کے باعث وہ بیرونی تمدن کے تباہ کن اثرات سے بالکل پاک تھے ایسی نیچرل زندگی نے ان میں خود داری غیرت اور شجاعت کوٹ کوٹ کر بھری تھی وہ لوگ جھوٹ سے ناآشنا تھے

---

[1] مشاہدات کابل و یاغستان از مولانا محمد علی قصوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان ص ۵۵، ۵۶۔

گواں میں ہمارا شہری قسم کا پردہ نہ تھا مگر مخلوط سوسائٹی کا نام و نشان تک نہ تھا عورتیں حیا کا پتلا نہایت اطمینان سے سفر کرتی ہیں اور خوبصورت سے خوبصورت عورت بھی تنہا بے خطر آتی جاتی ہے اور کسی شخص کی مجال نہیں کہ اسے چھیڑے یا کوئی آوازہ کسے۔ بلکہ کوئی مرد اُن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا ہم نے بار بار دیکھا کہ سامنے سے ایک نوجوان عورت اکیلی آرہی ہے مرد راستہ چھوڑ کر الگ ہو گئے اور وہ چپکے سے گذر گئی۔

یاغستان

یاغستان کا لفظ شروع شروع میں قبائلی علاقوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ تحریک مجاہدین کے سلسلے میں اور تحریک آزادی کے سلسلے میں یاغستان کا لفظ جہاں بھی استعمال کیا گیا ہے اس سے قبائلی علاقہ مراد ہے یاغستان اس علاقے کو کہتے ہیں جو تقسیم سے قبل سرکار انگریزی کی سرحد اور افغانستان کی سرحد کے درمیان تھا۔ افغان سرحد کا تعین ڈیورینڈ کمیشن نے ۱۸۹۳ء میں کیا تھا اس وقت یہ علاقہ انگریزی حلقہ اثر کہلاتا تھا۔ مگر وہاں کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی اس لئے اسے یاغستان کہا جاتا تھا جس کے معنی ہیں "باغیوں کا ملک" وہاں صرف ملاؤں کی حکومت تھی اور مختلف علاقے مختلف قبائل کے قبضے میں تھے[۱]

حاجی صاحب کی زندگی کے ابتدائی زمانے میں سرحد کی جو سیاسی، تعلیمی، مذہبی، معاشرتی حالت تھی اس کا اجمالی تذکرہ کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کن کن حالات میں حاجی صاحب نے سرحد کے سیاسی، تعلیمی، مذہبی اور معاشرتی حالات کو سدھارنے کے لئے اور معاشرتی ڈھانچے کو اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے کیا کیا جدوجہد کی اور اس میدان میں انہیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور کہاں تک وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے

حاجی صاحب اور سرحدی جابرانہ قوانین

حاجی صاحب نے کن کٹھن اور مشکل ترین وقت میں انگریزوں کے انتہائی جابرانہ قوانین کی موجودگی میں اصلاح معاشرہ انگریزی عدالتوں کے بائیکاٹ کی تحریک اور اسلامی تبلیغ کا فرض ادا کیا۔ اس نازک ترین دور کا اندازہ انگریزوں کے نافذ کردہ مندرجہ ذیل جبری قوانین سے لگایا جا سکتا ہے جو اس عظیم مجاہد کے ارادوں کو متزلزل نہیں کر سکے۔

۱۔ مشاہدات کابل و یاغستان از محمد علی قصوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو لاہور ص ۲۹

انگریزوں نے سرحد کے باشندوں کے جذبہ حریت کو دبانے اور انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے لئے ہر ممکن تدبیر کی۔ مگر سرحد کے باشندے مسلسل انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ سرحدی مجاہد نہ تو انگریزوں کی دولت کے جال میں پھنسنے کے لئے تیار تھے اور نہ ہی انگریزوں کی کوئی چال انہیں رام کر سکی چنانچہ اپنے تمام حربوں سے ناکامی کے بعد انگریزوں نے انتہائی سخت گیر اور لرزہ خیز تشدد کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ تشدد اور بربریت کی اس پالیسی کے تحت وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے ۱۹۰۱ء میں سرحد کو پنجاب سے الگ کر کے اس علاقے کا انتظام براہ راست مرکزی حکومت کے ہاتھ میں دیکر اس علاقے میں جابرانہ قوانین نافذ کر دیئے جن کا نام فرنٹیئر کرائمز ریگولیشنز رکھ لیا۔ ان جابرانہ قوانین کے تحت سرحدی باشندوں کو ظلم و تشدد کے آہنی شکنجوں میں جکڑ لیا گیا انگریزوں نے سرحدی حکام کو یہ اختیار دیدیا کہ وہ سرحد کے باشندوں کو کچل کر رکھ دیں۔ دنیا کی آئینی تاریخ میں یہ قوانین کالے قوانین کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان سیاہ قوانین کے نفاذ کے ساتھ ہی سرحد زمین بے آئین بن گئی۔ سرحدی باشندوں پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سرحد کی سرزمین ظلم و بربریت کی تاریکی میں ڈوب گئی۔ انگریز کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا بھی سنگین جرم قرار دے دیا گیا۔ پولیس اور فوج جسے چاہتی گولیوں کا نشانہ بنا دیتی۔ حاکم جسے چاہتے اسے کالے پانی کی سزا دیتے۔ ایک آدمی کے جرم میں اس کے تمام رشتہ دار اور قبیلے کے افراد کو سنگین ترین سزائیں دی جاتیں سرحدی عوام کو اپیل اور انصاف کے حق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ ان قوانین کے خلاف آواز بلند کرنا بھی سنگین جرم قرار دیدیا گیا تھا۔ سرحد کے ہر ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے تاج برطانیہ کے حامی اور وفادار چند آدمیوں پر مشتمل سرداروں کی کونسل قائم کرے جو حکومت کی منشا کے مطابق کسی مقدمہ کا فیصلہ کرے۔ سرداران کونسل وہی کہتے تھے جو حکومت کی مرضی ہوتی تھی۔

انگریزوں نے ان جابرانہ قوانین کے نفاذ کیلئے یہ بہانہ بنایا کہ چونکہ سرحد میں جرائم زیادہ ہوتے ہیں اس لئے ان جرائم کی روک تھام کیلئے یہ قوانین نافذ کئے جاتے ہیں مگر حقیقت یہ تھی کہ ان سیاہ قوانین کے نفاذ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ سرحد کے ان باشندوں اور ان قبیلوں کو ان قوانین کے تحت ختم کیا جا سکے جو تاج برطانیہ کے وفادار بننے کیلئے تیار نہیں یا ان مذہبی رہنماؤں

اور قبیلوں کے سربراہوں کو ختم کیا جاسکے جن کی رہنمائی میں سرحدی عوام انگریزوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

انہی قوانین کی دفعہ ۲۱ مجریہ ۱۹۰۱ء کے تحت یہ حکم تھا کہ کوئی سرحدی قوم یا کسی سرحدی قوم کا کوئی قبیلہ یا فرقہ یا اس کا کوئی فرد یا افراد برطانوی حکومت کے متعلق یا حکومت برطانیہ کے کسی حاکم یا کسی انگریز فرد کی مخالفت کریں یا مخاصمت کریں یا عداوت رکھیں یا کسی فرد سے عداوت رکھنے کا احتمال ہو تو ڈپٹی کمشنر کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ :۔

اس قوم کے جملہ افراد یا بعض افراد کو جہاں کہیں کہ وہ پائے جائیں فوری طور پر گرفتار کر لیا جائے اور ان کی جائیدادوں کو فوری طور پر ضبط کر لیا جائے۔

ڈپٹی کمشنر کو اس دفعہ کے تحت یہ اختیارات بھی دیئے گئے کہ وہ انگریزوں کی مخالفت کرنے والے یا اس کے تمام قبیلے کو یا اکی تمام قوم کو برطانوی حدود سے نکال دے اور سرحد کے باقی لوگوں کو اس بات کی سختی سے ممانعت کی جائے کہ انگریز حکومت جس فرد یا افراد کو یا قوم کو یا قبیلے کو برطانوی حدود سے نکال دے ان سے کسی قسم کا تعلق خط و کتابت یا میل جول نہ رکھا جائے۔

سرحدی جرائم کی دفعہ ۳۱ کے تحت برٹش انڈیا کی سرحد سے پانچ میل کے اندر کسی مکان بستی، یا گاؤں یا پناہ گاہ کے بنانے کی ممانعت کردی گئی تھی۔ چنانچہ برٹش انڈیا کی سرحد سے پانچ میل کے اندر جو مکانات، بستیاں یا گاؤں تھے۔ وہ مسمار کر دیئے گئے تھے۔

جرائم سرحدی دفعہ نمبر ۳۳ کے تحت سرحد میں یہ سیاہ قانون نافذ کیا گیا کہ :۔

کوئی عمارت اس قسم کی جو عام طور پر حجرہ یا چوک کے نام سے مشہور ہو یا کوئی عمارت جو حجرہ یا چوک کے طور پر استعمال ہو رہی ہو تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ اور کوئی عمارت جو فی الوقت حجرہ یا چوک کے طور پر استعمال میں ہو وہ حجرے کے طور پر استعمال نہ کی جائے اور اگر کسی عمارت کو حجرے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو یا کسی عمارت میں لوگ مشوروں کے لئے اکٹھے ہوتے ہوں تو اس کو فوری طور پر گرا دیا جائے۔ اور اس عمارت کے منہدم ہونے پر مالک مکان کسی معاوضے کا حقدار نہ ہوگا۔ اس قسم کے جابرانہ قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر ۶ ماہ قید سخت اور بھاری جرمانہ عائد کیا جاتا تھا اس قانون کے نفاذ کا یہ مطلب تھا کہ سرحدی لوگ

فارغ وقت میں کسی ایک جگہ مل کر نہ بیٹھیں کیونکہ انگریزوں کا خیال تھا کہ سرحدی لوگ جب ان حجروں میں مل کر بیٹھتے ہیں تو وہ حکومت برطانیہ کے خلاف منصوبے بناتے ہیں۔

جرائم سرحدی کی دفعہ ۳۶ کے تحت سرحد کے مذہبی رہنماؤں کے متعلق جو حکومت برطانیہ کی فرمانبرداری کی خلاف ورزی کریں ان کے متعلق یہ حکم نافذ کیا گیا کہ جب سرحد کے کسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی رائے میں کوئی شخص ایک مذہبی متعصب فرد ہو اس شخص کو نوٹس دیکر برطانوی حدود سے باہر نکال دیا جائے یا پھر اسے کسی جگہ پر پابند مسکن کر دیا جائے۔

اسی طرح جرائم سرحدی کے ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۸ کے تحت ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے باب ۸ اور ۴۲ میں ترمیم کر کے سرحدی عوام پر ہائی کورٹ سیشن عدالت اور سیشن جج سے انصاف کے حصول کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اور تمام اختیارات کمشنر سرحد کو دے کر سرحد کے عوام کو کمشنر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ کمشنر انصاف کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈال کر جیسا چاہتا تھا اس ضمن میں سرحدی عوام سے سلوک کرتا تھا۔

جرائم سرحدی دفعہ نمبر ۴۰ کے تحت حکومت برطانیہ کے خلاف نفرت پھیلنے کے امکانات کو ختم کرنے کے لئے کمشنر اور ڈپٹی کمشنروں کو یہ اختیارات دیئے گئے تھے کہ وہ جس شخص یا اشخاص سے چاہیں نیک چلنی کی ضمانتیں حاصل کریں۔ چنانچہ اس دفعہ کے تحت سینکڑوں سرحدی باشندوں کو تنگ کیا گیا۔ بعض کی ضمانتیں ضبط کر لی گئیں اور بعض کو کڑی سے کڑی سزائیں دی گئیں۔

جرائم سرحدی دفعہ نمبر ۲۵ کے تحت ڈپٹی کمشنروں کو اختیارات دیئے گئے کہ سرحد کے کسی شخص پر جو جرمانہ عائد کیا جائے وہ جرمانہ اس شخص کے رشتہ داروں کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے بھی وصول کیا جا سکتا ہے۔

اس دفعہ کے تحت انگریز حکمران سرحدی عوام پر شک و شبہ کی بنا پر بھاری بھاری جرمانے عائد کر دیتے اور جرمانوں کی یہ بھاری بھاری رقمیں اس شخص کے تمام رشتہ داروں یا قبیلے کے افراد سے زبردستی وصول کرتے۔ چنانچہ اس طرح سرحد کے کئی لوگوں کی جائیدادیں ضبط ہوئیں اور کئی بیچارے اپنے نجی اثاثوں سے بھی محروم

کر دیئے گئے۔

دفعہ ۶۰ جرائم سرحدی کے تحت کسی ڈپٹی کمشنر یا کمشنر کے کسی فیصلے یا ڈگری یا حکم یا فعل کے خلاف کوئی سرحدی مظلوم فرد کسی دیوانی عدالت یا فوجداری عدالت میں نہ کوئی اپیل دائر کر سکتا تھا اور نہ ہی اعتراض کر سکتا تھا۔ اس طرح ڈپٹی کمشنر یا کمشنر اگر کسی کی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کو ضبط کر لیتے تھے تو کسی مظلوم سرحدی کو ان احکامات کے خلاف آواز تک اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔

غرض یہ کہ انگریز حکمرانوں نے جرائم سرحدی کی آڑ میں سرحد کے عوام کو نیست و نابود کرنے کی بھرپور کوشش کی تاکہ انگریزوں کی مخالفت کرنے والا اس خطے میں کوئی نظر نہ آ سکے۔ اکثر ایسا ہوا کہ انگریز حکمرانوں کو اگر کسی سرحدی کے متعلق دل میں یہ گمان پیدا ہوا کہ اس کے دل میں انگریزوں کے خلاف نفرت ہے یا وہ تاج برطانیہ کا وفادار نہیں ہے تو اس کو اس کے تمام رشتہ داروں کو یا اس کے تمام قبیلے کو اجتماعی طور پر قید و بند کا شکار ہونا پڑا۔ انگریزوں کا یہ خیال تھا کہ ان حربوں سے سرحدی عوام کو زیر کیا جا سکے گا باوجود اس کے سرحد کے مجاہدین آزادی کے دلوں میں انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد مسلسل جاری رہی انگریز جابرانہ قوانین کے ذریعے سرحدی باشندوں کے جذبہ آزادی۔ رسم و رواج اور قومی روایات کو ختم کرنا چاہتے تھے مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ایک اشتباہ کا ازالہ:۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حاجی صاحب کی تحریک جہاد کو آل انڈیا کانگرس کی حمایت حاصل تھی۔ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ کانگرس کے کرتا دھرتا تو اسی وجہ سے سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کے خلاف تھے کیونکہ جب مسلم لیگ کی طرف سے پیش کی گئی حمایت میں قائد اعظم نے ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں اصلاحات کے نفاذ کیلئے انگریزوں سے پر زور مطالبہ کیا اور سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے لندن کی گول میز کانفرنس میں سرحد کو اصلاحات دلانے کے لئے انگریزوں پر دباؤ ڈالا تو کانگرس کے ایماء پر سرحد اور پورے ہندوستان میں سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کی پر زور مخالفت کی گئی۔ اس مخالفت کے پس پردہ کانگرس ہی تھی کانگرس

کھل کر اس لئے سامنے نہیں آ رہی تھی کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی بچے کیونکہ کانگرس کی یہ سوچ تھی کہ اگر کانگرس نے کھل کر صوبہ سرحد میں اصلاحات کی مخالفت کی تو کانگرس میں شریک مسلمان لیڈر کہیں اس مخالفت کو برا نہ منائیں کہ سرحد کی بچانوے فی صدی مسلمان اکثریت والے صوبے میں کانگرس اصلاحات کے نفاذ کے لئے کیوں مخالفت کر رہی ہے۔ رائے بہادر ٹھاکر دتہ جو سبجیکٹ کمیٹی کے ممبر تھے انہوں نے اپنی رپورٹ میں خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "کانگرس کے کسی لیڈر یا ممبر نے سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کی کبھی بھی حمایت نہیں کی"[1] بلکہ ہندوؤں نے تو یہاں تک کوشش شروع کر دی تھی کہ مسلمان اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو بن جائیں اس سلسلے میں ہندو پریس اور ہندو لیڈر خوب زور لگا رہے ہے۔ مشہور کانگرسی ہندو لیڈر راج کمار ایس مٹھی نے کھلم کھلا یہ اعلان کیا کہ "بغیر شدھی کے ہندو مسلم اتحاد نہیں ہو سکتا جس وقت سب مسلمان شدھی ہو کر ہندو ہو جائیں گے تو اس ہندوستان میں سب ہندو ہی ہندو ہوں گے پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو آزادی سے نہیں روک سکتی"[2]

گاندھی جی نے اعلان کیا "اگر ہندو مسلم دونوں کو دوستی پیاری ہو تو دونوں اپنی اپنی غرض سے گئو ہتیا اور باجے بند کر دیں"[3]

کانگرس جہاد کے سخت خلاف تھی بلکہ ہندوؤں کو یہ خطرہ تھا کہ اگر ہمیں آزادی مل بھی گئی تو سرحد اور سرحد سے ملحقہ پختون قوم جو جہاد کے جذبے میں ہمیشہ سرشار رہتی ہے وہ جذبہ جہاد کے تحت دوبارہ کہیں ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم نہ کر لے چنانچہ کانگرس نے اسی نظریے کے تحت اپنے منشور میں "عدم تشدد" پر قائم رہنے کیلئے ایک شرط رکھی تھی اور اس پر ہر کانگرسی ممبر کو عمل کرنے اور اس کے لئے دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی تبلیغ کرنا ضروری تھا۔ عدم تشدد کا یہ اصول صرف مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو مٹانے کے لئے تھا تاکہ مسلمان اس پر سختی سے عمل پیرا ہو سکیں۔ اس کے برعکس کانگرس کی درپردہ حمایت سے کئی تشدد پسند جماعتیں بنائی گئیں جن میں ہندو مہاسبھا، جن سنگھ اور نوجوان بھارت سبھا سر فہرست تھیں۔ ان جماعتوں نے مسلمان اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کو تشدد کا نشانہ بنا کر انہیں ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر دوسری طرف کانگرس نے سرحد اور بلوچستان میں اور ان دونوں صوبوں

---

[1] سبجیکٹ کمیٹی رپورٹ برائے صوبہ سرحد رپورٹ رائے بہادر ٹھاکر دتہ ص۲۱

[2] اخبار تیج دہلی ۱۰ مارچ ۱۹۲۶ء [3] اخبار کیسری لاہور ۲ مئی ۱۹۱۴ء

سے ملحقہ قبائلی علاقوں میں جہاں انگریزوں کے خلاف مسلسل جہاد جاری تھا۔ عدم تشدد کا پرچار کر کے مجاہدین کو یہ سبق دیا جا رہا تھا کہ جہاد کی یہ کاروائیاں تشدد ہیں اور انسان کو کسی دوسرے انسان پر تشدد نہیں کرنا چاہیئے کانگرس نے اس مقصد کیلئے دونوں صوبوں میں اپنے خاص ایجنٹ مقرر کر کے ان کے ذریعے مجاہدین آزادی کے دلوں سے جذبۂ جہاد کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر وہ اس جذبے کو مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ یہ وہی جذبہ تھا جس نے پنڈت نہرو کے قبائلی علاقے کے دورے کو ناکام بنایا تھا اور قبائلی مجاہدین نے پنڈت نہرو کو واشگاف الفاظ میں کہا تھا۔ "ہم اسلامی حکومت کے قیام کیلئے جدوجہد کرتے رہے ہیں ہم اسلام کے لئے جئیں گے اور اسلام کیلئے ہی مریں گے۔"

خان عبدالقیوم خان جب سرحد کے وزیر اعظم تھے تو انہوں نے حاجی صاحب ترنگ زئی کے صاحبزادے بادشاہ گل دوم سید فضل شاہ کے نام ایک خط پشتو زبان میں لکھا جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حاجی صاحب نے خالصتہً اسلامی حکومت کے قیام کے لئے مسلسل جہاد کیا

(خط کا ترجمہ) ۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

منجانب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد

پیارے بادشاہ گل۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں سرخرو کرے۔ پاکستان کی امداد اور خدمت اپنی ذات کے ساتھ نیکی کرنے کے برابر ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کی مشترکہ جمہوری حکومت ہے میں آپ سے صرف یہ عرض کر سکتا ہوں کہ یہ آپ کے والد محترم حضرت حاجی صاحب ترنگزئی کے خوابوں کی تعبیر ہے اور انہوں نے جس پودے کو لگانے کیلئے جدوجہد کی تھی اس کا یہ پہلا پھل ہے۔ اس پودے کی نشوونما میں اگر آپ محنت نہ کریں گے تو دوسرا کون کریگا؟

میں تحریک آزادی کے ان اوراق کی جستجو میں رہتا ہوں جنہیں انگریز حکمرانوں نے مصلحت کے طور پر پوشیدہ رکھا ہوا تھا اور جن تک ہمارے مورخین کی نگاہیں نہیں پڑ سکتی تھیں آج ہم آزاد ہیں اور ان فائلوں کا بڑی آسانی سے مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی جستجو اور تلاش

ہیں یہ حقیقت منظر عام پر آئی کہ ریشمی رومال تحریک کا تعلق کسی طرح بھی مولانا عبید اللہ
سندھی سے نہ تھا بلکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ حاجی صاحب ترنگ زئی نے جب آزادی کے حصول
اور اسلامی مملکت کے قیام کیلئے جہاد کا آغاز کیا تو انگریز حکمرانوں نے پانی کی طرح روپیہ بہا کر
قبائل میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ جہاد بغیر امیر کے حکم کے جائز نہیں ہے چنانچہ سیدھے
سادے قبائلی مجاہدین اس سے متاثر ہونے لگے تو حاجی صاحب ترنگزئی نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن
کو پیغام بھیجا کہ وہ مکہ شریف جا کر وہاں کے گورنر غالب پاشا سے اور مملکت اسلامیہ کے سربراہ
سے جہاد کا حکمنامہ لکھوا کر بھجوائیں تاکہ انگریزوں کے اس پروپیگنڈے کے اثر سے مجاہدین کو بچایا
جا سکے۔ چنانچہ اس پیغام کے نتیجے میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن حجاز گئے تھے اور گورنر مکہ اور
خلیفہ سے پیغام جہاد لکھوا کر خفیہ طریقے سے ایک ریشمی رومال پر کاڑھ کر قبائلی علاقوں کو بھیجا
گیا تھا جو ایک مخبر نے انگریزوں کے ہاتھوں تک پہنچا دیا جس کی بنا پر کئی مسلم زعماء کو طرح
طرح کی اذیتوں کا شکار ہونا پڑا۔

ان حالات میں حاجی صاحب ترنگ زئی وہ پہلے مجاہد تھے جنہوں نے انگریزوں
کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور مرتے دم تک انگریزوں کی غلامی سے نجات کے لئے
برسر پیکار رہے۔

میں یہ کتاب ۱۷ سال کی محنت شاقہ اور تحقیق کے بعد منظر عام پر لانے کے قابل ہوا ہوں
مجھے اس سلسلے میں بے شمار خفیہ ریکارڈ کی فائلوں اور پولیٹیکل ریکارڈ کے ہزاروں
صفحات کا مطالعہ کرنا پڑا۔ میں اس سلسلے میں پشاور آرکائیو کے مہتمم جناب طارق منصور
کے تعاون کا بے حد ممنون ہوں۔

عزیز جاوید
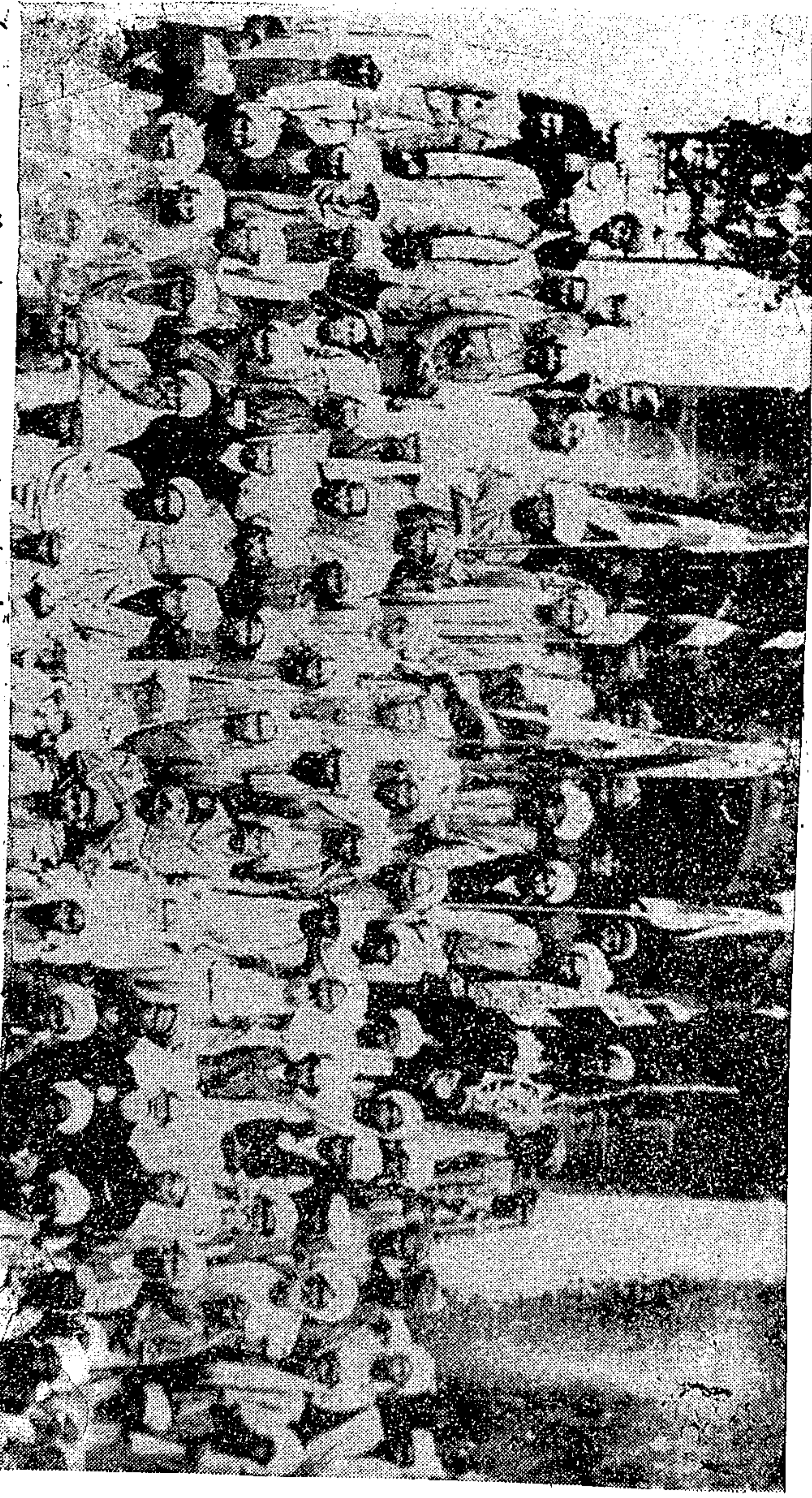
۷ مئی ۱۹۸۱ء

سنہ ۱۹۲۴ء کا ایک یادگار فوٹو حاجی صاحب ترنگزئی کی زیر قیادت جہاد میں حصہ لینے والے علماء و مشائخ و قبائلی زعماء اپنے اپنے جہادی پرچم کے ساتھ۔ حاجی صاحب دائیں ہاتھ، دوسری قطار میں چھٹے نمبر پر سفید نورانی لباس پہنے بیٹھے ہیں۔

تحریکِ آزادی کا عظیم مجاہد

حاجی صاحب ترنگزئی

نام و نسب:۔ برصغیر کی تحریکِ آزادی کے اس عظیم مجاہد کا نام فضل واحد اور والد ماجد کا نام فضل احمد تھا۔ بچپن میں چوچی پیر کے نام سے مشہور رہتے اور تاریخ میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا پدری سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے جا ملتا ہے لہٰذا آپ حسینی سیّد ہیں۔ جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ صوبہ سرحد کے مشہور روحانی پیشوا حضرت رحمکار کاکا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھیں۔

پیدائش:۔ بعض تذکرہ نویسوں اور مضمون نگاروں نے آپ کا سن ولادت مختلف لکھا ہے اس سلسلے میں جو معتبر معلومات فراہم ہوئی ہیں۔ ان کے مطابق آپ ۱۸۴۶ء میں ضلع پشاور کی تحصیل چارسدہ کے ایک گاؤں ترنگ زئی میں پیدا ہوئے تھے[۱]۔ یہ گاؤں پشاور کی قدیم راجدھانی ہشت نگر کے آٹھ گاؤں میں سے ایک ہے بقول مولف تاریخ پشاور اس گاؤں کا بانی ترنگ خان نامی ایک پٹھان سردار تھا[۲]۔ سرحد کی تاریخ میں یہی وہ سال تھا جس میں انگریزوں نے اپنی سیاسی طاقت اور داؤ پیچ کے ذریعے ۱۶ دسمبر ۱۸۴۶ء کو سکھ دربار کو ایک معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا جس کے تحت سکھوں کو انگریزوں کی یہ شرط قبول کرنا پڑی کہ حکومت کا نظم و نسق چلانے کے لئے انگریزوں کو ایجنٹ مقرر کیا جائے۔ اس معاہدے کے تحت سر ہنری لارنس کو پنجاب اور صوبہ سرحد کا ایجنٹ مقرر کیا گیا۔ جان نکلسن اور ہربرٹ ایڈورڈز کو ڈیرہ جات اور بنوں کا معاون حاکم، میجر ایبٹ کو ہزارہ کا اور ہربرٹ کو اٹک کا اور جارج لارنس اور رینل ٹیلر کو پشاور کا برطانوی ایجنٹ مقرر کیا گیا[۳]۔

حاجی صاحب ایک مذہبی اور روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ سیّد بہاؤالدین المعروف پیر لوبدلے بابا افغانستان کے مشہور بزرگ بابا ولی قندہاری کے پوتے[۴]

۱۔ قلمی ڈائری حاجی حسن الدین ساکن ترنگزئی ص ۹۶ ۲۔ تاریخ پشاور ص ۲۸۵ مؤلفہ گوپال داس مطبوعہ کوہ نور پریس لاہور
۳۔ ایوولیوشن آف سرحد از دیوان چند ادبیرائے ص ۳ ۴۔ قلمی روزنامچہ از قاری عبدالمنان ص ۲۲۱۔

تھے جن کی وادئ پشاور میں تشریف آوری کا زمانہ ۶۵۰ھ (۱۲۵۲ء) کے لگ بھگ ہے۔ اس زمانے سے لے کر آج تک حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کے خاندان کے افراد اس علاقے میں تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور اصلاح معاشرہ میں مصروف ہیں۔ بقول اعجاز الحق قدوسی۔

"پیر لودلے بابا کی ہندوستان میں آمد کے سلسلے میں بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری معروف بہ معز الدین سام جب ہندوستان پر کامیاب حملے کے بعد واپس ہوا تو اس کے لشکر میں بارہ ہزار افغان غازی شامل تھے ان کو شہاب الدین غوری نے ہشتنگر علاقہ چارسدہ، کوہ سلیمان اور باجوڑ میں آباد کیا۔ اور ان افغانوں میں وہ غازی جو محمد زئی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اصل میں قندھار سے آئے تھے۔ ان کو بھی علاقہ اشنغر موجودہ چارسدہ میں آباد کیا۔ یہاں سکونت پذیر ہونے کے بعد ان کے چند سردار اپنے پہلے وطن قندھار گئے اور بابا ولی قندہاری کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ان کی دینی رہنمائی کے لئے وہ اپنے صاحبزادے پیر لودلے (سید بہاء الدین) کو ان کے ساتھ روانہ کریں تاکہ وہ ہشت نگر میں مقیم ہو کر ہم لوگوں میں اصلاح و تزکیہ نفس کے فرائض سرانجام دیں چنانچہ بابا ولی قندہاری نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی اور اس طرح سید بہاؤ الدین سرحد میں آکر آباد ہوئے۔[1]"

مگر حاجی صاحب ترنگزئی کے وقائع نویس قاری عبدالمستعان نے پیر لودلے بابا کو بابا ولی قندہاری کا پوتا اور ان کا نام سید عبداللہ لکھتے ہوئے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ بابا ولی قندہاری نے اپنی جگہ اپنے پوتے سید عبداللہ (پیر لودلے) کو سومنات کے حملے کے موقع پر سلطان محمود غزنوی کے ساتھ قندھار سے بھیجا تھا جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۳۸ پر درج ہے۔

پیر لودلے بابا کی اولاد پیر خیل خاندان کے نام سے مشہور ہے، جو ترنگ زئی، اتمان زئی، چارسدہ، مردان اور تخت بھائی کے نزدیک پیر سدو نامی گاؤں میں آباد ہے یہ گاؤں اسی خاندان کے ایک روحانی رہنما پیر سدو نے آباد کیا تھا۔

<u>حاجی صاحب کے آباؤ اجداد کا تاریخی کردار:</u> پیر لودلے بابا کی اولاد کا ہشت نگر کے علاقہ چارسدہ، اتمان زئی اور ترنگزئی میں کافی اثر و نفوذ تھا۔ پٹھان قوم ویسے بھی

---

[1] تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۱۴ از اعجاز الحق قدوسی

روایتی طور پر پیروں اور سیّدوں کا انتہائی احترام کرتی ہے اس احترام کا نتیجہ تھا کہ سکھوں نے جب سرحد کو اپنے قبضے میں کرنے کے لئے فوجی اور سیاسی کارروائیاں کیں تو ہشت نگر کے عوام نے حاجی صاحب کے جدِ اعلیٰ پیر سیّد رستم شاہ کی معیّت میں سیّد احمد شہید کی قیادت میں صوبہ سرحد میں قائم ہونے والی اسلامی سلطنت کے قیام کے لئے بھرپور عملی جدوجہد کی۔ پھر جب انگریزوں نے سرحد میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے تو اس وقت حاجی صاحب ترنگزئی کے دادا پیر سید رستم شاہ اور حاجی صاحب کے والد پیر سید فضل احمد شاہ کی قیادت میں ہشت نگر کے عوام نے انگریزی اقتدار اور قبضے کے خلاف سخت ترین مزاحمت کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مردان اور چارسدہ کے عوام نے گائیڈ فوج کے مسلمان نوجوانوں کو انگریزوں کے خلاف بغاوت پر اُبھارا جس کے نتیجے میں انگریزوں نے فوجیوں سے اسلحہ چھین کر انہیں سخت ترین سزا دی تھی [۱]۔

سرحد پر انگریزوں کے اقتدار کے سلسلے میں پیر لودلے بابا کے خاندان نے انگریزوں کی سخت مزاحمت کی تھی۔ انگریزوں نے اس مزاحمت کو اپنی لغت میں بدچلنی قرار دیا اور پیر لودلے بابا کے ان افراد کی جائیدادیں ضبط کر لیں جنہوں نے انگریزوں کی بھرپور مخالفت کی تھی بعد میں ان جائیدادوں کی واگزاری کے لئے دعوے دائر کئے گئے جس کے نتیجے میں پنجاب گورنمنٹ نے یہ حکم جاری کیا کہ پیر لودلے بابا کے خاندان میں سے جو لوگ انگریزوں کی مخالفت کے مرتکب ہوئے ہیں ان کی جائیداد بحقِ حکومت انگریزی ضبط کی جاتی ہے اور آئندہ کے لئے یہ قرار دیا جاتا ہے کہ پیر لودلے بابا کے خاندان میں سے جو آدمی مر جائے گا اس کے وارث اس کی باقی جائیداد میں سے نصف حصّہ حکومت انگریزی کو دیں گے چونکہ اس پیر خاندان کا اثر و رسوخ علاقہ ہشت نگر میں بہت زیادہ تھا اور انگریز حکومت کی بھی یہ پالیسی تھی کہ با اثر خاندانوں کی مخاصمت مول نہ لی جائے تاکہ ہمارے پاؤں سرحد میں مضبوطی سے جم سکیں۔ اس پالیسی کے تحت پیر لودلے بابا کے خاندان کی محض حمایت حاصل کرنے کے لئے عام معافی نامے کا حکم جاری کیا گیا۔ اگرچہ اس حکم میں بھی انگریزوں نے اپنا مفاد پیش نظر رکھا۔ یہ حکمنامہ چارسدہ کے سرکاری محافظ خانہ سے مجھے ملا ہے جو ہو بہو درج کیا جاتا ہے۔

" بحکم جناب صاحب کمشنر بہادر مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۷۳ء بذریعہ حکم چٹھی نمبر ۱۰۶ امورخہ

۱۔ دیباچہ قلمی کتاب حاجی صاحب ترنگزئی۔ از قاری عبدالسبحان صلا

۶ رجولائی ۱۸۷۴ء گورنمنٹ پنجاب بنام سیکرٹری فنانشل کمشنر پنجاب مقبوضہ اراضی بنام محبت خان ولد رستم خان و باز و نور محمد و پیر محمد و فضل رحمان و فضل واحد پسران فضل احمد و محمد خان و احمد خان پسران رستم خان ساکنان اتمان زئی و ترنگزئی بحصہ ذیل محبت خان یک حصہ پسران فضل احمد دو حصہ بحصہ برابر پسران رستم خان دو حصہ بحصہ برابر حسب دعویٰ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۸۷۳ء مقبوضہ وارثان ابنائے بودلے بابا تاحیات بحال رہنکی تجویز ہوئی اور بعد وفات ہر ایک کے زمین مقبوضہ اس کے نصفی رقبہ پر مشخصہ میں آنی چاہیئے جب تک کہ پیر کے وارثان ابنائے ہوتے رہیں اور جب ابنائے وارث نہ رہیں تو ضبط ہونی چاہیئے جیسے کہ بحالت بدعلینی (انگریزوں کی مخالفت) ایک قابض کی ضبط ہوئی ہے اور بذریعہ حکم چٹھی نمبر ۱۰۶ مورخہ ۶ رجولائی ۱۸۷۴ء گورنمنٹ پنجاب بنام سیکرٹری فنانشل کمشنر پنجاب قابضان حال معاف ہوئے۔ حصہ ہر ایک کا بعد وفات قابض حال ضبط اور نصفی جمع پر اس کے حقیقی وارثان کو دیا جائے[1]"

اس چٹھی کی رُو سے پیر صاحب گل ولد بازید خان ساکن اتمان زئی اور پیر صدیق ولد محمود کو معافی دی گئی اور ان کی زمین بھی واگزار کر دی گئی ـــــ یہ دونوں بھی پیر بودلے بابا کی اولاد میں سے تھے جن کے قبضے میں ۴۴ کنال اور ۱۹ مرلے زمین تھی۔

ان کاغذات مال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیر بودلے بابا نے وقف املاک کے علاوہ قیمتاً بھی زرعی زمین خرید لی تھی جو اتمان زئی۔ ترنگ زئی اور چارسدہ کے علاقے میں تھی۔

حاجی صاحب کے جداعلےٰ پیر سدو بھی ایک روحانی رہنما تھے۔ اسلامی دور حکومت میں انہیں بھی ایک خاص روحانی مقام حاصل تھا چنانچہ ضلع مردان کے علاقہ تخت بھائی کے نزدیک سدو نامی گاؤں یوسف زئیوں کی طرف سے بطور عطیہ انہیں دیا گیا تھا جو وراثتاً انہی کے خاندان کے قبضہ میں چلا آرہا ہے[2]۔ حاجی صاحب کے دادا پیر رستم شاہ ترنگ زئی کے روحانی رہنما تھے جو وہاں کے عوام کی روحانی اور مذہبی رہنمائی کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کا کام بھی کرتے تھے۔

حاجی صاحب کے والد پیر فضل احمد شاہ نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر زندگی بسر کی لوگوں کو اخلاقی اور روحانی درس دیتے رہے اور ذریعہ معاش کیلئے کھیتی باڑی کرتے تھے[3]

۱۔ مثل ملکیت سال ۱۸۷۰ء مرتبہ مہتمم بندوبست دفتر محافظ خانہ چارسدہ ص ۲۹
۲۔ رجسٹر جمعبندی ۱۸۷۷ء مرتبہ مہتمم بندوبست اراضی محفوظ در محافظ خانہ مردان
۳۔ [illegible] اراضی دفتر محافظ خانہ چارسدہ ص ۲۹

تعلیم و تربیت:۔ حاجی صاحب نے قرآنی تعلیم ترنگ زئی کی مسجد میں ملّا حمید الدین سے حاصل کی اور اس وقت کے مشہور عالم دین مولانا ابوبکر آخوندزادہ اور مولانا محمد اسماعیل سے بنیادی اسلامی تعلیم حاصل کی۔ نہایت محنت کے ساتھ چودہ سال کی عمر میں قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ فارسی ادب کی اور چند بنیادی اسلامی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ تہکال کے ایک اسلامی مدرسے میں داخل ہوئے۔ اس مدرسے کے ساتھ ہی طلباء کے قیام و طعام کا بھی معقول انتظام تھا اسلامیہ کالج پشاور کے بانی سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے بھی اسی اسلامی مدرسے سے بنیادی اسلامی تعلیم حاصل کی تھی۔ حاجی صاحب نے چھ سال تک اس مدرسے میں مقیم رہ کر دینی تعلیم حاصل کی۔ اس مدرسے میں قیام کے دوران آپ کو بڑے بڑے علماء و فضلاء اور مشائخ سے ملاقات کا شرف ملتا رہا کیونکہ یہ مدرسہ کابل اور دہلی کی شاہراہ پر قائم تھا اکثر علماء اور مشائخ کابل اور دہلی کے درمیان سفر کرتے وقت اس مدرسے میں قیام فرماتے تھے۔ ان علماء و مشائخ میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو آزادی کی جدوجہد کے لئے ابتدائی تدبیروں میں مصروف تھے۔ اس مدرسے کے مہتمم کا تعلق براہِ راست ولی اللہی تحریک سے تھا۔ یہ ایک بہت بڑے باعمل بزرگ تھے، جن کی خصوصی تربیت نے حاجی صاحب میں انسانیت بے ریائی، خودداری، ایمانداری، جذبہ ہمدردی ایثار و قربانی کے جوہر اور مجاہدانہ صفات پیدا کیئے۔ اس بزرگ استاد کی صحبت نے حاجی صاحب کو ولی اللہی تحریک سے روشناس کرایا اور مجاہدہ اور ریاضت کا وہ درس دیا جس پر عمل پیرا ہو کر حاجی صاحب نے تمام زندگی بسر کی۔[۱]

تہکال میں آپ چھ سال تک زیر تعلیم رہنے کے بعد اپنے گاؤں ترنگ زئی چلے گئے جہاں عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے۔

مرشد کی تلاش:۔ بچپن سے ہی طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد عبادت و ریاضت میں بہت زیادہ منہمک ہو گئے شروع شروع میں ترنگ زئی ہی کی مسجد پیراں میں ہی چلہ کشی شروع کر دی مگر چونکہ کسی مرشد کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت نہیں کی تھی اس لیے مقررہ مدت یعنی چالیس دن پورے کرنے سے پہلے ہی چلہ گاہ سے نکل کر باہر آئے اور ہڈہ نامی گاؤں کی طرف روانہ ہو پڑے جو افغانستان کے مشہور شہر جلال آباد سے جنوب کی طرف ایک قبائلی علاقے میں واقع ہے۔

۱۔ حاجی صاحب کی ابتدائی زندگی بحوالہ حاجی صاحب ص۴۵ از قاری عبدالمستعان۔

ہڈہ گاؤں میں سرحد کے مشہور روحانی رہنما حضرت نجم الدین عرف ہڈہ ملا رہتے تھے جو سوات کے بزرگ رہنما حضرت شیخ اخوند عبدالغفور قادری کے خلیفہ تھے مولانا نجم الدین عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ سلوک وتصوف کے بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ کی شہرت کی خاص وجہ یہ تھی کہ آپ کی عمر کا بڑا حصہ جہاد میں صرف ہوا۔ آپ کے پیر طریقت حضرت اخوند صاحب سوات کی وفات کے بعد ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۲۵ سال تک آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے گزارے آپ ان تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے جو انگریزوں اور قبائلی مجاہدین کے درمیان ہوئیں، آپ کے جہاد کے محاذ زیادہ تر مہمند اور ملاکنڈ ایجنسی میں رہے ہیں[1]

حاجی صاحب ترنگ زئی انہی عالم باعمل صوفی باطریقت اور مجاہد اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے ہڈہ گئے۔ ہڈہ صاحب نے آپ کو نہ صرف بیعت سے نوازا بلکہ خرقہ خلافت بھی عطا کیا" بقول اعجاز الحق قدوسی آپ کے نامور خلفاء میں جنہوں نے افغانستان اور پاکستان دونوں ملکوں کو اپنے ارشاد وتلقین کا مرکز بنایا اُن میں مولانا صاحب نگاؤ، حضرت صاحب تبخاک صوفی عالم گل شنواری، میاں صاحب موضع سرکانڑی، مولانا صاحب موضع کلنہور۔ بادشاہ صاحب اسلام پورا اور حاجی صاحب ترنگزئی قابل ذکر ہیں[2]۔

دیوبند کو روانگی:۔ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی تو ہندوستان میں جگہ جگہ اس اسلامی دارالعلوم کی تشہیر ہوئی۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی مکمل اور مضبوط گرفت میں لے کر اپنی پالیسی کے تحت نظام تعلیم کی ابتداء کر دی تھی جس کی وجہ سے اکثر مسلمان انگریزوں کی جاری کردہ تعلیمی درسگاہوں کی بہ نسبت اسلامی مدرسوں میں ہی حصول تعلیم کو ترجیح دیتے تھے۔ سرحد اور سرحد سے ملحقہ علاقوں اور افغانستان کے طلبائ کی اکثریت اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے دہلی کے اسلامی مدرسوں میں زیر تعلیم تھی جب دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی تو پھر ان طلباء کا رخ دارالعلوم دیوبند کی طرف ہو گیا۔ دارالعلوم کی علمی شہرت نے حاجی صاحب کو بھی متاثر کیا چنانچہ آپ طویل سفر طے کر کے دارالعلوم پہنچے۔ ان دنوں شیخ الہند مولانا محمود الحسن نئے نئے مدرس مقرر ہوئے تھے جو ابتدائی کلاسوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ حاجی صاحب کا سفرِ دیوبند محض اس علمی مرکز کو دیکھنا تھا۔ اور پھر یہاں سے انہوں نے اجمیر

۱۔ تذکرہ صوفیائے سرحد ص۵۸۱ از اعجاز الحق قدوسی

۲۔ " " " ص۵۸۴ " "

شریف جاتا تھا۔ چنانچہ جب آپ دیوبند پہنچے تو وہاں سرحد کے اور افغانستان کے کئی پشتو بولنے والے طلباء سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس علاقائی شناسائی کی وجہ سے ان طلباء نے ایک ہفتے تک آپ کو اپنا مہمان بنائے رکھا۔ اس دارالعلوم میں اس قیام کی وجہ سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ حاجی صاحب مولانا سے عمر میں کچھ بڑے اور باریش تھے۔ وضع قطع درویشانہ تھی پشتو بولتے تھے۔ طلباء حاجی صاحب کو پیر خاندان کا ایک فرد سمجھ کر علاقے کے رسم و رواج کے مطابق نہایت احترام سے پیش آتے تھے اور پیر بادشاہ کہہ کر انہیں مخاطب کرتے تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن بھی حاجی صاحب کی شخصیت اور اخلاق و عادات سے متاثر ہوئے اور حاجی صاحب کے ساتھ نہایت عزت سے پیش آنے لگے۔[1] چنانچہ دارالعلوم میں قیام کے دوران حاجی صاحب اور شیخ الہند کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم کا آغاز ہوا۔ اسی قیام کے دوران حاجی صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ عنقریب علمائے ہند کا ایک قافلہ حج بیت اللہ کو روانہ ہوگا تو حاجی صاحب نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی علمائے ہند کے اس قافلے کے ساتھ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کریں چنانچہ آپ بجائے اجمیر شریف جانے کے ترنگزئی واپس آئے اور یہاں آکر زادِ راہ کا انتظام کرکے دوبارہ دارالعلوم دیوبند گئے جہاں سے شوال ۱۲۹۴ھ میں بزرگان ہندوستان کے قافلے کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔ قافلے میں صدہا دیندار مسلمان شامل تھے۔ قافلہ سالار مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے۔[2] شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے حاجی صاحب کا تعارف تمام علماء و فضلاء سے بھی کرا دیا تھا۔ جب یہ قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تو وہاں اہل قافلہ نے حضرت حاجی امداد اللہ کے دیدار پرانوار کی سعادت حاصل کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد بھی کی۔[3]

حاجی امداد اللہ مکی برگزیدہ، مقتدرا اور درویش صفت بزرگوں میں سے تھے انگریز جب ہندوستان میں قدم جمانے میں کامیاب ہوگئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر ہندوستان میں جگہ جگہ دورہ کیا۔ اور عوام کو بتایا کہ دشمنان وطن کے خلاف بغاوت

۱۔ قلمی کتاب حاجی صاحب کی ابتدائی زندگی حاجی صاحب کی زبانی از قاری عبدالمستعان ص ۲۶

۲۔ حیات شیخ الہند ص ۲۲ از سید اصغر حسین

۳۔ قلمی کتاب حاجی صاحب کی ابتدائی زندگی حاجی صاحب کی زبانی از قاری عبدالمستعان

کا وقت آگیا ہے۔ ان کی سحر انگیز تقریروں نے عوام اور خصوصاً مسلمانوں کے دلوں میں آزادی اور بغاوت کی آگ لگا دی۔ ان کی مؤثر شخصیت نے تحریک کو تقویت پہنچائی اور جب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء شروع ہوئی تو آپ نے اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ ضلع مظفر نگر کے علاقہ شاملی میں انگریزوں اور ان کے معاونوں کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ تحریک آزادی کی ناکامی کے بعد آپ مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں سے عمر کے آخری سانس تک انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے ذرائع کے متعلق اپنے شاگردوں اور پیروکاروں کو ہدایات بھیجتے رہے۔[۱]

حج سے واپسی پر جہاز میں دبا پھیل گئی۔ دو تین آدمی روزانہ نذرِ اجل ہو جاتے تھے حاجی صاحب اور مولانا محمود الحسن اور دوسرے افراد بیماروں کی تیمارداری میں شب و روز مصروف رہے۔ یہاں تک کہ کئی حاجیوں کے علاوہ اس وبائی حملہ کا شکار مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی ہو گئے چونکہ وہ قافلہ سالار بھی تھے اور استاذ العلماء بھی تھے۔ مولانا محمود الحسن کے بھی استاد تھے اس لئے حاجی صاحب اور مولانا محمود الحسن دونوں مولانا محمد قاسم کی تیمارداری میں دل و جان سے مصروف رہے۔ یہاں تک کہ جہاز چودہ دن کے بعد بمبئی پہنچا اور وہاں دو روز قیام کے بعد مولانا محمود الحسن اپنے استاد مولانا محمد قاسم کو جب ان کے وطن نانوتہ پہنچانے کے لئے روانہ ہوئے تو حاجی صاحب بھی مولانا محمد قاسم کی بیماری کے پیش نظر ان کے ساتھ ہی نانوتہ گئے۔ اور وہاں سے ربیع الاول ۱۲۹۵ھ کو مولانا محمود الحسن کے ساتھ دیوبند آئے اور پھر وہاں سے لاہور میں آکر حضرت میاں میر اور حضرت داتا گنج بخش کے مزارات پر حاضری دینے کے بعد راولپنڈی میں بری شاہ لطیف کے مزار پر پہنچے، وہاں دو دن قیام کرنے کے بعد جمادی الاول ۱۲۹۵ھ میں اپنے گاؤں ترنگ زئی پہنچے۔[۲]

مکہ شریف میں قیام کے دوران ہندوستان میں انگریزوں کے قبضے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے واقعات موضوعِ بحث بنے ہوئے تھے۔ وہی جگہ ایسی بے خطر جگہ تھی جہاں انگریزوں سے نجات کی تدبیروں کا پروگرام بنایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ سرکردہ علماء نے جن میں مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم تھے ایک خاکہ مرتب کیا۔ یہ ایک عملی سکیم تھی جو دراصل سید احمد شہید کی تحریک

۱۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از ڈاکٹر تارا چند و ڈاکٹر کے ایم اشرف ص ۴۶

۲۔ قلمی کتاب حاجی صاحب کی ابتدائی زندگی حاجی صاحب کی زبانی از قاری عبدالمستعان ص ۱۳۵

آزادی کا ایک عملی حصہ تھی جس پر عمل پیرا ہو کر انگریزوں سے نجات حاصل کرنا تھی مولانا محمود الحسن کو عملی سکیم کا ناظم مقرر کیا گیا۔ اس سکیم کے تحت ہندوستان کے مختلف علاقوں میں وعظ اور پند و نصائح کے پیرائے میں انگریزوں کے خلاف فضا کو ہموار کرنا، اسلامی مدرسوں کا اجراء انگریزی عدالتوں اور انگریزی تعلیم کا خفیہ طور پر بائیکاٹ کرانے کی ترغیب دلانا تھا۔ سید احمد شہید کی اس تحریک جہاد کا آغاز بھی صوبہ سرحد سے ہوا تھا۔ اس لئے انگریزوں کے خلاف عملی جہاد کے آغاز کے لئے بھی سرحد کو ہی منتخب کیا گیا۔ برصغیر کی سرکردہ شخصیتوں اور مولانا محمود الحسن نے حاجی صاحب ترنگزئی کو اس عملی جہاد کا امیر مقرر کر کے انہیں کہا کہ وہ واپس جا کر سرحدی علاقوں میں دورے کر کے پہلے سرحدی عوام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کریں۔ اور اسی تبلیغ کے ساتھ لوگوں کو منظم کریں تاکہ وہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے تمام باہمی اختلافات مٹا کر متحدہ طاقت بن جائیں تاکہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں چنانچہ حج سے واپس آنے کے بعد حاجی صاحب نے ایک جامع منصوبے کے تحت کام کا آغاز کیا منصوبے کے پہلے حصے میں جہاد کے لئے فضا کو سازگار بنانے کے لئے لوگوں کو اس قابل بنانا تھا کہ وہ مومن کی شان اپنے اندر پیدا کر کے متحد و منظم ہو جائیں اس کے لئے حاجی صاحب نے اپنے گاؤں ترنگزئی سے ہی وعظ و نصیحت کا آغاز کیا ان دنوں حج کی سعادت حاصل کرنا بہت ہی مشکل کام تھا یہی وجہ تھی کہ جو آدمی حج کر آتا تھا اسے عوام کی نظروں میں بہت اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ اس زمانے میں حج کر کے آنے والے کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ اس کی زندگی خدا کے حکم کے تابع رہے۔ چنانچہ وہ دینداری اور پرہیزگاری کا مجسمہ بن جاتا تھا۔ ظاہرداری اور ریاکاری سے یہ لوگ پاک ہوتے تھے۔ ہر وقت عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے تھے جس کی وجہ سے عام لوگوں کے نزدیک وہ ایک اہم اور بلند مقام رکھتے تھے۔ حاجی صاحب بھی ایک تو پیر خاندان سے تعلق رکھتے تھے دوسرے ان کے اوصاف بھی پسندیدہ تھے۔ علاقے کے لوگ پہلے سے ان کا احترام کرتے تھے مگر جب حج کر کے آپ واپس آئے تو علاقے کے لوگوں میں ان کی وقعت دوچند ہو گئی تھی۔ علاقے کے لوگ ان کے ہر حکم پر عمل کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جونہی آپ نے اپنے گاؤں میں تبلیغ اسلام کا آغاز کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے عوام کا ایک جم غفیر آپ کے ارد گرد نظر آنے لگا۔

اصلاح معاشرہ: سکھوں کے دور حکومت میں بھی امن و امان نہیں تھا۔ ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ سکھوں کے علاوہ سرحد پر جب درانی سرداروں کی اجارہ داری تھی تو اس دور میں بھی سرحدی

عوام بے چینی کی زندگی بسر کرتے رہے جب انگریزوں نے سرحد کو اپنی گرفت میں لے لیا تو اہل سرحد کا رہا سہا چین اور اطمینان بھی ختم ہو گیا۔

جابرانہ قوانین کے نفاذ اور انگریز حکمرانوں کے ظلم و ستم نے اہل سرحد کی زندگی اجیرن کر دی تھی مسلمانوں کو پستی کے گڑھے میں دھکیلا جا رہا تھا معاشرتی برائیوں کا ہر طرف زور تھا مسلمانوں کو اخلاقی لحاظ سے تباہ و برباد کیا جا رہا تھا۔ عیسائی مشنری ادارے متحرک نظر آ رہے تھے جو غریب اور نادار مسلمانوں کو دولت کی لالچ میں عیسائی بنانے میں مصروف عمل ہو چکے تھے۔ انگریز حکمرانوں کے خلاف کوئی بات منہ سے نکالنے والے کو سخت ترین سزا دی جاتی تھی قدم قدم پر انگریزوں نے مخبر مقرر کر رکھے تھے جن کی جھوٹی سچی مخبری پر ہزاروں افراد ظلم کا نشانہ بنتے جا رہے تھے۔

ان مذکورہ نامساعد حالات میں صرف یہی ایک طریقہ تھا کہ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ اسلام کے ذریعے طاغوتی طاقت کا مقابلہ کیا جائے۔ حاجی صاحب نے اپنے گاؤں سے اس کا آغاز کیا آپ کا طریق کار ہو بہو وہی تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ کا طریق کار تھا مسلمان صرف کلمہ پڑھ کر ہی یہ سمجھ لیتے تھے کہ بس ہم مسلمان ہو گئے۔ حاجی صاحب نے لوگوں کو بتایا کہ ایک کامل مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے اصولوں پر عمل کیا جائے۔ بُری رسومات کو ترک کر دیا جائے اور اور اسلامی شعائر کو اپنایا جائے۔

سرحدی معاشرے کو رسوم بد نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ بیوہ عورتوں سے کوئی شادی نہیں کرتا تھا۔ شادی بیاہ پر ناچ گانے ہوتے تھے اور بہت زیادہ اسراف ہوتا تھا لڑکی کو منہ بولے دام لے کر اس کا نکاح کیا جاتا تھا لڑکی کو وراثت سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ ختنہ کے موقع پر ناچ گانوں پر بے شمار دولت لٹائی جاتی تھی۔ اسی طرح لڑکے کے پیدا ہونے پر بھی ناچ گانے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اور طوائفوں، اور ناچنے والے ہیجڑوں پر بے تحاشا دولت خرچ کی جاتی تھی۔ لڑکی کی پیدائش پر لڑکی جننے والی عورت طعنہ زنی کا اس قدر شکار ہو جاتی کہ وہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی تھی۔ خاندانی دشمنیاں دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں اور خاندانوں کا نفاق بڑھتے بڑھتے قومی نفاق کی شکل میں نمودار ہوتا تھا۔ ان حالات میں حاجی صاحب نے سب سے پہلے معاشرتی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا۔ علاقہ کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ راہ راست پر لانے کی کوشش شروع کی۔ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں علماء کا ایک گروہ بھی حاجی صاحب کا ہمنوا بن گیا تھا جو حاجی صاحب کی قیادت میں معاشرے

کی اصلاح کا فرض ادا کرنے کے لئے حاجی صاحب کے ساتھ شب و روز کام کرنے لگا۔

مسجد اور لنگر خانہ:۔ حاجی صاحب کے معتقدین میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ دُور دُور کے عالم اور دیندار لوگ بھی حاجی صاحب کی ان اسلامی خدمات کا چرچا سن کر حاجی صاحب کے پاس ترنگ زئی آنے جانے لگے۔ مہمانوں کا ایک تانتا بندھ گیا تو حاجی صاحب نے ترنگزئی میں ایک وسیع مسجد بنوائی اور ساتھ ہی لنگر خانہ بھی قائم کر لیا۔ حاجی صاحب کو اپنی زمینوں میں سے جو آمدنی ہوتی تو اس میں سے گھر والوں کے اخراجات کے لئے غلّہ نکالنے کے بعد باقی غلّہ لنگر خانے پہنچا دیا جاتا۔ جہاں صبح و شام کھانا پکتا تھا۔ یہ کھانا دور دراز سے آئے ہوئے معتقدین اور مہمانوں کے علاوہ علاقہ کے یتیم، بے سہارا اور ضعیف عورتوں کو بھی پہنچایا جاتا تھا۔ اس طرح ترنگ زئی تھوڑے ہی عرصہ میں علم و عمل اور وعظ و نصائح اور رشد و ہدایت کا ایک مرکز بن گیا۔ حاجی صاحب کی شہرت اس قدر دُور دُور تک پھیل گئی کہ لوگوں میں آپ ترنگزو بابا اور حاجی صاحب ترنگزئی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بعد میں اسی نام سے تاریخ کے صفحات میں تمام دنیا میں مشہور ہوئے۔

حاجی صاحب ترنگزئی کے نام کی شہرت پانے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شاید ترنگزئی میں آپ ہی وہ پہلے شخص تھے جنہیں حج کی سعادت نصیب ہوئی اسی لئے جونہی آپ حج کر کے واپس آئے تو آپ عوام میں حاجی صاحب ترنگزئی یا ترنگزو بابا کے نام سے مشہور ہوئے۔ اگر دوسرا کوئی اس سے پہلے حاجی ہوتا تو یقیناً آپ اس نام سے شہرت نہ پاتے۔

حاجی صاحب ترنگزئی تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ کے ساتھ لوگوں کو روحانی فیض بھی پہنچاتے تھے۔ آپ اوراد و وظائف کے عامل تھے اور سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے مسلک کے پیروکار تھے۔ ترنگزئی کی مسجد کے ساتھ ہی آپ کی چلّہ گاہ تھی جہاں سال میں چالیس دن تک آپ چلّہ کشی کرتے تھے ان چالیس دنوں میں آپ روزہ رکھتے اور پانی اور جو کے آٹے سے افطاری کرتے تھے

انگریزوں کے خلاف سرگرم جہاد رہنے والے مشہور مرد مجاہد حضرت نجم الدین ہڈہ صاحب آپ کے روحانی مرشد تھے۔ حج سے واپس آنے کے بعد آپ نے ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر لی تھی۔ آپ سال میں دو تین مرتبہ اپنے مرشد کے پاس ضرور جاتے تھے۔ رمضان کا مہینہ اکثر آپ وہیں اپنے مرشد کی مسجد کے ساتھ ملحقہ چلّہ گاہ میں ہی چلّہ کشی کرتے تھے[1]

۱۔ انٹرویو بہ مصنف بی بی روشنہ دختر حاجی صاحب ترنگزئی

پچاس سال کی عمر میں ۱۸۹۶ء میں آپ دوسرے حج کے لئے اپنے چھوٹے بھائی پیر فضل الرحمٰن شاہ کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ اس دفعہ آپ نے پا پیادہ افغانستان کے راستے حج پہ جانے کا پروگرام بنایا تاکہ افغانستان میں اپنے جداعلیٰ پیر قندہاری بابا کے مزار پر بھی حاضری دے سکیں اور بغداد اور کربلائے معلےٰ میں مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کر سکیں، چنانچہ آپ پیدل گئے اور پیدل ہی واپس آئے۔ واپسی پہ آپ کے بھائی بغداد میں آپ سے بچھڑ گئے آپ نے بہت تلاش کیا مگر وہ ایسے بچھڑے کہ پھر اُن کا پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے اور کب فوت ہوئے۔ اس دفعہ آپ پیدل سفر کرکے فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد واپسی پہ مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے چھ ماہ کے بعد ترنگزئی واپس پہنچے[1]

حج سے واپس آنے کے بعد آپ تجدید بیعت کے لئے اپنے مرشد حضرت نجم الدین کے پاس ہڈے تشریف لے گئے۔ مرشد نے تجدید بیعت کے ساتھ ساتھ لوگوں سے بیعت لینے کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ ایک ماہ وہاں رہنے کے بعد واپس ترنگزئی آئے معتقدین میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ دُور دُور سے بھی روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے لوگ آنے لگے۔ علمأ اور فضلأ اور مشائخ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے گئے یہاں تک کہ دو دو سو آدمی روزانہ آپ کے لنگرخانے کے مہمان ہوتے۔ ان مہمانوں میں سرحد اور قبائلی علاقے کے وہ علمأ اور فضلأ بھی ہوتے جن کا تعلق براہ راست شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے تھا یہ علماء و فضلأ حاجی صاحب اور شیخ الہند کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دیتے تھے۔ پروگرام ولی اللہی تحریک کے احیاء کا تھا جس کا منصوبہ مکہ میں بیٹھ کر بنایا گیا تھا۔ کام کا آغاز ہو چکا تھا۔ فضا کو ہموار کیا جا رہا تھا۔ حاجی صاحب اس عملی پروگرام کے مرکزی کردار تھے۔ حاجی صاحب اور شیخ الہند کے درمیان مسلسل رابطہ قائم تھا اور منصوبہ بتدریج آگے بڑھ رہا تھا۔

سول نافرمانی:۔ جہاد کے لئے فضا ہموار کرنے کے لئے بہتر راستہ یہ اختیار کیا گیا کہ سرحدی عوام سے نزدیکی رابطہ قائم کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے حاجی صاحب نے اپنے معتقدین اور علمأ و مشائخ کے ہمراہ گاؤں گاؤں جا کر اصلاح معاشرہ

۱۔ بروایت بادشاہ گل فضل اکبر بمطابق بیان حاجی صاحب ترنگ زئی

کا کام شروع کیا۔ حاجی صاحب جس گاؤں میں بھی پہنچتے تھے اس گاؤں کے لوگ ان کے راستے میں اپنی آنکھیں بچھا دیتے تھے۔ گاؤں کا پورا ماحول اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھتا تھا۔ حاجی صاحب کی خدمت میں گاؤں کے تمام لوگ حاضر ہوتے اور ان کی موجودگی میں لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کروا کر بغیر جہیز کے اسلامی اصولوں کے تحت لڑکیوں کو رخصت کیا جاتا۔ نومولود بچوں کے ختنے حاجی صاحب کی موجودگی میں کرائے جاتے۔ نہ کوئی غیر اسلامی رسم ادا کی جاتی اور نہ ہی حاجی صاحب کی موجودگی میں کسی کو کوئی غیر اسلامی حرکت کرنے کی جرأت ہوتی۔ رقابت رکھنے والے خاندانوں کے درمیان صلح صفائی کرائی جاتی اور خاندانی تنازعات اور دوسرے باہمی جھگڑوں کا اسلامی اصولوں کے مطابق تصفیہ کرایا جاتا۔ اس کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب گاؤں کے لوگوں کو سمجھاتے کہ وہ اپنے مقدمات انگریزوں کی قائم کردہ عدالتوں میں نہ لے جائیں اور اپنے بچوں کو انگریزوں کے جاری کردہ سکولوں میں بھیجنے کی بجائے اسلامی مدرسوں میں بھیجیں۔ ان اسلامی مدارس کے قیام کے لئے حاجی صاحب گاؤں کے لوگوں کو یہ نصیحت کرتے تھے۔ کہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت مشترکہ کوششوں سے ان مدرسوں کے لئے جگہ مہیا کریں اور ان مدرسوں کے اساتذہ کے لئے اجتماعی کوششوں سے فنڈ مہیا کریں۔ چنانچہ گاؤں کے لوگ بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ حاجی صاحب کے ہر حکم کی تعمیل کرتے بلکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ گاؤں کے لوگوں نے مشترکہ طور پر غیر اسلامی رسوم کو ترک کرنے کے اقرار نامے لکھ کر دیئے۔ ان اقرار ناموں میں سے ایک اقرار نامہ جو مصنف کے ہاتھ آیا وہ اس کتاب کے ص۵۵ پر بطور ثبوت پیش کیا جاتا ہے اس قسم کے اقرار نامے کئی گاؤں والوں نے لکھ کر حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کئے۔ یہ اقرار نامے تو غیر اسلامی رسومات کے ترک کرنے اور اصلاح معاشرہ کے ضمن میں تھے مگر اس کے ساتھ ہی حاجی صاحب گاؤں کے سرکردہ اور با اعتماد

لوگوں سے یہ حلف بھی لیتے تھے کہ جب بھی انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے جہاد کا آغاز ہوا تو وہ اس جہاد میں جانی اور مالی قربانیاں پیش کرنے سے کبھی بھی دریغ نہیں کریں گے ۱

پہلے جہاد میں حصّہ

حاجی صاحب پروگرام کے مطابق برطانوی مقبوضہ علاقے میں جہاد کے لئے فضا سازگار کرنے، اصلاح معاشرہ، تبلیغ اسلام اور عوام کو جہالت سے نکالنے کے کام میں مصروف تھے۔ دوسری طرف قبائلی علاقوں میں بھی جہاد کی تیاریاں زور شور سے شروع تھیں۔ حاجی صاحب کا قبائلی علاقے کے علماء و فضلاء اور عمائدین سے لگاتار رابطہ قائم تھا۔ اور وقت کے انتظار اور مجاہدین اسلام کی تربیت کا کام شروع تھا۔ حاجی صاحب کے مرشد حضرت نجم الدین عرف ہڈہ ملا بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کی مکمل تیاری میں مصروف تھے۔ جون ۱۸۹۷ء میں حاجی صاحب حسبِ معمول اپنے مرشد کے پاس گئے ہوئے تھے کہ اچانک تمام قبائلی علاقے میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ انگریزوں کی بے پناہ فوج پیش قدمی کرتی ہوئی قبائلی علاقے میں پہنچ چکی ہے اور ملاکنڈ سے آگے بڑھ رہی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی ہڈہ صاحب نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ حاجی صاحب نے ہشتنگر کے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ وہ خفیہ طریقے سے مسلح ہو کر ہشت نگر سے سیدھے ہڈہ پہنچیں۔ اس پیغام کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب نے اپنے معتمد قبیلوں۔ اتمان خیل، ماموں زئی اور طوطیالی کے مجاہدین کا ایک بھاری لشکر تیار کر کے انگریز فوجوں کے مقابلے کے لئے تیار کر لیا۔ ہڈے صاحب کے دوسرے خلیفہ ملا مستان عرف سرتور فقیر بھی دیر، باجوڑ، بنیر اور سوات کے مجاہدین کا ایک بھاری لشکر لے کر پہنچ گئے۔ حاجی صاحب کے لشکر نے ملاکنڈ کے محاذ، اور ملا مستان کے لشکر نے چکدرہ کے مقام پر انگریزی فوجوں پر زبردست حملہ کیا۔ یہ حملہ کئی دن تک جاری رہا۔ حاجی صاحب کے لشکر نے ملاکنڈ کے علاوہ پیر کلے۔ بٹ خیلہ۔ اور چکدرہ کے محاذ پر انگریز فوجیوں کا بڑا بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں انگریز

فوجوں کو بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ ۱؎ چنانچہ اس جنگ کے خاتمے کے بعد حاجی صاحب خاموشی کے ساتھ ترنگزئی چلے آئے اور اپنے جاری کردہ پروگرام پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ ۲؎

حاجی صاحب اور اصلاح معاشرہ

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ایماء پر حاجی صاحب نے ولی اللہی تحریک کو ماحول کے مطابق ڈھال کر عوام کو اس تحریک کا شیدائی بنایا اس سلسلے میں انہوں نے "دین اسلام میں سختی نہیں ہے" کے اصول کو اپنایا۔ آپ بیک وقت ایک روحانی رہنما ایک مبلغ اسلام اور وطن عزیز کی آزادی کے ایک عظیم مجاہد تھے۔ آپ نے لوگوں کی روحانی رہنمائی کر کے ان کے دلوں کو اسلام کا شیدائی بنایا۔ تبلیغ اسلام کے ذریعے آپ نے لوگوں کو غیر اسلامی رسومات کو ترک کرنے کی طرف راغب کیا اور سیاسی رہنمائی کے ذریعے لوگوں کو اپنے وطن کی آزادی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ کیا۔ ان مذکورہ تینوں اوصاف کی وجہ سے جہاں بھی اور جس طرف بھی آپ جاتے تھے لوگ آپ کا والہانہ استقبال کرتے اور آپ کے حکم پر لبیک کہتے ہوتے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کا زبانی اور تحریری عہد کرتے تھے۔ اکثر لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت یہ عہد کرتے تھے کہ وہ مرتے دم تک آپ کے ہر حکم کی اطاعت کریں گے۔ آپ ایک باعمل انسان تھے اس لئے آپ کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتی تھیں آپ کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ آپ ہمیشہ طریقہ تبلیغ 'روحانی رہنمائی' اصلاح معاشرہ کے طور طریقوں میں نرم روی اور انتہائی شفقت سے کام لیتے تھے مثلاً معاشرے میں جو بری رسومات رائج تھیں انہیں دور کرنے کے لئے آپ گاؤں گاؤں اور گھر گھر جا کر لوگوں کو نرمی اور شفقت سے سمجھاتے تھے کہ یہ غیر اسلامی رسومات ہیں

۱؎ قلمی روزنامچہ خان بخت جمال خان ص ۶۰

۲؎ قلمی جہاد نامہ حاجی صاحب ترنگزئی ص ۴۵ از قاری عبد المستعان۔

ان رسومات کی وجہ سے ایک طرف تو آپ لوگ مقروض ہو کر معاشی بدحالی کا شکار ہو رہے ہیں اور دوسری طرف خدا کے حکم کی خلاف ورزی کر کے آپ لوگ اپنے لئے عذاب کا حقدار بنا رہے ہیں اس طرح بیٹیوں کے متعلق آپ لوگوں کو سمجھاتے کہ یہ بکاؤ مال نہیں ہے بلکہ یہ تمہاری اولاد ہے۔ اولاد میں بیٹی اور بیٹا دونوں شامل ہیں۔ بعض دفعہ آپ لوگوں کو اکٹھا کر لیتے اور ان کے ساتھ حقوق العباد پر تقریر کرتے ہوئے فرماتے:

"اولاد کے حقوق کی ادائیگی بھی ماں باپ کے لئے اسی طرح فرض ہے جس طرح عبادت فرض ہے عبادت تو دراصل ان مختلف حقوق کی ادائیگی بھی ایک عبادت ہے اس لئے جو لوگ اس عبادت کو ادا کرنے سے قاصر ہیں وہ خدا کے مجرم ہیں اس قسم کی نصیحت کرنے کے بعد حاجی صاحب مجمع سے پوچھتے کہ:

"کیا آپ اپنی بیٹیوں کو اپنی اولاد سمجھتے ہیں؟ جواب میں مجمع بیک آواز کہتا ہم اپنے ہر اس حق کو ادا کریں گے جو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے۔"[1]

اس کے بعد حاجی صاحب جب دیکھتے کہ لوگوں کے دلوں میں نصیحت کا اثر ہو چکا ہے تو پھر وہ لوگوں کو کہتے کہ جن جن لوگوں کی بیٹیاں جوان ہو چکی ہیں بالغ ہو چکی ہیں اور ماں باپ نے محض اس لئے ان کی شادیاں ابھی تک نہیں کی ہیں کہ ان کے پاس جہیز کے لئے وافر سامان موجود نہیں یا پھر شادی کے لئے مروجہ رسوم کے مطابق دولت نہیں یا بعض لوگ اپنی بیٹیوں کو بھاری بھاری رقمیں لیکر شادی کر کے دیتے ہیں وہ اپنی بیٹیوں کی شادیاں اس سنت نبوی کے مطابق کریں جس طرح آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تھی۔ یہ کہتے ہوئے حاجی صاحب ایک عجیب روحانی جذبے سے سرشار ہو کر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے۔ اے لوگوں! ہم پر خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت لازمی اور فرض ہے اگر ہم ان کی اطاعت عملاً نہیں کرتے۔ تو اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ ہم پھر صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہیں لہٰذا اے لوگو! اگر تم اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہو تو پھر خدا کے حکم پر عمل کرو سنت نبوی کی پیروی کرو ورنہ صرف نام کا مسلمان کہلانا کوئی مسلمانی نہیں ہے۔ لوگو! اگر ہمارے

---

[1] حاجی صاحب اور اصلاح معاشرہ (قلمی) از قاری عبدالمستعان ص ۳۶

نام تو مسلمانوں کے ہوں اور کام شیطانوں کے ہوں تو اس طرح ہم کس طرح خدا کے رحم و کرم کے طلب گار ہو سکتے ہیں۔ لوگو! اگر ہمارے اعمال اسلام کے سانچے میں ڈھل جائیں تو اس صورت میں ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں۔ لوگو! تم کلمہ پڑھ کر خدا سے توبہ وعدہ کرتے ہو کہ اے خدا ہم تمہیں خدا مان کر دل سے عہد کرتے ہیں کہ تو ہمارا حقیقی معبود ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم تمہاری طرف سے ہماری رہنمائی کے لئے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر ہیں ہم تمہاری اور تمہارے رسول کی اطاعت کا اقرار اور وعدہ کرتے ہیں" یہ وعدہ کرنے کے بعد اگر خدا سے ہم وعدہ خلافی کریں تو تم خود ہی بتاؤ کہ اسے کیا کہیں گے؟" حاجی صاحب کی اس بات پر تمام لوگ بآواز بلند کہتے "منافقت" اس کے بعد حاجی صاحب سے لوگ بیعت کرتے اور یہ وعدہ کرتے کہ وہ آج سے مروجہ غیر اسلامی رسوم کو ترک کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ خدا کے ہر حکم کی اطاعت کرنے کا مقدور بھر وعدہ کرتے ہیں اور اپنی بیٹیوں کو اپنی اولاد سمجھ کر ان کے حقوق پورا کرنے کا وعدہ کرتے تھے[1]

سرحد میں ایک غیر اسلامی رسم جاری تھی کہ لڑکے کی شادی بیاہ یا بچے کے ختنے کی تقریب کے موقع پر ناچ گانے کی محفلیں سجائی جاتی تھیں طوائفوں اور ہیجڑوں کو بلایا جاتا کئی کئی دن تک حجروں میں طوائفیں اور ہیجڑے ناچ گانوں میں مشغول رہتے ہزاروں روپیہ ان پر لٹایا جاتا جو آدمی اس طرح کی مالی استطاعت نہ رکھتا اسے اپنے حلقے میں حقیر نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ ختنے کے موقع پر جو باپ اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے اس طرح کی محفلیں سجانے کی حیثیت نہ رکھتا وہ اپنے حلقے یا قبیلے یا خاندان کی نظروں میں تحقیر سے بچنے کے لئے بچے کا ختنہ بھی نہیں کراتا تھا یہاں تک کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ لڑکا جوان بھی ہو گیا مگر اس کا ختنہ نہیں ہوا۔ ان معاشرتی برائیوں کی اصلاح اور غیر اسلامی رسومات کو ترک کرانے کے لئے حاجی صاحب نے سب سے پہلے گھر سے اصلاح کا آغاز کیا یعنی اپنے گاؤں پھر تحصیل اور پھر ضلع کا دورہ کیا، قصبے قصبے میں گئے۔ گھر گھر پہنچنے کی کوشش کی ان کے ساتھ عالموں کا ایک گروہ ہوتا تھا جہاں جاتے تھے وہاں کے عوام ان کا نام سنتے ہی تعظیماً ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہو جاتے آپ ان لوگوں کو نہایت مشفقانہ لہجے میں نصیحت کرتے آپ چونکہ

۱۔ قلمی روزنامچہ از خان بخت جمال خان صفحہ ۲۶

خود سنت نبوی کی پیروکار تھے خدا کے احکام کی بجا آوری کو زندگی کا نصب العین سمجھتے تھے اس لئے آپ کی باتوں میں ایک عجب تاثیر تھی آپ کی نصیحتیں سنتے ہی لوگ اس پر عمل پیرا ہونا اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسا بھی اکثر ہوتا تھا کہ جونہی آپ کسی علاقے میں جاتے تو لوگ اس موقع پر بچوں کے ختنے کراتے۔ بیٹیوں کے نکاح کرواتے اور آپ کی موجودگی میں اپنی بیٹیوں کو اسلامی رسم و رواج کے مطابق رخصت کرتے یہ ایک عجیب اسلامی منظر ہوتا تھا۔ اتنا روح پرور نظارہ ہوتا تھا کہ ایسے موقعوں پر بجائے طوائفوں اور ہیجڑوں کے ناچ گانے کے لوگوں کی زبانوں پر خدا کا ورد ہوتا تھا۔ شیخ الہند کی تحریک کے ایک کارکن اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور حاجی صاحب ترنگزئی کے گاؤں کے رہنے والے ایک عالم عبدالغفار باچا اپنی قلمی یادداشتوں میں لکھتے ہیں۔

"حاجی صاحب کی ان کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسجدیں نمازیوں سے بھر گئیں لوگوں کے دل و دماغ اسلامی سانچے میں ڈھل گئے قبیح اور غیر اسلامی رسومات سے پاک معاشرہ قائم ہو گیا لوگوں نے انگریزی عدالتوں کا بائیکاٹ کر کے اپنے باہمی تنازعات اپنی ہی قائم کردہ اصلاحی کمیٹیوں میں نمٹانے شروع کر دیئے۔ انگریزوں کی ملازمت حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہوئے لوگوں نے ترک کر دی۔ جہالت کا خاتمہ کرنے، اسلام کے تحفظ کے لئے مخلص اور جانثار مجاہد پیدا کرنے کے لئے لوگوں نے حاجی صاحب کی ہدایت پر اپنی مدد آپ کے تحت اسلامی مدرسے قائم کرنا شروع کر دیئے ان اسلامی مدرسوں میں طلبا کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ہی حساب اور دوسرے لازمی مضامین پڑھائے جاتے تھے ساتھ ہی فوجی تربیت دی جاتی تھی تاکہ ملک کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے مخلص، نڈر اور جانثار سپاہی تیار ہو سکیں۔ یہ تمام تیاریاں مسلمان قوم کو اسلام کے حقیقی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اور ملک کو غیروں کے پنجے سے آزاد کرانے کے لئے تھیں۔ حاجی صاحب کی کوششوں سے سرحد میں ڈیڑھ سو آزاد اسلامی مدرسے قائم ہوئے۔ حاجی صاحب اسی طرح کے مدرسے سرحد اور آزاد قبائل کے چپے چپے میں قائم کرنا چاہتے تھے اور تمام سرحد اور قبائلی علاقوں میں اسی طرح کی

معاشرتی اصلاحی کمیٹیاں اور آزاد اسلامی مدرسے قائم کرنا چاہتے تھے
کہ اچانک پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی، یورپ کی طاقتوں نے خلافت کو مٹانے
اور دوسرے اسلامی ممالک کو ہڑپ کرنے کی طرف قدم بڑھائے تو شیخ الہند
کے حکم پر حاجی صاحب نے ترنگ زئی سے آزاد علاقے میں جاکر عملی
جہاد کا آغاز کر دیا جس کے لئے وہ ایک عرصے سے تیاریاں کر رہے تھے
اور سرحد اور آزاد علاقے کے افراد کو تیار کر رہے تھے، اس کے بعد حاجی صاحب
زندگی کے آخری لمحے تک وطن کی آزادی اور ولی اللٰہی تحریک کی تکمیل کے لئے انگریزوں
کے خلاف سینہ سپر رہ کر جہاد میں مصروف رہے تاکہ برصغیر میں اسلامی مملکت کا قیام عمل
میں آسکے"۔[1]

جہاں تک اصلاح معاشرہ کا سوال ہے اس ضمن میں ایک خاص بات قابل ذکر ہے کہ
سید احمد شہید نے جب سرحد میں آکر اسلامی مملکت کے قیام کے لئے جہاد کے ساتھ ساتھ
اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے جدوجہد شروع کی تھی تو اس وقت انہیں اصلاح معاشرہ
کے سلسلے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

اس ناکامی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ سید احمد شہید اور ان کے ساتھ آنے والے ہندوستانی
مجاہدین سرحد میں بولی جانے والی زبان پشتو زبان سے واقف نہ تھے یہاں اگرچہ ان
دنوں دفتری زبان فارسی تھی مگر دیہاتوں اور قصبوں میں بولی جانے والی زبان مقامی
زبان تھی جسے پشتو کہتے ہیں۔ پشتو زبان سے واقفیت نہ رکھنے کی وجہ سے سید احمد شہید
اور ان کے ساتھی غیر اسلامی رسومات کی خرابیوں اور اصلاح معاشرہ کے متعلق اسلامی
احکامات کے متعلق یہاں کے لوگوں کے دلوں کو بخوبی متوجہ نہیں کر سکے، نہ وہ اپنا
مافی الضمیر یہاں کے پشتو بولنے والے لوگوں کو بخوبی بیان کر سکے اور نہ ہی یہاں کے
پشتو بولنے والے ان کے خیالات اور جذبات سے بخوبی آگاہ ہو سکے۔ یہی وجہ تھی
کہ اسلام دشمن طاقتوں نے ان مجاہدین کے خلاف یہاں کے لوگوں کو اکسایا کہ یہ لوگ
وہابی ہیں اور واجب القتل ہیں جس کے نتیجے میں ولی اللٰہی تحریک کے ان جانثاروں
کو مسجدوں میں، حجروں میں سوتے ہوئے رات کے وقت ذبح کر کے شہید کیا گیا۔

۱۔ قلمی یادداشت از عبدالغفار باچا ساکن ترنگ زئی۔ ص۱۲

سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کے برعکس حاجی صاحب ترنگ زئی نے جب اس تحریک کو تکمیل کے مرحلے میں داخل کیا تو وہ چونکہ یہاں کے رہنے والے تھے سرحد کے ہر فرد کے دل میں ان کا احترام تھا ان کی بزرگی ان کے علم و فضل اور ان کی روحانی حیثیت کی وجہ سے وہ سرحد کے مقامی اور قبائلی لوگوں میں انتہائی ہر دلعزیز تھے جس کی وجہ سے وہ جہاں جاتے تھے لوگ ان کے راستے میں اپنا دل اور اپنی آنکھیں بچھاتے تھے وہ جو کچھ کہتے تھے وہ یہاں کے لوگ بخوبی ذہن نشین کر لیتے تھے کیونکہ وہ انہی لوگوں کی زبان میں بولتے تھے انہی کی زبان میں کسی قسم کی خرابی اور اچھائی انہیں ذہن نشین کراتے تھے یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں نے حاجی صاحب کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو ولی اللہی تحریک کے مشہور مجاہد سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہاں کے لوگوں نے کیا تھا۔

تحریری معاہدے :۔ حاجی صاحب اصلاح معاشرہ اور بری رسوم کے ترک کرنے اور انگریزوں سے عدم تعاون کرنے کے لئے جب کسی بھی گاؤں تحصیل یا ضلع میں جاتے تھے تو وہاں ایک دو دن قیام کر کے لوگوں کو انتہائی مشفقانہ طریقے سے اسلام کی خوبیاں اور ایک اچھے مسلمان کے اوصاف بتاتے چونکہ آپ ایک سید اور پیر گھرانے سے تعلق رکھنے کے علاوہ متقی اور پرہیزگار تھے اس لئے پٹھانوں کے ہر قبیلے میں آپ کو انتہائی عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا بقول کیرو "پٹھان اپنے پیروں کے خاندان سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں"[1] لہٰذا حاجی صاحب کو ایک تو ان کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ خصوصیات اور دوسرے ان کے خاندانی اوصاف اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے سرحد کے پٹھانوں کے کم و بیش ہر قبیلے میں نہایت عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ تاریخی لحاظ سے سرحد میں اجتماعی لحاظ سے کسی کو وہ مقام نہیں ملا جو حاجی صاحب ترنگ زئی کو قدرت نے عطا کیا تھا۔ ان کے طریقہ تبلیغ، طرز اصلاح اور سیاسی انداز فکر سے لوگ اتنے متاثر ہوتے تھے کہ جب حاجی صاحب کسی گاؤں میں مذکورہ مقاصد لے کر تشریف لے جاتے تو اس گاؤں کے لوگ بغیر کسی دباؤ کے اپنی مرضی، خوشی اور رضا و رغبت سے مشترکہ طور پر ایک عہد نامہ لکھ کر حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے اور اس میں یہ اقرار کرتے کہ وہ بہر نوع اپنی زندگیوں کو

۱۔ پٹھان از کیرو ترجمہ سید محبوب علی ص ۵۹۵

اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں گے عادات بد سے بچیں گے رسومات قبیحہ کو ترک کر کے خالص اسلامی حدود وقیود کے اندر رہیں گے۔ اس اقرار نامہ سے تین چار اثبات ملتے ہیں ایک ثبوت تو یہ ملتا ہے کہ حاجی صاحب جب تبلیغی دورے پر جاتے تھے تو ان کے ساتھ علماؑ و صلحا کی ایک جماعت ہوتی تھی دوسرے یہ کہ سرحد کے ہر گاؤں کے عالم فاضل اور مشائخ حاجی صاحب کا بیحد احترام کرتے تھے تیسری سب سے بڑی بات یہ اخذ ہوتی ہے کہ حاجی صاحب نے اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے زندگی بھر عظیم جدوجہد کی ہے۔ چوتھی بات یہ کہ حاجی صاحب سرحد کے مسلمہ روحانی رہنما تھے سرحد کا ہر قبیلہ اور ہر فرد ان کا انتہائی احترام کرتا تھا۔ ایک بات اور اس اقرار نامے سے عیاں ہوتی ہے کہ انگریزوں نے حاجی صاحب کے خلاف پروپیگنڈا مہم شروع کر رکھی تھی کہ وہ قاتل تھے۔ عادی مجرم تھے۔ کرائے کے قاتل تھے۔ یہ بالکل غلط پروپیگنڈا تھا کیونکہ اگر حاجی صاحب میں ذرا بھی کوئی غلطی پٹھان طبقے کو کبھی بھی نظر آتی تو وہ کبھی بھی حاجی صاحب کو اتنی عظیم اہمیت نہ دیتا۔ پٹھانوں میں یہ خاص خوبی ہے کہ وہ اسی کی بزرگی کا قائل ہوتے ہیں جن میں بزرگی کے آثار بدرجہ اتم موجود ہوں۔ اور اگر حاجی صاحب میں کوئی کوتاہی ہوتی جیسا کہ انگریزوں نے لوگوں کے دلوں سے حاجی صاحب کی عقیدت کم کرنے کے لئے جھوٹا پروپیگنڈا کیا تھا تو پھر حاجی صاحب کی شخصیت تمام کے لئے مسلمہ نہ ہوتی بلکہ ان کی شخصیت متنازعہ فیہ ہوتی پھر تو ان کے مقابلے میں اس وقت کئی لوگ ابھر کر سامنے آ گئے ہوتے اور ان کی قدم قدم پر عوامی سطح پر مخالفت ہوتی یہ حاجی صاحب کا زہد و تقویٰ ہی تھا جس کی وجہ سے آج بھی اور تا ابد ہر فرد کی زبان پر حاجی صاحب کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے اور لیا جاتا رہے گا۔ ان کی ذات میں قدرت نے مجاہدانہ اوصاف کے ساتھ ساتھ علم و فضل اور روحانیت کے جوہر بھی عطا کئے تھے۔

اقرار نامے پر علاقہ کے معززین کے دستخط اور انگوٹھے ثبت کر کے حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ اگر متعلقہ علاقے کا کوئی فرد اس اقرار نامے کی خلاف ورزی کرتا تو متعلقہ علاقے کے لوگ اس آدمی پر بھاری جرمانہ عائد کرتے اور جرمانے کی وہ رقم اسلامی مدرسوں کے قیام اور طلباؑ کے تعلیمی اخراجات پر خرچ ہوتی۔[1] اسی قسم کا

۱۔ انٹرویو بخت جمال خان ساکن نواں کلی بہ مصنف

ایک اقرار نامہ مجھے ضلع مردان علاقہ صوابی کے ایک فرد سے ملا ہے جو ہو بہو نقل کیا جاتا ہے تاکہ ان لوگوں کے جذبہ ایمانی اور اصلاح حال کے متعلق قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ حاجی صاحب اصلاحی جذبے کے تحت اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے تعلیم کے اجرا اور انگریزوں کے خلاف کس طرح اور کس کس انداز میں کیا کیا جدوجہد کرتے رہے ۔

اقرار نامہ ملاحظہ ہو

"فضائل مآب وکمالات انتساب حاجی صاحب ترنگ زئی تنہ ہشت نگر در ماہ شوال ۱۳۲۲ھ المکرم در موضع گوجر گڑھی تشریف آوردند مع علماء و صلحا ہشت نگر وغیرہا و ارشاد کردند کہ اجرائی شرح شریف بکنید وہرچہ مخالف از شرح شریف حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ ازاں احتراز کلی بکنید از رسومات مخالف شرع در شادی نامزدگی ہا و شادی ہا از مبلغات و رسومات سوائی مہر الف روپیہ وجامہ عروسی بقدر مناسبت زوج و از طعام و مخدختن از خفتن برائی مردمان و زنان اجنبیان و ز رقوصہا ازیں کلی امورات احتراز کنید وباید کہ جمیع اھل اسلام وکافہ انام در حکم شرعی سعی بلیغ و کوشش بسیار کنید۔ از ادائی صلوٰۃ خمسہ در وقت ھای خود در پس امام خود و از زکوٰۃ و سرمایہ و اضحیہ و ادای حج اگر مقدور باشد و باقی حقوق الٰہی بذمہ اہل اسلام وہرچہ نامشروع باشد ازاں احتراز کنید مثل تراشیدن ریش و داشتن زناں بی نکاح و از قمار بازی و از شہادت دروغ و از غیبت و زنا و حسد و غمازی و زہی کردن اراضی بجز حصہ وغیرہ امورات نامشروعہ احتراز کنید و مایاں ہمگی اہل اسلام قریہ گوجر گڑھی از علما و صلحا و سادات و ملکان و معتبران بلکہ جمیع خاص و عام از خورد و بزرگ مردان و زنان بہ سر وچشم و اخلاص و اعتقاد تام قبول کردیم و ہرگز ازیں امور شرعیہ مخالفت نخواہیم کرد و ایں حکم علی الدوام باشد تا روز قیامت و ھر کس کہ ازیں احکام شرعیہ اعراض و انحراف نمایند باید معاملہ ایشاں از معاملہ اہل اسلام جدا است و اہل اسلام از یشاں ناراض و ناخوشنود باشند و باید کہ جمیع اہل اسلام از یشاں مخالفت کنید"

ترجمہ:۔ فضیلت مآب وکمالات انتساب حاجی صاحب ترنگ زئی ساکن تپہ

ہشت نگر شوال ۱۳۲۲ھ کے مہینے میں موضع گوجر گڑھی میں ہشت نگر کے علما وصلحا کے ساتھ گوجر گڑھی میں تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگ اپنے رہن سہن کے طور طریقوں میں شریعت کی پیروی کریں اور جو کام شریعت کے خلاف ہیں ان سے احتراز کریں بشادی اور منگنی وغیرہ کے موقعوں پر روپے کے لین دین اور رسومات بد سے پرہیز کریں بغیر مہر کی رقم مبلغ لکھے روپے کے اور دلہن کے جامہ عروسی کے کھانا کھلانے اور ختنے کے موقعوں پر اجنبی مردوں اور عورتوں کو نچوانے وغیرہ سے مکمل طور پر احتراز کریں۔ چاہیئے کہ تمام اہل اسلام کے جملہ لوگ شرعی احکام کی مکمل پابندی کریں اور کوشش کریں کہ وہ پنجگانہ نماز باجماعت ادا کریں اسی زکوٰۃ اور عشر اور استطاعت رکھنے کی صورت میں حج کے فرض کی ادائیگی میں کوشش کریں اور جو کام شریعت کے خلاف ہیں ان سے مکمل طور پر دور رہیں ڈاڑھی منڈوانے اور بغیر نکاح کے لونڈیاں اور باندیاں رکھنے اور جوا بازی اور جھوٹی گواہی دینے اور غیبت اور زنا کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد اور چغل خوری کرنے اور ایک دوسرے کی جائیداد اور زمین پر قبضہ کرنے سے مکمل طور پر احتراز کریں۔

ہم گاؤں کے تمام اہالیان خاص کر گوجر گڑھی کے رہنے والے مسلمانوں نے یہاں کے علماء صلحا اور سادات اور خان خوانین اور دیہات کے معتبرین بلکہ جمیع خاص و عام چھوٹے بڑے اور مرد و عورت نے حاجی صاحب کے ان ارشادات کو بسر و چشم اور بصد خلوص و اعتقاد قبول کیا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ ان شرعی امور کی ہرگز مخالفت نہیں کریں گے اور یہ حکم انشاءاللہ تا قیامت برقرار رہے گا۔ ہم میں سے جو بھی شخص بیٹی یا بیٹے کی شادی کرے گا وہ خلاف شرع کوئی کام نہیں کریگا جو شخص ان شرعی امور سے اعراض و انحراف کریگا اس کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے گا اس سے سب ناراض اور ناخوش رہیں گے ایسے انسان کا سب کو بائیکاٹ کرنا ہوگا اور اس کی مخالفت کی جائے گی تاکہ وہ راہ راست پر آ کر شرعی احکام کی پابندی کرے۔

ہم ہیں دستخط کنندگان

علما، صلحا، خان خوانین، معتبرین، خورد و بزرگ

مرد اور عورتیں ساکنان گوجر گڑھی

اس اقرار نامے پر علماء و صلحا کی مہریں اور خان خوانین اور گوجر گڑھی اور قرب جوار

کے معتبرین کے دستخط اور انگوٹھے کے نشانات ہیں۔ اس اقرار نامے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حاجی صاحب نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام اور رشد و ہدایت اور آزاد مدرسوں کے قیام کی تحریک کا آغاز ۱۸۹۷ء کی جنگ ملاکنڈ سے بہت پہلے ہی کیا تھا۔ کیونکہ یہ تحریر ۱۹۰۴ء کی ہے اس سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہوتی ہے کہ حاجی صاحب نے یہ کام ایک عرصے سے شروع کر رکھا تھا وثوق سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ ۱۲۹۴ھ میں حج سے واپس آنے کے بعد سے ہی آپ نے رشد و ہدایت اور اصلاح معاشرہ کے اس کام کا آغاز کر دیا تھا۔ عوام میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے لئے کافی عرصہ لگ جاتا ہے عوام دس سال کے عرصے میں اتنی شہرت کے مالک نہیں ہو جاتے جس طرح حاجی صاحب کے زہد و تقویٰ کی شہرت پھیل چکی تھی پھر علماً و صلحاً تو کبھی بھی کسی انسان کے اس وقت تک معتقد نہیں ہوتے جب تک کہ وہ اس انسان کو علم و فضل کی کسوٹی پر پرکھ نہ لیں۔ حاجی صاحب کی قیادت میں علماً و صلحاً اور مشائخ کا مجتمع ہونا اس بات کی دلیل اور بیّن ثبوت ہے کہ حاجی صاحب کو اس قدر و منزلت تک پہنچنے کے لئے ریاضت و عبادت میں کافی وقت لگا ہوگا وہ علم و عمل کے میدان میں بھی امتیازی حیثیت رکھتے ہوں گے تبھی تو عام و خواص عالم و فاضل سبھی ان کے گردیدہ تھے اور ان کی معیت اور قرب حاصل کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔

اگر ہم زیادہ عرصہ نہیں تو کم از کم اس تحریر سے اتنا تو اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حاجی صاحب نے سرحد میں اصلاح معاشرہ کے لئے اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے اور لوگوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے کئی سال تک عملی جدوجہد کی۔ حاجی صاحب کی جدوجہد صرف انتظامی اضلاع تک ہی محدود نہ تھی بلکہ قبائل میں آپ کے اثر و رسوخ سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ حاجی صاحب نے مسلسل کئی سال تک مقامی اضلاع اور قبائلی علاقوں میں اشاعت اسلام کا کام کیا اور اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ وہ ایک عرصے تک وطن کی آزادی کے لئے اور سید احمد شہید کی تحریک کی تکمیل کیلئے فضا ہموار کرتے رہے مجاہدین کو تیار کرتے رہے اور جب فضا سازگار ہو گئی تو آپ نے قبائلی علاقے میں جا کر عملی جہاد کا آغاز کیا یہ آپ کی ان کئی سالہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ جونہی آپ نے قبائلی علاقے میں جا کر علم جہاد بلند کیا تو انتظامی اضلاع، قبائلی علاقوں اور سید احمد شہید کے پیروکار مجاہدین نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انگریزوں کے خلاف بھرپور عملی جہاد کا آغاز کیا اور جب تک

انگریز اس سرزمین سے بستر بوریا اٹھا کر واپس نہیں گیا اس وقت تک جہاد کی یہ تحریک جاری رہی قدم قدم پر دشمن کا مقابلہ کیا. مجاہدین نے شوق شہادت میں میدان جنگ میں بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے آتشیں بمباری اور آگ کے گولے ان کے حوصلوں کو پست نہیں کر سکے. اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر حاجی صاحب نے کافی عرصہ تک قبائلی علاقوں میں پہلے سے لوگوں کو تیار نہ کیا ہوتا یا ان قبائلی علاقوں سے رابطہ پہلے سے نہ رکھا ہوتا تو اچانک قبائل میں جا کر تمام قبائلی علاقوں قبائلی علما و مشائخ میں ان کی مسلمہ قائدانہ صلاحیت کو نہ تو تسلیم کیا جاتا اور نہ ہی قبائلی ان کے ساتھ وہ تعاون کرتے جس کا انھوں نے ثبوت دیا کیونکہ قبائلی علاقوں میں دستور چلا آ رہا ہے اور اب تک یہ مسلمہ دستور ہے کہ قبائلی اپنے علاقے سے متعلقہ علما و مشائخ کے مقابلے میں کسی دوسرے کو اہمیت نہیں دیتے۔

حاجی صاحب جب تک انگریزوں کے مقبوضہ علاقے میں رہے انہوں نے سرحد کے مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے لئے دن رات تبلیغ کی اور گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھر کر لوگوں کو اسلام کے راستے پر گامزن ہونے کی تلقین کی۔ جس ماحول میں انہوں نے اصلاح معاشرہ کے کام کا آغاز کیا۔ اس کا اندازہ ان باتوں سے لگایا جا سکتا ہے کہ لوگ اپنی لڑکیوں کو بکاؤ مال سمجھ کر انہیں منہ مانگے داموں پر فروخت کرتے تھے۔ عید اور دوسرے تہواروں کے موقع پر مینا بازار لگتے تھے جس میں لڑکیاں اور لڑکے میلے میں اکٹھے جاتے۔ اور وہاں ناچتے تھے اس رسم کو جنگے کہا جاتا تھا۔ ہر گاؤں میں ناچ گانے والے ڈوم ہوتے تھے جو اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو لوگوں کی شادی بیاہ، ور ختنے وغیرہ کی رسم کے موقع پر حجروں میں لے جا کر ناچ کرواتے تھے۔ شادی کے موقع پر یہ رسم تھی کہ لڑکے والے کو اپنی قوم اور برادری کے علاوہ لڑکی کی قوم اور برادری کو بھی کھانا کھلانا پڑتا تھا جس کی وجہ سے لڑکے والے بہت ہی مقروض ہو جاتے تھے۔ اگر کسی لڑکے کے سرپرستوں کے پاس غربت کی وجہ سے یہ رسم پوری کرنے کی استطاعت نہ ہوتی تو بعض اوقات ایسے لڑکوں کی شادی بھی ناممکن ہو جاتی۔ ختنہ اور شادی پر بے پناہ دولت لٹائی جاتی تھی۔ چرس، افیون اور شراب کے استعمال نے قوم کی اخلاقی حالت تباہ کر دی تھی۔ گھر گھر دشمنیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا سخت ترین دشمن تھا۔ کتوں، دُنبوں

بھینسوں، مرغوں، تیتروں اور بٹیروں کو شرط لگا کر لڑایا جاتا تھا۔ اس لڑائی میں مجمع اکٹھا ہو جاتا اور بعض دفعہ لڑائی فساد ایسا برپا ہو جاتا کہ کئی گھر اُجڑ جاتے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے معاشرے میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔

جب انگریزوں نے سرحد پر اقتدار حاصل کر لیا تو انہوں نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے لوگوں میں تفرقہ بازی کا مزید بیج بو دیا تھا۔ ایسے حالات میں قدرت نے حاجی صاحب کو سرحد کے لئے ایک مصلح بنا کر بھیجا۔ آپ نے قوم کی اصلاح کا کام شروع کیا ان کا طریق کار ایسا تھا کہ ہر فرد ان کی اصلاحی باتوں پر عمل پیرا ہونا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ انہوں نے ہر گاؤں اور ہر تپے (تھانے کے علاقے) میں ایک ایک جرگہ مقرر کیا۔ اس جرگے کے ممبروں میں اس علاقے کے علماء اور سفید پوش ہوتے تھے۔ ان کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کے جھگڑوں کو طے کرائیں۔ اور مقدمہ بازی عدالت تک نہ جانے پائے۔ اس طرح ایک تو یہ فائدہ تھا کہ بغیر خرچ کے علاقہ کے مقدمے موقع پر منصفانہ طور پر فیصلہ ہو جاتے تھے غریبوں کی دادرسی ہوتی تھی۔ لوگ وکیلوں کے خرچ اخراجات سے بچ جاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ علاقہ میں موجود دیرینہ دشمنیاں چلی آ رہی تھیں۔ ان دشمنیوں کا خاتمہ کر کے مسلمانوں کو متحد کیا جا رہا تھا۔ تعلیمی تشنگی کے لئے مدرسے جاری کئے جا رہے تھے۔

ان مدرسوں کی تعداد بقول عبدالغفار بادشاہ کے تین سو ستر تھی[1]۔ یہ تمام مدرسے مرکزی مدرسے گدر کے زیر اہتمام تھے۔ گدر ضلع مردان میں تھا۔ ان مدرسوں کا مہتمم بغدادہ کا ایک خان تاج محمد خان تھا جس نے ہجرت کر کے حاجی صاحب کے ساتھ ہی تمام عمر جہاد میں گزاری غازی آباد میں فوت ہوئے۔ اس زمانے میں پشاور اور مردان ایک ضلع تھا۔ یہ تمام مدرسے اسی ضلع میں تھے۔ ان مدرسوں میں رستم۔ کالوخان اور ترنگزئی میں تین مدرسے باقی ہیں۔

حاجی صاحب نے ۱۹۰۹ء میں مسجد کی تعمیر شروع کی اور ہجرت کے وقت اس کی صرف بنیاد رکھی ہوئی تھی۔ یہ بہت بڑی اور عظیم الشان مسجد عمرزئی میں بنائی گئی جس کا نام حاجی آباد ہے اس مسجد کیلئے عمرزئی کے ایک خان رحمت اللہ کے والد نے ۴۵ جریب زمین وقف کی تھی اس میں طلباء کے لئے کمرے بنائے گئے۔ حاجی صاحب کا اسی مسجد کے باہر ایک بڑا لنگر خانہ تھا۔ صبح و شام کھانا پکتا تھا۔

۱۔ قلمی روزنامچہ از عبدالغفار بادشاہ صہ ۱۸

آزاد مدرسوں کی تحریک کا پس منظر

انگریزوں نے سرحد پر قبضہ کرنے کے بعد مسلسل ۱۹۴۷ تک یہی کوشش کی کہ پٹھان قوم کو جہاں تک ہو سکے. پوری شدت سے اس قدر کچلا جائے کہ یہ دوبارہ سر نہ اٹھانے پائے. پٹھان قوم کافی عرصے تک ہندوستان پر حکومت کر چکی تھی اور یہ قوم جہاں تلوار کی دھنی ہے وہاں علم و حکمت اور دین اسلام کی متوالی اور شیدائی بھی ہے ہندوستان کی فتح و نصرت میں پٹھان قوم کا جہاں تاریخی کردار ہے وہاں دین اسلام کی اشاعت اور روحانیت کا درس دینے میں بھی اس قوم کے افراد نے برصغیر کی تاریخ کے صفحات پر گہرے نقش موجود ہیں. ہندوستان کی مسلم ریاستوں میں اکثریت پٹھان حکمرانوں ہی کی تھی ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کرنے کے بعد یہی پالیسی اختیار کی کہ پٹھان قوم کو پستی کے گڑھے میں اس طرح دھکیل دیا جائے کہ اس کی جرأت غیرت و حمیت اور شجاعت کی تمام جبلتوں کو خاک میں ملا کر خاک کر دیا جائے. اگرچہ مغلوں سے انگریزوں نے حکومت چھینی تھی مگر وہ مغلوں کے دوبارہ برسر اقتدار آنے سے خائف نہ تھے بلکہ انہیں صرف پٹھان قوم سے ہی انتہائی خطرہ تھا جو مذہب اسلام کے انتہائی شیدائی اور دین حق کی سربلندی کے بیحد متوالے ہیں اسلحہ ان کا زیور اور جہاد ان کی زندگی کا بلند ترین نصب العین ہے. انگریز چاہتے تھے کہ پٹھانوں کے ان فطری اوصاف کو کسی طرح ختم کر کے انہیں مغربی تہذیب و تمدن کے سانچے میں ڈھالا جائے تاکہ دین اسلام سے ان کی جو والہانہ محبت ہے اس میں انقلابی تبدیلی پیدا ہو سکے. اس پروگرام پر عمل درآمد کے لئے انگریزوں نے کئی منصوبے بنائے پہلا منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو روپے اور دولت کے جال میں پھانسا جائے یہ اسی منصوبے کا ردعمل تھا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور ہندوستان سے مسلمان حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا مسلمانوں کے زوال میں ہندوستان کی اسلام دشمن طاقتوں اور دولت کے حریص منافق مسلمانوں نے انگریزوں کے دست و بازو بن کر ـــ

ہندوستان کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ اس کمیٹی کا نام [illegible][1]

[illegible] ہندوستان کے گورنر جنرل کو وائسرائے کا خطاب دیا گیا اور لارڈ کیننگ

کو لارڈ ڈلہوزی کی جگہ ہندوستان کا پہلا وائسرائے مقرر کیا گیا۔

ان تبدیلیوں کے بعد انگریزوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صوبہ سرحد کے لئے ایک ایسا تعلیمی منصوبہ بنایا جس کے سیکھنے اور پڑھنے کے بعد سرحد کے پٹھان انگریزی تہذیب و تمدن میں رنگے جائیں اور یہاں دین اسلام کی جگہ عیسائیت فروغ پا سکے۔ اس مقصد کے لئے لندن سے [illegible] عیسائی مبلغین کا ایک دستہ اور ان کے علاوہ ڈاکٹر بھی منگوائے گئے۔ یہ ڈاکٹر بھی دراصل اسی عیسائی مبلغین کے گروہ میں سے تھے۔ پروگرام کے تحت سرحد میں عیسائیت کے مرکز قائم کئے گئے۔ ان مرکزوں کے تحت تعلیمی ادارے کھولے گئے جن میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو عیسائی مبلغین کے ذریعے عیسائیت کی تعلیم دی جانے لگی تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو کر عیسائی مذہب اختیار کر سکیں۔ ان تعلیمی اداروں کے علاوہ جا بجا مشنری ہسپتال قائم کئے گئے ڈسپنسریاں کھولی گئیں جن میں عیسائی مبلغین کے گروہ سے شامل ڈاکٹر، نرسیں اور کمپوڈر مقرر کئے گئے۔ ان ڈاکٹروں کے پاس آنے والے مریضوں کے سامنے سب سے پہلے عیسائی مذہب کی تبلیغ کی جاتی اور اس کے بعد ان کا علاج کیا جاتا تا انہیں یہ بھی ذہن نشین کرایا جاتا کہ یسوع مسیح پر اعتقاد اور ایمان رکھو وہ مُردوں میں جان ڈالنے والا ہے تمہیں بھی اسی کے ذریعے بیماری سے نجات مل جائے گی۔

ان تمام منصوبوں کا مقصد یہ تھا کہ سرحد اور آزاد قبائل کے لوگوں میں عیسائیت کی اس قدر تبلیغ اور پروپیگنڈا کیا جائے کہ یہ لوگ عیسائی مذہب اختیار کر لیں تاکہ یہ ہندوستان میں برطانوی حکومت اور برطانوی اقتدار کے محافظ بن سکیں۔

۱۔ ایڈمنسٹریشن آف صوبہ سرحد (انگریزی) از دیوان چند اوبرائے ص۵۹

عیسائی مبلّغین میں ڈاکٹر پینل اور ڈاکٹر کلارک جیسے مبلغ تھے جو اسلامی علوم سے بھی واقف تھے وہ مسلمانوں میں بیٹھ کر فقہ و حدیث اور قرآن مجید کی تلاوت کر کے پٹھان لوگوں کے سامنے اسلامی کتابوں میں سے دلائل دے کر انہیں سمجھاتے تھے کہ خدا ان لوگوں کو حکومت عطا کرتا ہے جو اس کے ماننے والے ہوں۔ عیسائی مذہب کے ماننے والے چونکہ آپ پر غالب آچکے ہیں اس لئے آپ عیسائی حکمرانوں کی اطاعت کریں اور عیسائی مذہب کے اصولوں کو اپنائیں جو دنیا میں بہترین مذہب ہے اور جس کے ماننے والے اس وقت تمام دنیا میں چھا چکے ہیں سکولوں میں ہسپتالوں میں محفلوں میں اور جلسوں میں ہر جگہ عیسائی مبلغین کو جہاں بھی موقع ملتا وہ عیسائیت کا پرچار کھل کر کرتے تھے اور حکومت کی طرف سے انہیں ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائی جاتی تھیں ان تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بے سہارا مسلمان عورتوں اور یتیم اور لاوارث بچوں کو بھی اغوا کر کے نامعلوم مقامات پر پہنچا کر انہیں عیسائی بنایا جاتا تھا مسٹر اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں۔

"صوبہ سرحد میں عیسائی مبلغین کو بلاشبہ شاندار کامیابی ہوئی اور وہ یوں کہ قبائلی علاقے سے اپنے رسم ورواج دشمنی یا کسی اور وجہ سے جو مستورات نکل کر مقبوضہ علاقے میں پہنچتی تھیں یہ مبلغین ان کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے اور جو ایسی عورت ان کے ہاتھ چڑھتی پھر اس کا پتہ نہ چلتا اور غائب کر دی جاتی تھی اس قسم کے اغوا کرنے کے تین بڑے مراکز تھے ایک بنوں دوسرا مردان اور تیسرا ہزارہ ہیں۔ ویسے مردوں میں اس تبلیغ عیسائیت کا کوئی خاص اثر دکھائی نہیں دیتا تھا کیونکہ اس صوبے میں جس قدر دیسی عیسائی نظر آتے ہیں وہ قریب قریب سب ہی پنجاب اور خصوصیت کے ساتھ ضلع سیالکوٹ سے درآمد شدہ معلوم ہوتے ہیں[1]،،

مسٹر اللہ بخش یوسفی شاید اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکے کہ انگریز جس علاقے سے یتیم لاوارث اور بے سہارا بچوں کو یا مردوں کو اغوا کرتے تھے انہیں نہ معلوم کس جگہ اور کس مقام پر جا کر عیسائی بنا کر انہیں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی تھی پھر اگر ان لوگوں میں سے کوئی آدمی عیسائی بن جاتا تو اسے اس علاقے میں نہیں لایا جاتا تھا جہاں سے اسے اغوا کیا جاتا تھا یا جس

1۔ سرحد اور جدوجہد آزادی از اللہ بخش یوسفی ص ۸۳

جگہ سے وہ تعلق رکھتا تھا انسانی فطرت بھی تو اس طرح آڑے آجاتی تھی متعلقہ علاقے میں لانے کی وجہ سے یہ بھی تو احتمال ہو سکتا تھا کہ وہ آدمی اپنے عزیز و اقارب کے پاس دوبارہ آنے کی وجہ سے بوجہ شر ساری عیسائیت سے تائب نہ ہو جائے۔ بہر حال انگریز پادریوں یعنی ان مبلغین میں ایک کمال تو زبردست رہا ہے کہ وہ مسلمانوں میں جاتے تو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے اور ہندوؤں میں جاتے تو اپنے آپ کو ہندو کہلاتے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ گھل مل کر اپنی مقصد براری کے لئے کوشاں رہتے تھے تمام ہندوستان میں صرف سرحد کے علاقے میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا کہ یہاں کے لوگوں کو کس طرح عیسائیت کے جال میں پھانسا جائے اور ان کے دل اور دماغ سے اسلام کا نام و نشان بھی محو کر دیا جائے تاکہ عیسائیوں کو برصغیر میں آزادی اور اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع مل سکے۔

ان مذکورہ حقائق کی بنا پر اہل سرحد کو تعلیمی زیور سے آراستہ ہونے کے مواقع فراہم نہیں کئے گئے بلکہ اسلامی حکومتوں کے زمانے سے جو اسلامی مدرسے جاری تھے ان مدرسوں کو بھی بند کر دیا گیا اور سرحد کے مسلمانوں کو مختلف ذرائع سے مجبور کیا جانے لگا کہ وہ اپنے بچوں کو مذہبی اسلامی مدرسوں کی بجائے مشنری سکول میں تعلیم دلائیں۔ انگریزوں نے ہندوستان کے باقیماندہ علاقوں میں سکول قائم کئے۔ کالج اور یونیورسٹیاں قائم کیں مگر سرحد میں تعلیمی اداروں کے قیام کے سلسلے میں ایک عرصے تک وہ اس پالیسی پر گامزن رہے کہ یہاں کے لوگ صرف مشنری اداروں میں ہی اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں اس سلسلے میں انگریزوں کی پالیسی ملاحظہ ہو۔

> "انتظامی ڈھانچے کی تبدیلی کے بعد تاج برطانیہ نے اور انگریز دانشوروں نے ہندوستان کی تعلیمی پالیسی کے ڈھانچے کو از سر نو تشکیل دیا اور ایک ایسی تعلیمی پالیسی کا آغاز کیا گیا جو ہندوستان کے باشندوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے ذریعے عیسائی قوم میں تبدیل کر دے۔ اس ضمن میں انگریزوں کے پیش نظر یہ پالیسی کارفرما رہی کہ سب سے پہلے ہندوستان کے باشندوں کو عیسائی مذہب کی طرف راغب کیا جائے تاکہ یہ عیسائی بن کر عیسائی حکومت کے دست و بازو بن سکیں۔ سر ہربرٹ نے تو یہاں تک کہا کہ جب تک ہندوستان میں عیسائیت صحیح معنوں میں فروغ نہ پا سکے اس وقت تک ہندوستان کو آزاد کرنا غیر موزوں ہو گا۔ سر ہربرٹ برطانوی حکومت

پر یہی زور دیتا رہا کہ تاج برطانیہ کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ ہندوستان کو عیسائیت کی برکت سے بہرہ ور کرنے کے لئے روزافزوں مساعی کرے سر ہربرٹ کی یہی کوشش رہی کہ انجیل کو سکولوں میں اور تعلیمی اداروں میں متعارف کرایا جائے تاکہ عیسائی حکومت کی زیر سرپرستی عیسائی قوم کی بنیاد قائم ہو سکے صوبہ سرحد کے متعلق واضح پالیسی بیان کرتے ہوئے سر ہربرٹ نے کہا کہ صوبہ سرحد کے تعلیمی اداروں میں عیسائیت کی تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے یہاں کے سرکش اور جنگجو قبائل کو عیسائیت کی طرف راغب کیا جائے جونہی یہ لوگ عیسائیت کی طرف راغب ہو جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سرحد کے یہ قبائل خود بخود تاج برطانیہ کے وفادار بن جائیں گے اور پھر ایک ایسا وقت آن پہنچے گا کہ سرحد کے یہی بہادر قبائل تاج برطانیہ کی حمایت میں برطانیہ کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ کر لڑیں گے[1]"

انگریزوں نے اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے یعنی سرحد کے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے جن عیسائی مبلغین کی خدمات حاصل کیں ان میں ڈاکٹر پینل۔ ایڈورڈز ہربرٹ۔ ڈاکٹر کلارک اور ڈاکٹر پینڈر خاص کر قابل ذکر ہیں۔ ایڈورڈ ہربرٹ کی ان خدمات کے صلے میں برطانوی حکمرانوں نے پشاور میں ایڈورڈ مشن ہائی سکول ایڈورڈز کالج اور ایڈورڈ گیٹ کے نام سے اسے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کی کوشش کی اس طرح ڈاکٹر پینل کے نام بنوں میں پینل ہائی سکول کے نام سے اسے زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ بہر حال سرحد کے معاملے میں انگریزوں کی اسی پالیسی کی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ مسلمان بچوں کو مشنری تعلیمی اداروں سے دور رکھا جائے تاکہ وہ عیسائیت کے جال میں نہ پھنس سکیں۔ ان خدشات کے پیش نظر حاجی صاحب ترنگ زئی نے سرحد میں آزاد مدرسوں کا جال بچھانے کا پروگرام بنایا تاکہ مشنری سکیم کو ناکام بنایا جا سکے۔

یہ تھے وہ حالات جس کے تحت حاجی صاحب نے سرحد کے لوگوں کو عیسائیت

۱۔ ایوولیوشن آف سرحد از دیوان چند اوبیرائے ص ۱۶

کے دام فریب سے بچانے کے لئے علماؑ کو مسجدوں سے نکال کر انہیں اپنی معیت میں لے کر گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور گھر گھر جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کی اور لوگوں کو خبردار کیا کہ وہ عیسائیوں کے مشنری مبلغین سے ہوشیار رہیں۔ ان تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب نے سرحد میں برطانوی حکومت کی مشنری پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے سرحد میں آزاد اسلامی مدرسوں کے اجراء کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان قوم اپنے بچوں کو مشنری سکولوں اور گورنمنٹ کے قائم کردہ سکولوں میں تعلیم دلانے کی بجائے آزاد اسلامی مدرسوں میں تعلیم دلائے تاکہ یہ مسلمان بچے عیسائیت کا شکار نہ ہو سکیں اور ایسی تہذیب سے بچے رہیں جو مسلمانوں کی اخلاقی پستی کا باعث بنے کیونکہ انگریزوں کے یہ دو اہم مقاصد تھے کہ یا تو ان مسلمانوں کو عیسائی بنا دیا جائے یا پھر انہیں ایسے رنگ میں رنگ دیا جائے کہ ان میں غیرت و حمیت باقی نہ رہے جب غیرت و حمیت باقی نہ رہے گی تو ان میں بہادری اور شجاعت کے جوہر خود بخود مٹ جائیں گے اور ہمیں پھر ان پر حکومت کرنے میں کوئی دقت اور دشواری کا نہ تو سامنا کرنا پڑے گا اور نہ ہی ان سرحدی اقوام سے انگریز قوم کو کسی قسم کی مزاحمت کا خطرہ باقی رہے گا۔

سرحد کے معاملے میں انگریزوں نے جو تعلیمی پالیسی اختیار کر رکھی تھی اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ڈائریکٹر جنرل محکمہ تعلیم کی' ہندوستان میں تعلیمی ترقی کی رفتار پر مشتمل رپورٹ برائے سال ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۷ء میں سرحد میں حکومت کی طرف سے مشنری تعلیمی اداروں کے بغیر کسی بھی سرکاری تعلیمی ادارے کے قیام کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۷ء تک یا اس سے پہلے انگریزی اقتدار کے قیام سے ۱۹۰۷ء تک انگریزوں نے مشنری سکولوں کے بغیر یہاں خاص تعلیمی ادارے قائم نہیں کئے۔

ان حقائق کو مدنظر رکھ کر حاجی صاحب نے سرحد میں آزاد اسلامی مدرسوں کے قیام کی تحریک کا آغاز کیا اس تحریک کے تین بڑے مقاصد تھے پہلا مقصد یہ تھا کہ سرحد کے لوگ جو پہلے سکھوں اور پھر انگریزوں کے جبر و تشدد کا شکار ہوتے ہیں یا ہوئے ہے وہ آزادی کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے جہالت کی تاریکی سے نکل سکیں۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ سرحدی باشندے انگریزوں کے مشنری اداروں کے جال میں

نہ پھنس سکیں اور عیسائی مبلغین کے ہتھکنڈوں سے بچ سکیں۔ تیسرا مقصد یہ تھا کہ ان آزاد مدرسوں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ سرحد کے نوجوان طبقے کو جہاد آزادی کے لئے تیار کیا جا سکے۔

یہ تھے وہ بڑے مقاصد جن کے تحت حاجی صاحب نے آزاد اسلامی مدرسوں کے قیام کی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ بات خاص کر وضاحت طلب ہے کہ انگریزوں نے سرحد پر قبضہ کر لینے کے بعد اور ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سرحد کو جبر و استبداد کے پنجے میں جکڑ لیا تھا۔ یہاں انگریزوں کے خلاف نہ یا کسی انگریز حاکم یا حکمران کے خلاف نہ تو کوئی شخص زبان سے کوئی لفظ نکال سکتا تھا نہ ہی اشاروں کنایوں میں ایسا کر سکتا تھا۔ ایسا کرنے والے کے لئے سخت جابرانہ قسم کے ایکٹ نافذ کئے جا چکے تھے جن کے تحت جن حجروں میں یا گھروں میں انگریز حکمرانوں کے خلاف کوئی بات منہ سے نکالی جاتی تھی ان حجروں اور گھروں کو فوری مسمار کر دیا جاتا تھا ان حالات میں سرحد کے مقامی لوگ سہمے بیٹھے تھے البتہ قبائلی علاقوں میں باقاعدہ قبائلی مجاہد انگریزوں کے خلاف مسلسل جہاد میں مصروف تھے ضرورت اس امر کی بھی تھی کہ مقامی لوگوں کے دلوں سے بھی انگریزوں کی دہشت کا خاتمہ کیا جائے اور مقامی لوگوں خاص کر نوجوان نسل کو آزادی کے حصول کے لئے تیار کیا جا سکے اس مقصد کے حصول کے لئے حاجی صاحب نے گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ آزاد اسلامی مدرسوں کے قیام میں تعاون کریں تاکہ ان کے بچے زیور علم سے آراستہ ہو سکیں اور انگریزوں کی سازشوں سے قوم کو بچایا جا سکے۔

صوبہ سرحد میں انگریزوں نے مشنری تعلیم کے جال بچھا دیئے تھے مشنری کے پادری دن رات اس کوشش میں مصروف رہتے تھے کہ پٹھانوں میں عیسائیت کا زیادہ سے زیادہ پرچار کیا جائے ان سکولوں میں جو تعلیم دی جاتی تھی اس کا اندازہ آپ ڈبلیو ہنٹر کی اس رپورٹ سے لگائیں کہ ڈبلیو ہنٹر کہتا ہے کہ "ہمارے سکولوں اور کالجوں میں پڑھا ہوا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جس نے اپنے بزرگوں کے عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو"

---

۱ تحریک مجاہدین از غلام رسول مہر صفحہ ۵۳

اسلامی درسگاہوں کی تحریک اور تبلیغی دورے

حاجی صاحب نے اسلامی درسگاہوں کی جس تحریک کا سلسلہ شروع کیا تھا یہ تحریک دراصل شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ایماء سے ہی شروع کی گئی تھی اس ضمن میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"میرے اندازے کے مطابق انھوں نے (شیخ الہند نے) یہ طے کیا تھا کہ جن جن اصحاب میں علمی صلاحیت پائیں انھیں جابجا یاغستان (قبائلی علاقوں) میں مختلف حصوں میں دینی اور اسلامی درسگاہیں قائم کرنے کی ترغیب دیں ملا صاحب سنڈاکے نے بھی حضرت شیخ الہند سے ملاقات کی تھی انھوں نے جب کام شروع کیا تو ابتدا میں ایک اہم اسلامی درسگاہ ہی قائم کرنے کی کوشش کی تھی حاجی صاحب ترنگزئی شیخ الہند سے استفادہ کر چکے تھے ان کے پیش نظر بھی درسگاہیں قائم کرنے ہی کا سلسلہ تھا۔ سید احمد شہید نے بھی جب مسلمانوں کو بہ غرض جہاد منظم کرنے کا قصد فرمایا تھا تو پیروں کے شیوے کے مطابق انھوں نے بھی مختلف علاقوں کے دورے شروع کر دیئے تھے جگہ جگہ وعظ بھی ہوتے بیعت بھی لی جاتی۔"[1]

سید عبدالجبار شاہ ستھانوی لکھتے ہیں۔

"جب مجھے نمائندگان سوات نے بتایا کہ ملا صاحب سنڈاکے اسلامیہ کالج پشاور کے بالمقابل ایک عالیشان اسلامی درسگاہ کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں تو میں نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ یہ اصطلاح ایک خاص جماعت کا شعار ہے جس میں مولوی صاحبان اور علماء شامل ہیں۔ اسلامی درسگاہوں کو حکومت برطانیہ کے خلاف تنظیمات کا پردہ بنا لیا گیا ہے اور حاجی صاحب ترنگزئی جو اپنے ضلعے میں ایسی درسگاہیں قائم کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس حلقے کے رکن ہیں مجھے یہ تو علم نہ تھا کہ یہ اصطلاح کس نے ایجاد کی اور اس کا مرکز کہاں تھا۔

---

(۱) تحریک مجاہدین از غلام رسول مہر صفحہ ۵۱۳

لیکن جنگ طرابلس اور جنگ بلقان نے واضح کر دیا تھا کہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں ترکوں کے دشمن حملہ آوروں کی پشتیبانی کر کے خلافت اسلامیہ کو برباد کر دینے کے در پے ہیں اس پر مسلمانوں میں ہمہ گیر بے چینی کی لہر دوڑ گئی علمائے حق خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے سرگرم عمل ہو گئے اس سلسلے میں تبلیغ واشاعت کیلئے بہترین طریقہ یہ سمجھا گیا کہ گاؤں گاؤں اور بستی بستی اسلامی درسگاہیں قائم کر دی جائیں[۱]"

مولانا حسین احمد فرماتے ہیں

"پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی دو تین ماہ بعد ترک انگریزوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو گئے گویا اطمینان و دلجمعی سے آہستہ آہستہ کام جاری رکھنے اور نتائج کا انتظام کرنے کی مہلت ختم ہو گئی اور اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ جو کچھ بھی ممکن ہو فی الفور کیا جائے تاکہ انگریزوں کی مشکلات میں اضافہ اور ترکوں کو تقویت پہنچے اور ہندوستان کی آزادی کا خواب اپنی صحیح تعبیر سے ہم آغوش ہو حضرت شیخ الہند ان تمام اصحاب کی طبیعتوں اور صلاحیت و استقامت کا اندازہ فرماتے رہتے تھے جو ان کے پاس تعلیم واستفادہ کی غرض سے آتے تھے ان میں سے بعض موزوں اصحاب کو انہوں نے اپنے کام کے لئے چن لیا تھا اور انہیں حکم دے دیا کہ جلد سے جلد یاغستان (قبائلی علاقے) میں پہنچ جائیں اور آزاد قبائل کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے اٹھائیں مولانا عبیداللہ سندھی کو انہوں نے افغانستان بھیج دیا کہ امیر حبیب اللہ خان والی افغانستان کو اس نازک وقت میں خدمت اسلامیت کے لئے جانبازانہ اقدام پر آمادہ کریں۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ملا سنڈا کے متعلق ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ حضرت شیخ الہند کی تحریک سے وابستہ تھے[۲]"

۱۔ شہادت الثقلین از سید عبدالجبار شاہ ص۳۷ بحوالہ تحریک مجاہدین از غلام رسول مہر ص۵۳۰

۲۔ تحریک مجاہدین از غلام رسول مہر ص۵۳۲

حاجی صاحب کی تعلیمی درس گاہیں

سرحد میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی ان حالات میں علم پھیلانے کیلئے حاجی صاحب نے علاقہ مردان اور پشاور سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری کیا عوام پر ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ عوام کے قلوب حاجی صاحب کی طرف کھیچے جاتے تھے اور ان میں اسلامی شعور بیدار ہوجاتا تھا اور لوگ نیکی اصلاح اور تقوی کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے۔ حاجی صاحب نے عوام کی گمراہیوں اور اس کی جڑ کو معلوم کر لیا تھا انہیں اس کا پوری طرح احساس ہو چکا تھا کہ جب تک عوام سے جہالت کو دور نہ کیا جائے گا اور ان میں اسلامی تعلیم کی روشنی عام نہ کی جائے گی اس وقت تک صحیح معنوں میں برائیوں کا انسداد اور ان کی روک تھام نہ ہو سکے گی اور نہ انگریزوں کے عذاب سے نجات حاصل ہو سکے گی۔ چنانچہ آپ نے علاقہ پشاور اور مردان سے دینی مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع کیا آپ کی مخلصانہ کوششوں سے اسلامی مدارس قائم ہوئے ان میں سے سب سے زیادہ اہمیت گدر اور رانمان زئی کے مدارس کو حاصل تھی[1]۔ آپ ہی کی تحریک پر مولانا علی احمد سنڈا کے ملّا نے تہکال پایان میں حاجی صاحب کی زیر نیادت ایک اسلامی مدرسے کی نبیاد ڈالی اس مدرسے کا نظم و نسق ملّا سنڈا کے کے حوالے کیا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور کی ایک رپورٹ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تہکال پایان کا سکول حاجی صاحب کی نگرانی میں ہی جاری ہوا تھا اور انہوں نے ملا سنڈا کے کو اس سکول کا منتظم مقرر کیا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی رپورٹ ملاحظہ ہو

"گل احمد ولد شیخ انور ساکن تہکال پایان ایک معمولی لکھا پڑھا آدمی

۱۔ ڈی سی ریکارڈ فائل ۵۸ صہ ۹۷ پشاور آرکائیو

ہے یہ شیخ عمر کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس کی زیارت تہکال میں واقع ہے۔ ستمبر ۱۹۱۴ء تک گل احمد کسی ٹھیکیدار کے ساتھ بطور منشی کام کرتا تھا مگر ستمبر کے بعد یہ تہکال کے اسلامی مدرسے میں بطور استاد کام کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ جس کا نام مدرسہ کوہستانی ملا کے نام سے مشہور ہے اس کا منتظم نعمت خان نمبردار ہے اسی نعمت خان نے گل احمد کو تہکال کے اس اسلامی مدرسے میں استاد مقرر کیا ہے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور صدر کی اطلاع کے مطابق یہ گل احمد حاجی صاحب ترنگزئی کا مقرر کردہ ٹیچر ہی ہے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ سکول جسے کوہستانی ملا چلا رہا ہے یہ درحقیقت حاجی صاحب ترنگزئی کا قائم کردہ سکول ہے اور وہی اسے چلا رہے تھے[۱]۔ یہی وہ سکول تھا جس کے قیام کے بعد پشاور شہر کے لوگوں نے دھڑا دھڑ اپنے بچوں کو اس مدرسے میں داخل کرانا شروع کر دیا[۱]۔

اس مدرسے میں ایک طرف تو بچوں کو اسلامی نظام حیات اور اسلامی سانچے میں ڈھالا جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف مسلمان بچوں کو انگریزوں کی غلامی سے نجات کی جدوجہد کے متعلق ان کے خیالات میں ایک انقلابی اور عملی تبدیلی پیدا کی جا رہی تھی۔ ان حالات کو دیکھ کر انگریزوں کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ اسلامی مدرسے تاج برطانیہ کے اقتدار کے خاتمے کا باعث نہ بن جائیں۔ اب انگریزوں نے ان اسلامی مدرسوں کی تحریک کو ناکام بنانے کے پروگرام بنائے مشیروں نے مشورہ دیا کہ سرکاری سکولوں سے لوگ نفرت کرتے ہیں بہتر یہ ہے کہ حاجی صاحب کے ہی دست مبارک سے ایک اسلامیہ سکول کی بنیاد رکھوائی جائے جو سرکاری حکام کی زیر نگرانی قائم ہو۔ اور جس میں سرکاری نظم و نسق کے تحت طلبا کو مروجہ تعلیم دی جائے ان دنوں لوگ سرکاری سکولوں میں بچوں کو تعلیم دلانے کے سخت خلاف تھے بعض تعلیم یافتہ افراد کو چھوڑ کر باقی تمام لوگوں کا یہ نظریہ تھا کہ انگریزوں کے قائم کئے

۱۔ فائل ۵۸ پشاور ریکارڈ ص ۸ پشاور آرکائیو۔

ہوئے سکولوں میں بچوں کو اگر تعلیم کے لئے بٹھایا جائے۔ تو انگریز ان بچوں کو عیسائی بنا دیں گے اور ان کے اخلاق و عادات کو اس طرح بگاڑ دیں گے کہ وہ اسلام کے اصولوں کو ترک کر دیں گے۔ یہ خیال محض خیال و قیاس ہی نہ تھا بلکہ ایک حد تک اس میں حقیقت بھی تھی۔ کیونکہ شروع شروع میں انگریزوں نے برصغیر میں جو طریقہ تعلیم رائج کیا تھا۔ اس کی بنیاد بھی اسی اصول پہ رکھی گئی تھی۔ بلکہ اس ضمن میں ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب نے خفیہ طور پر تمام سرکاری حکام کو لکھا تھا۔ "کوشش کی جائے کہ ہماری درسگاہوں سے فارغ ہونے والے طلباء کا ذہن جہاں تک ہو سکے بدل کر اس ذہن کو ہمارے سانچے میں ڈھالا جائے"[1]

انگریزوں کی اس پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے سرحد میں حاجی صاحب ترنگزئی نے جا بجا اسلامی مدرسوں کا جال بچھانے کا منصوبہ بنایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اسلامیہ کالج پشاور کی داغ بیل حاجی صاحب ترنگزئی کے مدارس کے سلسلے ہی کی وجہ سے پڑی تو شاید بے جا نہ ہوگا۔[2]

حاجی صاحب اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ تبلیغ بھی کرتے جاتے تھے کہ وہ اپنی اولاد کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لئے اپنے اپنے علاقوں اور حلقوں میں مدرسے قائم کریں اور ان مدرسوں کا انتظام وہ اجتماعی طور پر اپنے ہاتھوں میں لیں۔ حاجی صاحب اس طرح تمام سرحد میں آزاد مدرسے قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں مردان اور پشاور کے علاقوں میں تقریباً پچاس مدرسے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے سرکاری ریکارڈ سے ۴۳ سکولوں کی تصدیق ہوتی ہے[3]۔

سرکاری ریکارڈ کے مطابق حاجی صاحب نے جو سکول قائم کئے تھے۔ یا جن سکولوں کا نظم و نسق ان کے ہاتھ میں تھا وہ مندرجہ ذیل تھے۔

کافور ڈھیری۔ گل بیلہ۔ پشاور شہر۔ تہکال پایان۔ ارمڑ میانہ۔ اکبر پورہ۔ پانڈہ ملایان نوشہرہ۔ جہانگیرہ صوابی۔ نور ڈھیر۔ مانیری پایان۔ نودیہہ صوابی۔ ترلاندی۔

۱۔ رپورٹ انگریزی جاری کردہ پبلک انسٹرکشن پنجاب ص۹ ۱۹۰۴ء

۲۔ تذکرہ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی ص۶۱۷ ۳۔ قلمی روزنامچہ مولانا شاکر اللہ ص۲۵

اسماعیلہ۔ کالوخان۔ ادینہ۔ گڑھی کپورہ۔ گڑھی دولت زئی۔ گڑھی اسماعیلزئی۔ کوٹھا تورو۔ گدر۔ گجر گڑھی۔ شہباز گڑھی۔ محمد ناڑی۔ درگئی۔ گل آباد۔ عمرزئی۔ آگرہ میانہ۔ آگرہ پایان۔ رجڑ۔ چارسدہ۔ پڑانگ۔ خرکی۔ ترنگی[1] تہکال۔ پشاور شہر۔ تہکال بالا۔

حاجی صاحب نے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے لوگوں کو احساس دلایا کہ وہ اپنے علاقوں میں اسلامی مدرسے جاری کریں۔ تاکہ ان کے بچے اسلامی تعلیم حاصل کر سکیں انگریزوں نے مشنری اداروں کے تحت جگہ جگہ اسکول مدرسے اور ہسپتال قائم کرنا شروع کر دیئے تھے۔ ان مشنری اداروں کے ذریعے سرحد کے سیدھے سادھے سادہ لوح عوام کو عیسائیت کے جال میں پھنسایا جا رہا تھا حاجی صاحب نے مشنری اداروں کے اس پھندے کو کاٹنے میں اور سادہ لوح عوام کو عیسائیوں کے پھندوں میں پھنسنے سے بچانے کے لئے اسلامی مدرسوں کے قیام کی جدوجہد شروع کی۔ لوگوں نے اپنے اپنے علاقوں میں حاجی صاحب کی زیرنگرانی اسلامی مدرسے قائم کرنا شروع کر دیئے۔ ان مدرسوں کے لئے لوگوں نے رضاکارانہ طور پر زمینیں دیں۔ چار دیواریاں بنائیں اور ہر گاؤں کے لوگوں نے اجتماعی بنیادوں پر سکول کے خرچ اخراجات پورا کرنے کے لئے اور سکول کے اساتذہ کی تنخواہیں ادا کرنے کیلئے اجتماعی فنڈ مہیا کئے۔ حاجی صاحب کی اس مساعی سے مندرجہ ذیل مقامات پر اسلامی مدرسوں کا قیام عمل میں آیا۔

حاجی صاحب ترنگزئی کے قائم کردہ سکول۔

چارسدہ میں گیارہ سکول تھے۔ جو محمد ناڑی۔ درگئی۔ گل آباد۔ اتمان زئی۔ آگرہ میانہ۔ آگرہ پایان۔ رجڑ۔ چارسدہ۔ پڑانگ۔ خرکی۔ اور ترنگی میں تھے۔

پشاور شہر میں ایک سکول تھا۔ صوابی میں کالوخان۔ آدینہ۔ اسماعیلیہ۔ لودیہہ۔ ترلاندی جہانگیرہ۔ لورڈھیر اور مانیری پایان میں آٹھ مدرسے قائم تھے۔

نوشہرہ میں ارمڑ میانا۔ اکبرپورہ اور باندہ ملایاں میں چار سکول تھے۔

مردان میں آٹھ مدرسے تھے جو گڑھی کپورہ۔ گڑھی دولت زئی۔ گڑھی اسماعیل زئی۔ کوٹھا اسماعیل زئی۔ طورو۔ گدر۔ گجر گڑھی۔ شہباز گڑھی میں قائم کئے گئے تھے[2]

---

(۱) فائل نمبر ۵۸ صفحہ ۲۳ ریکارڈ آفس پشاور آرکائیو۔ ڈی۔ سی ریکارڈ
۲۔ فائل نمبر ۵۸ صفحہ ریکارڈ آفس پشاور آرکائیو۔

کالوخان میں ایک سکول حاجی صاحب کے نام سے سکول قائم تھا۔ یہ سکول خوڑ کے کنارے قائم کیا گیا تھا۔ اس سکول کی بنیاد حاجی صاحب ترنگ زئی نے خود ۱۹۱۴ء میں اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی سکول کے اساتذہ میں "تاؤ خان ولد نثار خان عزت خان ولد عاصم خان۔ قدرت اللہ ولد ہادی خان۔ حبیب اللہ ولد نور اللہ اور سبحان اللہ تھے۔ مولوی محمد اکبر اس سکول کے ہیڈ ٹیچر تھے۔ جب حاجی صاحب جہاد کے لئے علاقہ غیر میں چلے گئے تو اس سکول کو بند کر دیا گیا۔ کالوخان گاؤں کے نمبردار کو محض اس لئے جیل میں بند کر دیا گیا تھا کہ اس نے اس سکول کی مرمت کرائی تھی یکم مارچ ۱۹۳۴ء کو بخت جمال خان نے اس سکول کو تاؤ خان عزت خان، قدرت اللہ حبیب اللہ اور سبحان اللہ کے تعاون سے دوبارہ جاری کیا[۱]۔ محمد اکبر ولد محمد حسن ساکن کالوخان اس سکول کے ہیڈ ٹیچر تھے۔ اس سکول میں طلباء کو مذہبی تعلیم دی جاتی تھی۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر اس سکول کے لئے لوگ خوشی سے چندہ وغیرہ دیتے تھے۔

یار حسین میں اسلامیہ مدرسہ کے نام سے سکول قائم تھا اس سکول کے لئے اکرم خان نے زمین دی تھی۔ سکول کا ہیڈ ٹیچر عبدالغفور عرف کوہاٹ ملا تھا۔ انتظامیہ کمیٹی میں رحمت اللہ ناظم۔ سمندر خان صدر۔ نام لال سالار، اکبر شاہ سیکرٹری اور مہربان شاہ ممبر تھے۔ اس سکول کو ترقی دینے کے لئے بخت جمال خان نے ۱۹۳۴ء میں یار حسین کے اکرم خان کو کہہ کر اس سے سکول کے لئے زمین حاصل کی۔ انتظامیہ کمیٹی نے سکول کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔

ترلاندی میں مشترکہ طور پر شاملات میں سکول قائم کیا گیا۔ اس سکول کا نام اسلامیہ مدرسہ تھا۔ انتظامیہ کمیٹی میں نور اللہ صدر۔ محمود کپتان۔ شمروز اور فماش تھے۔ بعد میں یہ سکول جس پلاٹ پر تیار کیا گیا وہ پلاٹ حاجی صاحب ترنگ زئی کی ملکیت تھا۔ میاں احمد شاہ بار ایٹ لاء ساکن چارسدہ نے اس سکول کی عمارت میں خصوصی توجہ دی تھی۔

کالوخان کے گاؤں ڈاگئی میں مسجد سے ملحقہ ایک مکان میں اسلامیہ مدرسہ کے نام سے سکول کھولا گیا۔ اس سکول کی انتظامیہ کمیٹی میں ترلاندی کے تاج محمد خان۔ ڈاگئی کے اسلم خان اور میر نواز اور مہربان شاہ ساکن ڈاگئی تھے۔ مہربان شاہ اور میر نواز خان کے جیل جانے کے بعد یہ سکول بند کر دیا گیا تھا مگر جیل سے رہائی کے بعد انہوں نے گاؤں والوں کی امداد سے یہ سکول دوبارہ جاری کیا[۲]۔

۱۔ قلمی روزنامچہ از مولانا شاکر اللہ صفحہ ۲۵

۲۔ رپورٹ سی۔ ای۔ جائیس (C-E-JAYCe) انسپکٹر جنرل آف پولیس فائل ۳۱۴۳/۲۰ والیم II

سرلچینہ کا سکول کالو خان کے گاؤں میں ایک قبرستان کے کنارے کھولا گیا تھا اس سکول کی انتظامیہ میں محمد ایاز۔ عبدالرؤف صدر۔ خان محمد۔ محمد غیاث۔ مناف گل تھے یہ سکول حاجی صاحب کے پیروکاروں نے ۱۹۳۲ء میں قائم کیا تھا۔

صوابی میں میانہ گاؤں میں مسجد سے ملحقہ ایک مکان میں سکول کھولا گیا۔ مولوی غلام حبیب صدر اور محمد خان۔ میر عبداللہ۔ حرمت خان اس کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبر تھے۔

لاہور میں عبدالجبار۔ عبدالاکبر اور فرمان شاہ نے مشترکہ کوششوں کے تحت ۱۹۳۳ء میں سکول کھولا۔ ہندوں پر حملے کے بعد اس سکول کو بند کر دیا گیا تھا۔ اس سکول کے ٹیچر شاہ محمد تھے۔

لاہور کے گاؤں میں بہکی کے مقام پر شاہ داد خان نے اسلامیہ سکول ۱۹۳۴ء میں قائم کیا اس سکول کی انتظامیہ میں عزیز۔ خویداد۔ رسول خان ساکن ڈھیری تھے۔ گل محمد ساکن لاچی اس سکول کے ٹیچر تھے۔

لاہور کے نزدیک مانکی کے مقام پر نواب ولد نواب ساکن مانکی نے سکول کھولا اس سکول کیلئے محمد حسن اور محب اللہ ٹیچر مقرر کئے گئے۔ انتظامیہ کمیٹی میں محمد حسن ولد خادی خان ناظم محب اللہ ولد حمید اللہ۔ نواز جنگ نمبردار اور صفت شاہ تھے۔ سکول کی عمارت کے لئے نواب ولد نواب نے ایک کمرہ بنا کر دیا تھا۔

سرکاری سکولوں میں استاد کی تنخواہ چھ روپے تھی مگر آزاد مدرسوں کے ہر استاد کو سرکاری تنخواہ سے بھی زیادہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ یہ آزاد مدرسے زیادہ تر مسجدوں میں قائم کئے گئے تھے۔

تعلیم کیلئے حاجی صاحب ترنگزئی کا ایثار: حاجی صاحب ترنگزئی کی کافی زمین تھی ہزاروں مرید تھے آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے سرحد اور ماورائے سرحد کے لوگ آپ کے انتہائی گرویدہ تھے۔ مرید اعتقاد کے طور پر جو نذرانے نقد یا جنس کی صورت میں آپ کے پاس لاتے وہ بھی آپ آزاد مدرسوں کے فنڈ میں جمع کر دیتے زمین سے جو کچھ حاصل ہوتا اس میں سے اپنے بیوی بچوں کے لئے گذر اوقات کے لئے کچھ حصہ چھوڑ کر باقی تمام غلہ آزاد مدرسوں کے فنڈ میں جمع کر دیتے تھے۔

مدرسوں کا معائنہ

حاجی صاحب کا معمول تھا کہ وہ ہر ماہ سکولوں کا معائنہ فرماتے تاکہ طلباء کی تعلیمی استعداد اور مدرسین کی محنت کا جائزہ لے سکیں۔ جب حاجی صاحب درسگاہوں کے معائنے کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ کے ساتھ علماء و مشائخ کا ایک گروہ بھی ہمرکاب ہوتا۔ مدرسوں کے معائنے کے ساتھ ساتھ آپ کا قافلہ جس گاؤں میں پہنچتا تو اس گاؤں کے لوگ گروہ در گروہ آپ کے استقبال کے لئے اکٹھے ہوتے۔ آپ ان لوگوں کو غیر اسلامی رسوم کو ترک کرنے اور احکامِ شریعت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے۔

مدرسوں کے معائنے کے دوران آپ طلباء کی تعلیمی قابلیت کا خود امتحان لیا کرتے جو طلباء ذہین ہوتے انہیں نقد انعامات دیتے۔ طلباء کے ساتھ ساتھ آپ اساتذہ کی بھی ہر ممکن حوصلہ افزائی فرماتے۔ چنانچہ جس استاد کی کلاس کے طلباء امتحان میں امتیازی حیثیت حاصل کرتے اس کلاس کے اساتذہ کو بھی آپ نقد انعامات سے نوازتے تھے۔ اسی طرح طلباء اور اساتذہ دونوں اپنی اپنی جگہ مطمئن ہوجاتے۔ اور وہ حوصلہ افزائی کی وجہ سے مزید محنت اور لگن سے کام کرتے تھے۔ اس قسم کے امتحانات کے متعلق اخبار افغان پشاور کے ۱۹ فروری ۱۹۱۲ء کے شمارے میں یوں درج ہے:

"بتاریخ ۶ محرم الحرام کو بروز اتوار جناب حاجی صاحب ترنگزئی دار العلوم گدر تشریف لائے۔ ایک جمِ غفیر آپ کے ہمراہ تھا۔ مدرسہ کے منتظمین اور طلبا نے شاندار استقبال کیا۔ جلسہ ہوا۔ حاجی صاحب موصوف نے موثر وعظ فرمایا جس کا لوگوں پر گہرا اثر ہوا۔ دوسرے دن پھر جلسہ ہوا۔ بعد اختتام جلسہ دار العلوم کے لئے چندے کی اپیل کی گئی جس میں پوری کامیابی ہوئی۔ پھر طلبائے مدرسہ کا امتحان ہوا جس میں طلباء اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوئے، حاجی صاحب سلمہ تعالیٰ نے مدرسہ کی تعلیمی حالت سے خوش ہوکر پچاس روپیہ مدرسین کو، اور پانچ روپے بچوں کو انعامات دئیے۔"[۱]

حاجی صاحب کے قائم کئے ہوئے آزاد مدرسوں نے سرحد میں جو انقلاب پیدا کیا۔ اس کا اندازہ سرحد کے چیف کمشنر کے سیکرٹری مسٹر ایچ اے مٹکاف کی سرحد کی تعلیمی رپورٹ کے ایک دیباچے سے کیا جاسکتا

۱۔ ہفت روزہ افغان پشاور ۱۹ فروری ۱۹۱۲ء،

ہے جس میں وہ لکھتا ہے "پرائیویٹ تعلیمی سکول اس لحاظ سے انتہائی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان سکولوں میں مذہبی تعلیم کی طرف بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ آزاد مدرسے اگرچہ بند ہو چکے ہیں مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں ان مدرسوں کا وجود اب بھی باقی ہے بہر حال ان آزاد مدرسوں نے اس صوبے کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی جو کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صوبے میں ایسے مدرسوں کی کافی طاقت تھی"[1]

ارد گرد کے علاقوں اور دور دراز سے لوگ بھاری بھاری رقوم حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تاکہ اس رقم سے حاجی صاحب اس مشن کی تکمیل کر سکیں جس کی انہوں نے ابتدا کر رکھی ہے۔ حاجی صاحب کے پاس جتنی رقم جمع ہوتی وہ رقم کچھ تو ان علماء کو دی جاتی جنہوں نے اسلام کی تبلیغ کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ رقم کا اکثر حصہ اسلامی مدرسوں کے قیام اور غریب طلبا کی مدد اور اسلامی مدرسوں کے اساتذہ کی تنخواہوں پر خرچ ہوتا تھا۔

انگریزوں نے اپنے منصوبوں میں خاطر خواہ کامیابی نہ دیکھ کر کئی مولویوں کو حاجی صاحب کی مخالفت کرنے پر آمادہ کیا تاکہ حاجی صاحب کی روز افزوں مقبولیت میں کمی کی جا سکے، مگر انہیں باوجود ہزار کوشش کے اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ انگریز حاجی صاحب کی مقبولیت سے انتہائی خائف تھے۔

ایک دفعہ حاجی صاحب جب قبائلی علاقے کی طرف جانے لگے تو انہیں انگریزی حکام نے روک لیا۔ حاجی صاحب نے حکام پر واضح کیا کہ وہ قبائلی علاقے کے عوام میں ایک مسلمان کی حیثیت سے جا رہے ہیں تاکہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے مل سکیں انہیں اسلام کے اصولوں سے آگاہ کر سکیں اس لئے انہیں اپنے مشن پر جانے سے نہ روکا جائے۔ انگریز حکام نے حاجی صاحب سے کہا کہ وہ ضمانت دیں کہ قبائلی علاقے میں جا کر انگریزوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے، اس کام کے لئے ترنگ زئی کے محمد حنیف ولد خلیل، عبدالستار خان ساکن پڑانگ نے حاجی صاحب کی ضمانت دی جس کے بعد حاجی صاحب کو قبائلی علاقوں میں جانے کی اجازت دی گئی[2]۔

لوندخوڑ کے علاقے میں جب حاجی صاحب دورے پر جاتے تھے تو علاقے کے عوام حاجی صاحب کے قدموں میں بے پناہ مال و دولت نثار کرتے تھے تاکہ اس رقم سے وہ اسلام کی تبلیغ اور انگریزوں کے خلاف سرگرمیوں میں مدد حاصل کر سکیں۔ سرکاری رپورٹ

---

[1] سرحد کی تعلیمی رپورٹ ۱۹۲۲ء [2] سی آئی ڈی ڈائری F ۲-۲-۱۰ ۱۹۰۸ء ایس۔ پی۔ پی پشاور آرکائیو

ہیں ہے۔ اگر حاجی ترنگ زئی کو اپنے مشن سے منع کیا جائے یا انہیں دوروں سے روکا جائے تو ایسا ممکن ہو سکتا ہے مگر کامیابی اس میں ہے کہ انہیں علاقہ کے انسپکٹر پولیس کے ذریعے کہا جائے کہ " آپ کی تبلیغ سے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے صرف آپ کے دوروں پر حکومت کو اعتراض ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ بجائے اس کے کہ خود اسلامی تبلیغ کیلئے دورے کریں اپنے مریدوں اور اپنے خلفاء کو کہیں کہ وہ جگہ جگہ جا کر اسلامی تبلیغ کریں"۔

" حاجی صاحب ترنگ زئی بڑے ملا کے مرید ہیں بڑے ملا صاحب صوبہ سرحد میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی تحریک شروع کرنے والوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ سرحد میں قبائیلیوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر ابھارنے میں بڑے ملا صاحب نے شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہیں انہوں نے انگریز چوکیوں پر حملہ کرنے میں ذاتی طور پر بھی مجاہدین کی کمان کی ہے۔ بڑے ملا صاحب کے مرید کی حیثیت سے اور انگریز قوم کی حکمرانی کے خلاف نفرت کے جذبات رکھنے کی وجہ سے حاجی صاحب ترنگ زئی کے ارادے نیک معلوم نہیں ہوتے اس لحاظ سے یہ بہت ہی خطرناک آدمی ہیں ان کے اثر و رسوخ میں جو اضافہ ہو رہا ہے یہ بھی انگریزوں کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ جو عالم ان کے ساتھ ہیں وہ بھی انگریزوں کے مخالف ہیں یہ علماء بھی بڑے صاحب کی بہت ہی زیادہ قدر کرتے ہیں۔"

۱۴ مارچ ۱۹۰۸ء کی ڈائری میں سی آئی ڈی انسپکٹر لکھتا ہے

" حاجی صاحب ترنگ زئی ۱۲ مارچ ۱۹۰۸ء کی صبح کو دورے پر روانہ ہوئے تاکہ وہ مختلف زیارتوں پر جائیں ظاہراً تو یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ مختلف اولیاء کی قبروں پر زیارت کے لئے روانہ ہوئے ہیں میں اتمانزئی تک اُن کے ساتھ رہا۔ حاجی صاحب نوشہرہ کی طرف جا رہے ہیں حاجی صاحب کے ساتھ دو شیخ بھی ہیں۔"

اس کے بعد حاجی صاحب کی واپس آمد کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا۔

۱۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو حاجی صاحب واپس ترنگ زئی چلے آئے ہیں دوسری صبح

۱۔ سپیشل برانچ رپورٹ ۱۶ مارچ ۱۹۰۸ء

بنیر کے علاقے کے میر خان نے ان سے ملاقات کی" ۱

اسلامیہ کالج پشاور کا سنگِ بنیاد

سرصاحبزادہ کے دل میں حاجی صاحب کا بیحد احترام تھا وہ جانتے تھے کہ حاجی صاحب جو کچھ کر رہے ہیں وہ قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہے ہیں باوجود اس کے کہ حاجی صاحب انگریزوں کی نظروں میں کانٹا بن کر چبھ رہے تھے۔ حاجی صاحب کو کئی بار انگریزوں کے خلاف سازش کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ ان پر جھوٹے مقدمے بنا کر ان کی کردارکشی کی گئی انہیں کئی دفعہ وارننگ دی گئی تھی کہ وہ لوگوں کو انگریزوں کے خلاف نہ اکسائیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام سے باز آجائیں بلکہ قبائلی علاقوں میں جہاد کی تبلیغ سے بھی انگریزوں نے حاجی صاحب پر پابندیاں عائد کر رکھی تھیں

حاجی صاحب نے اہل سرحد کو جہالت کی تاریکی سے نکالنے کے لئے تعلیمی درسگاہیں قائم کرنیکے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع تو کر دیا تھا مگر ہندوؤں اور ہندوستان کی دوسری قوموں کے مقابلے میں مسلمان تعلیمی میدان میں بہت ہی پیچھے تھے اس تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے سرصاحبزادہ عبدالقیوم نے سرحد کے لوگوں کو وقت کی ضرورت کے مطابق اعلیٰ تعلیم سے مزین کرنے کے لئے ایک کالج کے قیام کے لئے کوششوں کا آغاز کیا سرصاحبزادہ کو معلوم تھا کہ اہالیان سرحد انگریزوں کے خلاف صف آرا ہیں اور وہ انگریزوں کی حکومت کے زیر انتظام چلنے والے تعلیمی اداروں سے متنفر ہیں لہٰذا سرصاحبزادہ نے سرحد میں ایک اہم تعلیمی ادارہ دارالعلوم سرحد کے نام سے قائم کرنے کا فیصلہ کیا اس سلسلے میں سرصاحبزادہ نے انگریزوں سے دوستی کے پردے میں اہلِ سرحد کے لئے بہت کچھ تعلیمی مراعات حاصل کرنے کی کوشش کی سرصاحبزادہ نے اس کالج کے لئے در در کی بھیک مانگی۔ انگریزوں سے مدد کی درخواست کی اس تمام

۱۔ سپیشل برانچ رپورٹ ۱۶ مارچ ۱۹۰۸ء

تگ و دو کا یہ مقصد تھا کہ سرحدی باشندوں کے لئے ایک ایسی درسگاہ قائم ہو سکے جس میں وقت اور حالات کے مطابق سرحد کے بچوں کو تعلیمی میدان میں تربیت دی جا سکے صوبہ سرحد میں اس درسگاہ کے قیام کے لئے درہ خیبر کے دامن میں ایک وسیع وعریض خطہ زمین حاصل کیا گیا اور اس میں اسلامیہ کالج پشاور کے نام سے ایک عظیم الشان درس گاہ کی عمارت کی تعمیر شروع ہوئی ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء کے اخبار ہفت روزہ افغان پشاور میں اس ادارے کے متعلق یہ خبر دی گئی ۔

"اسلامیہ کالج کے متعلق گذشتہ ہفتہ جو نوٹ لکھا گیا تھا کہ پبلک نہایت بے چینی سے اسلامیہ کالج کے متعلق کسی عملی کاروائی کے سننے کا انتظار کر رہی ہے اس پر معزز اراکین کالج کمیٹی نے کافی غور کیا ہے اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ کالج کمیٹی کے آنریری سیکرٹری عالی جناب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان صاحب سی آئی ای نے تمام اضلاع صوبہ سرحد میں معززین کے نام ایک گشتی چھٹی جاری کر دی ہے کہ وہ ہر ضلع کے سربرآوردہ علمائے دین کا انتخاب کر کے ان کے اسمائے گرامی سے سیکرٹری صاحب کو مطلع کریں اس کے بعد تاریخ مقرر کر کے ایک جلسہ کیا جائے گا۔ اور سب سے پہلے اسلامیہ کالج پشاور کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا جو دوسرے معنوں میں گویا کالج کا ہی بنیادی پتھر ہوگا"[۱]

اس سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ سر صاحبزادہ نے کالج کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے سرحد کے تمام اضلاع کے علماء و مشائخ کو مدعو کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس اہم تعلیمی ادارے کے سنگ بنیاد کے لیے ہندوستان بھر کے چوٹی کے علماء و مشائخ کو بھی مدعو کیا گیا تھا سر صاحبزادہ نے علماء و مشائخ کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ اس دارالعلوم کے سنگ بنیاد کے لئے کسی برگزیدہ شخصیت کا نام پیش کریں[۲]

چنانچہ برصغیر کے علماء و مشائخ کی متفقہ رائے سے سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے خان بہادر سعد اللہ خان ارباب دوست محمد خان اور خان مغل باز خان کی معیت میں حاجی آباد میں

۱۔ ہفت روزہ افغان پشاور ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء ص ۷

۲۔ قلمی ڈائری قاضی گل احمد سنجری بابت جنوری ۱۹۱۲ء

حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کی کہ وہ کالج کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھیں۔ حاجی صاحب نے اس دعوت کو ایک نیک کام سمجھ کر منظور کیا۔

مولانا آزاد اسی سلسلے میں دو دن پہلے سرحد آکر حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس حاجی آباد میں مقیم تھے ان کے ساتھ قاضی اسلم سنجری کے والد مولانا گل احمد سنجری اور سرحد کے دوسرے علماٗ و مشائخ کے علاوہ شیخ الہند کی تحریک کے کئی ہندوستانی علماٗ بھی حاجی آباد میں دو دن پہلے پہنچ چکے تھے۔ قاضی اسلم سنجری بھی اپنے والد کے ساتھ حاجی آباد میں موجود تھے[۱]۔ ۲۰ مارچ ۱۹۱۲ء کو علماٗ و مشائخ کا یہ قافلہ اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھنے کی تقریب میں شمولیت کے لئے روانہ ہوا حاجی صاحب کے کئی مرید اور خلیفہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ لوگوں کی زبانوں پر حسب معمول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر تھا قافلے کے کچھ افراد ۲۰ مارچ کی رات کو قاضی گل احمد سنجری کے ہاں ٹھہرے۔ کچھ تہکال میں ارباب دوست محمد خان کے ہاں اور کچھ ارباب ابراہیم خان کے ہاں ٹھہرے۔ حاجی صاحب ترنگزئی مولانا ابوالکلام آزاد اور ہندوستان کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے کئی نامور علماٗ و مشائخ کے طعام و قیام کا انتظام پشاور شہر کے مشہور تاجر سیٹھی کریم بخش نے اپنے مکان میں کیا ہوا تھا سیٹھی کریم بخش سرحد کے وہی معروف تاجر تھے جنہوں نے اسلامیہ کالج کے قیام کے لئے خطیر رقم چندے میں خود بھی دی اور دوسرے تاجروں سے بھی لوائی اس کے علاوہ اسلامیہ کالج کی خوبصورت مسجد کی تعمیر اور اس کی آرائش کے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔

سرحد اور ہندوستان بھر کے علماٗ و مشائخ کی موجودگی میں حاجی صاحب کا اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھنا بھی حاجی صاحب کے مذہبی اور روحانی مقام کی نشان دہی کرتا ہے۔ مسٹر اعجاز الحق قدوسی مصنف تذکرہ صوفیائے سرحد کا یہ کہنا کہ:۔

> "حضرت حاجی ترنگزئی کی تعلیمی سرگرمیوں کو دیکھ کر حکومت سرحد کو اس کے فوری توڑ کا خیال پیدا ہوا اور اس دور کی انگریزی حکومت نے پشاور میں اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھنے کی ٹھانی۔ موضع سپینہ وڑی اور تہکال بالا کی زمینات میں رقبہ تعدادی ۹۱۷ کنال اور ۱۷ مرلے زمین اسلامیہ کالج کی تعمیر کے لئے خریدی گئی اور ۲۱ مارچ ۱۹۱۲ کو اس کالج کے سنگ بنیاد کی رسم ادا کی گئی۔ سنگ بنیاد کی رسم کے موقع پر مولانا عبداللہ عباسی معروف بہ قطب شاہ

نے تلاوت قرآن مجید کی نواب عبدالقیوم لودھی اور کرنل اسلم خان سدوزئی
ایک بالٹی میں چونا اور چاندی کی کرنڈی لے کر حاجی صاحب کی طرف بڑھے
اور آپ سے سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی حضرت حاجی صاحب نے
اپنے دست مبارک سے اس کالج کی خشت اول رکھی ۱؎

دراصل سر صاحبزادہ نے دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے حاجی صاحب کی ذات کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ ایک تو حاجی صاحب اپنے زمانے کے عظیم مذہبی اور روحانی رہنما تھے۔ اور وہ سرحد کو جہالت کی پستی سے نکالنے کی خود عرصے سے کوشش کر رہے تھے اس لئے اس عظیم دارالعلوم کی بنیاد کے لئے حاجی صاحب کی نیک دعاؤں کے خواہشمند تھے وہ ان کی بزرگانہ دعاؤں کی برکت اور ان کے دست مبارک سے رکھے گئے اس عظیم منصوبے کی تکمیل کے لئے وہ حاجی صاحب کی بزرگانہ دعاؤں کے متمنی تھے دوسری ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ سرحد کے لوگ انگریزوں کی سرپرستی میں قائم ہونے والے تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے بھیجنا قطعاً پسند نہیں کرتے تھے تاکہ انگریز ان کے بچوں کو عیسائی نہ بنا دیں اس لئے سر صاحبزادہ کی یہ دلی آرزو تھی کہ حاجی صاحب اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھیں گے تو سرحد کے عوام کے دلوں سے یہ احساس جاتا رہے گا کہ یہ دارالعلوم بھی انگریزوں کا قائم کردہ ہے لہٰذا وہ اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے اس دارالعلوم میں داخل کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود سرحد کے لوگ انگریزوں کی سرحد کے معاملے میں بنائی جانے والی تعلیمی پالیسی سے جس قدر خائف تھے اس کا اندازہ ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔

> پیر بابا کے خاندان کے ایک فرد جناب سید عبدالرؤف بادشاہ ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر ڈپٹی کلکٹر نے بتایا کہ میں پشاور شہر کے موجودہ گورنمنٹ ہائی سکول جو ان دنوں بورڈ ہائی سکول کے نام سے مشہور تھا ۱۹۱۴ء تک طالب علم رہا۔ دارالعلوم سرحد جو آج کل اسلامیہ کالج پشاور کے نام مشہور ہے اس کی بنیاد ایک مسجد کے سنگ بنیاد سے رکھی گئی اس کی افتتاحی تقریب میں ہمارے سکول کے طلباء کے ساتھ میں بھی شریک ہوا تھا۔ جب

۱؎ تذکرہ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی ص ۶۱۷

اسلامیہ کالجیٹ سکول کے چند کمرے تیار ہو گئے تو اس میں داخلہ شروع ہؤا سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھنے میں بہت زبردست کام کیا مگر سرحد کے لوگ بالکل تیار نہ تھے کہ وہ انگریزوں کی سرپرستی میں چلنے والے سکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کریں کیونکہ عام طور پر لوگوں کا یہ رجحان تھا کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے بچے عیسائی بن جائیں گے یہی وجہ تھی کہ جب میں پہلے دن گورنمنٹ سکول میں داخل ہؤا تو گھر میں ایک قسم کا ماتم بپا تھا والد نے ہر چند سب کو سمجھایا مگر گھر کے تمام افراد جن میں زیادہ تر بڑے بوڑھے بزرگ اور خاص کر عورتیں شامل تھیں ان کی زبان پر یہی تھا کہ رؤف اب عیسائی بن جائے گا۔ بہر حال میرے بڑے بھائی سید محمد عمر بادشاہ چونکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اس لئے انھوں نے میرے سکول میں داخلے کے سلسلے میں ہر مخالفت کو برداشت کیا۔ جب میں نے گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ا سے آٹھویں جماعت پاس کرلی تو سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے ایک کرکٹ میچ میں میرا شاندار کھیل دیکھ کر مجھے اپنے پاس بلایا اور میری حد سے زیادہ حوصلہ افزائی کی اور پھر میرے والد کو کہہ کر انھوں نے مجھے اسلامیہ کالجیٹ سکول میں داخل کرادیا میں نے وہیں بورڈنگ میں رہائش اختیار کرلی اور کالجیٹ سکول میں پڑھنے لگا وہاں سے میں نے ۱۹۱۷ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ان دنوں کالجیٹ سکول میں طلبا بہت تھوڑے ہوتے تھے کیونکہ لوگوں کی اکثریت انگریز حکمرانوں کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتی تھی اور اسی لئے انگریزی تعلیم سے بھی لوگ نفرت کرتے تھے حقیقت بھی یہ تھی کہ سرکاری سکولوں میں اس قسم کی تعلیم دی جاتی تھی کہ لوگ عیسائیت کی طرف راغب ہوسکیں۔ غریب لوگ تو غربت کی وجہ سے عیسائی مبلغین کے جال میں آسانی سے پھنس جاتے تھے انہی خطرات کے پیش نظر سرحد کے پٹھان انگریزی تعلیم یا انگریزوں کی سرپرستی میں دی جانے والی تعلیم سے دور بھاگتے تھے۔ صاحب زادہ عبدالقیوم سرحد کے گاؤں گاؤں پھرتے تھے اور لوگوں کو اس بات پر

آمادہ کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ لوگ اپنے بچوں کو اسلامیہ کالجیٹ سکول میں داخل کریں مگر میں نے خود کئی بار دیکھا کہ لوگوں نے دونوں ہاتھ باندھ کر سر صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ "سر صاحبزادہ صاحب کالج کے لئے جتنا چندہ چاہتے ہیں آپ کو ہم دینے پر تیار ہیں مگر ہم کبھی اپنے بچوں کو انگریزوں کی تعلیم نہیں سیکھنے دیں گے کیونکہ اس طرح ہمارے بچوں میں غیرت وحمیت باقی نہیں رہے گی اور اخلاقی لحاظ سے یہ انگریز قوم ہمارے بچوں کو تباہ وبرباد کر دے گی"[1]

امیر المجاہدین کا انتخاب

۱۹۱۱ء میں شمالی افریقہ کے تمام ممالک پر یورپ نے تسلط جما لیا تھا اسلامی ممالک کو ختم کرنے کے لئے عیسائی طاقتیں متحد ہو چکی تھیں۔ اسی سلسلے میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا۔ ترکی فوجیں طرابلس کی مدد کیلئے جانا چاہتی تھیں تاکہ اٹلی کی فوجوں کا مقابلہ کر کے طرابلس کو اٹلی کے پنجے سے آزاد کرایا جائے مگر برطانیہ نے فوری طور پر مصر پر اپنے تسلط کا اعلان کرتے ہوئے ترکی فوجوں کو طرابلس کی مدد کے لئے جانے سے روک دیا۔ برطانیہ کی سیاست کا سارا زور اسلام دشمنی کی طرف مرکوز تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ دنیا کی تمام عیسائی طاقتیں مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لینا چاہتی تھیں جن میں وہ غازی صلاح الدین ایوبی سے پے در پے شکستیں کھا چکی تھیں۔ مصر کے بعد ایران اور افغانستان کی اسلامی حکومتوں کے ختم کرنے کے لئے سازشیں تیار ہوئیں۔ روس نے برطانیہ کے ساتھ ایران اور افغانستان کی تقسیم کی سازش تیار کی جس میں برطانیہ نے جنوبی ایران کے تیل کے چشموں کے معاوضے میں روس کو شمالی ایران پر قبضہ کرنے کی اجازت دیدی۔ روس برطانیہ کی طرح سیاست کے میدان میں بری طرح ناکام ہوا اور اس نے اپنی ناکامی چھپانے کے لئے ایران پر فوج کشی کی اور وہ تمام مظالم جن سے روسی تاریخ کے صفحات خونیں ہیں توڑے گئے۔ مسجدوں کی بےحرمتی کی گئی بوڑھے اور بچے تلوار کے گھاٹ اتارے گئے اور قرون مظلمہ کا نقشہ دنیا کے سامنے ایک دفعہ پھر آ گیا[2]۔ برطانیہ کی حکومت نے

۱۔ انٹرویو سید عبدالرؤف شاہ ریٹائرڈ کلکٹر پشاور بہ مصنف

۲۔ مناظرات کابل و یاغستان از محمد علی قصوری ص۱

بظاہر روس کی اس دہشت اور ظلم سے بیزاری کا اظہار کیا مگر درپردہ وہ روس کی پوری پوری تائید کرتی رہی تاکہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے۔ برطانیہ اس مسلم کش پالیسی کے تحت ایک طرف برصغیر پر مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے بعد یہاں کی مسلم آبادی کو کچلنے میں مصروف تھا دوسری طرف اس نے یونان بلغاریہ اور دوسرے اسلامی ممالک سے اتحاد کرکے ترکی کی عظیم اسلامی سلطنت کو ختم کرکے اس کے حصے بخرے کرنے کے لئے ایک مکمل منصوبہ بنا کر اس پر عمل درآمد شروع کردیا تھا تاکہ مسلمانوں کی متحدہ طاقت کو ختم کرکے ان کا شیرازہ بکھیر کر ان کی عظمت کو خاک میں ملادیا جائے۔ اور اسلام کی ترقی کو دنیا میں پھیلنے اور پھولنے سے روک دیا جائے۔ ان عیسائی سازشوں پر ۱۹۱۲ء میں مکمل طور پر عمل درآمد شروع ہوا بلقان سے اس منصوبے کا آغاز ہوا۔ بلقان کی آگ نے ترکی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اسلام دشمن سازشوں کو دیکھ کر برصغیر کے مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کے خلاف ان سازشوں کا ہر ممکن مقابلہ کریں گے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اسلامی ممالک کو غیروں کی گرفت اور حملے سے بچانے کے لئے تحریک جہاد کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمان رہنماؤں سے اس سلسلے میں تبادلہ خیال کیا۔ مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خان، مولانا ابوالکلام آزاد، عبداللہ ہارون، مولانا عبیداللہ سندھی اور حاجی صاحب ترنگ زئی کو اس منصوبے میں شامل کیا۔ شیخ الہند اور دوسرے زعماً کی امیدیں سرحدی مجاہدین سے وابستہ تھیں کیونکہ یہی وہ مجاہد تھے جن کی قوت بازو، زور ایمانی اور جذبہ جہاد کی وجہ سے سید احمد شہید نے بھی اسی خطے کو جہاد کا مرکز بنایا تھا۔ پھر اسی خطے سے تحریک جہاد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک ایسے امیر المجاہدین کا انتخاب کرنا تھا جس پر تمام سرحدی قبائل اور سرحدی لوگوں کے علاوہ برصغیر کے زعماً کے نزدیک بھی اور شیخ الہند کے نزدیک بھی متقی پرہیزگار، جذبۂ جہاد سے سرشار اور اسلام کی عظمت اور برتری کے لئے ہر قسم کی قربانی کا ایمانی جذبہ رکھتا ہو۔ چنانچہ نظر انتخاب حاجی صاحب ترنگ زئی پر پڑی۔ شیخ الہند کے قریب ترین ساتھیوں نے اپنی تحریروں میں اس کی بڑی تفصیل کے ساتھ وضاحت بھی کی ہے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی نے اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی دے کر یہ ثابت بھی

کیا ہے کہ شیخ الہند کی نظر انتخاب واقعی قابل داد تھی۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن حاجی صاحب ترنگ زئی کا بہت احترام کرتے تھے اتنے بڑے عظیم عالم کی نظروں میں حاجی صاحب کی اہمیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاجی صاحب اپنے وقت کے عظیم المرتبت شخص تھے اور شیخ الہند کے خاص دوستوں میں سے تھے ظاہر ہے کہ دوستی کا یہ گہرا رشتہ بغیر قرب کے کبھی قائم نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب اور شیخ الہند میں گہرا میل ملاپ تھا جس کی وجہ سے شیخ الہند حاجی صاحب کی شخصیت سے اور ان کی بے ریا زندگی سے کافی متاثر تھے ان دونوں عظیم رہنماؤں کے قرب کا جن لوگوں کو علم تھا انہوں نے اس کا اعتراف باقاعدہ اپنی تحریروں میں کیا ہے۔

جنگ بلقان اور جنگ طرابلس کے بعد اب یورپ کی عیسائی طاقتوں نے ترکی کی اسلامی سلطنت کو پارہ پارہ کرنے کے منصوبے بنا لئے تھے ضرورت اس امر کی تھی کہ سرحد کے مسلح مجاہدین کو میدان عمل میں لایا جائے اس کے لئے کسی ایسے باصلاحیت افراد کی رہنمائی کی ضرورت تھی جو سرحد اور قبائل دونوں حصوں میں صاحب اثر ہو اور اہل سرحد کے نزدیک اہم اہمیت کا حامل ہو۔ چنانچہ اس وقت سرحد میں اور سرحد کے ارد گرد قبائلی علاقے اور افغانستان میں جس ہستی کو انتہائی عقیدت اور احترام کا مقام حاصل تھا وہ حاجی صاحب ترنگ زئی تھے ان کی روحانی عظمت کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا ہندوستان کے علماء بھی ان کی بہت قدر کرتے تھے مسلم سیاسی زعماء کے نزدیک بھی ان کا ایک خاص درجہ تھا۔ شیخ الہند کے ساتھ قرب اور خصوصی دوستانہ مراسم کی وجہ سے بھی اہل علم کے نزدیک بھی حاجی صاحب عزت و احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ حاجی صاحب کو سرحد اور قبائل میں مذہبی اور روحانی رہنمائی کا شرف حاصل تھا۔ مولانا ابو الکلام آزاد کا انہی اوصاف کی وجہ سے حاجی صاحب سے ایک خاص رابطہ تھا اسی رابطے کی تہہ میں جہاد کی وہ تیاریاں تھیں جن کے لئے ایک عرصے سے خفیہ طور پر کام ہو رہا تھا۔ اب میدان عمل میں کودنے کا وقت آیا تو شیخ الہند نے مولانا ابو الکلام آزاد کو حاجی صاحب کے پاس بھیجا کہ ان تیاریوں میں شدت اختیار کی جائے۔ جہاد کے لئے فضا ہموار کی جائے اور تمام قبائلی علاقوں کو چوکنا کر دیا جائے۔ مولانا ابو الکلام آزاد دو دن تک حاجی آباد میں رہے۔ اسی دوران اہم خفیہ مشورے

ہونے لگے ہے۔ جن کا علم یا تو مولانا ابوالکلام آزاد کو تھا یا پھر حاجی صاحب کو تھا تیسرا شخص جسے ان خفیہ مشوروں کی اطلاع دی گئی وہ صرف شیخ الہند مولانا محمود الحسن تھے

شیخ الہند چاہتے تھے کہ قبائلی علاقے میں جہاد کا آغاز کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل امور عمل میں لائے جائیں۔

۱۔ ان علاقوں کے باشندوں کے آپس کے نزاعات قدیمہ اور شخصی قبائلی دشمنیوں کو مٹایا جائے۔

۲۔ ان قبائیلیوں میں اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کر دی جائے۔

۳۔ ان قبائیلیوں میں جوش اور آزادی کی تڑپ پیدا کی جائے۔

۴۔ حضرت سیّد احمد شہید کے لوگ جو ستھیانہ اور چمر قند میں مقیم ہیں ان میں اور قبائل میں تنفر اور شکر رنجیوں کو جو عرصے سے چلی آرہی ہیں ان کو دور کر دیا جائے۔

اس مذکورہ منصوبے کے تحت ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۴ء تک صرف یہ کام ہوتا رہا۔ کہ عوام کے ذہنوں کو انگریزوں کے خلاف تیار کیا گیا۔ مختلف مقامات پر آزاد مدرسے جاری کئے گئے۔ جن میں نوجوانوں کو اس قسم کی تعلیم دی جانے لگی جس کے حصول کے بعد وہ اسلام کی روح کے مطابق صحیح اخلاقی اقدار کے مالک بن گئے۔ اور ان کے دل میں جذبہ جہاد بھی کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا۔

تحریک حزب اللہ کا نیا ڈھانچہ:۔ ۱۹۱۴ء میں دہلی میں فتحپوری کی مسجد میں دوبارہ ایک خفیہ اجلاس ہوا جس میں تحریک حزب اللہ کی از سر نو تنظیم قائم کی گئی اس نئی تنظیم کے تحت حزب اللہ کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا جس میں ایک حصے کو تحریک جہاد کا نام دیا گیا۔ تبلیغی مشن کو پھر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ اندرون ملک کے لئے اور دوسرا بیرون ملک کے لئے قائم کیا گیا۔ تحریک حزب اللہ کے جہادی شعبے کا کام براہ راست حاجی صاحب ترنگ زئی کے سپرد کیا گیا اور تحریک کی تمام شاخوں کو کہا گیا کہ وہ عملی جہاد کے سلسلے میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے ہر حکم کی پیروی کریں۔ حاجی صاحب ترنگ زئی کو علمائے ہند اور رہنمایان ہند نے متفقہ طور پر رئیس المجاہدین کا لقب دے کر جہاد کے تمام اختیارات ان کے سپرد کر دیئے تھے[1]۔

۱۔ روزنامچہ قاضی اسلم سنجری صفحہ ۳۲ (قلمی)۔

جلسے میں مولانا ابوالکلام آزاد اسی سلسلے میں تشریف لائے تو مسجد مہابت خان میں حاجی صاحب ترنگزئی نے ان کے ہاتھ پر تحریک جہاد کے سلسلے میں بیعت کی۔ قاضی اسلم سنجری فرماتے ہیں "ایک موقع پر اسلامیہ کلب پشاور کے ایک جلسے میں ہزاروں مسلمانوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی" حاجی صاحب ترنگزئی کے متعلق قاضی اسلم سنجری فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب ترنگزئی نے غالباً مسجد مہابت خان میں نماز جمعہ کے بعد مولانا آزاد کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔ دوسری جگہ حکیم موصوف فرماتے ہیں مسجد مہابت خان میں نماز جمعہ کے بعد حاجی صاحب ترنگزئی نے مولانا کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔"[۱]

قبائلی علاقے میں جا کر جہاد کا آغاز کرنے کے بعد حاجی صاحب کی امیر کابل اور مولانا محمود الحسن کے نام جو عرضداشتیں ملتی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تحریک حزب اللہ کے سرپرست اعلیٰ یا نگران مولانا محمود الحسن تھے اور سرحد اور قبائلی علاقوں کے لئے تحریک حزب اللہ کے صدر حاجی صاحب ترنگزئی تھے۔

حاجی صاحب نے سب سے پہلے پشاور میں جس میں اس وقت مردان بھی شامل تھا۔ اپنی تبلیغی اور اصلاحی مشن کا آغاز کیا اور اس مہم کو اتنی تندہی اور سرگرمی سے سرانجام دینے لگے۔ کہ تھوڑے ہی عرصے میں ضلع بھر کے لوگوں کے تمام خانگی جھگڑے نبٹا ڈالے اور قتل کے مقدمات عدالتوں کے بجائے آپکے قائم کردہ عوامی جرگوں میں فیصل ہونے لگے اور کچہریاں اجڑی ہوئی اور ویران نظر آنے لگیں کیونکہ کسی کو وہاں جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی آپ نے فضول، بری اور غیر اسلامی رسومات بند کرانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور شادی اور موت کے مواقع پر جو غیر شرعی رسوم پشتونوں میں رواج پا گئی تھی انہیں یک قلم بند کرادیا۔ ان کوششوں کے علاوہ آپ نے مسلمانوں کی اصلاح اور اسلامی تعلیمات و احکام کی تعلیم و ترویج کے لئے بہت زیادہ مدارس اسلامیہ قائم کئے ان کی کوششوں سے صوبہ سرحد میں سیاسی بیداری اور اسلامی زندگی کے آثار نظر آنے لگے پشتون قوم میں ایک نئی زندگی کے برگ و بار پیدا ہو گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ سرحد میں کسی مصلح قوم نے قوم کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور اسے اسلامی اور قومی زندگی سے روشناس کرانے کی کوشش کی۔ اس لئے صوبہ سرحد کے عوام میں حاجی صاحب نے ایسی ہر دلعزیزی حاصل کی جس کی مثال اس صوبے کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔[۲]

۱۔ تحلیمی روزنامچہ از قاضی اسلم سنجری بحوالہ تحریک نظم جماعت مولف ابوسلمان شاہجہانپوری ص ۲۷۱
۲۔ "بنیں بڑے مسلمان" از عبدالرشید ارشد ص ۲۵

تحریک حزب اللہ دراصل شیخ الہند کی تحریک تھی اس تحریک کی ابتداء میں ضروری سمجھا گیا کہ چونکہ بغیر تشدد کے ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا اور وطن عزیز کو آزاد کرانا ممکن نہیں اس لئے اس تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے تین باتوں کو سامنے رکھا گیا پہلی چیز تو اس تحریک کے لئے ایک مرکز کی تھی دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ اس تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے اسلحہ کی ضرورت تھی۔ تیسرا مسئلہ جانثار مجاہدین کا تھا جو دین اسلام کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی دینے سے کسی صورت بھی گریز نہ کرسکیں چنانچہ سرحد کے آزاد علاقے کو تحریک کا مرکز قرار دیا گیا اور حاجی صاحب ترنگزئی کو تحریک جہاد کا نگران اعلیٰ مقرر کیا گیا عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں بنابریں مرکز یاغستان (آزاد علاقہ) قرار دیا گیا کہ وہاں اسلحہ اور جانباز سپاہیوں کا انتظام ہونا چاہیئے اس کے علاوہ آزاد قبائل کے نوجوان ہمیشہ جہاد کرتے رہتے ہیں اور قوی ہیکل اور جانباز ہوتے ہیں اس لئے ان کو متفق اور متحد کرنا اور ان میں جہاد کی روح پھونکنا بھی ضروری تصور کیا گیا اور ان ہی سے کامیابی کی امید کی گئی ہے۔

حاجی صاحب اور تحریک حزب اللہ

تحریک حزب اللہ۔ یہ ایک تحریک تھی جس کی بنیاد میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اہم کردار ادا کیا۔ اس تحریک کی غرض وغایت یہ تھی کہ ہندوستان میں مسلمان علاقوں اور صوبوں میں اصطلاحات کے نفاذ کے لئے جد وجہد کی جائے۔ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے کوشش کی جائے اور مسلمانوں کو اسلام کے زرین اصولوں کے تحت زندگی بسر کرنے کی تلقین کی جائے۔ اس تحریک کے بنیادی مقاصد معاشرے کی اصلاح اور تعلیم تھے مگر حقیقی معنوں میں یہ تحریک دنیا کے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے وہ اہم قدم تھا جس کی بنیاد علامہ جمال الدین افغانی نے رکھی تھی۔ یہ تحریک پان اسلامزم تحریک کا ایک حصہ تھی۔

۱۹۱۳ء میں جب بلقان میں جنگ شروع ہوئی تو اس جماعت کے ارکان نے اپنی

جانیں اپنا مال اور اپنی زندگیاں اسلام کی حفاظت کے لئے وقف کرنے کا اعلان کیا، اس کے کئی جاں نثار کارکنوں نے ترکوں کی مدد کرنے کے لئے ہر ممکن جد وجہد کی اسی جماعت کے ارکان نے طبی وفد کی صورت میں بلقان میں پہنچ کر زخمی ترکوں کی مدد کے لئے اپنی جانیں وقف کر دی تھیں۔ لاہور، پشاور اور ہندوستان کے دوسرے اہم مرکزی شہروں میں اس جماعت کی شاخیں قائم کی گئیں، لاہور میں اس جماعت کے منتظم حامد علی چشتی تھے۔ اس جماعت کے ممبروں کی تعداد ہزاروں تک تھی۔ ان تمام ممبروں کا حقیقی مقصد اسلام کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اسلام کی ایک متحدہ طاقت کا قیام تھا تاکہ تمام مسلمان متحد ہو کر خدا کے حکم کے تحت دنیا پر غالب آ سکیں۔ مولوی عبدالعزیز کو جو خدائی فوج میں کرنل کے عہدے پر مقرر تھے مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۵ء میں سرحد میں نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔ ملک بھر میں جتنی بھی جہاد پارٹیاں قائم کی گئی تھیں وہ اسی تحریک کے زیر اہتمام قائم کی گئی تھیں۔

جہاد کیلئے بیرون ملک سرگرمیاں: تحریک حزب اللہ کے تحت بیرونی ممالک میں مجاہدین آزادی نے امدادی مرکز قائم کئے تاکہ ان مرکزوں کے ذریعے ایک طرف تو بیرونی ممالک کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں اور دوسری طرف عملی جہاد میں حصہ لینے والے مجاہدین کے لئے اسلحہ اور مالی امداد حاصل کی جائے۔ رولٹ رپورٹ میں امدادی مرکز مدینہ منورہ بتایا گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے کابل کو ہیڈ کوارٹر بنایا گیا تھا۔ البتہ اس امدادی مرکز کی ۵ شاخیں مدینہ منورہ۔ استنبول، قسطنطنیہ انقرہ اور برلن میں تھیں۔

تحریک حزب اللہ کا پروگرام یہ تھا کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے ترکی کو بہرصورت معاون بنایا جائے تاکہ ترک فوجیں افغانستان کے راستے ہندوستان میں داخل ہو کر مجاہدین آزادی کی مدد کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے ترکی حکومت کو آمادہ کیا جا چکا تھا مگر ضروری یہ تھا کہ اس سلسلے میں چند دوسری حکومتوں کو بھی حمایتی بنایا جائے جو ترک فوجوں کی سیاسی۔ فوجی اور اخلاقی مدد کر سکیں۔ چنانچہ کراچی میں ایک محلّے کے مرکز میں تحریک کے قائدین کا ایک خفیہ اجلاس ہوا جس میں بحث وتمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ امریکہ، فرانس، جرمن اور روس کوشش بھیج کر ان ممالک کو ترکی کا حامی بنایا جائے

ممبران شوریٰ میں ناظم تحریک شیخ الہند مولانا محمود الحسن۔ مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا ابو الکلام آزاد ڈاکٹر انصاری۔ حکیم اجمل خان۔ مولانا عبید اللہ سندھی۔ مولانا محمد صادق کراچوی مولانا تاج محمود مولانا غلام محمد۔ مولانا احمد اللہ۔ مولانا محمد اسحاق مانسہروی کے علاوہ چند ہندو اور سکھ بھی تھے جو تحریک جہاد میں معاون کے طور پر شریک تھے۔ یہ ہندو اور سکھ انقلابی ذہنیت کے مالک تھے اور انہوں نے مسلمان مجاہدین کے شانہ بشانہ تحریک آزادی میں حصہ لیا ان میں ہر دیال۔ متھرا سنگھ۔ راجہ مہندر پرتاب خاص کر قابل ذکر ہیں

آزاد کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے برصغیر کے اکابر علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کیا گیا تھا مگر اس سلسلے میں انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی تھی چنانچہ مولانا محی الدین قصوری کے نام ایک خط میں مولانا فرماتے ہیں۔

"۱۹۱۴ء میں جب میں نے ہندوستان کے بعض اکابر علماء مشائخ کو عزم و سعی کی دعوت دی بعض سے خود ملا اور بعض کے پاس مولوی عبید اللہ سندھی کو بھیجا تو اکثر نے بعینہ یہ بات کہی تھی جو آپ کہہ رہے ہیں بعض علماء و مشائخ کی اتنی بڑی تعداد ملک میں موجود ہے کسی نے بھی آج تک یہ دعوت نہیں دی اب سواد اعظم کے خلاف یہ قدم کیوں اٹھایا جا رہا ہے"[1]

بہرحال اس تحریک کے حقیقی مقاصد شیخ الہند کے ذہن میں یہ تھے کہ ایک منظم طریقے سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا سلسلہ شروع کیا جائے تاکہ ایک طرف تو برصغیر سے انگریزوں کو نکالا جائے اور دوسری طرف سلطنت عثمانیہ کے دفاع کے لئے مسلمانان ہند کوئی مؤثر کردار ادا کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے مولانا ابو الکلام آزاد نے برصغیر کے اکثر مقامات پر خود دورے کئے اور بعض صوبوں میں مولانا عبید اللہ سندھی اور شیخ الہند کے قابل اعتماد ساتھیوں کو بھیج کر تحریک حزب اللہ کی شاخیں قائم کرائیں۔

تحریک حزب اللہ کے متعلق ایک دوسری سرکاری رپورٹ میں ہے کہ:۔

"یہ ادارہ ابو الکلام آزاد نے ۱۹۱۳ء میں کلکتہ میں قائم کیا تھا بیرونی طور پر ہر وقت سرگرم سفر رہنے والے مسلم مبلغین کا اصلاحی و تبلیغی ادارہ ہے لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی اصل غرض و غایت حکومت کی دشمنی ہے ابو الکلام آزاد نے یہ اسکیم ۱۹۱۳ء میں تیار کی تھی جب کہ جنگ بلقان جاری تھی اس کے اپنے الفاظ میں

---

(۱) بیس بڑے مسلمان از عبد الرشید ارشد ص ۲۵ (۲) سلک ٹریکس ص ۴۳

یہ ادارہ ایسے آدمیوں کی جماعت ہوگی جو راہ خدا میں جہاد کریں جو دنیاوی فلاح کی توقعات، امنگیں، تعلقات اور رشتے ختم کردیں اپنے قلوب کو زندگی کی راحتوں اور آسائشوں سے پاک کردیں اور اپنی زندگیاں مذہب اور عقیدے کی خدمت کے لئے وقف کردیں اور خدا اور اس کے فرشتوں کو اپنے ایثار و قربانی کا گواہ بنالیں۔ لاہور میں اس سوسائٹی کی شاخ ہے جس کا انتظام حامد علی چشتی کے سپرد ہے دوسرے صوبوں میں بھی ایسی ہی شاخیں ہیں ممبروں کی تعداد کئی ہزار ہے ہمیں اس بات کا کافی ثبوت ملا ہے کہ یہ سب لوگ اتحاد اسلامی کے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حزب اللہ کا ایک وفد جس میں ایک نمائندہ عبدالعزیز ہے جو جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۵ء میں سرحد پار روانہ کیا تھا وہ آزاد علاقے میں قبائل کو جہاد کے بھڑکانے کا ایک حد تک ذمہ دار ہے۔[1]

یہ عبدالعزیز جس کا ذکر مذکورہ سرکاری رپورٹ میں ہے اس کے متعلق ایک دوسری جگہ سرکاری ریکارڈ میں یوں وضاحت کی گئی ہے

"حضرت مولانا محمود الحسن کے نام خطوط میں اس کا تذکرہ ہے۔ ضلع پشاور کا باشندہ بیان کیا جاتا ہے دیوبند کے مدرسے کا طالب علم تھا جب مولوی فضل ربی وہاں تھے، ۳۰ جون ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ سردار نصر اللہ خان سے ملاقات کیلئے خفیہ مشن پر حاجی ترنگ زئی کی طرف سے فضل ربی اور فضل محمود کے ہمراہ کابل گیا تھا یا ممکن ہے یہ وہی عبدالعزیز ہو جو اتمان زئی کے حیاگل کا لڑکا ہے جو حاجی ترنگزئی کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں آزاد علاقے کو فرار ہوگیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو جسے خدائی فوج کی فہرست میں کرنل بتایا گیا ہے جس کا نام اس طرح لکھا ہے، مولوی عبدالعزیز وکیل وفد حزب اللہ در یاغستان۔"[2]

حاجی صاحب نے جب قبائل میں جاکر جہاد کا آغاز کیا تو اس جہاد میں صرف قبائلی ہی ان کی قیادت میں جہاد میں شریک نہیں تھے بلکہ اس میں سید احمد شہید کے پیروکار جو عرصے سے چمرقند میں مقیم تھے وہ بھی حضرت شیخ الہند کی ہدایت پر حاجی صاحب کے ساتھ آکر شریک جہاد ہوچکے تھے ان کے علاوہ برصغیر سے سینکڑوں افراد اپنے اپنے گھروں سے ہجرت کرکے حاجی صاحب

---

[1] سلک لیٹر کیس صفحہ ۳۱ ایس پی بی صوبہ سرحد۔ [2] سلک لیٹر کیس صفحہ ۳۹۵ ایس پی بی مطبعہ گورنمنٹ آف انڈیا

کی زیر قیادت انگریزوں کے خلاف برسرپیکار ہو چکے تھے۔ برصغیر کے کالجوں اور اسکولوں کے سینکڑوں طلباء تھے جو سکولوں اور کالجوں سے اپنی تعلیم چھوڑ کر قبائلی علاقے میں جہاد کے شوق میں حاجی صاحب کے پاس پہنچ چکے تھے، تحریک حزب اللہ دراصل ایک تحریک جہاد کا نام تھا، اس کی فوج کو خدائی فوج کہا جاتا تھا۔ اس فوج کی جو فہرست جو برطانوی حکام کے ہاتھ آئی اس کے مطابق اس خدائی فوج میں مختلف افراد کو میجر جنرل، لیفٹننٹ، لیفٹننٹ جنرل، کرنل، لیفٹننٹ کرنل میجر اور کیپٹن بنایا گیا تھا۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق خدائی فوج میں تین سرپرست اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے ان میں ایک ترکی کے خلیفتہ المسلمین دوسرے شاہ ایران اور تیسرے امیر کابل اور سالار اعلیٰ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مقرر کئے گئے تھے۔ جہاں تک تحریک حزب اللہ کا تعلق ہے اس کے متعلق حاجی صاحب کے ایک خط بنام مولانا محمود الحسن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا محمود الحسن اس تحریک کے سرپرست اور صدر اور حاجی صاحب ترنگ زئی سرحد اور قبائلی علاقے میں اس کے صدر تھے حاجی صاحب نے یہ خط شیخ الہند کو ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء کو لکھا تھا۔ جو اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر درج ہے۔

تحریک حزب اللہ اور ایک وضاحت

حکومت برطانیہ کی طرف سے شائع کردہ" سلک لیٹر کیس" میں حزب اللہ کا بانی مولانا ابوالکلام آزاد کو بتایا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ مولانا نے یہ ادارہ ۱۹۱۳ء میں کلکتہ میں قائم کیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادارہ جمعیت حزب اللہ سے مختلف ادارہ ہے کیونکہ حاجی صاحب ترنگزئی نے جو خط ترکی کے سلطان محمد خامس کو بھیجا تھا وہ کسی طرح حکومت ہند کے قبضے میں آگیا تھا وہ خط انڈیا آفس لندن کی لائبریری میں محفوظ ہے اس خط میں حاجی صاحب نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو صدر اعظم جمعیت حزب اللہ کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جمعیت حزب اللہ کے بانی شیخ الہند تھے اور یہ جماعت ولی اللہی تحریک کے سلسلے کی ایک عملی کڑی تھی جس کی بنیاد شیخ الہند نے رکھی تھی چونکہ اس جماعت کے مقاصد میں ہندوستان سے حکومت برطانیہ کے اقتدار کا خاتمہ تھا اس لئے اس جماعت کی تشکیل اور تشہیر نہیں کی گئی تھی بلکہ یہ ایک خفیہ تحریک تھی جس میں قابل

اعتماد لوگوں کو شامل کیا جاتا تھا اور جس کے ذریعے تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں کو اسلام کے تحفظ اور ملک کی آزادی کے لئے جہاد کے جذبے سے سرشار کرنا تھا۔[۱]

اس تحریک میں ہندوستان کے سرکردہ مسلم زعماء شامل تھے جن میں مولانا ابوالکلام آزاد سرفہرست تھے شروع شروع میں جب تک یہ تحریک خفیہ جاری رہی اس کا نام حزب اللہ تھا بعد میں جنگ طرابلس اور جنگ بلقان کے بعد جب ہندوستان کے مسلم زعما نے اس بات کا شدت سے احساس کر لیا کہ عیسائی طاقتوں نے خلافت کو مٹانے کے لئے اور دوسری اسلامی حکومتوں کو مٹانے کے لئے کھلم کھلا سازشیں شروع کر دی ہیں تو ہندوستان کے مسلمانوں کے دلوں میں خلافت کے لئے دلی ہمدردیاں اور انگریزوں کے خلاف نفرت کے جذبات جوش مارنے لگے اور مسلمان کھلم کھلا خلافت کے تحفظ اور اسلام کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرنے لگے تو ہندوستان کے مسلم زعما نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ اب وہ تحریک جو خفیہ خفیہ پروان چڑھ رہی تھی اسے منظر عام پر لاکر عوامی حمایت کا مرکز بنا دیا جائے مولانا ابوالکلام آزاد اس مشن کے ایک اہم ممبر تھے انھوں نے شیخ الہند سے اس معاملے میں مشورہ کیا۔ شیخ الہند نے آمادگی ظاہر کی۔ چونکہ وہ الہلال کے ذریعے بھی مسلمانوں کو بیدار کرنے میں مصروف تھے لہٰذا انھوں نے حضرت شیخ الہند کی نگرانی اور قیادت میں ۱۹۱۳ء میں علانیہ طور پر اس کی بنیاد کلکتہ میں ڈالی۔[۲]

تحریک ریشمی رومال کیس کی فائل کی رو سے مولانا عبیداللہ کو تحریک جہاد کا بانی اور قائد قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس تحریک کی قیادت اور منصوبہ بندی کرنے والے شیخ الہند مولانا محمود الحسن تھے کیس کی فائل کو حکومت ہند نے زیادہ تر سلطانی گواہوں کے بیانات کی روشنی میں مرتب کیا، یا پھر مقدمہ سازی کے اصول کے تحت اس فائل کو مرتب کیا گیا ہے لہٰذا یہ بات غلط ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی اس تحریک جہاد یا تحریک ریشمی رومال کے بانی تھے بلکہ مولانا عبیداللہ دوسرے سینکڑوں علمائے مشائخ اور مجاہدین کی طرح شیخ الہند کے ایک پیروکاروں میں سے تھے کہ شیخ الہند سے جیسا اور جب کوئی حکم ملتا تھا اس کی تعمیل وہ بھی اسی طرح کرنا فرض سمجھتے تھے جس طرح شیخ الہند یا ولی اللّٰہی تحریک کے دوسرے پیروکار عمل پیرا ہوتے تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی

۱۔ انٹرویو مولانا سیف الرحمٰن بہ مصنف۔ ۲۔ قلمی ڈائری مولانا سیف الرحمٰن الکوزئی ۱۹۱۵ء

خود اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

"۱۹۰۹ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے مجھے دیو بند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیو بند میں رہ کر کام کرنے کا حکم دیا ۔ چار سال تک جمعیت الانصار میں کام کرتا رہا اس تحریک کی تاسیس میں مولانا محمد صادق صاحب سندھی اور مولانا ابو محمد صاحب لاہوری اور عزیزی مولوی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے ۔ حضرت شیخ الہند کے ارشاد سے میرا کام دیو بند سے دہلی منتقل ہوا ۱۹۱۴ء میں نظارۃ المعارف قائم ہوئی اس کے سرپرستوں میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک ایک ہی طرح شریک تھے ۔ حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیو بند میں رکھ کر میرا تعارف اپنی جماعت سے کرایا تھا اسی طرح دہلی بھیج کر مجھے نوجوان طاقت سے ملانا چاہتے تھے اس غرض کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لائے اور ڈاکٹر انصاری صاحب سے میرا تعارف کرایا ڈاکٹر انصاری نے مجھے مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی سے ملایا اس طرح تخمیناً دو سال مسلمانان ہند کی اعلیٰ سیاست سے واقف رہا ۔ ۱۹۱۵ء میں شیخ الہند کے حکم سے کابل گیا ۔ مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا اس لئے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہ کرتی تھی مگر تعمیل حکم کے لئے جانا ضروری تھا خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا ۔ دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتایا کہ میرا کابل جانا طے ہو چکا ہے انھوں نے بھی مجھے اپنا نمائندہ بنا دیا مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہ بتا سکے ۔ کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں حکم کے لئے تیار ہے اس کو میرے جیسے ایک خادم شیخ الہند کی ضرورت تھی اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہند کے انتخاب پر فخر ہونے لگا[1]"

مولانا عبید اللہ کی اس تحریر سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ۱۹۱۴ء تک مولانا عبید اللہ سندھی ایک غیر معروف شخصیت کے مالک تھے حتیٰ کہ سیاسی زعماء سے بھی ان کا تعارف نہیں تھا ۔ شیخ الہند نے ہی خود دہلی جا کر مسلمان سیاسی زعماء سے انہیں متعارف کرایا ۔ جمعیت الانصار

۱- کابل میں سات سال از مولانا عبید اللہ سندھی ص ۲۴ ۔ سندھ ساگر اکادمی لاہور

اور نظارۃ المعارف کے قیام کے سلسلے میں شیخ الہند خود دہلی تشریف لے گئے اور وہاں اس ادارے کے قیام کے ساتھ ساتھ آپ نے مولانا عبید اللہ سندھی کو حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک وغیرہ سے بھی متعارف کرایا تھا۔ مذکورہ واقعات کے علاوہ ایک اور بات سامنے آتی ہے کہ حاجی صاحب ترنگ زئی اور ان کی قیادت میں کام کرنے والے علماء و مشائخ ۱۹۱۵ء سے بھی بہت عرصہ پہلے افغانستان اور قبائلی علاقے میں جہاد کے لئے فضا کو ہموار کرنے میں مصروف عمل تھے نیز حاجی صاحب ترنگ زئی کی شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے ہی وابستگی نہیں تھی بلکہ وہ حضرت قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے دامنوں سے بھی وابستہ رہ چکے تھے جیسا کہ محمد میاں لکھتے ہیں۔

"لیکن مولانا سندھی نے جن سے کابل میں جا کر رابطہ قائم کیا وہ اگرا پنی اہمیت اور عظمت کے لحاظ سے جماعت تھے بلکہ ان میں ہر فرد جماعت تھا مگر وہ کسی جماعت سے منسلک نہیں تھے بیشک وہ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے شیخ و مرشد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے دامنوں سے وابستہ تھے۔ (حاشیہ) مثلاً حاجی صاحب ترنگ زئی اور مولانا سیف الرحمٰن قندہاری"[1]

محمد میاں کی اس تحقیق سے ترنگ زئی کے حاجی حسن الدین خان کی اس تحریر کو تقویت ملتی ہے کہ حاجی صاحب نے ۱۲۹۴ھ میں علمائے ہند کے قافلے کے ساتھ پیدل حج کیا تھا جس میں ہندوستان کے بیشمار علماء و مشائخ اور ان کی معیت میں ہندوستان کے کئی بندگان خدا بھی شامل تھے اس قافلے کے سالار مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے۔ حاجی محمد نشاط خان نے بتایا کہ میرے والد سے میں نے خود سنا ہے کہ حاجی صاحب نے پہلا حج جوانی کے دنوں میں ہندوستان کے علماء کے قافلے کے ساتھ کیا تھا۔ اسی قافلے میں حاجی صاحب ترنگ زئی کا مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دامن سے وابستگی کا موقع ملا اور پھر اس کے بعد شیخ الہند سے رابطہ قائم ہوا۔ حاجی صاحب نے دیوبند سے تعلیم تو نہیں حاصل کی مگر بلا واسطہ شیخ الہند سے اور دوسرے علماء سے فیض حاصل کیا۔ مولانا عبید اللہ سندھی حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد واپس ہندوستان چلے گئے تھے مگر حاجی صاحب ترنگ زئی نے انگریزوں کے خلاف جہاد ول

۱۔ تحریک شیخ الہند از مولانا محمد میاں ص ۱۰۴

کا سلسلہ زندگی کے آخری سانس تک جاری رکھا۔

واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاجی صاحب بیک وقت جمعیت حزب اللہ جمعیت الانصار اور تحریک جہاد کی تحریکوں سے منسلک ہی نہیں بلکہ سرحد میں ان تحریکوں کے بانی نگران اور صدر تھے۔ یہ تینوں تحریکیں دراصل شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کے ایما اور مشوروں سے ہی قائم کی گئی تھیں۔ ان تحریکوں کے متعلق جہاں تک انگریزی حکام کے محکمہ سراغ رسانی نے بیان کیا ہے اس کے مطابق مولوی ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۲ء میں ایک انجمن بنام جمعیت حزب اللہ قائم کی جس کا ظاہری مقصد اسلام کا احیا تھا اس کا بانی قابل اعتراض اخبار "الہلال" کا ایڈیٹر تھا۔ جو بعد میں پریس ایکٹ کے تحت کاروائی کی وجہ سے بند ہو گیا تھا۔ وہ باغی صحافی اور مقرر کی حیثیت سے اور اتحاد اسلامی کے کٹر حامی کی حیثیت سے پہلے ہی شہرت حاصل کر چکا ہے[1]۔ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ جمعیت حزب اللہ کی بنیاد ڈالتے وقت میں نے ہندوستان کے علماء صلحا اور مصلحین سے مشورہ کیا بغیر مولانا محمود الحسن کے کسی نے بھی حمایت نہیں کی[2]۔

بہرحال جمعیت حزب اللہ ایک ایسی تحریک تھی جس کی بنیاد محض اس لئے رکھی گئی تھی تاکہ جہاد کے ذریعے برصغیر کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلائی جائے دوسرا مقصد اس تحریک کا اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت تھا۔ جیسا کہ جمعیت حزب اللہ کے متعلق ۱۰ جولائی ۱۹۱۴ء کے الہلال میں ہے "حزب اللہ کے مختلف شعبوں میں ایک شعبہ السائحون العابدون مخلص لوگوں کا ہوگا جن کا فرض ہوگا کہ اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لئے مستقلاً دورے پر رہیں"۔ یہ سوسائٹی ایسے لوگوں کا مجموعہ ہوگی جو اللہ کی خاطر جہاد کریں گے جنہوں نے اپنی تمام دنیاوی امیدوں آرزوں اور رشتوں سے صرف نظر محو شی کر لیا ہوگا اور اپنی زندگی مذہب اور عقیدے کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہوگی خدا کو اور اس کے فرشتوں کو اپنی قربانی کے حلف کا گواہ بنا لیا ہوگا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے مذہبی اعتقاد کی اصلاح کریں گے اور انہیں عقیدہ و عمل میں سچا مسلمان بنائیں گے جن کا عقیدہ غیر متزلزل ہوگا جو باعزم اور با ارادہ ہوں گے اور خدا کی راہ میں بلند اصولوں کے لئے جہاد کرنے والے ہوں گے۔ ان کے درس قرآن اور درس کے اصولی رہنما وہی ہوں گے جو الہلال کی تحریروں کے اصولی رہنما ہیں[3]۔"

تحریک حزب اللہ میں شامل ہونے والوں کا باقاعدہ ایک رجسٹر تھا جس میں اسلام کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دینے والوں کے نام درج تھے اور ہر ایک صوبے کے لئے

۱۔ سلک لیٹر کیس ص ۴۲۵ پشاور آرکائیو
۲۔ سلک لیٹر کیس پشاور آرکائیو ص ۴۲۹

اس تحریک کا الگ الگ صدر مقرر کیا گیا تھا۔ صوبہ سرحد کیلئے اس تحریک کا صدر حاجی صاحب ترنگزئی کو مقرر کیا گیا تھا۔[1] ہر صوبے میں خفیہ طور پر جو جہاد پارٹیاں قائم کی گئی تھیں وہ اس تحریک کے ماتحت قائم کی گئی تھیں۔ ان جہاد پارٹیوں میں اسلام کی خاطر جان و مال کی قربانی پیش کرنے والوں میں سکولوں اور کالجوں کے طلباء کی کافی تعداد نے بھی اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔

جمعیت حزب اللہ کا ایک رجسٹر حکومت کے ہاتھ آگیا جس کے متعلق سلک لیٹر کیس کے صفحہ ۱۱۲ میں درج ہے۔ "اس انجمن کے اراکین کا رجسٹر اس لحاظ سے باعث دلچسپی ہے۔ کہ اس میں ہندوستان کے مختلف حصوں کے ۱۰۷ اشخاص کے نام درج ہیں جن میں سے بعض ناموں کے سامنے اس قسم کے ریمارکس ہیں جیسے "ہر قربانی کے لئے تیار ہے" یا "ملت کی خاطر یا مذہب کی خاطر جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہے"۔[1]

انگریزوں کے ریکارڈ میں تو تحریک حزب اللہ کا قیام ۱۹۱۲ء میں بتایا گیا ہے مگر مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں میں سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کی بنیاد ۱۹۱۴ء میں پڑی جناب مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔

"۱۹۱۴ء کے لیل و نہار قریب الاختتام تھے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ حقیقت اس عاجز پر منکشف کی اور مجھے یقین ہو گیا کہ جب تک یہ عقدہ حل نہ ہو گا ہماری کوئی سعی و جستجو بھی کامیاب نہ ہو گی چنانچہ اس وقت سے میں سرگرم سعی و تدبیر ہو گیا۔ حضرت مولانا محمود الحسن رح سے میری ملاقات بھی دراصل اسی طلب و سعی کا نتیجہ تھی۔ انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا تھا اور یہ معاملہ بالکل صاف ہو گیا تھا کہ وہ اس منصب کو قبول کر لیں گے اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کر دیا جائے گا۔"[2]

مولانا ابوالکلام آزاد کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب جنگ بلقان شروع ہوئی۔ اور ترکی کی خلافت اسلامیہ کو ختم کیا جانے لگا تو برصغیر کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر مجتمع کر کے انگریزوں کے خلاف منظم طور پر جہاد کا آغاز کرنا تھا۔ اس منظم جہاد کے لئے مسلمان کو ایک امیر کی قیادت کے تحت متحد کرنا ضروری تھا۔ اس قیادت کے لئے مولانا محمود الحسن کی ذات کو منتخب کیا گیا مگر موصوف کو اچانک اسی جہاد کے سلسلے میں حکومت ترکی کی اعانت حاصل

۱۔ سلک لیٹر کیس مطبوعہ گورنمنٹ آف انڈیا ۱۰ ایس ۔ پی ۔ بی صوبہ سرحد صفحہ نمبر ۳۴

۲۔ خطبہ صدارت تحریری مولانا ابوالکلام آزاد ص ۵۲ نمبر ۵ ۔ الہلال ۱۰ جولائی ۱۹۱۴ء

کرنے کی غرض سے حجاز کے سفر کے لئے روانہ ہونا پڑا۔ تحریک حزب اللہ کے سلسلے میں مولانا محمد علی جوہر کی تجویز پر امریکہ اور فرانس میں مشن بھیجنے کی تجویز منظور ہوئی حالانکہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے مجلس شوریٰ میں فرمایا کہ بیشک ان ممالک میں مشن بھیجے جائیں مگر امریکہ اور فرانس سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہندوستان کی آزادی میں مجاہدین آزادی کا ساتھ دیں یا ترکی کے عملی اقدام کی حمایت کریں۔

مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ان ممالک میں وفد بھیجے گئے تاکہ یہ کوشش کی جائے کہ اگر ترکی ہندوستانی مجاہدین کی امداد کرے تو یہ ممالک غیر جانبدار رہیں چنانچہ ان ممالک میں جانے والے مشن کافی حد تک کامیاب رہے۔ جرمن اور روس کو ترکی کا مددگار بنانے کے لئے مشن نے کافی کوشش کی۔ یہ اسی ہندوستانی مشن کی کامیابی کا نتیجہ تھا کہ ترکی اور جرمنی کا اتحاد عمل میں آیا تھا کیپٹن ہٹس جو جرمنی حکومت میں کافی اثر و رسوخ کا مالک تھا وہ اس مشن سے متاثر ہو کر ہندوستان پر حملے کی تیاری کے سلسلے میں جنگی معلومات حاصل کرنے کے لئے خود کابل آیا اور مجاہدین آزادی کے ہیڈ کوارٹر میں کافی دن رہ کر اس نے حملے کی تمام سکیمیں تیار کیں۔ جرمنی اور ترکی اتحاد کے بعد روس کو معاون بنانے کے لئے راجہ مہندر پرتاپ مرزا محمد علی اور متھرا سنگھ کو بھیجا گیا یہ لوگ باوجود کوشش کے زار روس سے نہ مل سکے۔ بلکہ زار روس نے ان کی گرفتاری کا حکم دیدیا مگر تاشقند کے گورنر کو یہ مشن چونکہ اپنا ہمنوا بنا چکا تھا اس لئے گورنر تاشقند کی کوششوں سے مشن کے ممبر گرفتاری سے بچ گئے۔ گورنر تاشقند نے زار روس کو مشن کی آمد کے مقاصد سے آگاہ کیا جس کے بعد اس مشن کو روس میں کافی کامیابی حاصل ہوئی۔

شیخ الہند کے حکم سے مولانا عبید اللہ سندھی کو کابل بھیجا گیا تاکہ وہاں عارضی آزاد ہند حکومت قائم کر کے انگریزوں کے خلاف حملے کی سکیموں کو ابتدائی طور پر عملی جامہ پہنائیں۔ چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھی ۱۹۱۵ء میں قندھار کے راستے کابل پہنچے۔ قندھار کے گورنر ان دنوں امیر قادر خان تھے انہوں نے مولانا کو خوش آمدید کہا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ کابل پہنچایا۔

حملے کا منصوبہ: ہندوستان کے قریب ترین دو اسلامی سلطنتیں تھیں ایک افغانستان دوسری ایران ایران ان دنوں حکومت برطانیہ کے زیر اثر اور ترکی کا سخت مخالف تھا۔ افغانستان کی حکومت

بھی انگریزوں کے زیر اثر تھی مگر پٹھان دل سے انگریزوں کے سخت خلاف تھے۔ ہر پٹھان کی یہ خواہش تھی کہ افغانستان انگریزوں کے اثر سے نجات حاصل کر سکے۔ یہی وہ بنیادی وجہ تھی جس کی بنا پر افغانستان میں مجاہدین آزادی نے ہندوستان کی عارضی حکومت کی داغ بیل ڈالی اور قبائلی علاقوں سے باقاعدہ جہاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ افغانستان میں کامیابی کی دوسری وجہ حاجی صاحب ترنگ زئی کا اثر ورسوخ تھا جس کی وجہ سے سرحد اور افغانستان کے جری اور بہادر پٹھان حاجی صاحب کے اشارے پر جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیکر اپنی جانیں قربان کرنا فخر سمجھتے تھے۔ چونکہ پروگرام کے مطابق مجاہدین آزادی کی مدد کے لئے ترکی فوجوں نے ہندوستان پر حملہ کرنا تھا اس لئے افغانستان کو مجبور کیا گیا کہ ایک تو وہ ترکی فوجوں کو اپنے ملک سے گذر کر ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دے اور ہندوستان کی آزادی میں وہ مجاہدین آزادی کی ہر ممکن اعانت کرے۔

والئی کابل امیر حبیب اللہ خان نہیں چاہتے تھے کہ افغانستان جنگ کا مرکز بن جائے مگر سرحد اور افغانستان کے بہادر پٹھانوں کے افراد اور رئیس المجاہدین حاجی صاحب ترنگزئی کی درخواست نے آخر کار امیر کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کو آزاد کرانے میں مجاہدین آزادی کا ساتھ دے چنانچہ امیر حبیب اللہ خان نے سول اور فوجی افسروں اور قبائلی سرداروں کا جرگہ بلا کر ان کے سامنے یہ رائے رکھی کہ آیا افغانستان کو موجودہ حالات میں ہندوستان کی آزادی کے لئے مجاہدین آزادی کا ساتھ دینا چاہیئے یا نہیں؟ امیر حبیب اللہ کے دونوں بیٹے امان اللہ خان اور نصر اللہ خان جنگ پر آمادہ تھے اس لئے انہوں نے درپردہ سول اور فوجی افسروں اور قبائلی سرداروں کو بھی اپنے ساتھ ملایا تھا۔ چنانچہ سب نے متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ موجودہ حالات میں افغانستان کو ہندوستان کی آزادی کے لئے ہر ممکن تعاون کرنا چاہیئے۔ "تاکہ افغانستان سے بھی انگریزی اثر کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے"۔ امیر حبیب اللہ خان اور ان کے بیٹے سردار عنایت اللہ خان کا موقف یہ تھا کہ اگر ترکی فوجوں کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے افغانستان نے راستہ دیا تو برطانیہ افغانستان کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے گا قبائلی ملک اور سول اور فوجی حکام کا موقف یہ تھا کہ ترکی کی فوجوں کو راستہ دینے کے ساتھ ساتھ افغانستان کو بھی کھلم کھلا ہندوستان کی آزادی میں شریک ہونا چاہیئے۔ آخر کار

امیر حبیب اللہ خان نے یہ فیصلہ دیا کہ ترکی کی فوجوں کو راستہ دینے کی اجازت دے دی جاتی ہے مگر یہ فوجیں قبائلی علاقوں سے گذریں تاکہ انگریز اگر ہمارے خلاف اس معاملے میں برافروختہ ہوں تو ہم انہیں بتا سکیں کہ قبائلی چونکہ باغی ہو چکے ہیں ہمارا ان پر کنٹرول نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی امیر نے یہ فیصلہ دیا کہ حملے میں افغانستان کی فوج حصہ نہ لے البتہ عوام اس جہاد میں جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہ کریں۔[۱]

امیر حبیب اللہ کا یہ فیصلہ دور اندیشی پر مبنی تھا ان کا یہ فیصلہ انتہائی دانشمندانہ تھا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی بچے۔ امان اللہ خان نے ہندوستان کے انقلابی لیڈروں کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا کیونکہ ولی عہد ہونے کی وجہ سے حکومت کا نظم و نسق زیادہ تر ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ بلکہ امان اللہ خان نے تو یہاں تک انقلابی لیڈر کو بتا دیا تھا کہ جونہی ترکی فوج افغانستان میں پہنچے گی تو رعایا اور فوجی دباؤ کے ذریعے امیر کو انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے کے لئے مجبور کر دیا جائیگا۔

امیر کابل کے فیصلے اور غازی امان اللہ خان کے منصوبے سے شیخ الہند کو مطلع کیا گیا۔ مجلس شوریٰ نے اس کے بعد یہ طے کیا کہ خلافت اسلامیہ کی ترک فوجیں جب ہندوستان پر حملہ آور ہوں تو،

۱۔ قلات و مکران کے قبائل ترکی فوج کی قیادت میں کراچی پر حملہ کریں۔
۲۔ غزنی اور قندھار کے قبائلی مجاہدین ترکی فوج کی قیادت میں کوئٹہ اور بلوچستان سے آگے بڑھتے ہوئے حیدر آباد پر حملہ کر کے کراچی کے مجاہدین کے ساتھ مل جائیں۔
۳۔ درہ خیبر کے راستے آفریدی قبائل ترک فوجوں کی قیادت میں پشاور پر حملہ آور ہوں۔
۴۔ ملاکنڈ اور شبقدر کے مہمند قبائل حملہ آوروں کی مدد کے لئے پشاور کی طرف بڑھیں
۵۔ وانا۔ کانی گرم کے محسود قبائل ترکی فوج کی مدد کے لئے ڈیرہ اسماعیل خان پر حملہ کر دیں۔
۶۔ میران شاہ سے وزیری قبائل بنوں پر حملہ آور ہوں۔
۷۔ تیراہ کے آفریدی قبائل ہنگو کے راستے ترکی فوجوں کی قیادت میں کوہاٹ پر حملہ آور ہوں۔

۱۔ منصوبہ جہاد از حکیم محمد اسلم سنجری ص۲۲

۸۔ اوگی کے محاذ پر ہزارہ کے کوہستانی قبائل ترکی فوجوں کی قیادت میں ایبٹ آباد پر حملہ کرتے ہوئے ہزارہ کی انگریزی فوج کو روندتے ہوئے حسن ابدال اور اٹک پہنچنے کی کوشش کریں۔

۹۔ پشاور پر قبضہ کرنے کی صورت میں حاجی صاحب کو تمام اختیارات تفویض کئے گئے۔[1]

مذکورہ مجوزہ پروگرام میں بیک وقت ہندوستان کے مختلف محاذوں پر حملہ شروع کرنے کا پروگرام طے کیا گیا۔ ان مذکورہ بیرونی حملوں کے ساتھ ساتھ جنگ آزادی کی کامیابی کے لئے طے کیا گیا تھا کہ جونہی بیرونی اطراف سے حملے شروع ہوں ہندوستان کے اندرونی حصوں میں جگہ جگہ بغاوت شروع کی جائے تاکہ بیرونی حملوں اور اندرونی بغاوت کے دباؤ کی وجہ سے انگریزوں کا آسانی سے مقابلہ کیا جا سکے۔

چنانچہ ان مذکورہ امور میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے شیخ الہند نے دہلی سے مولانا سیف الرحمن مولانا فضل ربی صاحب اور مولانا فضل محمود کے علاوہ مولانا عبدالعزیز کو بھیجا اور مولانا محمد اکبر کو بھی آمادہ کیا کہ وہ بھی قبائلی علاقے کا دورہ کر کے جہاد کے لئے فضا کو ہموار کریں۔ چنانچہ شیخ الہند کے اس علاقے (سرحد اور آزاد قبائل میں) بہت سے شاگرد اور مخلص موجود تھے۔ ان سب نے گاؤں گاؤں اور قبیلہ قبیلہ میں پھر کر زمین ہموار کی اور ایک عرصے میں بفضلہ تعالیٰ بڑے درجے تک کامیابی نظر آنے لگی۔

تحریک حزب اللہ کا دائرہ کار:۔ تحریک حزب اللہ چار حصوں میں تقسیم تھی۔

۱۔ جمعیتہ الانصار۔ اس گروپ میں وہ لوگ شامل تھے جو سرحد اور آزاد قبائل کے مجاہدین کی امداد اور تعاون کے لئے سرگرم عمل تھے۔ اس کے سرپرست مولانا محمود الحسن اور نائب سرپرست مولانا عبیداللہ سندھی مقرر ہوئے۔

۲۔ مالی کمیٹی:۔ اس کے سرپرست ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خان تھے۔

۳۔ شعبہ نشر و اشاعت:۔ اس شعبے کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ ہر ممکن طریقے سے ہندوستان کے اندر اور ہندوستان سے باہر کی دنیا کو انگریزوں کے خلاف جہاد کیلئے ترغیب دے۔

۴۔ حزب اللہ:۔ یہ خالص مجاہدین کا گروہ تھا جس کی قیادت حاجی صاحب ترنگزئی کے حوالے کی گئی۔ ہندوستان بھر کے علماء صلحا اور آزادی کے رہنماؤں کا حاجی

[1] منصوبہ جہاد از حکیم اسلم سنجری صد ۳۳

صاحب ترنگ زئی کو مکمل تعاون اور اعتماد حاصل تھا۔

تحریک حزب اللہ کے چھٹے منصوبے کے تحت مندرجہ ذیل پروگرام مرتب کیا گیا۔

۱۔ اندرون ملک رضاکاروں کی خفیہ بھرتی کی جائے۔

۲۔ عوام میں خفیہ طور پر جہاد کی تبلیغ کی جائے۔

۳۔ عمدہ صلاحیتیں رکھنے والے افراد کو ہمخیال بنایا جائے تاکہ انگریزوں کے خلاف جہاد کی صورت میں تحریک کے رہنماؤں کی گرفتاری کی صورت میں تحریک کا نظم و نسق سنبھال سکیں۔

۴۔ تحریک حزب اللہ کا مرکزی ہیڈ کوارٹر دہلی قرار دیا گیا۔

۵۔ تحریک حزب اللہ کی ایک خفیہ نشر و اشاعت کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی میں ہندوستان بھر کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے آزادی پسند ادیب اور صحافی تھے۔

۶۔ تحریک حزب اللہ کے تحت ایک تبلیغی کمیٹی قائم کی گئی جو مختلف تقریبات کے جلسوں میں عوام میں جہاد کے لئے فضا ہموار کرنے کے لئے قائم کی گئی۔

جہاد کے مراکز اور ان کے نگران

مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق سرحد کو عملی جہاد کا مرکز قرار دینے کے علاوہ پورے ملک میں جہاد کے مرکز اور ان کے نگران مندرجہ ذیل قرار دیئے گئے۔[۱]

۱۔ گجرات۔ سوات اور بمبئی کے لئے راندیر کو مرکز بنایا گیا۔ اس مرکز کا صدر مولانا ابراہیم کو مقرر کیا گیا۔

۲۔ یوپی۔ کرنال اور سی پی کے لئے پانی پت کو مرکز بنایا گیا۔ اس مرکز کے نگران مولانا احمد اللہ مقرر کئے گئے۔

۳۔ پنجاب کا مرکز لاہور مقرر کیا گیا۔ اس مرکز کے نگران مولانا محمد احمد صاحب چکوالی اور مولانا احمد علی صاحب لاہوری مقرر کئے گئے۔

۴۔ ریاست بہاولپور کے لئے دین پور مرکز مقرر کیا گیا۔ اس کے نگران مولانا ابوالسراج غلام محمد مقرر کئے گئے۔

۱۔ سیارہ ڈائجسٹ اپریل ۱۹۷۱ء

۵۔ سندھ اور بلوچستان کے لئے امروٹ مرکز بنایا گیا۔ اس کے نگران حر مجاہدین کے مشہور سجادہ نشین مولانا تاج محمد صاحب مقرر کئے گئے۔

۶۔ قلات بسبیلہ۔ کوئٹہ اور ملحقہ قبائلی علاقوں کے لئے کراچی کو مرکز بنایا گیا اس کے نگران مولانا محمد صادق مقرر کئے گئے۔

۷۔ صوبہ سرحد کے شمالی اضلاع کا مرکز اتمان زئی مقرر کیا گیا اس مرکز کے انچارج خان عبدالغفار خان مقرر کئے گئے۔

۸۔ آزاد قبائل کا مرکز ترنگ زئی بنایا گیا جس کے نگران حاجی صاحب ترنگ زئی مقرر کئے گئے۔

۹۔ بنگال کے لئے ڈھاکہ مرکز بنایا گیا جس کے لئے امیر مولانا ریاض احمد مقرر کئے گئے۔

۱۰۔ ضلع ہزارہ کے لئے اوگی کو مرکز بنایا گیا اس کے امیر مولانا محمد اسحاق مانسہروی مقرر کئے گئے۔ ہزارے کا شمالی کوہستانی علاقہ بھی اسی مرکز کے ماتحت تھا اس مرکز کے لئے اسلحہ کی ترسیل کا کام دوگے والے محمود شاہ کے ذمے لگایا گیا۔ مولانا فضل ربی بھی اسی مرکز سے وابستہ کر دیئے گئے تھے۔

مذکورہ بالا پروگرام پر عمل درآمد کے لئے حاجی صاحب ترنگ زئی مولانا سیف الرحمٰن الکوزئی مولانا فضل ربی مولانا فضل محمود اور مولانا محمد اکبر پشاور پہنچے۔ قاضی احمد گل سنجری کے ہاں تحریک حزب اللہ کا خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں بطور ملا خان عبدالغفار خان حکیم محمد اسلم سنجری حکیم محمود سنجری۔ مولانا تاج محمد بی اے۔ ملا سنڈاکئے مولانا احمد گل کوہاٹ۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے کئی مخلص شاگرد شریک ہوئے اس اجلاس میں حاجی صاحب ترنگزئی نے مستقبل کا لائحہ عمل مرتب کر کے اجلاس میں شریک ہر ممبر سے درخواست کی کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں عوام کو عملی جہاد کے لئے تیار کریں۔[۱]

شیخ الہند نے حاجی صاحب ترنگزئی کو امیر المجاہدین مقرر کر کے مولانا عزیر گل کے ذریعے ایک خفیہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنے گھر سے ہجرت کر کے قبائلی علاقے میں چلے جائیں اور جہاد کی قیادت کریں۔[۲]

۱۔ مصنف کے پاس مولانا عزیر گل کا ٹیپ شدہ بیان ۲۔ قلمی روزنامچہ قاری عبدالمستعان صلے۲

جنود اللہ۔ خدائی فوج کے منصب دار

ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کیلئے تین محاذ قائم کئے گئے تھے ایک محاذ قبائلی علاقہ تھا اس قبائلی علاقے میں تحریک کی قیادت کے لئے کسی ایسے قائد کی ضرورت تھی جس پر قبائل کے تمام مختلف قبیلے قبائل کے ملا اور پیر متفق اور متحد ہو کر اس قائد کی قیادت پر مکمل اعتماد کر کے اس کے ادنیٰ اشارے پر جانی اور مالی قربانی دینا اپنے لئے باعث سعادت سمجھیں اس کے لئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور علمائے ہند کی نظر انتخاب حاجی صاحب ترنگ زئی پر ہی مرکوز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ الہند بار بار حاجی صاحب ترنگ زئی پر زور دے رہے تھے کہ وہ برطانوی علاقے سے ہجرت کر کے قبائلی علاقے میں جا کر قبائل کو منظم کر کے جہاد کا آغاز کریں۔ حاجی صاحب کو چند مجبوریاں درپیش تھیں جن کی وجہ سے وہ ان مشکلات پر سب سے پہلے قابو پانا چاہتے تھے یہ مجبوریاں ان کے وہ مدرسے اور سکول تھے جو انہوں نے سرحد کے لوگوں کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لئے جاری کئے ہوئے تھے۔ حاجی صاحب چاہتے تھے کہ ان مدرسوں کا کوئی ایسا بہتر انتظام ہو سکے کہ ان کی عدم موجودگی میں ایک طرف تو یہ مدرسے علم کی شعاعوں کے پھیلانے کا کردار ادا کر سکیں اور دوسری طرف یہی مدرسے مجاہدین آزادی کے لئے سامان رسد اسلحہ اور مالی امداد پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں انہی مقاصد کے پورا ہونے کے لئے حاجی صاحب شیخ الہند کے حکم کی فوری طور پر تعمیل نہ کر سکے۔ حاجی صاحب نے شیخ الہند کو اس منصوبے سے آگاہ بھی کر دیا تھا تاکہ شیخ الہند بھی مطمئن ہو سکیں۔ جونہی ان پروگراموں سے حاجی صاحب نے شیخ الہند کو مطلع کیا تو شیخ الہند نے حاجی صاحب ترنگزئی کے ان پروگراموں اور حکمت عملیوں کی بہت ہی داد دی۔ اور حاجی صاحب کے ان مقاصد میں کامیابی کے لئے دعائیں کیں[1]۔ جونہی حاجی صاحب مدرسوں کا انتظام اور ان مدرسوں کو مجاہدین آزادی کے لئے اسلحہ، مالی امداد اور مجاہدین کے بھیجنے کا مرکز بنا چکے تو وہ فوری طور پر قبائلی علاقے میں چلے گئے اور پھر ایک منظم پروگرام کے تحت جہاد کا آغاز کیا۔ آزادی کی تحریک کا یہی سب سے بڑا مرکز تھا جسکی قیادت

۱۔ روزنامچہ قاری عبدالمنان قلمی ص ۳۶

حاجی صاحب کو سونپی گئی تھی۔

دوسرا مرکز: سیاسی جدوجہد کا تھا کیونکہ عملی جدوجہد یا عملی جہاد کے ساتھ ساتھ سیاسی طور پر دوسرے ممالک سے امداد اور اعانت کا حصول ضروری تھا۔ لہٰذا اس کے لئے کابل میں سیاسی محاذ کھولا گیا جس کی قیادت مولانا عبید اللہ سندھی کے سپرد کی گئی کیونکہ مولانا عبید اللہ سندھی جہاد کی قیادت ہاتھ میں لینے سے کتراتے تھے اور ان کا یہ خیال تھا کہ قبائلی علاقے میں جہاد کی قیادت کے لئے انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو سکے گی لہٰذا وہ بھی حاجی صاحب ترنگ زئی کی ذات اور شخصیت کو ہی اس بلند ترین مقصد کے لئے موزوں ترین سمجھتے تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی اگرچہ سیاسی محاذ کی قیادت کر رہے تھے مگر اس ضمن میں انہوں نے جو بھی قدم اٹھایا اس کے لئے حاجی صاحب کی رائے اور مشورے کو فوقیت دی۔[1] قبائلی مجاہدین کی جدوجہد آزادی کے ساتھ ساتھ جب برصغیر کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے جرمنی، ترکی اور افغانستان کی فوجوں کے ذریعے انگریزوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تو اس حملے کے لئے حاجی صاحب ترنگ زئی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا عبدالرحیم مولانا فضل ربی، مولانا فضل محمود، مولانا سیف الرحمان، مولانا عبدالعزیز کے باہمی مشوروں سے ہی جنود اللہ یا خدائی فوج کا ایک نقشہ مرتب کیا گیا۔ اس جنود ربانیہ میں جو منصب دار یا عہدیدار مقرر کئے گئے وہ مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ مربی یا سرپرست اعلیٰ سالار اعظم خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی (۲) سلطان احمد شاہ قاچار سالار دوم (۳) امیر حبیب اللہ خان سالار سوم۔

مردان: ۔ انور پاشا ولی عہد دولت عثمانیہ۔ وزیر اعظم دولت عثمانیہ عباس حلمی پاشا۔ شریف مکہ معظمہ، نائب السلطنت کابل سردار نصر اللہ خان سردار عنایت اللہ خان معین السلطنت کابل نظام حیدرآباد۔ والی بھوپال نواب رام پور۔ والی بہاولپور۔ رئیس المجاہدین۔

جنرل: ۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن۔

قائمقام سالار: مولانا عبید اللہ سندھی۔

لیفٹننٹ جنرل، نائب سالار: حاجی صاحب ترنگزئی مولانا محی الدین، مولانا عبدالرحیم، مولانا غلام محمد صاحب ساکن بہاولپور، مولانا تاج محمد ساکن سندھ، سید حسین احمد، مولوی حمد اللہ ڈاکٹر

۱۔ قلمی ڈائری غازی علی عباس بخاری ص ۴۲

انصاری حکیم عبدالرزاق ۔ ملا صاحب باڑہ ملا صاحب کوہستانی ۔حاجی صاحب باجوڑ ۔مولوی ابراہیم
مولوی محمد میاں ۔حاجی سعید احمد انبیٹھوی ۔ شیخ عبدالعزیز شادیش ۔مولوی عبدالکریم
رئیس المجاہدین ۔مولوی عبدالعزیز عظیم آبادی مولوی عبداللہ غازی پوری ۔نواب خیرالدین احمد
مولوی عبدالباری ۔مولانا ابوالکلام آزاد ۔مولانا محمد علی جوہر ۔مولانا شوکت علی ۔ مولانا ظفر علی خان
مولانا حسرت موہانی ۔مولوی عبدالقادر قصوری ۔مولوی برکت اللہ بھوپالی ۔پیر اسداللہ شاہ سندھی۔

میجر جنرل :۔ مولانا سیف الرحمان ۔مولوی محمد حسن مرادآبادی ۔مولوی عبداللہ انصاری
میر سراج الدین بہاولپوری باچا ملا عبدالخالق ۔مولوی بشیر ساکن چمرکند ۔ شیخ ابراہیم سندھی مولوی
محمد علی قصوری ۔ سید سلیمان ندوی ۔ غلام حسین آزاد سبحانی ۔ کاظم بے ۔ خوشی محمد ۔ مولوی ثناء اللہ
مولوی عبدالباری۔

کرنل :۔ شیخ عبدالقادر مہاجر ۔ شجاع اللہ مہاجر ۔ مولوی عبدالعزیز ۔ مولوی فضل ربی۔
مولوی عبدالحق لاہوری ۔ میاں فضل اللہ ۔ صدرالدین ۔ مولوی عبیداللہ سندھی ۔ ابو محمد احمد لاہوری ۔ مولوی
احمد علی لاہوری ۔ شیخ عبدالرحیم سندھی ۔ مولوی محمد صادق سندھی ۔ مولوی ولی محمد ۔ مولوی عزیز گل خواجہ
عبدالحی ۔ قاضی ضیاء الدین ایم اے ۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی ۔ عبدالرشید بی اے ۔ مولوی ظہور محمد
مولوی محمد مبین ۔ مولوی محمد یوسف گنگوہی ۔ مولوی رشید احمد انصاری ۔ مولوی سید عبدالسلام فاروقی۔
حاجی احمد جان سہارنپوری۔

لیفٹننٹ کرنل :۔ فضل محمود ۔ محمد حسن ۔ شیخ عبداللہ ۔ ظفر حسن ۔ اللہ نواز خان ۔ رحمت علی
عبدالحمید ۔ قاضی شاہ بخش ۔ مولوی عبدالقادر دین پوری ۔ مولوی غلام نبی ۔ محمد علی سندھی ۔ حبیب اللہ

میجر :۔ شاہ نواز خان ۔ عبدالرحمان ۔ عبدالحق۔

کپتان :۔ محمد سلیم ۔ کریم بخش ۔

لیفٹننٹ :۔ نادر شاہ ۔

خدائی فوج میں حاجی صاحب ترنگزئی کے عہدے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے
ان کا نام ان بلند پایہ افراد میں ہے جنہوں نے ہندوستان کو آزاد کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

جہاد کے لئے حاجی صاحب کی ہجرت

حاجی صاحب نے جب آنکھ کھولی تو اس وقت سرحد سے سکھوں کے اقتدار کا ستارہ ڈوب رہا تھا۔ اور انگریزوں کا ستارہ طلوع ہو رہا تھا۔ سید احمد شہید کے پیروکاروں کو جو دین اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف کار تھے چن چن کر یا تو قتل کیا جا رہا تھا یا پھر انہیں جیلوں میں نظربند کر کے سخت ترین اذیتیں دی جا رہی تھیں۔ اور انہیں بغاوت کے اقدامات میں ملوث کر کے پھانسی کی سزائیں دی جا رہی تھیں۔ بچے کھچے مجاہدین جو دُور دراز کے قبائلی علاقوں میں رہ کر جہاد کی شمع روشن کر رہے تھے۔ وہ انگریزوں کے ایجنٹوں کا نشانہ بن رہے تھے کہیں تو ان پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے تھے۔ اور کہیں انہیں گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر کے ان خدمات کے صلے میں انگریزوں سے بھاری انعامات، وظیفے اور جاگیریں حاصل کی جا رہی تھیں۔ انگریزی اقتدار کے چھا جانے کے بعد سرحد کو جبری قوانین کے شکنجے میں جکڑ لیا گیا تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ انگریزی حکام کے کسی فعل پر نکتہ چینی یا فریاد تک کر سکے انگریزی کی طرف انگلی سے اشارہ کرنے پر بھی سخت ترین سزا دی جاتی تھی۔[1]

حاجی صاحب کی ہجرت کے بعد ۱۹۱۶ء میں شملہ سے یہ سرکاری رپورٹ شائع ہوئی۔

۱۔ قلمی منصوبہ جہاد قاضی اسلم سنجری ص۱

"حاجی ترنگزئی فضل واحد ولد فضل احمد حج خیل مہمند پیرزادہ ساکن عمرزئی۔ میرا میں ترنگزئی کے نزدیک بہت بڑی زمین لوگوں نے اسے دی۔ اس نے وہاں ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی۔ ہوسٹل بھی تعمیر کرایا۔ ۱۹۰۸ء میں جیل سے رہا ہوا۔ ہشتنگر کے دس ملکوں نے پانچ سو روپے فی نفر کے حساب سے اس کی ضمانت دی تھی کہ وہ چارسدہ کے علاقہ سے باہر نہیں جائے گا، نہ ہی وہ باغیانہ تقریریں کرے گا جیل سے رہا ہوتے ہی وہ کابل گیا۔ ۱۹۱۲ء میں اس نے برطانوی سکولوں کے بائیکاٹ کی تحریک چلائی۔ مارچ ۱۹۱۵ء میں اس کی ضمانت ضبط ہو گئی"[1]

حکومت حاجی صاحب کو بار بار گرفتار کرتی تھی اور ان پر سخت تشدد کرتی تھی کہ وہ تبلیغ اسلام اور اصلاحِ معاشرہ اور انگریزوں کی عدالتوں کے بائیکاٹ کی تحریک ترک کر دیں۔ فروری ۱۹۰۷ء میں حکومت نے انہیں باغیانہ تقریریں کرنے کے الزام میں گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا۔ گیارہ ماہ کی قید کے بعد ہشت نگر کے دس خوانین نے حاجی صاحب کی ضمانت کرائی اور جنوری ۱۹۰۸ء میں انہیں قید سے رہائی ملی۔ انگریزوں نے خوانین سے ۵۰۰ روپے فی نفر کے حساب سے ضمانت لی تھی کہ حاجی صاحب نہ تو چارسدہ سے باہر جائیں گے نہ ہی حکومت کے خلاف کوئی اقدام کریں گے۔ ضمانت پر رہا ہونے کے بعد حاجی صاحب نے اپنے ضامنوں سے کہا کہ چونکہ کابل میں آزادی کی جدوجہد کی کارروائی کے سلسلے میں ایک اجلاس ہو رہا ہے جس میں ہندوستان کے کئی زعماء حصہ لے رہے ہیں۔ اس اجلاس میں انگریزوں کے خلاف کوئی مناسب لائحہ عمل مرتب کیا جائیگا کہ کس طرح ہم انگریزوں سے آزادی حاصل کریں۔ اس لئے اگر آپ پانچ پانچ سو روپے بطورِ ضمانت ضبط کرانے کے لئے بخوشی تیار ہیں تو مجھے اجازت دیں کہ میں بھیس بدل کر کابل کے اجلاس میں شرکت کروں۔ ضامنوں نے انہیں کہا کہ ہم اس نیک کام کے لئے پانچ سو نہیں کئی ہزار کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں آپ بخوشی کابل کے اجلاس میں شرکت کریں چنانچہ حاجی صاحب بھیس بدل کر کابل کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ بعد میں جب حکومت کو حاجی صاحب کے کابل جانے کا پتہ چلا تو مقدمہ چلا کر ضامنوں کی ضمانتیں ضبط کر لی گئیں[2]

اصلاحِ معاشرہ، تبلیغ اسلام اور اسلامی مدرسوں کی تحریک کے سلسلے میں حاجی صاحب

---

[1] ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو ڈائری [11] صفحہ ۳۰۷ فائل نمبر ۲۹۶

[2] ہوا زہوان فرانٹیئر ٹرائبز کیٹیلاگ [59] کیس نمبر ۱۴۴۷۹

نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی ۔ وہ اپنے مشن میں دن رات مصروف تھے ۔ قدم قدم پر انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ کئی بار انگریزی حکام نے انہیں گرفتار کیا ۔ مگر وہ مسلسل اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے مصروف عمل رہے ۔ انگریز حکام نے آپ کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی عوام کو انگریزی تعلیم اور انگریزی عدالتوں کے بائیکاٹ کی ترغیب دینے کی وجہ سے ، انگریزی حکام آپ کو تاج برطانیہ کا سخت ترین دشمن سمجھتے تھے ۔

۱۹۱۴ء میں جب جنگ عظیم اول شروع ہوئی اور اتحادیوں نے ترکی کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کے لئے ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کیا تو برصغیر کے مسلمانوں نے اتحادیوں کی اس حرکت کو اسلام دشمنی قرار دے کر انگریز حکمرانوں کو خبردار کیا کہ اگر ترکوں پر کوئی ظلم کیا گیا تو برصغیر کے مسلمان اپنے ترک بھائیوں کے دوش بدوش اسلامی سلطنت کو بچانے کے لئے ہر ممکن اقدام کریں گے ۔

حاجی صاحب کو شیخ الہند محمود الحسن کی طرف سے پیغام پہنچ چکا تھا کہ وہ فوری طور پر قبائلی علاقے میں جا کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیں تاکہ انگریزوں کی فوجی طاقت منتشر ہو جائے تاکہ وہ ترکوں کے خلاف اپنی پوری فوجی طاقت خرچ نہ کر سکیں ۔ حاجی صاحب یہ حکم پاتے ہی تیاری میں مصروف ہو گئے ۔ صرف اپنی بیوی کے چہلم کے انتظار میں تھے تاکہ چہلم کے موقع پر جب ان کے معتمد حاجی آباد میں جمع ہو جائیں تو وہ انہیں اپنے پروگرام سے مطلع کر سکیں ۔ چنانچہ ۱۲ رجون ۱۹۱۵ء کو حاجی صاحب پشاور آ گئے ۔ رات قصہ خوانی بازار میں حکیم اسلم سنجری کے ہاں تحریک حزب اللہ کے کارکنوں کا ایک اجلاس ہوا ۔ حاجی صاحب نے اس اجلاس میں قاضی اسلم سنجری کو اختیار دیا کہ وہ ۱۸ رجون ۱۹۱۵ء کو چیدہ چیدہ لوگوں کو ساتھ لے کر حاجی آباد پہنچیں ۔ حاجی صاحب کے ساتھ مولوی عبدالعزیز مخفی ۔ مولوی فضل ربی ، مولوی سیف الرحمٰن اور مولوی قاری عبدالمستعان بھی تھے ۔ حاجی صاحب رات گزارنے کے بعد صبح کے وقت حاجی آباد چلے گئے ۔

۱۸ رجون ۱۹۱۵ء کو قاضی اسلم سنجری حزب اللہ کے کارکنوں کو لے کر حاجی آباد پہنچے ۔ دن بھر مہمانوں کی آمد کا تانتا بندھا رہا ۔ ۱۹ رجون کو دو گائیں ذبح کی گئیں ۔ چاولوں کی دیگیں پکیں ۔ علماء اور مشائخ نے حاجی صاحب کی بیوی کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید کے

ختم کئے۔ شام کے پانچ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ باہر مسجد میں ختم قرآن پاک ہو رہا تھا اور مسجد سے ملحقہ گھر کے اندر سے حاجی صاحب غلہ، کپڑے، برتن اور بستر وغیرہ باہر نکال کر غرباء میں تقسیم کر رہے تھے۔ جب شام ہوئی تو بچوں نے حاجی صاحب سے کہا کہ آج تو بستر نہیں ہم کس پر سوئیں "۔ حاجی صاحب نے بچوں کو اکٹھا کیا۔ اور کہا ہمارے پیغمبرؐ نے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت فرمائی تھی۔ اور ہجرت کرتے وقت تمام سامان خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ ہم بھی خدا کے دین کی حفاظت کے لئے آج رات ہجرت کر رہے ہیں۔ زمین ہمارا بچھونا ہوگی۔ اور آسمان ہمارے گھر کی چھت ہوگی۔ ہم آج اس گھر کو خدا حافظ کہہ کر اس گھر سے جا رہے ہیں۔ ہم بھی سنت نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے اپنا گھر اور اپنی جائیداد خدا کے دین کی حفاظت کرنے کی خاطر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اور اس وقت تک ہم واپس نہیں آئیں گے جب تک اس ملک میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں نہیں آتا۔"
بادشاہ گل فضل اکبر بیٹوں میں سب سے بڑے اور کچھ سمجھدار بھی تھے۔ انہوں نے کہا" بابا جی! ہم واپس کب آئیں گے؟" کہا" جب ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مجاہد باپ کے بچوں کے چہروں پر طمانیت تھی۔ وہ اپنے گھر بار کو چھوڑتے ہوئے اسی طرح خوش و خرم دکھائی دے رہے تھے جس طرح باپ خدا کی راہ میں اپنی جان و مال کی قربانی کے لئے خوش و خرم دکھائی دے رہے تھے۔

برصغیر میں مسلمان لیڈروں کی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ حاجی صاحب کی بھی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دئے گئے تھے۔ یہ وارنٹ ۱۵ر جون ۱۹۱۵ء کو جاری کئے گئے۔ گرفتاری سے قبل سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے ایک مہمند کے ذریعہ حاجی صاحب کو وارنٹ گرفتاری کی اطلاع بھی دے دی تھی۔

حاجی صاحب نے روانگی سے قبل اپنے مشائخ اور معتمدین کو اور وہاں موجود عقیدت مندوں کو راہِ خدا میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔ اور عشاء کی نماز کے بعد سب سے ہاتھ ملا کر گھر کے اندر جانے سے پہلے ایک مرید کو کہا یہاں حکومت کے آدمی سفید کپڑوں میں آئے ہوئے ہیں انہیں خوب کھانا کھلاؤ تاکہ وہ سو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ گھر کے اندر چلے گئے۔
یہ گھر حاجی آباد کی مسجد کے ساتھ ہی ملحق تھا۔ اس گھر کے ساتھ ایک حجرہ تھا جس میں آپ چلہ کیا کرتے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں ترنگزئی سے اس مکان میں منتقل ہو گئے تھے۔ یہ گھر حاجی آباد کی

مسجد سے چالیس پچاس گز کے فاصلے پر تھا۔ گھر سے ملحقہ ایک باغیچہ تھا جس کی چار دیواری تھی۔ گھر کے پچھلی طرف ایک کھڑکی تھی جو باغیچہ کی طرف کھلتی تھی۔ اس باغیچہ کے باہر نو گھوڑے شام سے ہی تیار کر کے کھڑے کر دئے گئے تھے۔ عشاء کی نماز کے تقریباً تین گھنٹے بعد حاجی صاحب نے قاری عبدالمستعان کو باغیچے میں بلا کر کہا کہ میں فضل اکبر اور فضل شاہ کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ چھوٹے بیٹے فضل معبود اور بچیوں کو پچھلے پہر لے کر سڑک پر پہنچیں وہاں دو ٹانگے تیار ملیں گے۔ ایک ٹانگے میں بچوں کو بٹھا دیں۔ اور دوسرے ٹانگے میں کچھ ضروری سامان لے کر خود بیٹھ جائیں۔ اور سیدھے مانیری گاؤں پہنچیں، وہاں سے بنیر کی سرحد پر پہنچنے کی کوشش کریں" یہ پروگرام بتانے کے بعد حاجی صاحب گھر کے اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد حاجی صاحب، بادشاہ گل فضل اکبر اور بادشاہ گل فضل شاہ کو لے کر گھر کی پچھلی طرف سے باغیچے میں پہنچے۔ مولوی سیف الرحمٰن۔ مولوی عبدالعزیز ساکن اتمان زئی، مولوی فضل ربی، دو مرید سعداللہ اور سجید گل اور چند دوسرے علماء و مشائخ جن کی کل تعداد بارہ تھی، نو گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کی تاریکی میں آہستہ آہستہ گاؤں کے کھیتوں سے بچتے بچاتے نکلے۔ سی، آئی، ڈی کے آدمی مسجد میں خراٹے بھرتے رہ گئے، ایک گھوڑے پر حاجی صاحب سوار تھے۔ ایک گھوڑے پر بادشاہ گل فضل اکبر اور بادشاہ گل فضل شاہ دونوں بھائی سوار تھے۔ باقی افراد سات گھوڑوں پر سوار تھے۔

ہندوستان کے اس عظیم مجاہد نے حاجی آباد سے نکل کر سرکی، مدہ بابا، جلالہ اور لوند خوڑ سے ہوتے ہوئے دوسرے دن صبح میاں خان سنگاؤ کے پہاڑ کی ڈھلوان کو عبور کیا۔ اور ایک ہموار جگہ پر جا کر نماز شکرانہ ادا کی۔ لوگوں کو پہلے سے یہ خبر پہنچا دی گئی تھی کہ حاجی صاحب ترنگزئی انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے بنیر پہنچنے والے ہیں۔ لہذا لوند خوڑ گاؤں سے لے کر بنیر کی سرحد تک لوگ حاجی صاحب کا استقبال کرنے کے لئے چشم براہ تھے۔ میاں خان سنگھاؤ سے آگے چل کر حاجی صاحب جب گاؤں میں پہنچے تو وہاں گاؤں کے لوگ آئے اور انہیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے گاؤں لے گئے گاؤں میں پہنچ کر ان لوگوں نے مجاہدین کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرتے ہوئے یہ عہد کیا کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے حاجی صاحب کے ہر حکم پر لبیک کہیں گے گاؤں والوں سے رخصت ہو کر مجاہدین کا یہ قافلہ تیسرے دن چناڑ کے مقام پر پہنچا۔ قاری

عبدالمستعان بھی اہل خانہ کو تانگے میں لے کر نواں کلی پہنچے۔ وہاں حاجی صاحب کے ایک مُرید مرتضیٰ زرگر کے ہاں رات بسر کی اور پچھلے پہر وہاں سے روانہ ہو کر طوطیالی گاؤں پہنچے وہاں مرتضیٰ زرگر کے ایک قریبی رشتہ دار کے ہاں قیام کیا۔ وہاں سے تیسرے دن مانیری پہنچے۔ وہاں حاجی صاحب کے ایک مُرید ملّا ماذوں کے ہاں رات بسر کی۔ اور وہاں سے پچھلے پہر کی تاریکی میں اُونٹوں پر سوار ہو کر چناڑ پہنچے۔ یہ گاؤں بنیر کی سرحد پر واقع تھا۔ اور حاجی صاحب مع اپنے رفقاء کے وہاں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ چناڑ میں مقیم ہو کر حاجی صاحب نے جہاد کی تیاری شروع کر دی اور اہل خانہ کو بنیر کے ایک گاؤں جو ہڑ بھیجدیا۔ حاجی صاحب نے چند دن چناڑ میں رہ کر لوگوں کو جہاد کے پرچم کے نیچے متحد کیا۔ اور پھر سوات کے لوگوں کو بھی جہاد کے لئے منظم کرنے کے لئے سوات پہنچے۔ وہاں نلکوٹ کے مقام پر کاکامیاں کے ہاں مقیم ہوئے۔ اسی جگہ سوات کے لوگوں کا ایک وفد حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے بیٹے فضل اکبر کو سوات کا حکمران بنانا چاہتے ہیں۔ لہذا فضل اکبر کو یہ پیشکش قبول کرنے کی اجازت دی جائے۔ حاجی صاحب نے وفد سے کہا کہ ہم کسی ملک کی حکمرانی حاصل کرنے نہیں آئے بلکہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے گھر سے نکلے ہیں۔ آپ لوگ اس وقت ہمارا ساتھ دیں تاکہ ہم ایک منظم لشکر تیار کر کے انگریزوں کا مقابلہ کریں"۔ نلکوٹ میں تبلیغ جہاد کے بعد آپ باجوڑ کے مقام پر پہنچے۔ بچے بھی نلکوٹ کے گاؤں سے باجوڑ پہنچ چکے تھے۔ باجوڑ میں نواب دیر نے حاجی صاحب کو دعوت دی کہ وہ دیر میں سکونت اختیار کریں۔ نواب صاحب کی طرف سے انہیں زمین کا ایک بڑا رقبہ دیا جائیگا جس میں مسجد اور دارالعلوم بھی تعمیر کر کے دیا جائے گا۔ اور لنگر کے لئے معقول رقم دیر کے خزانہ سے دی جائے گی۔ حاجی صاحب نے اس پیشکش کو بھی یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ہمارے سامنے اس وقت جہاد کا عظیم منصوبہ ہے جس کی تکمیل کے لئے ہم نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے ہمیں نہ حکومت چاہیئے، نہ جاگیروں کی ضرورت ہے اور نہ ہی مال و دولت کی ضرورت ہے

رستم کا جہاد

بنیر پہنچتے ہی حاجی صاحب نے نفیر عام کا صور پھونک دیا چونکہ خود امن و راحت کی زندگی اور بہت بڑی جائیداد چھوڑ کر راہ حق میں گامزن ہوئے تھے۔ علاوہ بریں علم و فضل اور تقدس میں خاص شہرت حاصل تھی اس لئے بہت جلد خاصی بڑی جمعیت کو بغرض جہاد تیار کر لیا جا عتٰ

مجاہدین بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئی اور انہوں نے رستم کے علاقے میں انگریزی چوکیوں پر ہلہ بول دیا حکومت کو ان کی سرگرمیوں کا علم ہو چکا تھا اور مقابلے کے لئے پوری تیاری کرلی گئی تھی حملہ آوروں کے خلاف توپوں کی گولہ باری شروع ہوگئی اور پہلے ہی حملے میں ایک سو کے قریب جانیں تلف ہوئیں[1]

اس زمانے میں ۲۴ اپریل ۱۹۱۵ء کو دریائے سوات کے جنوبی کنارے پر بانڈی بالا میں چنار کے درختوں کے نیچے اہالیان سوات نے سید عبدالجبار شاہ کی دستار بندی کرکے انہیں سوات کا حکمران تسلیم کیا اور مشہور عالم ملا سنڈاکے کو اس حکومت میں غیر رسمی طور پر شیخ الاسلام کی حیثیت حاصل ہوگئی[2] سید عبدالجبار شاہ نے ملا صاحب سنڈاکے سے یہ معاملہ طے کرلیا تھا کہ سوات کی تنظیمات مکمل ہونے اور دیر کے تصرف سے آزادی حاصل کرنے تک کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے حکومت ہند کو سوات میں پیش قدمی کا بہانہ مل سکے۔

حاجی صاحب ترنگ زئی نے بونیر میں جس جہاد کا سلسلہ شروع کیا تھا اس میں جب خاصی کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے ملا سنڈاکے کو پیغام بھیجا کہ وہ اہل سوات کو جہاد کے پرچم کے نیچے متحد کرکے انگریزی فوجوں پر حملہ کریں تاکہ مجاہدین انگریزوں کے مقابلے میں کامیاب ہوسکیں۔ ملا صاحب سنڈاکے کو جب حاجی صاحب کا یہ پیغام ملا تو انہوں نے فوری طور پر جہاد کے لئے تبلیغ شروع کرکے ایک اچھا خاصا لشکر تیار کرلیا۔

سید عبدالجبار شاہ فوری طور پر انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے حق میں نہ تھے ان کا یہ خیال تھا کہ جب تک مقابلے کی پوری سکت اور طاقت نہ ہو مقابلے سے دوری بہتر ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک جرگہ منعقد کرکے ملا صاحب سنڈاکے کے اس اقدام کے مضر پہلو واضح کئے اور لوگوں نے ان پہلوؤں کو معقول تسلیم کیا[3]

ملا صاحب سنڈاکے کو حاجی صاحب ترنگ زئی کی طرف سے بار بار پیغام پہنچ رہا تھا کہ جتنا جلد ہوسکے انگریزی چوکیوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے جائیں تاکہ انگریزوں کے پاؤں جمنے سے پہلے ہی اکھڑ جائیں۔ جب ملا صاحب سنڈاکے کے راستے میں سید عبدالجبار شاہ تھالوی حائل ہوگئے تو ملا صاحب ناراض ہوکر سوات سے روانہ ہو پڑے۔ یہ دیکھ کر

---

[1] سرگزشت مجاہدین از غلام رسول مہر ص۵۲۴ [2] سرگزشت مجاہدین از غلام رسول مہر ص۵۲۴
[3] ” ” ” ” ص۵۲۶

تمام لوگ پریشان ہوگئے کہ اس نحدار سیدہ ہستی کی ناراضگی کسی قہر خداوندی کا باعث نہ بنے لہٰذا سرکردہ لوگ ملا صاحب کو راضی کرکے واپس لائے اور ان کی تجویز پر مجاہدین کا ایک بھاری لشکر تیار کرکے انگریز لشکر پر حملہ کر دیا گیا۔ انگریز فوج پہلے سے تیار تھی اس نے سخت گولہ باری شروع کی۔ بھاری گولہ باری کے سامنے مجاہدین کا لشکر نہ ٹھہر سکا۔ نواب دیر کی فوج بھی انگریزوں کی معاونت کو پہنچ گئی۔ ملا صاحب سنڈاکے بونیر گئے وہاں سے مجاہدین کو لیکر زیریں سوات کے جنوبی و مغربی حصے میں شموزئی اور رانی زئی علاقے کے ڈوب نامی پہاڑ پر مورچہ قائم کر لیا۔ غازیوں اور مجاہدین کی ایک بڑی تعداد ان کے ساتھ ہو گئی۔ اس مورچے سے انگریزی لشکر پر حملوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ دن بھر خاموشی رہتی اور رات کو انگریزی چوکیوں پر شبخوں مارے جاتے۔ نواب دیر اور انگریز دونوں کی فوج مجاہدین کے ان حملوں سے اس قدر پریشان ہوئی کہ وہ پیش قدمی کا ارادہ ترک کرکے چکدرہ کے پاس میدان میں خیمہ زن ہو گئی"[۱]

جن دنوں حاجی صاحب ترنگ زئی جہاد کے لئے قبائلی علاقے میں گئے ان دنوں چمرکنڈ میں امیر نعمت اللہ امیر المجاہدین تھے۔ حاجی صاحب نے سب سے پہلے رستم اور چک درہ کے مقام پر انگریزی فوجوں پر پے در پے حملے کئے۔ رستم میں لڑائیوں کا یہ سلسلہ حاجی صاحب ترنگزئی کی تحریک سے شروع ہوا تھا اور چمرکنڈ کے مجاہدین نے امیر نعمت اللہ کی سرکردگی میں رستم کی ان لڑائیوں میں حاجی صاحب کے شانہ بشانہ حصہ لیا ان لڑائیوں کے متعلق جماعت مجاہدین نے ایک بلیٹن بھی شائع کیا جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

۱۔ "۱۶ راگست ۱۹۱۶ء کو مجاہدین ہندوستانی حد برطانیہ میں گھس گئے اور ایک پہاڑی پر مورچہ بندی کرکے مقیم ہو گئے یہ پہاڑی موضع سرخوئی سے ایک میل کے قریب واقع ہے اور تیرہ میل سلطنت برطانیہ کے اندر ہے اس مقام سے قلعہ رستم اور کیمپ آٹھ میل پر ہیں اور دن کو نظر آتے ہیں۔"

۲۔ "۲۰ راگست ۱۹۱۵ء کی شب کو مجاہدین نے رستم کے کیمپ پر انگریزی فوج پر حملہ کیا۔ کیمپ سے برابر مدافعانہ توپوں اور بندوقوں کے فائر ہوتے رہے۔ رستم کے باشندوں نے خبر دی کہ برطانیہ کے زخمی سولہ ڈولیوں میں مردان کو روانہ کئے گئے۔ گھوڑوں، اونٹوں اور خچروں کا بہت نقصان ہوا۔"

۱۔ شہادت الثقلین حصہ دوم مصنف سید عبدالجبار شاہ۔ ص ۱۲۵

۳۔ "۱۴ راگست ۱۹۱۵ء کی شب کو مجاہدین نے پھر انگریزی فوج پر حملہ کیا مدافعت میں بہت سرگرمی سے توپیں اور بندوقیں ساری رات چلتی رہیں رستم کے باشندوں کی زبانی معلوم ہوا کہ چالیس ڈولیاں زخمی سپاہیوں کی مردان گئیں۔"

۴۔ "۲۴ راگست ۱۹۱۵ء کی رات کو مجاہدین نے پھر حملہ کیا اور چاہا کہ کیمپ میں گھس جائیں لیکن چاروں جانب تاروں کا جنگلہ لگا ہوا تھا اور خندقیں کھودی گئی تھیں اس رات ایک انگریز افسر کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔"

۵۔ "۲۵ راگست ۱۹۱۵ء کو تمام رات بارش ہوتی رہی نو بجے دن کو برطانیہ نے پانچ ہزار فوج دو رسالوں اور اکیس توپوں کے ساتھ اچانک تین جانب سے مجاہدین پر حملہ کیا۔ مجاہدین نے جانبین کی پہاڑیاں پکڑ لیں اور گولہ باری ہونے لگی جو نو بجے سے صبح چار بجے تک جاری رہی ایک انگریز کرنل مارا گیا جس کے مرتے ہی فوج بھاگ کر قلعہ رستم میں پناہ گزین ہوئی اس جنگ میں کوئی اہل ملک شریک نہ تھا (سب فوجی گورے اور انگریزوں پر مشتمل تھے) اس رات مجاہدین کے دس آدمی شہید اور چھ زخمی ہوئے۔ انگریزوں کے تقریباً چھ سو آدمی قتل اور زخمی ہوئے"[1]

رستم کے جہاد میں حصہ لینے والے جب چھپ چھپا کر اپنے گھروں کو آئے تو سب انسپکٹر پولیس مردان نے انہیں گرفتار کر کے ڈپٹی کمشنر پشاور کو مطلع کیا کہ مندرجہ ذیل افراد کو رستم اور بنیر کی جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا گیا ہے ان گرفتار شدگان میں اختر بلند ولد غزن ساکن کنڈر۔ شریف اللہ ولد عبداللہ ساکن کنڈر رحمت اللہ ولد عبداللہ ساکن کنڈر۔ حمید اللہ ولد افضل ساکن گڑھی اسماعیل زئی۔ سراج الدین ولد سید محمد ساکن کوٹ اسماعیل زئی محمد دین ولد یازگل ساکن کوٹ دولت زئی کریم ولد یازگل ساکن کوٹ دولت زئی۔ فضل دین ولد لال دین ساکن کوٹ دولت زئی تھے۔ رپورٹ میں بہار الدین سب انسپکٹر پولیس مردان نے ۲۶ راگست ۱۹۱۵ء کو ڈپٹی کمشنر کو لکھا کہ "آپ کے حکم کے تحت ایک خصوصی سوار پولیس سٹیشن کاٹلنگ میں بھیجا گیا تاکہ آپ کے آرڈر کے تحت وہاں بھی اس قسم کے لوگوں کو گرفتار کیا جا سکے۔ میں نے متعلقہ پولیس انسپکٹر کو کہا ہے کہ وہ بذریعہ ٹیلیگرام ڈپٹی کمشنر کو مطلع کریں کہ اس سلسلے میں کیا کاروائی عمل میں لائی گئی ہے نیز ثناء اللہ اور تاج محمد کا ابھی تک سراغ نہیں ملا یہ معلوم ہوا ہے کہ تاج محمد اور تور گل بھی غازیوں سے جا ملے ہیں۔ یہ تاج محمد وہی

۱۔ بحوالہ سرگزشت مجاہدین ص۵۱۹ از غلام رسول مہر۔ ۲۔ پشاور آرکائیوز ریکارڈ فائل ۵۸ ص۴۵

شخص ہے۔ جو حاجی ترنگ زئی کے مشہور اسلامی مدرسہ گدر کا ٹیچر اور عالم خان کا بھائی ہے صوبیدار میجر نور گل حاجی صاحب ترنگزئی کے لنگر کا انچارج تھا۔ ثناء اللہ کوٹ اسماعیلزئی کے قاضی رحیم اللہ کا بھائی ہے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ان قیدیوں کو کہاں رکھا جائے کیونکہ یہاں کی حوالات میں مزید آدمیوں کی گنجائش باقی نہیں رہی۔[1] اس رپورٹ میں ڈپٹی کمشنر پشاور مسٹر بولٹن نے پولیس کو لکھا "ان تمام قیدیوں کو پشاور جیل میں لا کر سیاسی قیدیوں کے سیل میں بند کر دیا جائے"[1]

قاری عبدالمستعان نے حاجی صاحب کے ساتھ ہی ہجرت کی تھی اور وہ حاجی صاحب کے ساتھ ہی رہے بلکہ حاجی صاحب کے میر منشی کے طور پر کام کرتے رہے ڈپٹی کمشنر پشاور مسٹر بولٹن نے اسسٹنٹ کمشنر نوشہرہ کو ۲۹۔ اگست ۱۹۱۶ء کو مطلع کرتے ہوئے لکھا۔

قاری ملا صاحب آف اکبر پورہ جو تمہارے سب ڈویژن کا رہنے والا ہے جس کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ حاجی صاحب کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر ان کے ساتھ ہی یہاں سے چلا گیا تھا وہ ابھی تک حاجی صاحب کے ساتھ ہے اسکے متعلق مزید معلومات کر کے بھیجی جائیں۔[2]

۹ اور ۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ۴۶ پنجاب رجمنٹ نے رات کے وقت مجاہدین پر بمباری شروع کی۔ مجاہدین نے اس رجمنٹ کے ایک سپاہی کو ہلاک اور تین کو زخمی کیا ان تینوں کو فوجی اٹھا کر کیمپ میں لے گئے۔[3]

حاجی صاحب ستمبر ۱۹۱۵ء کو سر نور فقیر کو لے کر بنیر سے سوات پہنچے۔ حاجی صاحب نے چند دن منگورہ میں قیام کیا اور سواتی مجاہدین کو جہاد کے لئے آمادہ کیا۔ منگورہ سے آپ دریائے سوات کو عبور کر کے چنداکوٹ پہنچے سو آپ جہاں بھی جاتے سواتی مجاہدین آپ کا پرجوش استقبال کرتے اور جوق درجوق جہاد کے لشکر میں شامل ہوتے جاتے تھے۔ بنیر والوں کے کم از کم ۱۲۰ خاندان حاجی صاحب کی محبت میں ہاتھوں میں جہاد کے پرچم اٹھائے ہوئے تھے چنداکوٹ سے حاجی صاحب نے سنڈاکے ملا کو پیغام بھیجا کہ جب تک لشکر پوری طرح منظم نہ ہو جائے اور میں لشکر کو لے کر نہ پہنچوں وہ پیش قدمی نہ کریں۔[4]

رستم کے جہاد کے متعلق وضاحتی نوٹ

رستم کے جہاد کے متعلق سرکاری ریکارڈ سے مندرجہ ذیل مزید حالات ملتے ہیں۔

---

(۱) پشاور آرکائیو ریکارڈ فائل ۵۸ صفحہ ۴
۲۔ ڈی سی ڈائری بنڈل ۱۵ صفحہ ۲۴۳ پشاور آرکائیو
۳۔ " " " " " صفحہ ۸۸
۴۔ " " " " " صفحہ ۲۴۴ "

حاجی صاحب نے ۲۰ جون ۱۹۱۵ کی رات کو تر نگ زئی سے ہجرت کی سرکاری اطلاع کے مطابق آپ کنگر گلی کے راستے بنیر پہنچے۔[1]

جولائی ۱۹۱۵ء میں باڑہ ملّا نے اور قبائلی سرداروں نے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ وہ بڑے صاحب کی گدی سنبھال کر وہیں مقیم ہو کر لوگوں کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا فرض پورا کریں۔ حاجی صاحب نے باڑہ ملّا کو جواباً مطلع کیا کہ "میں جہاد کے ارادے سے گھر سے نکلا ہوں اس وقت ہمارے ملک پر انگریزوں کا قبضہ ہے۔ اسلامی ممالک ایک ایک کر کے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس وقت ہم جہاد کریں ایسے ہی موقعوں کے لئے جہاد ہم پر فرض ہے لہٰذا میں نے پچاس رائفلیں خرید لی ہیں اور مزید ہتھیاروں کی فراہمی کا انتظام کر رہا ہوں مجاہدین میرے ساتھ ہیں صرف اسلحہ کی انتظار ہے۔ جونہی اسلحہ فراہم ہوا ہم اپنے ملک کو انگریزوں سے نجات دلانے کیلئے میدان جہاد میں کود پڑیں گے۔ لہٰذا اس وقت میں اپنے مرشد کی گدی سنبھالنے سے زیادہ یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ میرے مرشد و رہنما نے اپنی ساری زندگی اپنے وطن کی آزادی کے لئے جہاد کیا ہے میں بھی اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد کا آغاز کروں۔ اور انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے میں عملی جد و جہد کروں۔ میں جہاد کا آغاز کرنے سے پہلے چمرکنڈ میں اپنے مرشد کی قبر پر ضرور حاضری دوں گا۔" حاجی صاحب کا یہ خط پہنچنے کے بعد باڑہ ملّا اور قبائلی زعما نے ایک جرگہ کیا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ عید کے بعد علماء اور مشائخ کا ایک وفد بنیر میں حاجی صاحب کے پاس بھیجا جائے تاکہ حاجی صاحب کو چمرکنڈ میں لایا جائے۔

جون ۱۹۱۵ء میں لاہور کے ۴۰ طلبا دربند کے راستے چمرکنڈ پہنچے اور انہوں نے مجاہدین چمرکنڈ کے امیر نعمت اللہ سے کہا کہ ہم پنجاب سے جہاد کے لئے آئے ہیں اور ہمارے مزید ۲۰۰ طالب علم بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں۔ یہ طلبا حاجی صاحب کی ہجرت سے صرف تین دن پہلے چمرکنڈ پہنچے تھے انکے پہنچتے ہی ستھم اور بنیر کے سرحدی علاقوں میں جہاد کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں صرف حاجی صاحب کی آمد کا انتظار تھا۔ حاجی صاحب جونہی بنیر پہنچے تو آپ نے لوگوں کو جہاد کے لئے آمادہ کرنا شروع کر دیا لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ حاجی صاحب نے لوگوں کو خدا کے راستے میں جانی اور مالی جہاد کرنے کیلئے تبلیغ شروع کر دی۔ آپکی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ چند ہی دنوں میں

۱۔ بنڈل ۴ سیکنڈ لسٹ فائل ۹۹ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

لوگوں نے آپکے ہاتھ پر جہاد کیلئے بیعت کرنا شروع کردی۔ جب مجاہدین کی کثیر تعداد آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تو آپ نے چمرکنڈ میں مقیم سید احمد شہید کے پیروکاروں کے امیر نعمت اللہ کو بلایا امیر نعمت اللہ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ جونہی حاجی صاحب ترنگ زئی ہجرت کر کے قبائلی علاقے میں پہنچیں اور جہاد کا آغاز کریں تو سید احمد شہید کے تمام پیروکار جو چمرکنڈ کی بستی مجاہدین میں مقیم ہیں وہ حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرتے ہوئے فوری طور پر حاجی صاحب کی قیادت میں جہاد کا آغاز کر دیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے چمرکنڈ میں مقیم مجاہدین کے سالار امیر نعمت اللہ کو اور بونیر کے تین بڑے قبیلوں کے سرداروں کو بنیر میں مدعو کیا تا کہ ایک جرگہ منعقد کر کے اس جرگے میں جہاد کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء کو یہ جرگہ بنیر میں منعقد ہوا۔ اس جرگے میں اپر بونیر کے تین بڑے قبیلوں کے سرداروں کے علاوہ لوئر بونیر کے بھی تین قبیلوں کو مدعو کیا گیا۔ جرگہ دو دن تک ہوتا رہا انگریزوں کو جب حاجی صاحب کے اس اقدام کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی مخصوص حکمت عملی کے ذریعے اس جرگے کو ناکام بنانے کی کوشش کی اور حاجی صاحب کے جہاد کے پروگرام کو ناکام بنانے کے لئے ایک مولوی کو جو لوئر بونیر سے تعلق رکھتا تھا اور جو میراف باجکاٹا کے نام سے مشہور تھا اسے بھاری رقم دی جس نے بھرے جرگے میں جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اسلام میں جہاد اس وقت تک فرض نہیں ہے جب تک کسی اسلامی ملک کا سربراہ یا امیر جہاد کا حکم نہ دے[1] اس ملا کی بنیر میں بہت بڑی اہمیت تھی اور اہل بنیر اس کا بڑا احترام کرتے تھے مگر جونہی اس نے جہاد کی مخالفت کی تو اہل بنیر کی نظروں میں اس کا وہ مقام نہیں رہا جو اس سے پہلے تھا باوجود اس ملا کی مخالفت کے جرگے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ "انگریزوں نے ہمارے ملک پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے تمام اسلامی ممالک کو ایک ایک کر کے ختم کیا جا رہا ہے ترکی کی اسلامی سلطنت کو ختم کر کے خلافت اسلامیہ کا نام ونشان مٹانے کے لئے تمام عیسائی طاقتیں متحد ہو چکی ہیں عربوں میں نفاق پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑایا جا رہا ہے مسلمانوں کی متحدہ طاقت کو ختم کرنے کیلئے عیسائی طاقتوں نے ہر جگہ مسلمانوں میں تفرقہ بازی کا بیج بو دیا ہے لہٰذا ان حالات میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی عظمت اور شان وشوکت کے تحفظ کے لئے خدا کے حکم کی تعمیل میں جہاد

---

[1] ڈپٹی کمشنر رپورٹ ۷ جولائی ۱۹۱۹ اپریل ۲۹ پیرگراف نمبر ۱۲ فائل ۹۹

کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک اپنے وطن کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے علاوہ دنیائے اسلام کو عیسائی طاقتوں کے پنجۂ استبداد سے نجات نہ دلائیں"

اس جرگے میں حاجی صاحب کے ہاتھ پہ جہاد کے لئے بیعت کی گئی اور ہر ایک نے یہ وعدہ کیا کہ وہ خدا کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی دینے سے کسی بھی حالت میں دریغ نہیں کریگا۔" انگریزوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ باوجود بھاری رقم خرچ کرنے کے جرگے نے جہاد کے آغاز کا فیصلہ کرلیا تو انگریزوں نے حفاظتی اور دفاعی انتظامات کے فوری احکامات نافذ کر دیئے اور ڈپٹی کمشنر پشاور نے حکومت ہند کو مطلع کیا کہ "اب یہ امکانات پیدا ہو چکے ہیں کہ پشاور کی سرحد پہ حالات بگڑ چکے ہیں"[۱]

جرگے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ عید کے فوری بعد جہاد کا آغاز کیا جائے گا لہٰذا جونہی جہاد کا اعلان ہو ہر علاقے کے لوگ جوق در جوق خدا کے راستے میں جہاد کے لئے حاجی صاحب کے پاس پہنچیں۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاد کیلئے جو پرچم استعمال کئے جائیں وہ سفید ہوں اور سبز ہوں ہر قبیلے کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جو پرچم چاہیں استعمال کر سکتے ہیں جرگے کے بعد حاجی صاحب نے تمام قبائلی علاقوں میں اپنے قاصدوں کے ذریعے عیسائی طاقتوں کے ظلم وستم اور جبر و تشدد کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لئے اعلان جہاد پر مشتمل خطوط بھیجے۔ یہ خطوط دیر سوات چترال شمالی اور جنوبی وزیرستان تیراہ کے مقبوضہ علاقوں میں بھی خفیہ طور پہ بھیجے گئے سرحد کے اندرونی اضلاع میں حاجی صاحب نے اپنے مخصوص قاصدوں کے ذریعے خفیہ طور پہ مختلف افراد کو یہ خطوط بھیجے جن میں اہل سرحد کو کہا گیا کہ جونہی جہاد کا آغاز کیا جائے وہ بھی انگریزوں کے خلاف ہر ممکن جدوجہد کو بروئے کار لانے کی کوشش کریں تاکہ ان سے ملک کو نجات دلائی جا سکے۔ قبائل کی مختلف قوموں کو بھی الگ الگ یہ خطوط بھیجے گئے ان قبیلوں میں خدو خیل، گدون، اتمان خیل اتمان زئی اور یوسف زئی کے قبائل خاص کر قابل ذکر ہیں۔ ان خطوط میں حاجی صاحب نے عوام کو مطلع کیا کہ عید کے دوسرے دن جہاد کا آغاز کر دیا جائے گا۔ اس لئے جونہی جہاد کا آغاز ہو تمام مسلمان متحد ہو کر انگریز حکومت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑے ہو جائیں حاجی صاحب نے ان خطوط میں لوگوں کو یہ بھی کہا کہ وہ خدا کے راستے میں بڑی سے بڑی

۱۔ ڈپٹی کمشنر رپورٹ ۱۷ جولائی ۱۹۱۵ء

قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کریں بلکہ اسلام کی سربلندی کے لئے وہ پھر واقعہ کربلا کو سامنے رکھ کر اپنے سر ہتھیلیوں پر رکھ کر میدان جہاد میں مکمل حوصلے اور عزم اور جرأت کے ساتھ کود پڑیں خدا ہمارا حامی اور ناصر ہے۔"

انگریزوں نے جب دیکھا کہ تمام قبائل حاجی صاحب ترنگ زئی کے ہاتھ پہ جہاد کے لئے بیعت کر چکے ہیں اور عید کے دوسرے دن جہاد کا آغاز ہونے والا ہے تو انہوں نے افغانستان کے حکمران امیر حبیب اللہ خان کو خفیہ طور پہ آمادہ کیا کہ وہ قبائلیوں کو حکم دیں کہ وہ جہاد کے لئے امیر کے حکم کا انتظار کریں۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح ایک طرف تو قبائلی مطمئن ہو جائیں گے کہ امیر جہاد کے حق میں تو ہے مگر جہاد کے وقت کا تعین امیر خود کریگا دوسری طرف انگریزوں کا یہ منشا تھا کہ اس طرح قبائل کے جہاد کے جذبے کو فرو کرنے کے لئے کچھ وقت مل جائے گا اور اس طرح یا تو حکمت عملی کے ذریعے قبائلیوں کے اس جذبے کو فرو کر دیا جائے گا یا پھر جہاد کی اس سکیم کو ناکام بنانے کے لئے مؤثر دفاعی انتظامات کر لئے جائیں گے چنانچہ امیر نے افغانستان اور قبائل کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ فی الحال جہاد کے معاملے کو ملتوی رکھیں۔[۱]

قبائلی علاقوں کے مختلف حصوں میں جہاد کی تیاری اور اطلاع کے خطوط بھیجنے کے بعد حاجی صاحب نے اپنے مشائخ اور مریدوں کی معیت میں بنیر اور سوات کے گاؤں کا دورہ کیا۔ رمضان کا مہینہ تھا حاجی صاحب ایک دن ایک گاؤں کے دورے پہ ہوتے اور دوسرے دن دوسرے گاؤں میں پہنچتے۔ ہر گاؤں اور ہر قصبے میں جا کر آپ نے لوگوں کو جہاد کی فضیلت بتائی اور جہاد کے احکامات سنائے اور دنیائے اسلام میں عیسائی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف جو حربے استعمال کر رہی تھیں ان حربوں سے حاجی صاحب نے قبائل کے لوگوں کو آگاہ کرنے کے بعد انہیں جہاد کے لئے آمادہ کیا۔ انگریز بھی خاموش نہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ بلکہ انہوں نے درپردہ جہاد کی اس سکیم کو ناکام بنانے کے لئے قبائل میں دولت کا جال بچھا دیا تھا لوگوں کے ضمیروں کو خریدنے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کیا جانے لگا یعنی وظیفہ جاگیروں اور خطابات کے لالچ دیئے جانے لگے۔ کرسی نشینی اور اعزازی مجسٹریٹی کے عہدے کی پیش کش شروع ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ بکنے والے بک گئے مگر صحیح اسلامی جذبہ رکھنے والے مسلمانوں نے دولت کے انبار کرسی اور خطابات کی پیش کش، وظیفہ اور جاگیر کو ٹھکراتے ہوئے کہا: "دنیا کی بڑی سے بڑی لالچ

[۱] قبائلی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان ص ۱۱۵

کے ذریعے بھی تم ہمارے ضمیروں کو کبھی بھی نہیں خرید سکو گے۔ ہم نے تمہارے خلاف سینہ سپر ہو کر تمہارے ساتھ مقابلہ کرنا ہے ہم اپنی جان خدا کے حضور نذرانہ پیش کریں گے تمہیں اس سرزمین سے نکال کر ہی دم لیں گے۔"

جہاد کا آغاز: حاجی صاحب رمضان کا پورا مہینہ راتوں کو عبادت اور ریاضت میں گذارتے تھے اور دن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر لوگوں کو جہاد کیلئے تیار کر رہے تھے حاجی صاحب نے امبیلہ میں جب عید کی نماز ادا کی۔ اس وقت بھی ہزاروں افراد نے حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی عید کے دوسرے دن مجاہدین کے دستے حاجی صاحب کے پاس پہنچے ۱۴ اگست ۱۹۱۵ء کا دن تھا۔ حاجی صاحب نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد جہاد کا اعلان کیا۔[1] جہاد کا اعلان ہوتے ہی مجاہدین ہاتھوں میں پرچم اٹھائے مردان کی طرف روانہ ہوئے ۱۵ اگست کو مجاہدین ضلع مردان کے علاقہ رستم کے دروں میں وارد ہوئے ان دروں سے اللہ اکبر کی صدائیں جب بلند ہونے لگیں تو جانبازان اسلام کی گرجدار آوازوں سے برطانوی فوجوں کے دل لرزنے لگے حکومت نے فوری طور پر فوجوں کا سہارا لیا اور مسلح فوج کو جو توپوں مشین گنوں اور آتشیں اسلحہ سے لیس تھی رستم کی طرف روانہ کیا تاکہ مجاہدین کی پیش قدمی کو روکا جا سکے مردان کے تمام ضلع کے عوام نے مجاہدین کی آمد کی خبر پہ خوشیاں منائیں اور مجاہدین کا ساتھ دینے کے لئے ہر طرح سے تیاری کی مگر حکومت نے مردان، صوابی، رستم اور ارد گرد کے تمام گاؤں اور قصبوں میں گھر گھر پر پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گھور کھے سپاہی سنگین تانے ہوئے گھر کے دروازے پر کھڑے کر دیئے گئے مردان اور اسکے ارد گرد کے گاؤں کی یہ حالت تھی کہ گویا ہر گھر ایک قید خانہ کا منظر پیش کر رہا تھا یہ اس لئے تاکہ مقامی لوگ مجاہدین کی کسی قسم کی مدد نہ کر سکیں مردان کے علاوہ چارسدہ اور تنگی میں بھی ہر گھر پہ مسلح پہرہ لگا دیا گیا تمام گاؤں کی ناکہ بندی کر دی گئی تاکہ کسی بھی گاؤں کا کوئی آدمی مجاہدین کو کسی قسم کی مدد نہ دے سکے اور نہ ہی مجاہدین سے کوئی شخص کسی قسم کا رابطہ پیدا کر سکے مجاہدین نے رستم کے پہاڑوں پر مورچے قائم کر لئے اور مزید دستوں کا انتظار کرنے لگے انگریزی فوج نے بھی رستم کے قریب دفاعی لائن قائم کر کے مجاہدین کے مقابلے کے لئے مورچہ بندی شروع کر دی۔ مجاہدین کے دستے مختلف سمتوں سے آتے گئے اور رستم کے دروں میں اور پہاڑوں میں مورچہ بند ہوتے گئے حاجی صاحب خود ہی مجاہدین کی کمان کر رہے تھے

---

[1] قلمی جہاد نامہ از قاری عبد المستعان ص۸

انگریزی فوج اس انتظار میں تھی کہ مجاہدین آگے بڑھیں تو ان پر یلغار کر دی جائے اور حاجی صاحب کی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ مجاہدین پہاڑوں اور دروں میں ہی مورچہ بندی کر لیں تاکہ انگریزی فوج کی گولہ باری سے مجاہدین محفوظ رہ کر انگریزی فوج کا صفایا کر سکیں۔ آخر کار حاجی صاحب نے مجاہدین کو انگریزی فوج پر یلغار کا حکم دیا حکم پاتے ہی چار ہزار مجاہدین مختلف سمتوں سے سرکاری کی طرف بڑھے۔ انگریزی فوج اپنی فیلڈ بیٹری کے سہارے پیں رسالپور سے دن کے دو بجے رستم سے آگے بڑھی۔ خدائی فوج اور برطانوی فوج کا آمنا سامنا ہوا جنگ کے آغاز پر برطانوی فوج نے توپ خانے کے منہ کھول دیئے مشین گنوں سے آگ برسانا شروع کر دی۔ خدائی فوج کے ساتھ صرف تلواریں اور بندوقیں اور قوت ایمانی تھی ایک طرف آگ برس رہی تھی دوسری طرف خدا کے متوالے اور شیدائی اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے بہادری جرأت اور خندہ پیشانی سے اپنے ملک کی آزادی کے لئے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جانوں کو اس آگ کی نذر کر رہے تھے تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو سکے کہ کس طرح ان کے پیشروؤں نے انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے میں اور وطن کو آزاد کرانے میں کیا کردار ادا کیا۔ تاکہ وہ اس آزادی کی قدر و قیمت جان سکیں اور اسے برقرار رکھ سکیں اور اپنے وطن کو غیروں کے تسلط سے بچائے رکھ سکیں۔ ۱۷ اگست ۱۹۱۵ء کو دن کے دو بجے لڑائی شروع ہوئی اور شام تک مسلسل خون کے دریا بہتے رہے اور مجاہدین اپنے وطن کی آزادی کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ جہاں مجاہدین میدان جنگ میں کام آئے وہاں دشمن کو بھی مجاہدین نے بھاری جانی نقصان پہنچایا۔ شام ہوئی تو مجاہدین پہاڑوں میں چلے گئے۔ ۲۰ لاشیں انگریزی فوج کے قبضے میں آئیں۔[1] یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شہیدوں کی ان لاشوں کو کہاں اور کس جگہ اور کس گڑھے میں دفن کیا گیا مگر اندازہ یہی ہے کہ وطن کے ان شہیدوں کی لاشوں کو رستم کے پولیس تھانے کے قریب ہی کہیں کسی ایک ہی جگہ گڑھا کھود کر دفن کیا گیا۔ انگریزی فوج کا ایک افسر لیفٹیننٹ میکنا مارا مجاہدین کی گولی کا نشانہ بنا اور کئی دوسرے فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا کئی فوجی زخمی ہوئے سرکاری رپورٹ کے مطابق پچاس مجاہد شہید اور ۸۰ زخمی ہوئے۔[2]

۱۔ فائل ۹۹ ڈائری ص ۱۴۲ پشاور آرکائیو ڈی سی ریکارڈ

۲۔ " " " " ص ۱۴۳ " " " " "

انگریزی فوج رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے واپس رستم کی طرف چلی گئی رستم کے کیمپ اور پولیس سٹیشن پر رات بھر مجاہدین گولہ باری کرتے رہے لیفٹیننٹ میکنامارا کی ہلاکت کے بعد انگریزی فوج مجاہدین سے اس قدر مرعوب ہوئی کہ وہ تین دن تک رستم کے فوجی کیمپ اور پولیس سٹیشن سے باہر نہیں نکلی۔ مجاہدین نے پہاڑوں پر مورچہ بندی کر لی تھی اور حاجی صاحب نے مجاہدین کو حکم دے رکھا تھا کہ جب تک دشمن کی فوج کیمپ سے نہیں نکلتی مجاہدین پہاڑوں سے ہی دشمن پر گولہ باری کرتے رہیں۔ چنانچہ ۲۰ اگست تک مجاہدین دن رات رستم کے فوجی کیمپ اور رستم کی پولیس چوکی پر گولہ باری کرتے رہے، اس گولہ باری سے کئی برطانوی فوجی ہلاک ہوتے ان ہلاک ہونے والے فوجیوں کی یاد میں ایک یادگار قائم کی ہے جو آج تک قائم ہے مگر افسوس ان شہیدوں کی یادگار تک نہیں جنہوں نے وطن کی آزادی کے لئے رستم اور مردان کے چپے چپے میں اپنے خون کے نذرانے پیش کئے۔

سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ۲۰ اگست کی صبح کو مجاہدین کا ایک دستہ ملندری کے درے سے نیچے بازنگان کی طرف آیا جہاں ایک فوجی دستے کے ساتھ شدید مقابلہ کر کے اس دستے کو واپس کیمپ کی طرف بھگانے میں کامیاب ہوا۔ اس دن جب شام ہوئی تو فوج کا دستہ رستم کے پولیس سٹیشن میں جا چھپا۔ مجاہدین تمام رات پولیس سٹیشن پر گولیوں کی بوچھاڑ کرتے رہے سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مجاہدین گولیوں کی بوچھاڑ سے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ ان کی تعداد بیشمار ہے[۱]۔

سواتی مجاہدین جوق در جوق جہاد میں شامل ہونے کے لئے حاجی صاحب کی قیادت میں پہنچ رہے تھے ہزارہ سے چغرزئی، حسن زئی اور دوسرے قبیلوں کے تقریباً چار سو مجاہدین کا جتھا علم جہاد بلند کئے ہوئے حاجی صاحب کے پاس پہنچ چکا تھا[۲]۔ تمام مجاہدین رستم کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے حاجی صاحب اس جنگ میں خود ہی سالار مجاہدین کی حیثیت سے کمان کر رہے تھے سید احمد شہید کے پیروکار مجاہدین جو عرصے سے چمرکنڈ میں مقیم تھے وہ بھی اپنے قائد امیر نعمت اللہ کی سرکردگی میں حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر

۱۔ این ڈبلیو ایف پی ڈائری ۱۹۱۵ بنڈل ۱۶۱ صفحہ ۲۱۴ پشاور آرکائیو۔ ۲۔ قلمی روزنامچہ قاری عبدالمستعان صفحہ ۲۰۹

حصہ لے رہے تھے یہ سب مجاہدین حاجی صاحب کی زیر کمان اس مقدس جہاد میں حصہ لے رہے تھے تاکہ برصغیر کو انگریزوں کی غلامی سے چھٹکارا دلایا جاسکے۔ اس جہاد کے شروع ہوتے ہی وہ تمام قبائلی ملا جو آپس میں متحد نہیں تھے حاجی صاحب کی قیادت نے انہیں متحد کر دیا تھا چنانچہ ملّا سرتور فقیر جو ملا سنڈاکے کی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا وہ بھی سنڈاکے ملا کی مخالفت ترک کرکے جہاد کے پرچم کے نیچے صرف ایک ہی مقصد لیکر آن پہنچا تھا کہ مسلمانوں کے دشمنوں سے اسلامی ممالک کو محفوظ کیا جائے اور ہندوستان سے انگریزوں کو نکالا جائے۔

سرتور فقیر اپنے تمام مریدوں اور پیروکاروں سمیت جہاد میں شامل ہو چکا تھا[1]۔ جہاد کے منصوبے کے تحت سرتور فقیر اور ملا سنڈاکے نے اپنے مجاہدین کے ساتھ ملاکنڈ کی طرف بڑھ کر انگریز فوجوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کی تو انگریزوں نے اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت اباخیل اور موسیٰ خیل قبیلے کے چند افراد کے ذریعے انگریزوں سے امداد طلب کی۔ کہ مجاہدین کی یورش سے ان کے علاقوں کو بچایا جائے[2] حالانکہ اباخیل اور موسیٰ خیل کے قبائل اجتماعی طور پر اس جہاد میں برابر کے شریک تھے۔ یہ محض چند افراد کی طرف سے سازش کی گئی تھی تاکہ انگریز ایک بہانہ بنا کر قبائلی علاقے میں پیشرفت کرسکیں مگر اس سازش میں انگریز کو خاطرخواہ کامیابی نہ ہو سکی۔

۲۴ اگست کو باڑہ ملّا بھی مجاہدین کا ایک لشکر لیکر مہمندوں کے علاقے سے ہوتے ہوئے انگریزی فوج پر حملہ کرنے کے لئے نیچے اتر آئے[3]۔ وہ ۲۶ اگست کو نواگئی پہنچے اور اسی دن مجاہدین کو ساتھ لیتے ہوئے لکاڑے میں پہنچے۔ مجاہدین کے اس دستے کا منصوبہ شبقدر کے مقام پر انگریز فوجی کیمپوں پر حملہ کرنے کا تھا۔ غازیوں کے اس جتھے میں باجوڑ اور مہمند علاقے کے بیشمار مجاہد تھے ان مجاہدین نے ہاتھوں میں جہاد کے پرچم اٹھا رکھے تھے مہمند ایجنسی کے پہاڑوں میں ان نعروں نے جرأت اور بہادری کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ مجاہدین کے اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے انگریزی فوج کا ایک مسلح بھاری دستہ شبقدر سے آگے بھیجا گیا تاکہ مجاہدین کو شبقدر پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔

۱۔ خفیہ ریکارڈ ڈی سی آفس بنڈل نمبر ۱۵ صفحہ ۲۱۵ پشاور آرکائیو

۲۔ " " " " " " "

۳۔ " صفحہ ۲۲۳ "

قبائلی علاقوں میں مجاہدین کی تنظیم

حاجی صاحب ہجرت کر کے جب قبائلی علاقے میں پہنچے تو بابڑہ ملا نے حاجی صاحب ترنگزئی کو دعوت دی کہ وہ چمرکنڈ میں آکر بڑے ملا صاحب کی گدی کا انتظام سنبھالیں جو کئی سالوں سے خالی پڑی ہے۔ حاجی صاحب چونکہ جہاد کے جذبے کے تحت وطن سے نکلے تھے اس لئے انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ جہاد کو اولیت دی۔ قبائلی علاقے میں جانے کے بعد حاجی صاحب کی یہ کوشش تھی کہ قبائل کی باہمی دشمنیوں کو ختم کرا کر ان میں کامل اتحاد پیدا کیا جائے تاکہ ان کے اس اتحاد سے انگریزی فوجوں کا مقابلہ کرنے میں آسانی پیدا ہو اور کامیابی کے امکانات روشن ہوں دوسری طرف حاجی صاحب کی یہ کوشش تھی کہ مجاہدین کیلئے اسلحہ اور گولہ بارود جمع ہو سکے۔ اس سلسلے میں حاجی صاحب کے پاس برصغیر کے مخیر حضرات سے جو روپیہ آتا تھا انہوں نے اس سے اسلحہ اور گولہ بارود خریدنا شروع کر دیا تھا[1]۔

شروع شروع میں جو رقم حاجی صاحب کے پاس آئی اس سے کچھ تو مجاہدین کے خرچ اخراجات پورے کئے گئے اور کچھ رقم سے پچاس رائفلیں خریدی گئیں چنانچہ بڑے صاحب کی گدی کا انتظام سنبھالنے کے جواب میں حاجی صاحب نے بابڑہ ملا کو کہلا بھیجا کہ انھوں نے جہاد کیلئے فی الحال پچاس رائفلیں خرید لی ہیں[2]۔ مزید انتظام کیا جا رہا ہے تاکہ مجاہدین کے لئے کافی مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود خریدا جا سکے میں اسی سلسلے میں بڑے ملا کی زیارت پر جانا چاہتا ہوں تاکہ وہاں لوگوں کو تبلیغ جہاد کے ساتھ ساتھ مجاہدین کے لئے اسلحہ اور گولہ بارود کے لئے اپیل کر سکوں۔ چنانچہ میں اسی سلسلے میں چمرکنڈ جا رہا ہوں۔ آپ وہاں کے لوگوں کو اس سلسلے میں تعاون پر آمادہ کریں۔ بابڑہ ملا نے جرگے کے سامنے یہ تجاویز پیش کیں جو حاجی صاحب نے ان کے سامنے پیش کی تھیں بابڑہ ملا نے جرگے سے کہا کہ عید کے بعد شیخ اور خوانین کا ایک وفد حاجی صاحب کے پاس بھیجا جائے جو انہیں بنیر سے واپس لے آئے۔ اسی اثنا میں بنیر میں انگریزوں کے خلاف ہنگامے شروع ہو

۱۔ انٹرویو قاضی اسلم سنجری مصاحب حاجی صاحب ترنگ زئی۔

۲۔ قلمی روزنامچہ از قاری عبدالمنان ص ۱۷۵۔

گئے۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ہندوستانی مجاہدین کے قائد امیر نعمت اللہ کے پاس قبائلی علاقوں اور ہندوستان کے لوگوں کے کئی جرگے پہنچے۔ حاجی صاحب نے اور امیر نعمت اللہ نے جرگوں کے سامنے جہاد کی اہمیت کو بیان کیا۔ بنیر والوں کے تین قبیلے حاجی صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے اعلان جہاد کیا جائے۔ نوریزئی قبیلے کے ایک ملا میر آف باجکٹا نے لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد سے باز رکھنے کے لئے جرگے میں کھڑے ہو کر کہا کہ حاجی صاحب ترنگزئی ہمیں قائل کریں کہ آیا موجودہ حالات میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا عین شریعت کے مطابق ہے؟ حاجی صاحب ۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء کو ڈاگئی میں پہنچے وہاں آپ نوریزئی قبیلے کے ایوب خان کے رویئے سے بہت ہی ناامید ہوئے۔ ایوب خان بنیر کا خان تھا کہا جاتا ہے کہ ایوب خان ۱۴ جولائی کو بنیر میں میر آف باجکٹا اور نوریزئی کے مذہبی لوگوں سے ملا اور جہاد کے اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا۔ چنانچہ نوریزئی اور دولت زئی کے لوگوں نے حاجی صاحب کو کہا کہ وہ فی الحال جہاد کے موضوع پر کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ یہ بھی فیصلہ ہوا۔ کہ عید کے چوتھے روز تک اس موضوع کو نہ چھیڑا جائے اور عید کے چوتھے روز اس پر ہم ایک دوسرا جرگہ کریں گے جس میں اس معاملے پر غور کیا جائے گا کہ آیا انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا جائے یا نہیں۔ اس اثنا میں ہندوستانی مجاہدین کے قائد امیر نعمت اللہ اپنے لشکر کو لیکر واپس مجاہدین کی بستی میں چلے گئے ہر مجاہد روزے سے تھا اس لئے مناسب یہی خیال کیا گیا کہ عید کے بعد ہی جہاد کیلئے کوئی منظم پروگرام بنایا جائے جس پر قبائلی بھی آمادہ ہو کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر سکیں تاکہ اجتماعی کوششوں سے کامیابی حاصل ہو سکے

ہزارے میں بھی حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا جذبہ لوگوں کے دلوں میں آگ کی طرح بھڑک رہا تھا۔ ہزارے کے لوگ حاجی صاحب کے اشارے کے منتظر تھے اسی سلسلے میں سیری کے شیر علی خان حاجی صاحب سے خاص ہدایات لینے کے لئے بنیر میں حاجی صاحب کے پاس پہنچے حاجی صاحب نے ان کے ذریعے ہزارے کے مجاہدین اور لوگوں کو پیغام بھیجا کہ عید کی نماز کے موقع پر جہاد کا اعلان کیا جائے گا لوگ تیار رہیں تاکہ خدا اسلام کی سربلندی کے لئے ہماری کوششوں میں کامیابی عطا کرے[1]۔ حاجی صاحب نے قبائل اور ہندوستانی مجاہدین کے سامنے یہ فیصلہ کیا کہ ہم جہاد کے

۱۔ ڈی سی ریکارڈ بنڈل نمبر ۱۵ سیریل نمبر ۳۹۴ صفحہ ۱۷۶ پشاور آرکائیو

لئے اپنے گھروں سے نکلے ہیں۔ ہم اس فرض کی ادائیگی کے لئے بہر صورت اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے میدان میں نکلیں گے تاکہ اس وقت عالم اسلام پر مصائب کے جو بادل چھائے ہوئے ہیں وہ چھٹ سکیں اور دنیائے عیسائیت کے ظلم و ستم سے دنیائے اسلام کو نجات مل سکے۔ اور برصغیر کو بھی خدا انگریزوں کی غلامی سے نجات عطا کرے حاجی صاحب نے جرگے کے سامنے فیصلہ کیا کہ عید کے دوسرے دن جہاد کا آغاز کیا جائے گا۔ لہٰذا تمام لوگ تیار رہیں حاجی صاحب نے اس موضوع کے خطوط بنیر، مردان، پشاور اور خدوخیل گدون اور اتمان زئی کے علاقوں میں بھیجے۔ تاکہ لوگ وسیع پیمانے پر جہاد میں حصہ لے سکیں [1]

حکومت نے جہاد کی اس اطلاع کے پیش نظر حفاظتی اقدامات کے طور پر فوجوں کو متحرک کیا اور ایک مسلح فوجی دستے کو ۱۹ جولائی ۱۹۱۵ء کو دیر کی طرف روانہ کیا۔ ۲۰ جولائی ۱۹۱۵ء کو مجاہدین کے پاس اسلحہ کی کمی تھی لہٰذا کوشش یہ کی گئی کہ برطانوی فوجوں سے اسلحہ چھین کر ان کے خلاف استعمال کیا جائے چنانچہ ۲۰ اور ۲۱ جولائی کی رات کو چکدرہ سے مجاہدین نے فوجی دستے سے چھ رائفلیں چھین لیں [2] اس طرح مجاہدین نے اپنے اسلحہ کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش شروع کر دی ادھر قبائلی علاقوں میں حاجی صاحب ترنگ زئی جہاد کے لئے عملی منصوبے کو آخری شکل دینے میں مصروف تھے ادھر کابل میں امیر نے بھی جہاد کی حمایت میں اپنی مہم کو تیز کر دیا۔ چنانچہ امیر کے اشارے سے جمعہ کے خطبوں میں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے اعلانات ہونے لگے اور لوگوں کو جہاد کی فضیلت سے آگاہ کیا جانے لگا۔ چکنور ملاّ حاجی صاحب کی طرف سے کابل گئے تھے تاکہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کے لئے آمادہ کر سکیں انہوں نے وہاں جا کر جہاد کے موضوع پر جگہ جگہ تقریریں کرنا شروع کیں اس طرح تمام قبائلی علاقوں میں جہاد کے لئے ایک فضا تیار ہو گئی اور یہ امید پیدا ہو گئی کہ جونہی قبائل نے جہاد کا آغاز کیا امیر کابل اس کی تائید کرتے ہوئے فوراً انگریزوں کے خلاف کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیں گے۔ ۲۵ جولائی ۱۹۱۵ء کو چکنور کے مقام پر ایک جرگہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت چکنور ملاّ نے کی اس جرگے میں ملحقہ قبائلی علاقوں کے سرداروں نے شرکت کی اس میں فیصلہ کیا گیا کہ جونہی جہاد کا آغاز ہو تمام قبائلی متحد ہو کر اس مقدس جنگ میں حصہ لیں گے۔

حاجی صاحب ترنگ زئی نے جہاد کے لئے ایک جامع منصوبہ تیار کیا اور مجاہدین کو اس جنگ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار کیا حاجی صاحب نے لوگوں میں جذبۂ جہاد اس

۱۔ " " " ڈائری ۲۹ ۱۹۱۵ء ۱۸۴ پشاور آرکائیو
۲۔ ڈی سی ریکارڈ سیریل ۲۹۴ بنڈل ۱۵

طرح کوٹ کوٹ کر بھر دیا کہ وہ صرف اس انتظار میں تھے کہ حاجی صاحب کب جہاد کا حکم کرتے ہیں۔ اتمان خیل مجاہدوں کے ایک دستے نے ۲۷ جولائی ۱۹۱۵ء کو زینی کے مقام پر فرنٹیئر کانسٹبلری پر بہادری سے حملہ کیا مقصد یہ تھا کہ جہاد کے لئے ان فوجیوں سے اسلحہ حاصل کیا جائے انگریزی فوجیوں نے مجاہدین پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی مگر تمام مجاہدین جان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔

چکیسر کے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے حاجی صاحب نے اپنے ایک نائب کو بھیجا جس نے چکیسر اور اس کے گرد و نواح میں حاجی صاحب کا پیغام پہنچایا وہاں کے لوگوں نے حاجی صاحب کے لئے پیغام بھجوایا کہ وہ جہاد کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں اور عین وقت پر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر عملی جہاد میں شامل ہوں گے[۱]

یہ ضروری تھا کہ جہاد کے لئے تمام قبائل کو متحد کیا جا سکے چنانچہ اس سلسلے میں ملّا سنڈاکے اور ملّا باڑہ حاجی صاحب ترنگ زئی سے مکمل تعاون کر رہے تھے۔ دونوں ملّا اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کر رہے تھے تاکہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں انگریزوں کو شکست فاش دیکر افغانستان قبائلی علاقے اور ہندوستان کو انگریزوں کی سازشوں اور قبضے سے نجات دلائی جا سکے۔

ادھر ایک طرف حاجی صاحب ترنگ زئی انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر چکے تھے ادھر دوسری طرف بعض مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ باوجود اس کے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اتحادی مل کر ترکی کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کے علاوہ اسلامی دنیا کو ختم کر رہے ہیں۔ وہ اتحادیوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کر رہے تھے چندے اکھٹے کر کے انگریزوں کے جنگی فنڈ میں دے رہے تھے چنانچہ انہی دنوں جب حاجی صاحب رستم کے مقام پر انگریزوں سے نبرد آزما ہونے والے تھے ۱۴ اگست ۱۹۱۵ء کو پشاور کے اسلامیہ کلب ہال میں خان بہادر ارباب محمد اعظم خان کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں انگریزوں کی حمایت میں تقریریں کے بعد اتحادیوں کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگی گئیں[۲]

اتحادیوں نے اسلامی ممالک کے خلاف زور و شور سے جنگ کا آغاز کر دیا تھا ترکی کی اسلامی سلطنت اتحادیوں کی یورش کا نشانہ بنی ہوئی تھی ان حالات میں انگریزوں

۱۔ ڈی سی ریکارڈ رپورٹ ڈبلیو ایل کیلی ۱۹۴/۱۵ ۱۵ اگست ۱۹۱۵ پشاور آرکائیو
۲۔ " " " " ۱۹۴ " " " " "

کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں اگر قبائل نے اور مجاہدین نے جہاد کا آغاز کر دیا تو اس صورت میں ہمارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ مسلمان مجاہدین ہندوستان کو آزاد نہ کرا دیں کیونکہ اس وقت نہ تو ہندوستان میں ہماری کثیر تعداد میں فوج موجود ہے اور نہ ہی اسلحہ اور گولہ بارود ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ کسی طریقے سے حاجی صاحب ترنگ زئی کو واپس لایا جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے ڈپٹی کمشنر پشاور کے دفتر میں اعلیٰ حکام کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں ایک وفد ترتیب دیا گیا تاکہ وہ جا کر کس طریقے سے حاجی صاحب کو واپس لا سکے۔ ارباب دوست محمد خان کو اس وفد کا قائد بنایا گیا پروگرام یہ طے کیا گیا تھا کہ پہلے یہ وفد سنڈاکے ملّا کے پاس جائے اور ان سے حاجی صاحب کو واپس لے جانے کیلئے تعاون حاصل کرے وفد کا پروگرام یہ تھا کہ وہ سنڈاکے ملّا سے کہیں گے کہ اس وقت تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ اور دینی تعلیم کی وسعت اور ترویج کیلئے سرحد کو حاجی صاحب کی خدمات کی اشد ضرورت ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اسلام کی خدمت کیلئے حاجی صاحب قبائلی علاقے کو چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے آئیں۔ وفد کو سرکاری طور پر یہ تائید کی گئی تھی کہ حاجی صاحب پر یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ سرحد کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق ان کے پاس آئے ہیں اس میں گورنمنٹ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ البتہ اگر آپ برطانوی علاقے میں چلیں تو ہم سرحد کے تمام لوگ آپ کو یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ حکومت آپ سے حکومت سے عدم تعاون یا عوام کو جہاد پر ابھارنے کے سلسلے میں کسی قسم کی باز پرس نہیں کریگی[۱]۔ یہ وفد پہلے بری کوٹ میں ملّا سنڈاکے کے پاس پہنچا۔ ملّا سنڈاکے بڑے عقلمند تھے وہ اس وفد کے تمام ارادوں کو بھانپ گئے انھوں نے وفد سے کہا کہ وہ کسی طرح بھی جہاد سے منہ موڑنے پر تیار نہیں ہیں۔ ۱۴ اگست ۱۹۱۵ کو ترکی کی طرف سے جاری ہونے والے ایک پوسٹر پر حکومت سرحد نے قبضہ کیا جس میں انگلینڈ، فرانس، روس اور دوسری اتحادی طاقتوں کے خلاف جہاد کرنے کی اپیل کی گئی تھی یہ پوسٹر ترکی کے دارالخلافہ قسطنطنیہ سے چھ ہزار افراد کے دستخط سے جاری ہوا جو سان فرانسکو سے لنڈی کے خان بہادر ارباب محمد حسین، ایڈیٹر افغان پشاور، اسلامیہ کالج پشاور اور اسلامیہ کالج کے لائبریرین

[۱] ڈی سی ریکارڈ ۱۹۱۵ء بنڈل نمبر ۱۵ سیریل نمبر ۳۹۴ صفحہ ۱۹۹ پشاور آرکائیو۔

کو بھیجا گیا تھا۔

اسی اگست کے مہینے میں حاجی صاحب ترنگزئی نے امیر کابل کے پاس ایک وفد بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ ایک اسلامی ملک کے امیر ہونے کی حیثیت سے جہاد کا اعلان کریں۔ حاجی صاحب امیر کابل سے بار بار اس لئے جہاد کے اعلان کی استدعا کر رہے تھے۔ کیونکہ انگریزوں نے اپنے حواریوں کے ذریعے تمام قبائلی علاقوں اور ہندوستان میں جا بجا یہ پروپیگنڈہ مہم شروع کر رکھی تھی کہ امیر کے حکم کے بغیر جہاد فرض نہیں ہے اس پروپیگنڈے کو ناکام بنانے کے لئے حاجی صاحب امیر پر دباؤ ڈال رہے تھے تاکہ جو سادہ لوح مسلمان، انگریزوں کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو رہے ہیں وہ مطمئن ہو کر جہاد میں مالی اور جانی قربانیاں دینے میں کسی قسم کی دریغ نہ کر سکیں۔ سنڈاکے ملا کو حاجی صاحب نے شموزئی کے علاقے میں بھیجا تاکہ شموزئی کے قبائل کو جہاد کے لئے مکمل طور پر تیار کیا جا سکے۔

خیبر ایجنسی میں بھی حاجی صاحب ترنگزئی کے معتقد ملا سید اکبر آکاخیل اور ملا عبداللہ قنبرخیل آفریدی قبائل میں جہاد کی تبلیغ کرنے اور قبائلی مجاہدین کو علم جہاد کے نیچے متحد ہونے کی تبلیغ میں مصروف تھے۔

شبقدر پر حملہ

اگست ۱۹۱۵ء کے آخری ہفتے میں جہاد میں تیزی پیدا کرنے کے لئے سنڈاکے ملا کڑاکڑ کے دروں سے ہوتے ہوئے مجاہدین کا لشکر لے کر بیزئی کی طرف بڑھے۔ تقریباً سات سو مجاہدین کا ایک لشکر لنڈاکی سے پانچ میل کے فاصلے پر گوراٹائی کے قریب متعین کیا گیا۔ اور حاجی صاحب پانچ ہزار مجاہدین کو اکٹھا کر کے بریکوٹ اور غلجئی کی طرف بڑھے۔ مجاہدین کے ان لشکروں کو دیکھ کر انگریزوں کے کچھ معاون جو موسیٰ خیل اور اباخیل قبیلے سے تعلق رکھتے تھے فوراً نہانہ کے مقام پر پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ مجاہدین کو ہمارے علاقوں سے دور رکھنے کے لئے سرکاری مدد دی جائے اور فوجیں بھیجی جائیں اور ان مجاہدین کو ختم کر دیں پولیٹیکل ایجنٹ

۱۔ ڈی سی ریکارڈ آرکائیو پشاور بنڈل ۱۵ صہ ۴۲۲
۱۔ قلمی روزنامچہ قاری عبدالمستعان ص ۹۶

نے جرگے کو کہا کہ قبائل کے تعاون کے بغیر مجاہدین کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ ادھر انگریز اس کوشش میں تھے کہ مجاہدین کو کسی طرح ختم کیا جائے ادھر حاجی ترنگزئی کی ہدایت پر بابڑا ملا اور باجوڑ ملا قبائلی علاقوں میں ہر قبیلے کے پاس جا کر ان سے جہاد میں حصہ لینے کی تبلیغ کر رہے تھے تھے۔ انگریزوں کی سیاسی چالوں سے شموزئی اور اتمان خیل قبیلے کے بعض افراد کے بغیر باقی تمام قبیلے اسلام کے پرچم کے نیچے متحد ہو کر جہاد کے لئے ہر قسم کی مالی اور جانی قربانیاں پیش کرنے کے لئے حاجی صاحب ترنگزئی کے ہاتھ پر بیعت جہاد کر رہے تھے قبائلی علاقے کے تمام پہاڑوں اور دروں اور وادیوں میں غزاء غزا (جہاد۔جہاد) اور اللہ اکبر کے نعروں سے ایک عجیب روح پرور اور جوش ایمانی کا سماں نظر آرہا تھا۔

حاجی صاحب ترنگزئی نے ان قبائلی لوگوں کی صدیوں کی دشمنی کو ختم کرا کر ان قبائل کو اسلام کی لڑی میں اس طرح پرو دیا تھا کہ تمام قبائل حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے خوشی خوشی مجاہدین کے لشکر میں جمع ہو رہے تھے۔ مہمندوں کے علاقے میں مجاہدین کے جتھے منظم کرنے کے لئے حاجی صاحب نے چکنور ملا کو بھی ناظم مقرر کیا تھا تاکہ وہ اپنے حلقۂ اثر کے مجاہدین کو منظم کر سکیں۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب کو معلوم ہوا کہ چکنور ملا کسی کام سے کابل جا رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے فوراً ایک آدمی چکنور ملا کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ کابل کے راستے سے چکنور ملا کو بلا کر واپس لائے چنانچہ وہ آدمی جو چکنور ملا کے پیچھے گیا تھا اس نے راستے میں جا کر چکنور ملا کو حاجی صاحب کا پیغام پہنچایا کہ مہمندوں کے علاقے میں فوری طور پر مجاہدین کا لشکر منظم کیا جائے تاکہ انگریزی فوج کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کیا جائے۔ چکنور ملا یہ پیغام سنتے ہی واپس آئے اور مجاہدین کو منظم کرنے کے کام میں تیزی سے کام لینا شروع کر دیا۔

شبقدر کے مقام پر جمع ہونے کے بعد ڈکہ۔ ہزارنو۔ لال پورا اور مہمندوں کے قبیلے کے تقریباً ایک ہزار مجاہدین بابڑہ ملا کی سرکردگی میں شبقدر کی طرف بڑھے ادھر سے افغانستان کے سینکڑوں مجاہدین ہاتھوں میں جہاد کا پرچم اٹھائے ہوئے اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے سرحد عبور کر کے آگے بڑھے۔ تاکہ وہ بھی شبقدر پر حملہ

آور ہوں۔ مگر افغانستان کی حکومت کے سرحدی محافظوں نے ان سے جہاد کے جھنڈے چھین لئے۔ بہرحال ان لوگوں نے ہمت کر کے سرحد کو عبور کیا اور مجاہدین کے لشکر میں آ کر شامل ہو گئے اپر مہمندوں کے مجاہد بھی حاجی صاحب ترنگ زئی کے حکم پر ملا بابڑہ کے لشکر میں شامل ہو کر شبقدر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ غرضیکہ گنداب پہنچتے پہنچتے مجاہدین کی تعداد ۸ سے ۱۰ ہزار تک پہنچ چکی تھی[1]۔ یہ تمام کے تمام مسلح مجاہد تھے جو اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ کر اپنے گھروں سے نکلے تھے تاکہ اسلام کی خاطر جو بھی قربانی دینا پڑے اس سے گریز نہ کی جائے جب یہ لشکر حافظ کور اور علی کندی کے مقام پر پہنچا تو انگریزی فوج کے چوتھے بریگیڈ کو شبقدر کے قریب سبحان خوڑ میں بھیجا گیا اور بھاری توپ خانے اور فوج کو شبقدر کے مقام پر متعین کیا گیا تاکہ مجاہدین کا مقابلہ کیا جا سکے[2]۔ حاجی صاحب کی ہدایت پر نواب لواگئی کے بیٹے ذڑا ور خان اور اس کا بھائی زرگر اور خان بھی مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو کر شبقدر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حاجی صاحب ترنگزئی چملہ میں بیٹھے مجاہدین کے حملوں کی منصوبہ بندی کر رہے تھے ان کے ساتھ ہندوستانی مجاہدین کے قائد امیر نعمت اللہ بھی صلاح و مشورے کے لئے ان کے ساتھ ہی چملہ میں مقیم تھے۔ ہزارے میں نھاکوٹ میں چنغرزئی کے مقام پر مجاہدین کا ایک عظیم لشکر تیار ہو رہا تھا۔ اس جگہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی طرف سے مندرجہ ذیل پمفلٹ تقسیم کیا گیا۔

"سونے والو اٹھو اب صبح ہو رہی ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہندوستان اور آزاد علاقے کے بہادر اور غیور مجاہدین نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ وہ ایک ظالم اور جابر حکومت کی غلامی سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ مجاہدین نے مظلوموں کی مدد کرنے کے لئے اپنی تلواریں میان سے نکال لی ہیں۔ نیز یاد رہے کہ جہاد کی اس تحریک میں ہندوستان کے کسی باشندے نے اگر کوئی لوٹ مار کی یا مجاہدین کے ساتھ کوئی زیادتی کی تو اسے کبھی بھی معاف نہیں کیا جائیگا اس بات سے بھی مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کسی عیسائی نے ہمارے جہاد کے راستے میں مزاحمت نہ کی تو بین الاقوامی قانون کے تحت اس کی جان و مال کا تحفظ کیا جائے گا۔ مجاہدین کو حکم دیا جاتا ہے کہ دشمنوں

۱۔ ڈی سی ریکارڈ بنڈل ۱۵ ۲۳۱ پشاور آرکائیو

۲۔ " " " " " " " "

> کے قیدیوں کو زندہ گرفتار کیا جائے اور دشمن کے زخمیوں سے انسانی سلوک کیا جائے جیسا کہ اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے جو شخص ہندوستان کی آزادی میں ہماری کوششوں اور جہاد میں مزاحمت کریگا اسے کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جائیگا اگر ہندوستانی فوج کا کوئی افسر مجاہدین کو اپنی خدمات پیش کرے گا، تو اس کی خدمات کو انتہائی قدر سے قبول کیا جائے گا۔"[1]

یہ اعلان یا اطلاعنامہ ۱۹ راگست ۱۹۱۵ء کو اردو اور پشتو دونوں زبانوں میں چھپوا کر شائع کیا گیا اور اس کی کاپیاں تمام قبائلی علاقوں میں تقسیم کرنے کے علاوہ خفیہ طور پر ہندوستان بھر میں تقسیم کی گئیں[2]۔ ان اشتہارات کی تقسیم سے انگریز حکومت بوکھلا گئی اور اس نے قبائلی علاقوں میں سخت ظالمانہ فوجی کاروائی کرنے کے علاوہ ہندوستان کے ان لیڈروں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا جن کے متعلق حکومت کو شبہ تھا کہ یہ لوگ تحریک مجاہدین کو خفیہ طور پر مدد کر رہے ہیں۔ ۲۸ اور ۲۹ ر اگست ۱۹۱۵ کی درمیانی رات کو مجاہدین نے شبقدر کے قریب ایک فوجی چوکی پر حملہ کیا[3]۔ یہ حملہ رات کے دس بجے کیا گیا۔ مجاہدین رات بھر انگریزی فوج پر گولیوں کی بوچھاڑ کرتے رہے جو صبح ۴/۱ ۴ بجے تک جاری رہی۔ صبح کے وقت برطانوی فوج نے کاک کے قلعہ پر دریا کے دوسری طرف سے توپ خانہ سے جاکر بمباری کی شموزئی کے علاقے میں مجاہدین کا جو لشکر جمع ہو چکا تھا اس پر بھی اندھا دھند بمباری کی گئی۔ مجاہدین نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ توپ خانے کی بمباری سے تقریباً سو مجاہد شہید ہوئے[4]۔ انگریزی فوج کو بھی بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ انگریز حکومت نے مجاہدین کی مدد کرنے اور مجاہدین کے ساتھ شامل ہو کر جہاد کرنے کے جرم کی پاداش میں سرحدی جرائم کی دفعہ ۲۱ کے تحت جابرانہ کاروائی کا فیصلہ کیا۔ باوجود اس ظالمانہ کاروائی کے شموئی کے مجاہد قبائلیوں نے مصمم ارادہ کیا کہ وہ اسلام کی خاطر ہر ظلم کو برداشت کرینگے مگر انگریزوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ چنانچہ ۲۹ ر اگست کو دن کے چار بجے شموزئی اور اتمان خیل کے مجاہدین کے ایک دستے نے پنجکوڑہ کے پل پر لیوی کے ایک دستے کو گھیر لیا۔ فائرنگ

۱۔ پولیٹیکل ریکارڈ ڈی سی آفس پشاور بنڈل نمبر ۱۵ صفحہ ۲۳۲ ۲۔ پولیٹیکل ریکارڈ ڈی سی آفس پشاور بنڈل نمبر ۱۵ صفحہ ۲۲۳

۳۔ بیان قاضی اسلم سنجری بہ مصنف

شروع ہوئی تو نواب دیر ایک فوجی دستہ لیکر انگریزوں کی حمایت میں مجاہدین کے مقابلے کے لئے آ گیا۔ مجاہدین کے اس دستے کی کمان حاجی صاحب کے نائب مرغنئ ملا کر رہے تھے نواب دیر نے ملا کو پیغام بھیجا کہ اسے ایک دن کی مہلت دی جاتی ہے تاکہ وہ مجاہدین کو واپس لے جائے ورنہ اس پر سخت حملہ کر دیا جائیگا۔ چونکہ نواب دیر اور برطانوی فوج مجاہدین کے چھوٹے سے دستے کے مقابلے میں آ چکی تھی اس لئے ملا صاحب بھی جنگی مصلحت کے طور پر مجاہدین کو لیکر پیچھے ہٹ گئے۔ شبقدر کے محاذ پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے ماموند اور مہمند سواتی اور باجوڑی مجاہدین کا ایک بھاری لشکر تیار کیا گیا تاکہ بھرپور قوت کے ساتھ انگریزی فوج کا مقابلہ کیا جا سکے۔ مزید کمک کیلئے حاجی صاحب نے سوات[۱] باجوڑ اور دوسرے علاقوں کے مجاہدین کو جہاد میں شرکت کے پیغام بھجوائے[۲] تاکہ شبقدر کے محاذ پر دوبارہ حملہ کر کے انگریزی فوج کو شکست فاش دی جا سکے

اہل وزیرستان کو پیغام جہاد

حاجی صاحب چاہتے تھے کہ وزیرستان میں بھی ایک منظم طریقے سے جہاد کا آغاز کیا جائے اس مقصد کے حصول کے لئے حاجی صاحب نے مولانا سیف الرحمان اور مولانا فضل ربی کو اکتوبر ۱۹۱۵ء میں پہلے ہفتے میں کابل بھیجا[۱] اور سردار نصر اللہ خان کو کہلا بھیجا کہ وزیرستان کے محسود، وزیر اور دوسرے قبائل کو اسلحہ کی مدد دی جائے نیز اعلان جہاد پر مشتمل فرامین بھیجے جائیں تاکہ وہ منظم ہو کر انگریزی فوجوں پر یلغار شروع کر دیں۔ چنانچہ سردار نصر اللہ خان کی طرف سے جہاد پر مشتمل تحریری فرامین کے علاوہ حاجی صاحب نے وزیرستان کے مشائخ اور علماء کو پیغام بھجوائے کہ وہ اس مقدس جنگ میں شامل ہو کر اپنا اسلامی فرض پورا کریں۔ جب یہ پیغام وزیرستان کے مشہور مذہبی رہنما شہزادہ فضل دین کو پہنچا تو شہزادہ صاحب نے اس پیغام اور سردار نصر اللہ خان کے فرامین کو وزیرستان کے کونے کونے تک پہنچا کر محسود اور وزیر قبائل سے کہا کہ وہ ۲۴ ر اکتوبر کو کانی گرم کے مقام پر اکٹھے ہوں تاکہ جہاد میں حصہ لینے کے لئے اجتماعی طور پر فیصلہ کیا جا سکے۔ اس جرگے میں آفریدی قبائل کو بھی مدعو کیا گیا[۲]۔ چنانچہ

۱۔ جہاد نامہ قلمی مولانا عبدالمستعان صفحہ ۱۲۵

۲۔ ڈی سی پولیٹیکل ریکارڈ صفحہ ۲۹۱ پشاور آرکائیو

مقررہ تاریخ پر کانی گرم کے مقام پر تمام قبائل کا ایک بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جب جہاد کا آغاز ہو تو اس وقت بلا کسی تاخیر کے فوری طور پر احمد زئی قبیلہ کے مجاہدین وانا چھاؤنی پر، اتمان زئی وزیر ٹوچی پر سرکئی ملا ٹانک اور جنڈولہ کے مقام پر محسود مجاہدین۔ کرم کے محاذ پر زوران اور منگل قبیلہ کے مجاہدین بیک وقت انگریزی چوکیوں اور فوجوں پر بھرپور حملہ شروع کر دیں۔ دوسرے قبائل کو کہا گیا کہ وہ اپنی اپنی سرحدوں اور اپنے اپنے علاقوں میں ان مجاہدین کی ہر ممکن مدد کرنے کے لئے کمر بستہ رہیں۔ مجاہدین کو یہ بتایا گیا کہ جہاں تک اسلحہ کا سوال ہے اسلحہ انہیں سردار نصر اللہ خان اور حاجی صاحب ترنگزئی کی طرف سے بہم پہنچایا جائے گا۔ اس اسلحہ کے علاوہ ان کے گھریلو خرچ اخراجات کے لئے بھی ۹ لاکھ روپیہ تمام قبائل میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس اجلاس میں ایک مجاہد جلال خان نے کہا کہ ہمارے اہل و عیال اس وقت ٹانک میں ہیں اس لئے جہاد کا آغاز کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ موقع دیا جائے کہ قبائلی اپنے منتشر خاندانوں کو پہاڑوں پر محفوظ مقامات پر پہنچا سکیں اس کے لئے دو ماہ کی مہلت ضروری ہے۔ مگر متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا گیا کہ خدا کے راستے میں جہاد کے لئے دیر نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ شہزادہ فضل دین نے سراروغہ کے میدان میں اپنا خیمہ نصب کرنے کا اعلان کیا اور قبائل کو کہا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں سراروغہ پہنچیں تاکہ جہاد کا آغاز کیا جا سکے۔ چنانچہ سراروغہ کے مقام پر جہاد کے تین پرچم لہرا دیئے گئے۔ ادھر اُدھر سے قبائل نے سراروغہ آنا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مجاہدین کی تعداد چھ ہزار تک پہنچ گئی۔ اسلحہ بھی پہنچ چکا تھا جو جو مجاہدین وہاں آتے جاتے تھے ان میں اسلحہ تقسیم کیا جاتا تھا۔

مجاہدین کے عزیز و اقارب کی گرفتاریاں

اگست ۱۹۱۵ء میں برصغیر کے مجاہدین کے علاوہ حلقہ کے جو مجاہد حاجی صاحب کے ساتھ جا کر جہاد میں شامل ہوئے وہ مندرجہ ذیل تھے۔

شیخ سعد اللہ ولد غزن ساکن کنڈر۔ سعد اللہ ولد افضل ساکن گڑھی اسماعیل زئی۔ قاضی رحیم اللہ ولد سعید احمد ساکن کوٹ اسماعیل زئی۔ لال خان ولد فضل خان ساکن کوٹ دولت زئی۔ عبدالاحد ساکن گڑھی امان زئی۔ عظیم اللہ ساکن گڑھی امان زئی۔ حبیب اللہ ولد ملا رشید ساکن لوند خوڑ۔ طور گل ساکن گدر۔ گل میر ولد الٰہی ساکن ادینہ۔ رحیم گل ساکن

نورڈھیر۔ ساجد گل ساکن گبٹ۔ عمر شاہ ساکن بہڑوچ۔ صاحبزادہ شریف اللہ ساکن چکیسر۔ عبدالرشید ساکن بالوزئی۔ تاج محمد ساکن لنڈادہ۔ فضل محمود ولد نور احمد المعروف کوکا ملا ساکن مانیری پایان[۱]

ان مجاہدین کے رشتہ داروں کو گرفتار کر کے ان پر سخت تشدد کیا گیا اور اذیتیں دے دے کر ان سے پوچھا گیا کہ ان کے متعلقہ افراد کہاں ہیں[۲]۔ ڈپٹی کمشنر پشاور اس ضمن میں ۲۹۔ اگست ۱۹۱۵ء کو چیف کمشنر کو مطلع کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"ان میں سے اکثر کے رشتہ داروں کو گرفتار کیا جا چکا ہے اور بعض سے بھاری بھاری ضمانتیں طلب کی گئی ہیں[۳]"

۱۶۔ اگست ۱۹۱۵ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور کو پارہ چنار سے یہ ٹیلیگرام بھیجا گیا کہ مولوی سیف الرحمن ساکن متھرا کے تمام رشتہ داروں اور قریبی ساتھیوں کو فوری طور پر گرفتار کر لیا جائے اور مجھے مطلع کیا جائے کہ کیا حاجی صاحب ترنگزئی کے اس ضلع میں کوئی ایسے عزیز یا رشتہ دار ہیں جو قابل گرفتاری ہوں۔ بنیر کی حدوں پر ہونے والے واقعات سے مطلع کیا جائے[۴]۔

۱۷۔ اگست ۱۹۱۵ء کو سر جارج روس کیپل نے ڈپٹی کمشنر کو بذریعہ ٹیلیگرام پوچھا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی بنیر والوں کے لشکر میں موجود ہیں۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ حاجی ترنگزئی کے ساتھ مولوی عبدالعزیز ساکن ترنگزئی اور مولوی سیف الرحمان ساکن متھرا اور دوسرے افراد بھی موجود ہیں۔ حاجی ترنگزئی کے تمام رشتہ داروں کو گرفتار کر لیا جائے اور ان کی اور حاجی ترنگزئی کی جائیداد کو ضبط کر لیا جائے[۵]"

مذکورہ ٹیلیگرام کے جواب میں ڈپٹی کمشنر نے سر جارج روس کیپل کو مطلع کیا کہ:۔

"آج صبح رستم سے یہ اطلاع ملی ہے کہ بنیر وال جھنڈے اٹھائے ہوئے امبیلہ کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں[۶]"

---

۱ لیٹر نمبر ۱۳۴ ص ۹۶ از پولیٹکل برائے اسسٹنٹ کمشنر مردان ڈسپیچ نمبر ۳۰۲۳ ۲ فائل ۵۸ ص ۵ پشاور ریکارڈ آفس
۳ ۱۹۱۵.۸.۲۱ء لیٹر نمبر ۲۴ ص ۸ پشاور ریکارڈ آفس۔ ۴ 21-C F NO 58 PAGE-1
۵ ۱۵.۸.۱۷ء سی فائل نمبر ۵۸ ص ۲۔ ۶ پشاور ریکارڈ آفس فائل نمبر ۵۸ صفحہ ۷۹

۲۴ اگست ۱۹۱۵ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور نے چیف کمشنر کو مطلع کیا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے مندرجہ ذیل قریبی رشتہ داروں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

گلاب۔ عبدالرحمٰن۔ عبدالواحد۔ مشال۔ شریف۔ صحبت۔ عجب۔ شیر علی۔ لال بادشاہ۔ تاج محمد۔ حنیف۔ محمود۔

اسی خط میں مولوی سیف الرحمٰن کے مندرجہ ذیل رشتہ داروں کی گرفتاری کی اطلاع بھی دی گئی۔

سلطان جان۔ نور خان۔ غزا خان۔ عزیز الرحمٰن۔ فضل الرحمٰن۔ عبدالحنان۔ حبیب الرحمٰن۔ سعد اللہ جان۔ محب اللہ جان۔ عبیداللہ خان۔ محب اللہ خان۔ اکرم خان۔ صفدر خان۔ قاضی خان۔ شیر دل۔ خواص خان۔[1]

مسٹر بولٹن ڈپٹی کمشنر پشاور نے چیف کمشنر سر جارج روس کیپل کے سیکرٹری کو ۲۴ اگست ۱۹۱۵ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"اب جبکہ یہ مکمل یقین ہو چکا ہے کہ حاجی صاحب ترنگ زئی شہنشاہ برطانیہ کے خلاف کھلم کھلا بر سر پیکار ہو چکا ہے لہٰذا میں درخواست کرتا ہوں کہ دفعہ ۱۹۶ کریمنل پروسیڈنگ کوڈ کے تحت مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں دفعہ ۱۲۱ انڈین پینل کوڈ کے تحت اس کے خلاف ضروری کاروائی عمل میں لاؤں۔

مذکورہ حاجی ترنگ زئی کے علاوہ مندرجہ ذیل افراد کے خلاف بھی ضروری کاروائی کی اجازت عطا کی جائے، یہ لوگ بھی قبائلی علاقے میں چلے گئے اور حاجی ترنگ زئی کے ساتھ شامل ہو کر تاج برطانیہ کے خلاف جہاد میں مصروف ہو چکے ہیں۔[2]

ریدی گل ولد جیا گل ساکن پڑانگ۔ عبدالعزیز ساکن اتمان زئی، محمد اعظم ولد محمد عالم ساکن ترنگ زئی، عبدالقدوس ساکن ترنگ زئی، محمد افضل ساکن اتمانزئی، محمد امیر ساکن کالا ڈھنڈ عمر زئی، شفیع اللہ ولد عبدالغنی ساکن عمر زئی۔ غلام محی الدین ولد محمود ساکن عمر زئی، تورو ملا ساکن تورو، حسن ولد عزیز ساکن تنگی۔"[2]

اس خط میں ڈپٹی کمشنر نے چیف کمشنر کو اطلاع دی کہ حاجی صاحب ترنگ زئی

۱۔ پشاور آرکائیو ریکارڈ آفس فائل نمبر ۵۸ خط بولٹن برائے چیف کمشنر ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء
۲۔ // // // // // // ڈی سی ریکارڈ

کے مندرجہ ذیل رشتہ داروں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔

گلاب۔ عبدالرحمٰن۔ عبدالواحد۔ مثال۔ شریف۔ صحبت ساتھ ہی مولانا۔۔۔ سیف الرحمٰن کے مندرجہ ذیل قریبی رشتہ داروں کی گرفتاری کی اطلاع بھی دی گئی سلطان جان۔ نور خان۔ یحییٰ خان۔ عزیز الرحمٰن فضل الرحمٰن۔ عبدالحنان حبیب الرحمٰن سعداللہ جان۔ محب اللہ جان۔ عبیداللہ جان۔ محب اللہ۔ اکرم۔ منصور۔ صفدر۔ خادی خان۔ شیر دل۔ خواص خان [۱]

۲۹ اگست ۱۹۱۵ء کو مسٹر لولٹن ڈپٹی کمشنر پشاور نے سیکرٹری چیف کمشنر کو لکھا۔

"مولوی سیف الرحمان ساکن متھرا کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دئیے گئے ہیں اور اس کی جائیداد چیف کمشنر کے ٹیلیگرام نمبر ۱۴۱ء سی مرسلہ ۱۷ اگست کے مطابق ضبط کر لی گئی ہے" [۲]

۳۱ اگست ۱۹۱۵ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور نے چارسدہ کے اسسٹنٹ کمشنر کو لکھا

"فضل محمود ساکن چارسدہ کے متعلق یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ بھی حاجی ترنگزئی کے ساتھ ہی علاقہ غیر میں گیا ہوا ہے اس کی اطلاع جلدی دی جائے کہ آیا یہ آدمی چارسدہ میں موجود ہے یا حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ ہے" [۳]

"فضل ربی ساکن بفہ کے رشتہ داروں کی گرفتاری کی اطلاع پہلے دی جا چکی ہے۔ اب یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ فضل ربی ابھی تک حاجی ترنگزئی کے ساتھ شامل ہو کر تاج برطانیہ کے اقتدار کے خلاف جہاد میں مصروف ہے میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ انڈین پینل کوڈ کی دفعہ ۱۲۱ کے تحت اس کے خلاف سخت ترین قدم اٹھایا جائے ساتھ ہی اس کی جائیداد بھی ضبط کر دی جائے اسی طرح کا قدم ان لوگوں کے خلاف اٹھایا جا چکا ہے جو حاجی ترنگزئی کے ساتھ قبائلی علاقوں میں جا چکے ہیں" [۴]

۱۔ ڈی سی ریکارڈ فائل ۱۵ صفحہ ۲۳۲   ۲۔ لیٹر ۱۵ پشاور ریکارڈ آفس ص ۲۹ تا ص ۳۱ خط نمبر ۱۵ ڈی سی ریکارڈ

۳۔ ص ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۸۳ صفحہ نمبر ۴۵ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ص ۸۴ پشاور ریکارڈ آفس

جبر و تشدد کے شکار

حاجی صاحب ترنگ زئی جب جہاد کے لئے قبائلی علاقے میں چلے گئے تو ان کے چلے جانے کے بعد انگریزی حکام نے حاجی صاحب کے عزیز و اقارب کو گرفتار کر کے ان پر مقدمات چلائے اور ان کے گھروں کی بے حرمتی کی گئی۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور عورتوں کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ترنگ زئی، عمرزئی، گدر، کالو خان، رجڑ، اتمان زئی، چارسدہ، مردان، صوابی، رستم پڑانگ اور پشاور میں کئی دنوں تک حاجی صاحب کے پیروکاروں، معتقدین، رشتہ داروں اور حاجی صاحب کے سکولوں کے اساتذہ اور ان سکولوں کو چلانے کے لئے مدد دینے والے افراد کو چن چن کر گرفتار کیا گیا۔ اس سلسلے میں انگریزوں کے ان معتوب افراد کی جو فہرست سپیشل برانچ سے حاصل ہوئی ہے اس کے مطابق مندرجہ ذیل افراد میں سے بعض کو قید سخت کی سزائیں دی گئیں بعض کی جائیدادیں ضبط کی گئیں اور بعض کو بے رحمی اور انتہائی سنگدلی سے جبر و تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

ا۔ آدم خان ولد جنگ باز خان ساکن ننگی۔ امین اللہ ولد نور اللہ ساکن ترنگ زئی۔ اصل دین ولد نور دین ساکن رجڑ۔ ایوب ملا ولد لطیف اللہ ساکن رجڑ۔ احمد ساکن عمرزئی میرا پایان۔ احمد دین ساکن عمرزئی کنڈی امیر خان۔ احمد گل ولد گل نور ساکن ترنگ زئی۔ احمد گل ساکن عمرزئی۔ اجون خان ساکن عمرزئی۔ امیر محمد ولد گل محمد استاد مدرسہ اتمان زئی۔ اسلم خان ولد نصرت خان ساکن عمرزئی۔ آفتاب دین ساکن پڑانگ۔ اکرم خان ولد عمر خان ساکن متھرا۔ انیس الدین ولد ضیاء الاحد ساکن عمرزئی۔ ارسلا خان ولد اسد اللہ ساکن شیر پاؤ۔ احمد خان ولد فضل گل ساکن کوٹ دولت زئی۔ اکرم خان ولد دیدار خان ساکن رستم۔ اختر ولد اکرم ساکن رستم۔ ایوب خان ولد امیر محمد ساکن ترنگ زئی۔ اکرم ولد مہابت خان ساکن ترنگ زئی۔

ب۔ بیدا اللہ خان ولد نور اللہ خان ساکن متھرا۔ بہادر خان ولد نور محمد ساکن رجڑ۔ بہرام خان نمبردار ساکن عمرزئی۔ برکت شاہ ولد برہان شاہ ساکن گدر۔ بلال ولد جلال ساکن عمرزئی۔

پ۔ پردل خان ولد شاہ ولی خان ساکن ترنگزئی۔ پذیر ولد لال مست ساکن پڑانگ۔ پنبیلا خان ولد ارسلا خان ساکن عمرزئی۔ پشم گل ساکن عمرزئی کندی فضل حق۔

ت۔ تورگل ٹیچر گدر سکول مردان۔ تورنہ خان ولد غلام خان ساکن متھرا۔ تاج محمد ولد نور محمد ساکن ترنگ زئی۔ ملا تاج محمد ساکن عمرزئی۔ تراب خان ساکن عمرزئی۔

ج۔ جمال ولد جلال ساکن اخوند ڈھیری۔ تنگی۔ جمیل اللہ ولد حبیب اللہ ساکن اتمان زئی۔ جہانداد خان ولد ممتاز خان ساکن ٹبنیر۔ جہانداد ولد رسول خان ساکن کوٹ اسماعیل زئی۔ صوابی۔ جان محمد ولد عمر خان ساکن عمرزئی۔ جمرا خان ساکن عمرزئی۔

چ۔ چندن خان ساکن عمرزئی۔

ح۔ حبیب الرحمٰن ولد ناو خان ساکن متھرا۔ حبیب اللہ ولد جنگ باز خان ساکن ترنگزئی حاجی گل ساکن نور ولا ہور۔ ہمیش گل ساکن عمرزئی۔ حمید ولد امیر ساکن گدر۔ حمید ولد کالا ساکن صوابی۔ حمید اللہ ولد افضل مردان۔ حنیف ولد شاہ میر ساکن عمرزئی۔ حنیف ولد امیر ساکن ترنگ زئی۔ حسن ولد وزیر ساکن ترنگ زئی۔ حسن ولد ناصر خان ساکن ترنگ زئی۔ ہشتم خان ولد ناصر خان ساکن پڑانگ۔ حضرت گل ولد محمد حفیظ ساکن اتمان زئی۔ حضرت گل ولد علی جان ساکن عمرزئی۔ حرمت ولد معظم ساکن صوابی۔ حنیف ولد امیر محمد پیر خیل ترنگ زئی۔ حبیب شاہ ولد سید زمان شاہ۔ ساکن شموزئی۔ حبیب اللہ ساکن مردان۔ حضرت جان ولد دل جان ساکن زیارت کاکا۔ حافظ احمد ولد عبدالرحیم ساکن اتمان زئی۔ حیاء الدین ساکن عمرزئی۔

خ۔ خادم خان ساکن عمرزئی۔ خائستہ گل ولد حیا گل ساکن پڑانگ۔ خائستہ خان ولد محی الدین ساکن عمرزئی۔ خائستہ خان ساکن عمرزئی کندی امین خان۔ خلیل الرحمٰن ولد غلام خان درانی ساکن متھرا۔ خلیل الرحمان ولد امیر حمزہ ساکن عمرزئی۔ خان صاحب ولد خیر داد ساکن صوابی۔ خیرالدین ولد بہاؤالدین ساکن لاہور مردان۔ خدائی خان ولد حبیب اللہ ساکن ٹبگرام۔ خواص خان ولد سرگند خان ساکن ٹبگرام۔

د۔ دین محمد ولد محمد نثار ساکن عمرزئی۔ دین محمد شیخ ساکن شکر پورہ۔ دینو ولد محمد اعوان ساکن پڑانگ۔ دوست ولد فقیر شکر پورہ۔

ذ۔ ذبید گل ساکن عمرزئی۔ ذکی ساکن عمرزئی۔ پڑانگ۔

ر۔ ربدیگل ولد حیاگل اعوان ساکن پڑانگ۔ رحیم گل ساکن عمرزئی۔ رحیم گل ساکن لاہور
مردان۔ رحمت اللہ ولد عبداللہ کنڈر مردان۔ رجب بیگ ولد خوشحال ساکن ترنگ زئی

ز۔ زرین گل ولد حیاگل ساکن پڑانگ۔

س۔ سعد اللہ ولد غزن ساکن کنڈر مردان۔ سعد اللہ ولد افضل ساکن گڑھی اسماعیل زئی
مردان۔ شفیع اللہ ولد عبدالغنی ساکن عمرزئی۔ صاحب گل ولد سید امیر ساکن گڑھی
دولت زئی مردان۔ سعید احمد ولد برہان الدین۔ سید اکبر ولد بازند ساکن گڑھی
اسماعیلہ مردان۔ سید بادشاہ ولد محمد خان ساکن ترنگ زئی۔ سید محمد ساکن صوابی۔
سید نظیف ولد شاہ میر ساکن چارسدہ۔ سید عمر ولد محمد عمر ساکن صوابی۔ سیف اللہ
ولد عبداللہ ساکن صوابی۔ سیف الرحمٰن ولد غلام درانی ساکن مردان۔ سجاد گل ولد حمید
ساکن گجبٹ مردان۔ سلاف الدین بابر ساکن اتمان زئی۔ سمیع اللہ ولد حبیب اللہ ساکن
عمرزئی۔ سرور حافظ ملا ساکن عمرزئی۔ سراج الدین ولد غلام محمد ساکن کوٹ اسماعیل زئی
مردان۔ صحبت ولد امیر محمد ساکن ترنگ زئی۔ سلطان جان صاحبزادہ ساکن عمرزئی۔
سعد اللہ کشمیری ساکن پڑانگ۔ سعد الدین شاہ ولد بہرام شاہ ساکن اکبرپورہ۔ سید جانی ساکن
ترنگ زئی۔ سیف الدین ولد کمال الدین ساکن اتمان زئی۔ سعید احمد ولد میر احمد ساکن پڑانگ
سکندر ولد صمد خان ساکن ترنگ زئی۔ سبحان ولد عثمان ساکن عمرزئی۔ سید بادشاہ ولد
مدت خان ساکن ترنگ زئی۔ سید باز ولد نور باز ساکن پڑانگ۔ شریف اللہ ولد
فضل اللہ ساکن پڑانگ۔ سعد اللہ جان ولد فیض اللہ خان ساکن متھرا۔ سعد اللہ خان
ولد غفار خان ساکن کنڈر مردان۔ سعد اللہ خان ولد افضل خان ساکن گڑھی اسماعیل زئی
مردان۔ شیر دل نمبردار ساکن متھرا۔

ص۔ صفدر ولد اکبر ساکن متھرا۔

ش۔ شفیع اللہ ولد عبدالغنی ساکن مردان۔ شریف نمبردار ساکن عمرزئی۔ شادی خان ولد تاج
محمد خان ساکن عمرزئی۔ شہاب الدین ساکن مردان۔ شہباز خان ولد نور محمد ساکن مانیری
مردان۔ شہسوار ولد گل بادشاہ ساکن عمرزئی۔ شہزاد گل ولد پیغام گل ساکن عمرزئی
شریف نمبردار ساکن ترنگ زئی۔ شریف اللہ ولد شاہ میر ساکن کالا ڈھنڈ۔ شریف
ولد امیر محمد ساکن ترنگ زئی۔ شریف اللہ ولد خیر اللہ ساکن جبی۔ شریف اللہ ولد

فیض اللہ ساکن اتمان زئی ۔ شریف اللہ ولد قاسم گل ساکن مردان ۔ شریف اللہ ولد عبداللہ ساکن چارسدہ ۔ شیر افضل ولد موسم ساکن عمرزئی ۔ شیر علی ولد شریف ساکن اتمان زئی ۔ شیر علی ولد خالد بادشاہ ساکن ترنگ زئی ۔ شیر دل ساکن عمرزئی ۔

ص ۔ صحبت شاہ ولد حبیب شاہ ساکن اسماعیلہ مردان ۔ صاحب گل ولد سید امیر ساکن گڑھی دولت زئی مردان ۔ صاحب شاہ ولد فتح محمد ساکن اسماعیلہ مردان ۔ صاحب دین گردادر ساکن عمرزئی ۔

ع ۔ عبدالجلال ولد گلیت پراچہ ساکن پڑانگ ۔ عبداللہ ولد ایوب ساکن زکی ۔ عبدالرحمٰن ولد رحمٰن ساکن اکبرپورہ ۔ عبدالرحمٰن ولد مدت سلا ساکن پڑانگ ۔ عبدالرؤف ولد عبدالحمید ساکن خذرزئی ۔ عابد ساکن رجڑ ۔ علی احمد ولد لوز علی ساکن ترنگ زئی فضل محمد ولد عبدالواحد ساکن کنڈر ۔ فضل رحمان ولد عبدالرحمان ساکن اکبرپورہ عبدالخالق ولد نور رحمان ساکن گمبٹ ۔ عبداللہ ولد منصور ساکن عمرزئی ۔ عبداللہ ساکن عمرزئی کنڈی عبدالغفور نمبردار ۔ عبداللہ استاد مدرسہ کالوخان جاری کردہ حاجی صاحب ترنگزئی ۔ عبداللہ ولد ارباب عبدالرب ساکن پڑانگ ۔ عبدالمجید ولد ملا رشید ساکن کاٹلنگ مردان ۔ عبدالمجید ولد حمید میاں (حاجی صاحب کا قریبی رشتہ دار) عبدالاحد ولد عبداللہ ساکن ترنگزئی ۔ عبدالاحد ساکن عمرزئی ۔ کنڈی سعداللہ خان ۔ عبدالاحد ساکن خالستہ کوردنہ بانڈہ عمرزئی ۔ عبدالاحد ولد حمید میاں ساکن ڈھیری (حاجی صاحب کا قریبی رشتہ دار) عبدالعزیز ولد فضل اللہ ساکن اتمان زئی ۔ عبدالغفور ولد آغا بہرام خان ساکن اتمان زئی ۔ عبدالغفور ولد قاضی ملا ساکن عمرزئی کنڈی محمد شریف ۔ عبدالغفور خان ولد عمر خان ۔ عبدالغنی ولد الاسیر افغان ساکن عمرزئی ۔ عبدالحق ساکن کنڈی فضل حق نمبردار عمرزئی ۔ عبدالحق مولوی ساکن عمرزئی ۔ عبدالجبار ساکن کنڈی سعداللہ خان عمرزئی عبدالکریم دوکاندار ساکن کنڈی عمرزئی کنڈی سماعت خان ۔ عبدالکریم ساکن عمرزئی کنڈی عبدالغفور خان نمبردار ۔ عبدالعزیز ولد غلام نبی ساکن نوشہرہ ۔ عبدالغفار خان ولد بہرام خان ساکن اتمان زئی ۔ عبدالحکیم خان ساکن رجڑ ۔ عبدالمجید ولد غلام محی الدین ساکن عمرزئی کنڈی فضل حق ۔ عبدالملال ساکن چارسدہ

عبدالمالک ولد محمد گل ساکن گدر مردان۔ عبدالقادر ولد ارسلا خان ساکن عمرزئی۔ (عمرزئی کا خان) جس نے حاجی صاحب کے مشن میں ہر ممکن مالی مدد دی۔ عبدالقدوس ولد احمد خان ساکن ترنگ زئی۔ عبدالرحمٰن ولد اللہ میر ساکن عمرزئی۔ عبدالرحمٰن ولد باز محمد ساکن ترنگ زئی۔ عبدالرحمان ولد رمضان اعوان ساکن۔ عبدالرازق ولد نور جمال ساکن گمبٹ۔ عبدالرزاق ساکن تہکال۔ عبدالودود ولد محمد شاکر اللہ ساکن رجڑ۔ عبدالوہاب ولد باز بادشاہ ساکن ترنگ زئی۔ عبدالرحیم ولد سعدالدین ملّا۔ ساکن نور ڈھیر۔ عبدالرحیم شیخ ولد فقیر پراچہ۔ عابد شاہ نمبردار ساکن ترنگ زئی۔ عین الدین ساکن عمرزئی۔ عجب خان ولد امیر محمد ساکن ترنگ زئی۔ جیاءالدین ساکن عمرزئی۔ عظیم گل ولد حبیب گل میاں (حاجی صاحب کا قریبی رشتہ دار) عزیز اللہ ساکن گدر۔ عبداللہ ولد امیر خان ساکن کیمبل پور۔ عبدالانعام ولد نور خان ساکن متھرا۔ عزیز الرحمان ولد سلطان جان ساکن متھرا۔ عبدالغفور ولد فضل اللہ ساکن پڑانگ۔ عبدالاحد ولد عبداللہ ساکن پڑانگ۔ عزیز خان ولد محب اللہ خان ساکن شبیر پاؤ۔ عبدالرحمان ولد باز بادشاہ ساکن ترنگ زئی۔ عبدالاحد ولد باز ساکن ترنگ زئی۔ عبدالغنی ولد احمد نور ساکن میانہ تنگی۔ عبدالرحیم ولد احمد نور ساکن عمرزئی۔ عبدالرحمٰن ولد ناصر خان ساکن پڑانگ۔

غ۔ غنیم اللہ ولد عزیز اللہ ساکن گدر مردان۔ غلام حیدر خان نمبردار ولد سکندر خان۔ ساکن شبیر پاؤ۔ غلام محمد ساکن عمرزئی۔ غلام قادر ولد عبدالمجید ٹیچر گاؤں اگرہ۔ غلام رسول شیخ ساکن عمرزئی۔ غلام رسول ساکن کنڈی عبدالغفور خان۔ غلام اخوند ساکن تہکال۔ غلام مرتضیٰ ولد حسین ساکن کالوخان۔ غلام رحمان ولد احمد خان ساکن کالوخان حبیب گل ولد اسماعیل کوٹ اسماعیل زئی۔ حبیب نور ولد حضرت نور ساکن انمانزئی۔ حبیب شاہ ساکن کالوخان۔

ف۔ فیضان دین ولد لال دین ساکن کوٹ دولت زئی۔ فقیر کالو ساکن گمبٹ مردان۔ نقیر ساکن عمرزئی۔ فرید خان شیخ ولد حیدر خان ساکن محمد ناڑی۔ فریدالدین شیخ ساکن عمرزئی کنڈی سعداللہ۔ فضل حق ولد عبدالرؤف ساکن عمرزئی۔ فضل محمد ولد نور محمد ٹیچر گدر سکول۔ فضل قادر ساکن سوات۔ فضل قادر ولد محبوب ساکن گمبٹ مردان

فضل رحیم ولد عبدالرحیم ساکن کاٹلنگ مردان۔ فضل الرحمٰن ولد احمد جی عمرزئی۔ فضل واحد
ساکن عمرزئی۔ فیضان ولد عبداللہ ساکن کندی امیرخان عمرزئی۔ فضل محمود ولد عبدالواحد
ساکن کنڈر مردان۔ فضل رحمان ولد عبدالرحمان ساکن اکبرپورہ۔ فضل حق ولد یار حسین
ساکن رستم۔

ق۔ قلندر خان ولد جانو نمبردار ساکن عمرزئی۔ قاضی رحیم اللہ ولد سید احمد ساکن کوٹ
اسماعیلزئی۔ قائم ولد یاز محمد ساکن مردان۔

ک۔ کمال الدین ولد جلال ساکن اخوند ڈھیری۔ کامل خان ساکن عمرزئی۔ کانسف خان ولد
سعید بیگ ساکن اتمانزئی۔ کابل شاہ ساکن عمرزئی۔ کاکا ولد حیات اللہ ساکن عمرزئی
کمال ساکن عمرزئی۔ کریم اللہ ساکن اتمان زئی۔ کاکا ولد نور محمد ساکن صوابی۔ کاکا ولد
حیدر ساکن ترنگ زئی۔ کچکول ولد زمان ساکن رجڑ۔

گ۔ گلاب ولد باز بادشاہ ساکن ترنگ زئی۔ گل احمد مولوی ولد برہان الدین ساکن
کالو خان۔ گلائی ولد غلام ساکن پڑانگ۔ گل دین ولد وہاب الدین ساکن گدر۔
گل ساکن عمرزئی۔ گل ولد جلال ساکن عمرزئی۔ گل حسن ولد مدت خان ساکن سلیم خان
گل میر ولد الیاس غوث ساکن کالو خان۔ گل میر ولد غفار ساکن سلیم خان۔ گل احمد مولوی
ولد شیخ انور ساکن تہکال پایان۔ گل محمد ولد عبدالرحیم ساکن رجڑ۔ گل باز ولد لال یار
ساکن پڑانگ۔

ل۔ لال بادشاہ ولد نور محمد ساکن ترنگ زئی۔ لال خان ولد فضل گل ساکن گڑھی دولت
زئی مردان۔ لال باز ولد خان باز ساکن پڑانگ۔ لال باز ولد خان زمان ساکن رجڑ۔

م۔ مدت خان ولد گل بادشاہ ساکن ترنگ زئی۔ محبوب ولد امیر محمد ساکن ترنگ زئی۔
ماہر ولد جمال دین ساکن ترنگ زئی۔ مشعل ولد باز بادشاہ ساکن ترنگ زئی۔ مثال ولد
لطیف ساکن عمرزئی۔ مستان ولد نور احمد ساکن صوابی۔ مسعود ملا ساکن محمد ناڑی۔ مصفا خان
ولد غازی شاہ ساکن شہباز گڑھی مردان۔ میر عبداللہ ولد حبیب اللہ ساکن نورو مردان۔
میر اسد اللہ ولد عطاء اللہ ساکن نورو مردان۔ میر احمد ولد گل احمد ساکن اتمان زئی۔ میر اسلم
ساکن کندی فضل حق عمرزئی۔ میر ہاشم ساکن عمرزئی۔ محمد افضل ولد جلال ساکن عمرزئی۔
محمد اکبر ولد محمد حسین عمرزئی۔ محمد عالم ولد شیر دل ساکن ترنگ زئی۔ محمد امیر ولد شاہ میر

اعوان ساکن ترنگ زئی۔ محمود میاں ولد کرم دین ساکن پڑانگ۔ مجید ولد نصیر ساکن ترنگ زئی۔ منان ولد کندل خان ساکن اکبرپورہ۔ منہاج الدین ولد شرف الدین ملا ساکن پڑانگ۔ موسیٰ ولد نجیب اللہ ساکن عمرزئی۔ محبت خان ولد عمر علی ساکن تنگی محمد ولد کندل ساکن اکبرپورہ۔ محمد متین ولد منصور اعوان ساکن ترنگ زئی۔ مرسلین ساکن عمرزئی۔ مرتضیٰ ولد حسین ساکن کالوخان۔ مشعان ولد مستقیم ساکن گڑھی دولت زئی مردان۔ محمد بشیر ولد سعید گل ساکن جمال گڑھی مردان۔ منصور خان ولد عمر خان ساکن متھرا۔ مبارز خان ساکن رستم۔ محمد فرید خان ولد غلام حیدر خان ساکن محمد ناڑی محتشم ولد ناصر ساکن پڑانگ۔ مہر ولد جمال دین ساکن اخوند ڈھیری تنگی۔ محمد حلیم ولد رحیم ساکن ترنگ زئی۔ معز اللہ ولد نور اللہ ساکن متھرا۔ محمد رحیم ولد مدت خان ساکن ترنگ زئی میر بادشاہ ولد گل بادشاہ ساکن ترنگ زئی۔ محمد عالم ولد عالم خان ساکن ترنگ زئی مشال ولد باز بادشاہ ساکن ترنگ زئی۔ محبوب ولد امیر محمد ساکن ترنگ زئی۔

ن۔ نعیم ساکن کنڈی۔ فضل حق عمرزئی۔ نیاز محمد ساکن عمرزئی۔ کنڈی سعد اللہ خان۔ نور محمد ولد غلام نبی ساکن پڑانگ۔ نور احمد شیخ ساکن کنڈی زرین خان عمرزئی۔ نجیب اللہ ولد حمید اللہ ساکن ترنگ زئی۔ نصر اللہ ولد معراج ساکن رجڑ۔ محمد شریف ولد حبیب نور ساکن اتمان زئی۔ محمد یونس ولد حاجی عطا محمد کاکڑ ساکن رام پورہ پشاور۔ محمد یوسف ولد عثمان ساکن کالوخان۔ محمد یوسف صاحبزادہ ساکن قاضی آباد مردان۔ محمد زمان شاہ ولد مظفر شاہ ساکن لاہور مردان۔ محی الدین ولد سردار الدین ساکن گمبٹ مردان۔ محی الدین ولد کرم دین ساکن پڑانگ۔ مجاہد الدین ولد عبد اللہ ساکن چارسدہ۔ مجاہد الدین ساکن عمرزئی۔ مکرم ولد حسین ساکن اتمان زئی۔ منیر شیخ ساکن عمرزئی۔ مقدر شاہ ولد نواز ساکن سلیم خان صوابی محمد ایاز ولد حیات خان ساکن صوابی۔ محمد عظیم ولد محمد سلیم ساکن ترنگ زئی۔ محمد باز ساکن اتمان زئی۔ محمد دین ساکن تازہ دین ساکن دولت زئی۔ محمد نیاض ولد محمد صاحبزادہ ساکن قاضی آباد مردان۔ محمد حلیم ولد محمد رحیم ساکن ترنگ زئی۔ محمد جان ساکن کافور ڈھیری محمد رفیق مولوی ساکن شنکرگڑھ۔ محمد رحیم ولد محمد خان ساکن ترنگ زئی۔ محمد شاہ ولد امیر شاہ ساکن رستم مردان۔

و۔ وسیم اللہ ولد یاسین ساکن رجڑ۔

حاجی صاحب کے اساتذہ پر تشدد

جب حاجی صاحب جہاد کے لئے قبائلی علاقے میں چلے گئے تو انگریزوں نے اُن کے مدرسوں کے اساتذہ کو گرفتار کر کے سخت ترین سزائیں دیں ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں جن جن لوگوں نے ان اساتذہ کو گرفتار کرانے اور ان کی جائیدادوں کو ضبط کرانے کیلئے نشاندہی کی ان میں انسپکٹر شاہ عالم خان۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، انسپکٹر محمد اکبر خان۔ انسپکٹر کریم داد خان، انسپکٹر اکبر علی خان، انسپکٹر مظفر خان۔ سب انسپکٹر دوست محمد خان سب انسپکٹر بہار الدین اور انسپکٹر پولیس مظفر الدین قابل ذکر ہیں۔

ان آزاد مدرسوں کے وہ اساتذہ جو انگریزوں کے جبر و تشدد کا نشانہ بنے۔ ان میں مسعود ولد یحییٰ گل۔ واصف اللہ ولد یاسین۔ یوسف شاہ ولد میاں نور شاہ۔ امیر محمد ولد گل محمد اعوان۔ حضرت گل ولد محمد حفیظ اللہ۔ دین محمد ولد محمد ناصر افغانی۔ غلام قادر ولد عبدالمجید ساکن اکبر پورہ وغیرہ۔ تحصیل چارسدہ کے سکولوں سے گرفتار کئے گئے[1]

پشاور شہر کے اسلامیہ سکول سے عبدالرازق ولد سردار سید محمد خان ساکن تہکال پایان حافظ احمد ولد عبدالرحیم خان ساکن ریگی بالا بدہ زئی۔ بشیر الدین ولد زین العابدین ساکن موچی پورہ۔

صوابی سے عبداللہ ولد امین خان ساکن کیمبل پور فضل الرحمٰن ولد احمدجی اخونزادہ ساکن کالوخان۔ غلام مرتضیٰ ولد حسین ملا ساکن کالوخان۔ محمد یوسف ولد عثمان ملا ساکن کالوخان۔

کالوخان کے مدرسے سے صاحبزادہ کریم اللہ ولد صاحبزادہ وزیر ساکن کالوخان اسماعیلیہ اور آدینہ کے سکول سے محمد اختر ولد محمد حسین۔ ملا صاحب شاہ ولد شیخ محمد ملاخیل۔

نودیہہ سے سید احمد ولد برہان الدین ساکن ڈھنڈک۔

ترلاندی سے محمد بشیر ولد سعدی گل ملاخیل ساکن جمال گڑھی۔ جہانگیرہ، مانیری پایان اور مٹہ میانہ، پڑانگ۔ خرکی تنگی کے سکولوں کو فوری طور پر بند کر دیا گیا۔ باقی سکولوں میں حکومت نے اپنی مرضی کے مطابق ٹیچر مقرر کئے اور حاجی صاحب کے مقرر کئے ہوئے نصاب تعلیم اور انتظامیہ کو فوری طور پر معطل کر دیا گیا۔

نورڈھیر سے عبدالرحیم ولد سعدالدین ساکن نورڈھیر، کوٹھا اسماعیل زئی سے حبیب گل

۱۔ ڈی سی کا ریکارڈ فائل نمبر ۵۸، ۱۹۱۵ء پشاور آرکائیو

ولد اسمٰعیل کو ۔ گدر سے عبدالمالک ولد خانئی کو اور گل دین ولد وہاب الدین اور محمد زمان شاہ ولد مظفر شاہ ساکن لاہور کو اور گوجر گڑھی سے حبیب شاہ ولد زمان شاہ ساکن شموزئی اور غلام رحمان ولد احمد ساکن لوند خوڑ کو اور چارسدہ سے ایوب ولد محمد افضل کو گرفتار کر کے ان پر سخت تشدد کیا گیا ان میں سے بعض کی جائیدادیں ضبط کی گئیں اور بعض کو قید سخت کی سزائیں دی گئیں ۔

حاجی صاحب کی عدم موجودگی میں ان کے معتقدین نے حاجی صاحب کے مشن کو جاری کرنے کے لئے کئی سکول قائم کئے ۔ اس سلسلے میں سرحد میں جو جو مدرسے قائم ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے ۔

نواں کلی میں مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے ایک سکول قائم کیا گیا اس سکول کیلئے زمین اور عمارت پر دل خان ساکن نواں کلی نے دی ۔ اس سکول میں سردار خان ۔ غالب خان اور سید قادر ٹیچر تھے ۔ اس سکول میں شروع میں تقریباً ایک سو طالب علم تھے ۔ سکول کی انتظامیہ میں بخت جمال خان صدر ، سخاوت شاہ ، نور زمان ۔ عاصم خان منایش اور روشن خان تھے ۔ یہ سکول نواں کلی گاؤں کے باہر نالہ کے کنارے تھا ۔ اس کے چار کمرے تھے ۔ اس سکول کیلئے حاجی صاحب ترنگ زئی کے ایک معتقد پر دل خان نے زمین دی تھی ۔ ۱۹۲۲ء میں سکول کی عمارت کو ایک شخص سرفراز ولد غلام نے کچی حالت میں تیار کر کے اپنے قبضے میں کر لیا ۔ بخت جمال خان گرفتار تھے جب وہ ۸ ستمبر ۱۹۲۳ء کو رہا ہوئے تو انہوں نے دوبارہ اس سکول کو اپنے قبضے میں کیا ۔ اس سکول کے ساتھ چالیس جریب زمین وقف تھی ۔ نواں کلی کا ایک ہندو دکاندار خان چند بھی سکول کے لئے ہندوؤں سے چندہ اکٹھا کر کے سکول کی مدد کرتا تھا ۔

انگریزوں نے حاجی صاحب کے قائم کئے ہوئے آزاد مدرسوں کے تمام اساتذہ کو ۲۷ اگست ۱۹۱۵ء کو گرفتار کر لیا جس کی وجہ سے یہ تمام مدرسے بند ہو گئے ۔ ان آزاد مدرسوں کو جو لوگ مالی امداد فراہم کر رہے تھے ان کو بھی گرفتار کر کے ان کی جائیدادوں کو ضبط کر لیا گیا ۔ آزاد مدرسوں کے جن اساتذہ کو انگریزوں نے گرفتار کر کے جیلوں میں بند کیا ۔ وہ مندرجہ ذیل تھے ۔

مسعود ولد یحییٰ گل ۔ واصف اللہ ولد یاسین ۔ یوسف شاہ ولد میاں نور شاہ ، امیر محمد ڈگی گل محمد ، حضرت گل ولد مولوی محمد حفیظ ۔ دین محمد ولد محمد ناصر افغان ۔ غلام قادر ولد عبدالمجید اکبر پورہ ۔ عبدالرازق ولد سردار سید محمد خان آف نہکال پایان ۔ حفیظ احمد ولد عبدالرحیم

ملا ریگی والا۔ مولوی غلام احمد ولد شیخ انور اعوان آف تہکال پایان، مولوی اسیارالدین ولد زین العابدین موچی پورہ۔ عبداللہ ولد امین خان۔ فضل الرحمان ولد احمد جی اخوندزادہ۔ غلام قادر ولد مولوی حسین۔ محمد یوسف ولد مولوی عثمان۔ صاحبزادہ کریم اللہ ولد صاحبزادہ وزیر۔ محمد اکبر الیاس، عمرا ولد محمد حسین عرف افغان ملا۔ صاحب شاہ ولد شیخ محمد ملاخیل، سید احمد ولد برہان الدین ملاخیل۔ محمد بشیر ولد سعدی گل ملاخیل۔ عبدالرحیم ولد مولوی سعد الدین۔ صاحب گل ولد وزیر۔ حبیب گل ولد اسماعیل۔ عبدالمالک ولد غانئی۔ گل دین ولد وہاب الدین محمد زمان شاہ ولد مظفر شاہ۔ حبیب شاہ ولد زمان شاہ۔ غلام رحمٰن ولد احمد۔ ایوب ولد محمد افضل

یہ تمام اساتذہ حاجی صاحب کے مختلف مدارس میں مختلف علاقوں میں معلمی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جن جن علاقوں میں یہ اساتذہ متعین تھے ان میں پشاور: تہکال اکبر پورہ تہکال پایان۔ ریگی بالا۔ بادیزئی، صوابی۔ کالوخان۔ ڈھنڈو کا۔ جمال گڑھی۔ تورڈھیر۔ گڑھی کپورہ۔ گڑھی دولت زئی۔ کوٹ اسماعیل زئی۔ گدر۔ لاہور، کیمبل پور۔ گجر گڑھی۔ شموزئی لوند خوڑ۔ محمد ناڑی اور چارسدہ کے رہنے والے تھے۔

تاج محمد خان بی اے حاجی صاحب کے آزاد مدرسوں کے منتظم تھے۔ یہ اس فنڈ کے بھی انچارج تھے جو سرحد کے عوام زکوٰۃ۔ قربانی کی کھالوں۔ غلہ اور دوسرے ذرائع سے آزاد مدرسوں کی مدد کے لئے دیتے تھے۔ یوسفزئی قوم کے افراد اس فنڈ میں دل کھول کر عطیات جمع کراتے تھے تاج محمد خان تمام علاقوں میں گھوم پھر کر عوام کو آزاد مدرسوں میں پانچ جماعت تک تعلیم دی جاتی تھی۔ مضامین میں حساب۔ اسلامی تاریخ۔ اسلامیات۔ قرآن۔ ناظرہ۔ قرآن مجید حافظہ۔ جغرافیہ، علم شہریت اور خاص کردہ نصاب شامل تھا جس میں مسلمانوں کے عیسائیوں کے ساتھ معرکے اور اسلامی سلطنتوں کے قیام اور وسعت پر مشتمل مضامین تھے۔ ان سکولوں میں باقاعدہ امتحانات ہوتے تھے۔ کامیاب طلبا کو باقاعدہ سرٹیفکیٹ دیئے جاتے تھے نصاب زیادہ تر جامعہ ملیہ دہلی کے نصاب کے مطابق تھا۔ حاجی صاحب نے ان سکولوں کے نظم و نسق کو برقرار رکھنے کے لئے تین انسپکٹر یا سپرنٹنڈنٹ مقرر کر رکھے تھے۔ یوسف زئی کے علاقے میں جتنے سکول تھے ان کے منتظم تاج محمد خان تھے۔ علاقہ ہشتنگر کے سکول مولوی عبدالعزیز کے زیر انتظام تھے۔ علاقہ پشاور کے سکول مولوی آفتاب الدین کے زیر اہتمام چل رہے تھے۔

شہباز گڑھی کے آزاد مدرسے کے استاد محمد زمان ولد شیر زمان مرزا خان ولد غازی خان

ٹیچر آزاد سکول دولت زئی۔ حاجی مستان ولد مستقیم خلیفہ حاجی ترنگ زئی سکنہ گڑھی دولت زئی۔ گڑھی اسماعیل زئی کے آزاد مدرسے کے استاد میر عبداللہ ولد حمید اللہ سکنہ تورو۔ حاجی صاحب کے خلیفہ جانداد ولد رسول سکنہ کوٹ اسماعیل زئی خلیفہ حاجی صاحب ترنگزئی عنایت شاہ ولد میر جعفر شاہ سکنہ گڑھی اسماعیل زئی۔ کھوتی کے عبدالمالک ولد جالنس۔ گلدین ولد وہاب الدین۔ برکت شاہ ولد مہربان شاہ۔ محمد یوسف ولد انعام الدین سکنہ غازی آباد عبداللہ ولد امیر خان سکنہ جالبئی۔ محمد فیض ولد قاضی محمود نمبردار سکنہ غازی آباد۔ فضل الرحمن ولد احمد جی اخوندزادہ سکنہ کالوخان۔ غلام مرتضیٰ۔ محمد یوسف ولد عثمان۔ صاحبزادہ کریم اللہ ولد وزیر۔ سید حبیب اللہ ولد ضمیر شاہ سکنہ گوجر گڑھی۔ محمد اکبر ولد محمد حسین سکنہ کالوخان۔ صاحب شاہ ولد محمد سکنہ اسماعیلہ۔ سید احمد سکنہ ڈھنڈو کا۔ غازی اللہ ولد عزیز اللہ۔ ایوب ولد محمد افضل سکنہ تورو۔ اسماعیل ولد حسن سکنہ کوٹ اسماعیل زئی۔ گل احمد ولد برہان الدین غلام رحمن ولد احمدی سکنہ لوند خوڑ۔ عبدالودود ولد محمد حنیف۔ محمد زمان شاہ سکنہ لاہور مردان۔ محمد ولد کندل سکنہ اکبر پورہ۔ فضل الرحمن ولد عبدالرحمن سکنہ خرکی۔ عبدالرؤف ولد عبدالوہاب کاکاخیل۔ عبدالرحیم ولد سعدالدین سکنہ تور ڈھیر۔ شہاب الدین ولد حمیدالدین سکنہ پرانگ۔ محمد بشیر سکنہ جمال گڑھی۔ عبدالمجید ولد عبداللہ۔ صابر شاہ ولد حبیب شاہ۔ سکنہ اسماعیلہ۔ حبیب شاہ ولد مہربان شاہ سکنہ اسماعیلہ۔ اختیار بلند ولد غزن۔ شریف اللہ ولد عبداللہ۔ رحمت اللہ ولد عبداللہ۔ ساکنان کندر۔ حمید اللہ ولد فضل ساکن گڑھی اسماعیلہ۔ سراج الدین ولد سید محمد ساکن کوٹ اسماعیلہ۔ محمد دین ولد باز کریم ولد باز گل۔ فضل دین ولد لعل دین ساکنان کوٹ دولت زئی۔ تورو گل انچارج لنگر خانہ حاجی صاحب۔ مولوی محمد رفیق سکنہ متھرا ٹیچر آزاد مدرسہ میاں گوجر۔ گل احمد ولد شیخ انور ٹیچر آزاد مدرسہ نہکال پایان۔ شیخ سعداللہ ولد غزن سکنہ کندر۔ سعداللہ ولد افضل ساکن گڑھی اسماعیلزئی۔ قاضی رحیم اللہ ولد سعید احمد ساکن کوٹ دولت زئی۔ عبدالصمد ساکن گڑھی امان زئی۔ حبیب اللہ ولد مولوی رشید ساکن لوند خوڑ۔ تور گل سکنہ گدر۔ گل میر ولد الہٰی ساکن ادینہ۔ رحیم گل ساکن تور ڈھیر۔ ساجد گل ساکن گمبٹ۔ صاحبزادہ شریف اللہ ساکن قاسمی عبدالرحیم سکنہ بالوزئی۔ تاج محمد سکنہ بغدادہ فضل محمد ولد نور احمد عرف کھو کا ملا سکنہ مانیری پایان[1]

ان مذکورہ افراد کی گرفتاری کے علاوہ ان کے قریبی رشتہ داروں کو بھی گرفتار کیا گیا۔ ان

۱۔ ڈی سی ریکارڈ فائل ۵۰ پشاور آرکائیو، سپیشل برانچ ریکارڈ فائل حاجی ترنگزئی

میں سے وہ لوگ جو صاحب جائیداد تھے ان کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں۔ ان لوگوں کو محض اس لئے گرفتار کیا گیا کہ ان کے متعلق انگریزوں کے مخبروں نے یہ اطلاعیں دی تھیں کہ یہ لوگ حاجی صاحب کے مددگار اور ان کے قائم کئے ہوئے آزاد مدرسوں کے چلانے والے ہیں نیز یہ بھی انگریز حکمرانوں کو اطلاع دی گئی تھی کہ ان میں سے بعض لوگ حاجی صاحب کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے میں مالی امداد فراہم کر رہے ہیں۔

لچھن داس مجسٹریٹ درجہ اول پشاور نے ۴ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مسٹر لوٹن ڈپٹی کمشنر پشاور کو رپورٹ دیتے ہوئے لکھا کہ "داؤدزئی میں مجھے دو دن کے دورے کے دوران معلوم ہوا کہ وہاں دو سکول حاجی صاحب ترنگزئی نے کھولے تھے ایک سکول گلبیلہ میں کھولا گیا تھا جو وہاں کے مقامی ارباب کالوخان کے تعاون اور امداد سے کھولا گیا تھا۔ اس سکول کا منیجر ملا آفتاب الدین تھا جو حاجی صاحب ترنگ زئی کا بہت ہی زیادہ معتقد تھا۔ یہ سکول گلبیلہ کی مسجد میں کھولا گیا تھا ارباب کالوخان نے اس سکول کے قیام کے لئے حاجی صاحب ترنگ زئی کو ہر ممکن مدد دی تھی۔[1]

ملا آفتاب الدین کے دو شاگرد تھے جو اسی اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ان میں سے ایک کا نام عبدالجلال عرف شاہ بیگ ولد نظام الدین تھا جس کی عمر ۱۵ سال تھی یہ طالب علم علاقہ تھانہ سوات کا رہنے والا تھا۔ دوسرے شاگرد کا نام اکبر ولد اعظم خان تھا اس کی عمر سترہ سال تھی۔ یہ طالب علم پنجکوڑہ علاقہ دیر کا رہنے والا تھا۔ ان دونوں طالب علموں کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے گئے ہیں مگر ملا آفتاب الدین کی گرفتاری کے بعد یہ دونوں طالب علم کہیں بھاگ گئے ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ یہ دونوں طالب علم حاجی صاحب ترنگ زئی اور ملا آفتاب الدین کے درمیان خبر رسانی کا کام سرانجام دیتے تھے اس لئے یہ دونوں خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔

حاجی صاحب ترنگ زئی نے داؤدزئی میں دوسرا مدرسہ میاں گجر میں کھولا یہ مدرسہ بھی میاں گجر گاؤں کے نمبردار کی مسجد میں کھولا گیا ہے۔ مدرسے کے افتتاح کے موقع پر حاجی صاحب اور ان کے پیروکاروں کو مدرسے کے قیام پر میاں گوجر کے لوگوں نے پرجوش خیر مقدم کیا۔ اس سکول کا منتظم عبداللہ عرف

---

[1] قلمی روزنامچہ از قاری عبدالمستعان صد ۱۵۵

دین محمد ولد گردیال سکنہ تسکر پورہ تھا۔ عبداللہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ مختلف مقامات سے سکول کے لئے چندہ جمع کرتا رہا یہ جگہ جگہ آزاد مدرسوں کی افادیت کی تبلیغ کرتا رہا۔ جب حاجی صاحب ترنگ زئی نے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تو عبداللہ بھی اس دن سے غائب ہوگیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عبداللہ حاجی صاحب ترنگ زئی کا خصوصی پیغام لیکر بڈے ملا صاحب کے پاس چلا گیا ہے میں نے انسپکٹر پولیس کو حکم دیدیا ہے کہ وہ عبداللہ کے متعلق مکمل چھان بین کرے میں خود بھی خفیہ طور پر اس آدمی کے متعلق معلومات فراہم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ عبداللہ کے جانے کے بعد میاں گوجر کے مدرسے کا دوسرا ٹیچر محمد رفیق جو متھرا کا رہنے والا تھا اچانک غائب ہوگیا ہے۔ اس کے جانے کے بعد میاں گوجر کا سکول بند ہوچکا ہے[۲۵]

میاں گوجر کا نمبردار حاجی صاحب ترنگ زئی کا زیادہ معتقد ہے وہ اس علاقے میں حاجی صاحب ترنگ زئی کی مقبولیت میں اضافہ کرتا رہا ہے لہٰذا اس نمبردار پر کڑی نظر رکھنے کا حکم دیدیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس علاقے میں ان لوگوں کے متعلق چھان بین کی جارہی ہے جنہوں نے دانستہ یا نادانستہ طور پر حاجی صاحب ترنگ زئی کی مدرسوں کے قیام میں مدد دی ہے[۲۶]

حاجی صاحب کے ایک مدرسے کے گرفتار شدہ استاد نے ڈپٹی کمشنر پشاور کو ۱۲ جون ۱۹۱۶ء کو مندرجہ ذیل درخواست پیش کی۔

بحضور فیض گنجور جناب والاشان صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع پشاور دام اقبالہٗ

جناب عالی

سائل حسب ذیل عرض پرواز ہے۔

۱۔ کمترین باشندہ موضع جلالیہ تھانہ حضرو تحصیل و ضلع اٹک کا ہے ماہ اگست ۱۹۱۵ء میں موضع کالو خان تحصیل صوابی ضلع پشاور کے اسلامیہ سکول میں مدرس مقرر ہوا تھا۔

۲۔ مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۱۵ء کو عام حکم بابت گرفتاری مدرسین اسلامیہ مدارس ضلع پشاور کے حضور کی پیش گاہ سے جاری ہوا جس کی رو سے فدوی بھی بہ ہمراہ دیگر مدرسین اسلامیہ مدارس کے ۲۷ اگست ۱۹۱۵ء کو گرفتار کیا جا کر پولیٹیکل حوالات میں بند کر دیا گیا چنانچہ آج تک عرصہ گیارہ ماہ سے پولیٹیکل میں ہوں میں بے گناہ اور بے قصور ہوں۔

۱۔ ڈی سی ریکارڈ فائل ۵۵ پشاور آرکائیو (۲) ڈی سی ریکارڈ فائل ۵۵ پشاور آرکائیو

۳- جس وقت کمترین مدرسہ کالوخان تحصیل صوابی میں مقرر ہوا تھا اس وقت حاجی ملا سرکاری علاقے میں بالکل نہیں تھا عرصہ دو ماہ پیشتر سے مفرور ہو گیا تھا اور میرا نہ پہلے اس سے کوئی تعلق تھا اور نہ ہی آئندہ کوئی تعلق ہو گا۔

۴- اب سرکار نے حاجی ملا کے تمام رشتہ داروں اور تمام اسلامیہ مدارس کے مدرسین اور مریدوں کو بالکل رہا فرمایا ہے۔ لہٰذا فدوی کی درخواست ہے کہ کمترین کو بھی رہا فرمایا جائے۔ فدوی اپنی ضمانت دے سکتا ہے اور حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ حاجی ملا سے بالکل کوئی تعلق آئندہ نہ رکھونگا اور پہلے بھی کوئی تعلق میرا اس سے نہیں تھا حضور مجھ کو جیل خانہ ہذا سے چالان کر کے کیمبل پور کے جیل خانہ میں بھیجدیں میں اپنی ضمانت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کیمبل پور کے پاس پیش کروں گا۔

زیادہ آداب

عرضے

فدوی عبداللہ ولد امیر خان قریشی ساکن حضرو
معرفت پولٹیکل جیل ایبٹ آباد[۱]

اس درخواست سے جو باتیں سامنے آتی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مدرسین کو بیک وقت مختلف مقامات سے گرفتار کیا گیا تھا ان مدرسین کو کافی عرصے تک مقید رکھا گیا۔ ان مدرسین کو گرفتار کرنے کے بعد سرحد کی مختلف جیلوں میں بند کر دیا گیا تھا سرکاری حکام کو یہ بھی شک تھا کہ ان اسلامی مدرسوں کے اساتذہ کا حاجی صاحب کے ساتھ باقاعدہ رابطہ ہے اور یہ لوگ حاجی صاحب کو سامان رسد اور اسلحہ پہنچانے کے علاوہ لوگوں تک حاجی صاحب کا پیغام پہنچا رہے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جہاد کے لئے قبائلی علاقے میں پہنچیں۔ انہی خدشات کے پیش نظر حاجی صاحب کے سکولوں کے تمام اساتذہ کو گرفتار کر کے انہیں مقید کیا گیا اور ان پر سختیاں کی گئیں کہ وہ حاجی صاحب کے ساتھ اپنے تعلقات کا اقرار کریں اور یہ بتائیں کہ ان کے اور حاجی صاحب کے درمیان کس قسم کے روابط ہیں[۲]
عبداللہ خان کے سلسلے میں سرکاری ریکارڈ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی

۱۔ اصل درخواست منسلکہ فائل نمبر ۵۸ ڈی سی ریکارڈ صفحہ ۲۶ پشاور آرکائیو۔
۲۔ فائل نمبر ۵۸ - صفحہ ۲۶ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

نے جو سکول قائم کئے تھے حاجی صاحب ان سکولوں کو اسلامی اصولوں اور اسلامی نظم و نسق کے مطابق چلا رہے تھے۔ ان سکولوں کے اساتذہ کے لیئے ضروری تھا کہ وہ خود اسلامی اصولوں کی پابندی کریں تاکہ طلباء ان کی شخصیتوں سے متاثر ہو کر اسلامی اصولوں کو عملی طور پر اپنا سکیں سرکاری رپورٹ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حاجی صاحب نے ان سکولوں کو چلانے کیلئے ایک فنڈ قائم کر رکھا تھا اس فنڈ میں علاقے کے لوگ اپنی خوشی اور مرضی سے زکوٰۃ اور عشر کی رقم جمع کراتے تھے جس سے سکولوں کے عملے کو معقول تنخواہ دی جاتی تھی اس سلسلے میں مندرجہ ذیل افراد کا بیان ملاحظہ ہو۔ تحریری بیان واحد شاہ برادر زر قرار گل میاں ساکن گدر۔

عبداللہ جان حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس مدرسہ گدر میں ملازم تھا جماعت چہارم اور پنجم کو تعلیم دیتا تھا پھر تنخواہ پر کچھ تنازعہ ہو گیا تو اسے دوسرے مدرسہ میں تبدیل کیا گیا۔ دیگر کسی قسم کا تعلق اس کا حاجی صاحب کے ساتھ نہ تھا اور نہ وہ کسی غیر خیال کا آدمی تھا۔ جہاں تک دیکھا گیا اس کے خیالات اچھے تھے حاجی صاحب سے صرف تنخواہ کا تعلق رکھتا تھا وہ حاجی صاحب کا مرید بھی نہ تھا۔ اس کی تھوڑی سی بہت علمیت تھی۔ داڑھی منڈھوا تا تھا

اس واسطے حاجی صاحب اس کو اچھا نہ سمجھتا تھا اور وہ حاجی صاحب کا پیرو تھا بغیر اپنی نوکری اور تنخواہ کے حاجی صاحب کے ساتھ دیگر قسم کا تعلق نہ رکھتا تھا۔

واحد شاہ بقلم خود ء۱

۲۰/۱/۱۹۱۷

اس بیان کی تائید میں سرکاری ریکارڈ میں یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو پولیس ہیڈ کانسٹیبل عزیز الدین حکام کو مطلع کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"جناب عالی! علاقہ گدر میں جا کر دریافت کیا تو حسب ذیل معلوم ہوا مسمی عبداللہ خان ولد امیر خان پہلے وہ گدر میں مدرسہ حاجی صاحب میں صدر معلم تھا بعد ازاں حاجی صاحب سے قدرے برانگیختہ ہو گیا جس کی وجہ سے حاجی صاحب نے اس کی تنخواہ میں کمی کر دی اور اس کو کالو خان کے مدرسہ میں دوم معلم مقرر کیا حاجی صاحب کے علاقہ غیر کو چلے جانے کے بعد وہ بھی

۱۔ پشاور آرکائیو فائل ۵۸/۵ ڈی۔سی ریکارڈ ۱۹۱۷ء

گرفتار ہو گیا اور بونیر کے ہلہ گلہ کے اثناء میں وہ پولٹیکل حوالات میں تھا حاجی صاحب کے ساتھ اس کا صرف اس قدر تعلق تھا کہ وہ اس سے تنخواہ لیتا تھا اور اس کے مدرسہ میں معلم تھا[1]

حاجی صاحب کے مدرسے واقع تہکال کے ایک استاد کے متعلق سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور نے حکومت سرحد کو مطلع کرتے ہوئے لکھا۔

"گل احمد ولد شیخ انور ساکن تہکال پایان ایک معمولی لکھا پڑھا آدمی ہے یہ شیخ عمر کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس کی زیارت تہکال میں واقع ہے ستمبر ۱۹۱۴ء تک یہ کسی ٹھیکیدار کے ساتھ ایک منشی کے طور پر کام کرتا مگر بعد میں ستمبر سے یہ استاد کی حیثیت سے کام کر رہا ہے تہکال کا اسلامی مدرسہ جس کا نام کوہستانی ملا سکول ہے کا منتظم نعمت خان نمبردار ہے اس نعمت خان نے گل احمد کو تہکال کے سکول میں ٹیچر مقرر کیا ہے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور صدر کی اطلاع کے مطابق یہ گل احمد حاجی ترنگزئی کا مقرر کردہ ٹیچر نہیں ہے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ سکول جسے کوہستانی ملا چلا رہا ہے یہ درحقیقت حاجی صاحب ترنگزئی کا قائم کردہ سکول ہے اور وہی اس کو چلا رہے تھے[2]"

مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۵ء کو اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ کی سفارش پر سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور نے مندرجہ ذیل افراد کو اس لئے تعریفی سرٹیفکیٹ دیئے کہ ان لوگوں نے حاجی صاحب ترنگزئی کے اساتذہ اور ان کے معاونین کو گرفتار کرانے میں مدد دی اور ان لوگوں کی صحیح نشاندہی کرائی جو حاجی صاحب کے ساتھ شامل ہو کر انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد ہیں انگریزوں سے تعریفی اسناد لینے والے خان صاحب غلام حیدر خان ساکن تنگی نصرت زئی خان صاحب سعد اللہ خان ساکن چارسدہ، حاجی محبت خان سکنہ پڑانگ۔ شیخ فریدالدین ساکن عمرزئی۔ خادم خان ساکن عمرزئی۔ عین اللہ ساکن عمرزئی۔ عادل شاہ ساکن عمرزئی۔ خوشیاد خان ساکن عمرزئی۔ خوشحال خان ساکن عمرزئی۔ محمد اکبر خان ساکن عمرزئی[3]

۱۔ پشاور پولٹیکل رپورٹ ۱۹۱۵ء فائل ۵۸ ڈی سی ریکارڈ

۲۔ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۵۸ ڈی۔سی ریکارڈ ۳۔ فائل نمبر ۶ ص ۸۰ پشاور آرکائیو

حاجی صاحب کے خلاف بغاوت کا مقدمہ

حاجی صاحب ترنگزئی نے جب قبائلی علاقے میں جا کر جہاد کا آغاز کیا تو انگریز حکومت نے ان کے خلاف بغاوت کے جرم میں مقدمہ قائم کیا اس مقدمے کے سلسلے میں پولیس نے اے ڈی ایم چارسدہ کی عدالت میں مندرجہ ذیل چالان پیش کیا۔

دعویٰ | سرکار بنام حاجی فضل واحد ولد فضل احمد قوم پیر ساکن ترنگزئی۔ جرم دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند بعدالت کپتان گرفتھ صاحب مجسٹریٹ۔

جنابِ عالی!

حاجی فضل واحد مذکورہ ۲۰ رجون ۱۹۱۵ء کو شام کے بعد اپنے مسکن سے مع چند نفر نیشنخان علاقہ سرکار سے غیر علاقہ کو بھاگ گیا اور غیر علاقہ میں جا کر بنیر اور سوات وغیرہ کے لوگوں کو گورنمنٹ عالیہ و بادشاہ سلامت کے برخلاف غزا (جہاد) و جنگ کے واسطے آمادہ کیا اور شورش پھیلا دی۔ خان صاحب غلام حیدر خان جاگیردار تنگی نصرت زئی نے بیان کیا کہ میں مع دیگر ساتھیوں کے چناڑ علاقہ بنیر کو عرصہ ایک ماہ کا ہوتا ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس گیا تھا۔ ایک مہمند شیخ جو عنوایہ شیخ کے نام سے مشہور ہے اور ایک شخص جس کو حاجی کہتے تھے اور دو چار آدمی اور تھے جن کے نام سے واقفیت نہیں ہے اور عمرزئی کے رہنے والے نہیں صاحبزادہ فریدالدین و خادم خان عمرزئی ان سے واقفیت رکھتے ہیں وہاں وہ اور سیف الرحمن نام ملا بھی تھا۔ علاقہ غیر کے لوگ بھی اس کے پاس تھے۔ اس کے خیالات گورنمنٹ عالیہ کے برخلاف ہیں اور وہ کہتا تھا کہ میں برخلاف گورنمنٹ عالیہ کے شورش بپا کروں گا۔ خان سعداللہ خان عمرزئی بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ خان سعداللہ خان جاگیردار عمرزئی ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کوہاٹ بشرح صدر

شیخ فریدین ولد آفتاب الدین ذات صاحبزادہ سکنہ عمرزئی نے بیان کیا کہ میں اور خادم خان ہمراہِ خان صاحب غلام حیدر خان ساکن تنگی و سعداللہ خان ساکن عمرزئی چناڑ علاقہ بنیر میں حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس گئے۔ ایک مہمند غلام محی الدین مشہور عنوایہ شیخ

محمد امیر سکنہ بخشالی علاقہ مردان، میاں حیاءالدین ساکن کلا ڈھنڈ باڈہ عمر زئی شفیع اللہ ولد عبدالحی و پسر الش عمر دس گیارہ سالہ پیا ڈ میر گوہر سکنہ ترنگ زئی محمد عظیم ولد محمد عالم میر ساکن ترنگزئی مع دیگر ساٹھ اسی نفر شیخان کے حاجی مذکور کے پاس موجود تھے باقیوں کو شناخت نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی نام آتے ہیں۔ محمد رحیم ساکن عمر زئی کے بابت معلوم ہوا تھا کہ چکیسر میں بخار کی وجہ سے مرگیا ہے اور مولوی عبدالعزیز سکنہ اتمان زئی کی بابت معلوم ہوا تھا کہ وہ ادر باڑہ ملا کو مہمندوں کی طرف حاجی صاحب ترنگزئی نے بھیجا ہے کہ ان کو وعظ کرکے شورش کے واسطے آمادہ کریں اور سیف الرحمٰن سکنہ متھرا بھی حاجی کے پاس تھا

خادم خان ولد منہاج الدین ذات صاحبزادہ سکنہ عمر زئی نے بیان کیا کہ فدوی مع خان صاحب غلام حیدر خان و سعد اللہ خان صاحب وغیرہ چار علاقہ بنیر میں حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس گئے تھے، وہاں محمد امیر ساکن عمر زئی و غلام محی الدین مشہور عوایہ شیخ و شفیع اللہ ولد عبدالغنی پیر گوہر سکنہ ترنگزئی، محمد اعظم پیر ساکن ترنگزئی اور تقریباً ۶۰، ۸۰ نفر دیگر شیخان کے حاجی مذکور کے پاس موجود تھے مگر اوروں کے متعلق معلوم نہیں کہ وہ کس جگہ کے باشندے ہیں محمد رحیم باغبان سکنہ عمر زئی کی بابت معلوم ہوا تھا کہ وہ چکیسر میں بیمار ہو کر مرگیا ہے اور مولوی عبدالعزیز ساکن اتمان زئی کی بابت معلوم ہوا کہ وہ مہمندوں میں وعظ کرنے و شورش بپا کرنے کے واسطے گیا ہوا ہے اور سیف الرحمان ملا متھرا بھی اس کے ہمراہ تھا۔

ضیاء اللہ خان ولد غلام محی الدین افغان ساکن عمر زئی نے بیان کیا کہ حاجی صاحب ترنگزئی نے جب کہ اس جگہ سے بنیر کو چلا گیا تھا اس سے دس بارہ روز بعد میں اور عبدالرحمٰن علاقہ بنیر میں حاجی مذکور کے پاس گئے تھے۔ سیف الرحمٰن ملا متھرا اور ریدی گل سکنہ پڑانگ، محمد امیر سکنہ ضیاءالدین کورونہ۔ غلام محی الدین مشہور عوایہ شیخ و عبدالعزیز ملا ساکن اتمان زئی وغیرہ شیخان ہے ۶۰، ۸۰ نفر علاقہ غیر وغیرہ کے جن کے نام نہیں آتے ہیں اس کے پاس تھے سیف الرحمٰن ملا متھرا کو میں نے کہا تھا کہ کوئی مخالفت نہیں کریگا اگر تم اپنے گھر جاؤ تو باک نہیں اس نے کہا کہ میں واپس نہیں جاتا ہوں دو روز ہم وہاں رہے اور پھر واپس چلے آئے بوقت واپسی مہر گجر و محمد اعظم پیر ساکن ترنگزئی کو میاں خان سنگھاؤ کے راستے حاجی مذکور کے پاس جاتے ہوئے دیکھا چونکہ حاجی فضل واحد ملازم بنیر اور سوات کے

قبائلی علاقے کو بھاگ گیا تھا اور وہاں جا کر لوگوں کو برخلاف گورنمنٹ عالیہ غزا و جنگ کے واسطے آمادہ کر کے گورنمنٹ عالیہ کے برخلاف شورش بپا کر کے لڑائی کرائی ہے اس وقت ملزم غیر علاقہ میں ہے اس کے خلاف دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند شہادت بالا کے ثبوت کی روشنی میں چالان واسطے کاروائی ۵۱۲ ضابطہ فوجداری پیش کرتا ہوں۔ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۵ء (اس چالان پر ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء کو پولیس حاکم نے یہ نوٹ لکھا)

بمراد کاروائی ضابطہ بخدمت صاحب بہادر مجسٹریٹ علاقہ پیش کی جائے۔

۲۴ اگست ۱۹۱۵ء کو شاہ عالم خان ولد سرور خان سرکل انسپکٹر چارسدہ نے بیان دیتے ہوئے کہا۔

"۲۱ جون ۱۹۱۵ء کو مجھے اطلاع ملی کہ حاجی فضل واحد ساکن ترنگزئی بونیر کو بھاگ گیا ہے میں نے اس کی تلاش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس کا گھر خالی تھا اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ بھاگ گیا ہے اس کی گرفتاری کی سردست امید نہیں ہے۔"

خان صاحب سعداللہ خان ولد عبداللہ خان نے گواہی دیتے ہوئے کہا۔

"۷ جولائی ۱۹۱۵ء کو میں چارسدہ کے ایک مولوی اور دو نوکروں کے ہمراہ عمرزئی چارسدہ سے حاجی فضل واحد کے پاس سارے کلی غیر علاقہ میں گیا اور اس جگہ پر ۹ جولائی ۱۹۱۵ء کو پہنچا اور ہم ۱۶ جولائی ۱۹۱۵ء کو واپس آئے میں نے حاجی فضل واحد ترنگزئی کو دیکھا یہ واقعہ ۹ جولائی ۱۹۱۵ء بوقت ۶ بجے شام کا ہے میں نے اس کو مجمع میں تقریر کرتے سنا وہ لوگوں کو ترغیب دیتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ سرکار کے خلاف لڑائی میں شامل ہوں اور ان سے حلف لیتا تھا کہ جب وہ سرکار کے خلاف جہاد کرے تو وہ اس کا ساتھ دیں جیسا کہ اس کا ارادہ ہے یہ واقعہ موضع الائی میں ہوا جو کہ سارے کلی کے نزدیک ہے بیشمار لوگ وہاں جمع تھے حاجی لوگوں کو ترغیب

۱۔ مثل مقدمہ بغاوت ص۶

دینا تھا کہ وہ سرکار کے خلاف لڑائی کریں۔"

(دستخط خان بہادر سعد اللہ خان)

۲۴ ۔اگست ۱۹۱۶ء کو مشال ولد باز بادشاہ ذات پٹھان ساکن ترنگ زئی پیر خیل عمر ۴۰ سال سے جب پولیس نے بیان لیا تو اس نے کہا۔

"رمضان سال گذشتہ کے بعد میں حاجی ترنگزئی کے پاس بنیر علاقہ غیر کو گیا۔ فضل اکبر ولد حاجی وہاں تھا میں نے ان کو چناڑ سے واپس آنے کو کہا فضل واحد نے علاقہ سرکار کو واپس آنے سے انکار کیا اس نے میری موجودگی میں کہا کہ میں تو سرکار کے خلاف لڑائی لڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں"

۲۵ ۔اگست ۱۹۱۶ء کو خان صاحب غلام حیدر خان ولد سمندر خان ساکن تنگی رئیس و جاگیردار تنگی نے مقدمے کے سلسلے میں گواہی دیتے ہوئے بیان کیا۔

"حاجی فضل واحد ترنگزئی ۲۰ جون ۱۹۱۵ء کو ترنگزئی سے علاقہ بنیر کو چلا گیا تھا جہاں اس نے سرکار کے خلاف لڑائی کی میں ماہ رمضان ۱۹۱۵ء کے آخر میں بنیر گیا تو اسے وہاں دیکھا تھا میں نے اسے ترغیب دی کہ وہ اپنا ارادہ سرکار انگریزی کے خلاف لڑائی کا چھوڑ دے لیکن اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں سرکار انگریزی کے خلاف لڑائی کروں گا۔ وہ اس وقت علاقہ غیر میں ہے۔"

۲۵ ۔اگست ۱۹۱۶ء کو شیخ فرید الدین ولد آفتاب الدین صاحبزادہ ساکن عمر زئی نے اسی طرح کا بیان قلمبند کرایا کہ میں بھی اس وفد میں بنیر کو گیا تھا تاکہ حاجی فضل واحد ساکن ترنگزئی کو کسی طرح علاقہ غیر سے علاقہ سرکار میں لائیں مگر اس نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور میری موجودگی میں اس نے کہا کہ "سرکار کے خلاف لڑائی کرنے کا میرا پکا ارادہ ہے چنانچہ اپنے کہنے کے مطابق سرکار کے خلاف لڑائی کر رہا ہے۔ اور ایک عرصے سے علاقہ غیر میں ہے۔[1]

۱۔ مثل مقدمہ دفعہ ۱۲۱ انڈین پینل کوڈ دفتر محافظ خانہ پشاور

ان گواہیوں اور مقدمے کی بنا پر حکومت حاجی صاحب کی گرفتاری میں ناکام ہوگئی تو انہیں حکومت برطانیہ کا باغی اور ملزم گردانتے ہوئے مشتہر کیا گیا۔ کہ رعیت کے لوگ اسے اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرانے میں مدد دیں دفعہ ۱۲۱ انڈین پینل کوڈ کے علاوہ زیر دفعہ ۵۱۲ ضابطہ فوجداری کے تحت بھی حکومت نے متعلقہ مجسٹریٹ کو اجازت دی ۲ مئی ۱۹۱۷ کو دفعہ ۸۸/۸۷ ضابطہ فوجداری کے تحت ان کی منقولہ اور غیر منقولہ تمام جائیداد کی ضبطی کا حکم صادر ہوا جس کے تحت حاجی صاحب کی تمام جائیداد کو بحق سرکار ضبط کیا گیا۔

۹ نومبر ۱۹۱۵ کو کیپٹن گرنتھ علاقہ مجسٹریٹ چارسدہ کی عدالت میں حاجی صاحب کے خلاف دفعہ ۱۲۱ انڈین پینل کوڈ اور ۵۱۲ ضابطہ فوجداری کے تحت مقدمے کی کاروائی شروع ہوئی۔

۲۵ اگست ۱۹۱۶ء کو مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے اے ڈی ایم نے ڈپٹی کمشنر پشاور کو اپنے فیصلے سے مطلع کرتے ہوئے کہا۔

> "چونکہ حاجی فضل واحد حکومت کے خلاف بغاوت کر کے علاقہ غیر میں چلا گیا ہے اور وہاں وہ اور اس کے معتقد حکومت کے خلاف جنگ کر رہے ہیں لہٰذا میں حاجی فضل واحد کے خلاف کاروائی ۵۱۲ کے تحت اسے مفرور قرار دیتا ہوں نیز حکم دیتا ہوں کہ اس کے خلاف کاروائی زیر دفعہ ۸۸/۸۷ ضابطہ فوجداری کے تحت اس کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کو بحق سرکار ضبط کیا جائے"[1]

اے ڈی ایم کے اس سفارش پر ۲۰ اپریل ۱۹۱۷ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور مسٹر بولٹن نے اس فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے اس پر عمل درآمد کا حکم جاری کیا۔ اس مقدمے میں مندرجہ ذیل گواہ پیش ہوئے۔

گواہ ۱: شاہ عالم خان ولد سرور خان انسپکٹر پولیس چارسدہ۔

گواہ ۲: خان صاحب سعد اللہ خان ولد عبداللہ خان درانی ساکن چارسدہ

۱۔ مثل مقدمہ حاجی فضل واحد ۶۰۹ ڈی سی ریکارڈ پشاور

گواہ ۳ مشال خان ولد بازباد شاہ قوم پٹھان ساکن ترنگ زئی۔
گواہ ۴ خان غلام حیدر خان ولد سمندر خان ساکن تنگی جاگیر دار۔
گواہ ۵ شیخ فریدالدین ولد آفتاب الدین صاحبزادہ ساکن عمرزئی۔

بادشاہ گل فضل اکبر کیخلاف مقدمہ بغاوت[1]

حاجی صاحب کے خلاف مقدمہ کی کارروائی کے ساتھ ساتھ ان کے بڑے صاحبزادے بادشاہ گل اول فضل اکبر کے خلاف ان کی عدم موجودگی میں بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا اس مقدمہ کی کارروائی بملاحظہ ہو۔

چالان تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۱ کے تحت رائے صاحب دلیو یداس علاقہ مجسٹریٹ چارسدہ کی عدالت میں مقدمہ قائم کیا گیا اس مقدمہ میں بادشاہ گل فضل اکبر کو حکومت برطانیہ کا باغی مجرم قرار دیکر ان کے خلاف ان کی عدم موجودگی میں کارروائی کرتے ہوئے ان کی گرفتاری اور ان کی جائیداد ضبط کرنیکا حکم دیا گیا۔ اس مقدمے میں بھی شاہ عالم خان انسپکٹر پولیس چارسدہ مشال خان۔ خان بہادر سعداللہ خان شیخ فریدالدین وغیرہ نے بطور گواہ بیانات دیئے۔ پولیس نے عدالت میں جو چالان پیش کیا وہ یہ تھا۔

سرکار بنام فضل اکبر ولد حاجی فضل واحد پیر سکنہ ترنگ زئی
جرم دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند

جناب عالی!

مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۵ء کو حاجی فضل واحد سکنہ ترنگ زئی جو حاجی آباد بانڈہ عمرزئی میں سکونت پذیر تھا بخیالات باغیانہ دیہہ مذکورہ سے بنیر علاقہ غیر کو مع فضل اکبر پسر خود بالغ و مع فضل شاہ، فضل معبود پسران نابالغ کے بھاگ گیا اور بنیر و سوات کے علاقہ میں جاکر سیف الرحمٰن ملا ساکن متھرا وغیرہ کو لے کر قبائلی علاقے کے لوگوں کو سرکار عالیہ کے برخلاف شورش کے واسطے برانگیختہ کرکے شورش بپا کی اور سرکار کے خلاف لڑائی کرائی مسمی فضل اکبر پسرش جو کہ بالغ اور جوان عمر ہے وہ بھی اس کے ساتھ شورش میں شامل

۱۔ مثل مقدمہ بغاوت سرکار بنام بادشاہ گل فضل اکبر۔ دفتر محافظ خانہ پشاور۔

رہا اور اب حاجی مذکور مہمندوں علاقہ غیر میں مع فضل اکبر پسر خود موجود ہے اور لوگوں کو سرکار عالیہ کے برخلاف شورش برپا کرنے کے واسطے بہکا رہا ہے۔ حاجی فضل واحد کے برخلاف زیر دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند پہلے ہی کارروائی کی گئی ہے اور فضل اکبر ولد حاجی فضل واحد جو بالغ اور جوان عمر ہے اور وہ بھی سرکار عالیہ کے برخلاف شورش بنیر و سوات میں شامل رہا ہے اور اب مہمندوں علاقہ غیر میں شورش پھیلانے میں حاجی مذکور کے ہمراہ شامل ہے از روئے دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند اجازت دیجائے اسکے خلاف مقدمہ کے قیام کی اجازت دی جائے۔

خان صاحب حاجی غلام حیدر خان صاحب جاگیر دار تنگی نصرت زئی نے بیان کیا کہ وہ پچھلے سال مع شیخ فرید صاحبزادہ سکنہ عمر زئی کے حاجی ترنگ زئی کے پاس سوات علاقہ غیر میں گئے تھے اور حاجی فضل واحد غیر علاقہ میں سرکار کے برخلاف شورش پھیلا رہا تھا اور مسمی فضل اکبر پسر ش بھی اس کے ساتھ اس شورش و بغاوت میں شامل تھا۔ شیخ فرید صاحبزادہ ساکن عمر زئی نے بیان کیا کہ وہ بھی خان صاحب غلام حیدر خان تنگی کے ہمراہ بنیر غیر علاقہ میں حاجی فضل واحد سکنہ ترنگ زئی کے پاس گئے تھے اور حاجی مذکور غیر علاقہ کے لوگوں کو ورغلا کر سرکار کے خلاف آمادہ جنگ کر رہا تھا اور فضل اکبر پسر ش جو کہ جوان عمر و بالغ ہے وہ بھی اس کے ساتھ غیر علاقہ میں ہے۔ عبدالرحمن ولد باز بادشاہ قوم پیر ساکن ترنگ زئی کا بیان ہے کہ پچھلے سال جب کہ حاجی صاحب ترنگ زئی مشال ولد باز بادشاہ قوم پیر ساکن ترنگ زئی علاقہ سرکار سے باغی ہو کر بھاگ گئے تھے ہم لوگ خان صاحب غلام حیدر خان وغیرہ کے ہمراہ بنیر علاقہ غیر میں گئے تھے۔ حاجی فضل واحد ترنگ زئی سرکار عالیہ کے برخلاف بغاوت پھیلا رہا تھا فضل اکبر پسر ش جو جوان عمر ہے اس کے ہمراہ تھا اور بغاوت میں شریک تھا باقی دو پسران حاجی صاحب مذکور فضل شاہ جس کی عمر تقریباً گیارہ بارہ سال ہے اور فضل معبود جو تقریباً آٹھ سال کا ہے یہ دونوں نابالغ ہیں۔

جناب عالی! پسر فضل اکبر ولد حاجی فضل واحد سکنہ ترنگ زئی کے خلاف مقدمہ پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ درخواست پولیس کی طرف سے ۲۱ جون ۱۹۱۶ کو پیش کی گئی ہے۔

فضل اکبر ہمراہ فضل واحد ساکن ترنگ زئی باغی علاقہ غیر بنیر و سوات کو جا کر غیر علاقہ

ہیں برخلاف سرکار عالیہ شورش پھیلانے اور غیر علاقہ کے لوگوں کو آمادۂ بغاوت و جنگ کرنے کے شامل رہا ہے۔ اب حاجی فضل واحد ان کا باپ خود مہمندوں کے غیر علاقہ میں موجود ہے اور گورنمنٹ عالیہ کے برخلاف شورش بپا کرنے کی لوگوں کو ترغیب دے رہا ہے فضل مذکور کے برخلاف زیر دفعہ ۱۲۱ چالان پیش کرتا ہوں ملزم علاقہ غیر میں ہیں حسب دفعہ ۵۱۲ ضابطہ فوجداری کارروائی کی اجازت دی جائے

مورخہ ۱۷-۵-۲۲

دستخط محمد اکرم انسپکٹر پولیس چارسدہ

یہ چالان پولیس نے اے ڈی ایم چارسدہ کی عدالت میں ۲۳ مئی ۱۹۱۶ء کو پیش کیا جس کے بعد عبدالرحمٰن ولد باز بادشاہ، مشال خان، خان صاحب غلام حیدر خان اور شیخ فرید صاحبزادہ ساکن عمر زئی کے لئے ۱۳ جون ۱۹۱۶ء کو حکم دیا گیا کہ وہ اس مقدمہ میں بطور گواہ اے ڈی ایم چارسدہ کی عدالت میں پیش ہوں۔

اسی تاریخ کو پیر فضل اکبر بادشاہ کے نام حکومت نے نوٹس جاری کیا کہ وہ ۱۶ جون ۱۹۱۶ء کو عدالت میں حاضر ہوں ورنہ ان کے خلاف ان کی عدم موجودگی میں مقدمے کی ضروری کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

۱۴ جولائی ۱۹۱۶ء کو مجسٹریٹ درجہ اول پشاور نے پیر فضل اکبر شاہ کے وارنٹ گرفتاری جاری کرتے ہوئے سب انسپکٹر چارسدہ کو حکم دیا کہ وہ فضل اکبر کو گرفتار کر کے فوری طور پر عدالت میں پیش کرے۔ پولیس نے رپورٹ کی کہ باوجود تلاش کے وہ نہیں مل سکے تو انہیں اشتہاری مجرم قرار دیکر ۱۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو حلقہ کے گرداور کے نام یہ حکم جاری کیا گیا کہ پیر فضل اکبر کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کی فہرست فوری طور پر پیش کی جائے تاکہ اس کی ضبطی کے احکامات جاری کئے جا سکیں۔ اس کے جواب میں ۲۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو تحصیلدار چارسدہ نے متعلق مجسٹریٹ کو مطلع کیا کہ پیر فضل اکبر کے نام کسی قسم کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے کیونکہ ان کی جائیداد ابھی تک کاغذات میں حاجی فضل واحد کے نام تھی جس کی ضبطی کے احکامات صادر کئے جا چکے تھے۔ اس مقدمے میں گواہی دینے

ہوئے ۲۴ راگست ۱۹۱۶ء کو مشال خان ولد باز بادشاہ نے کہا۔

"میں فضل اکبر ولد حاجی فضل واحد ساکن ترنگ زئی کو جانتا ہوں ۱۹۱۵ء کے رمضان کے مہینے کے تھوڑے عرصے بعد میں بنیر علاقہ غیر میں چنارڑ کے مقام پر حاجی صاحب کے مسکن پر گیا تھا۔ حاجی صاحب اور فضل اکبر نے علاقہ سرکار انگریزی میں واپس آنے سے انکار کر دیا اور مجھے صاف صاف کہا ہے کہ ہم سرکار انگریزی کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بات انھوں نے کر دکھائی ہے۔"

خان بہادر سعد اللہ خان نے بھی اسی قسم کا بیان دیا جو انہوں نے حاجی صاحب کے خلاف مقدمے میں دیا تھا۔ اسی طرح شیخ فرید الدین صاحبزادہ اور غلام حیدر خان نے بھی ویسے ہی بیانات دیئے۔ یہ مقدمہ جاری رہا حاجی صاحب ترنگزئی اور انکے صاحبزادوں کی گرفتاریوں کے لئے انگریزوں نے بھرپور کوشش کی۔ وفد بھیج کر انہیں واپس لانے کی کوشش کی گئی مگر جب انگریزوں کی کوشش کامیاب نہ ہوئی تو ۲۰ راپریل ۱۹۱۷ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور نے حاجی صاحب کی طرح آپکے بیٹے پیر فضل اکبر بادشاہ کو بھی حکومت کا باغی قرار دیکر حکومت کا مفرور قرار دیدیا۔[1]

حاجی آباد میں حاجی صاحب کی تعمیر کردہ مسجد

۱۔ نقل مقدمہ مقدمہ بغاوت بنام حاجی صاحب ترنگزئی و پیر فضل اکبر دفتر محافظ خانہ ۶۰۹۷ پشاور

جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی ضبطی: حاجی صاحب نے اپنے وطن کی آزادی اور اسلامی مملکت کے قیام کے لئے گھر بار اور مال و اسباب اور ایک کثیر اراضی کو جس سے انہیں کافی زیادہ آمدنی ہوتی تھی چھوڑ کر خدا کے راستے میں جہاد کے لئے جب انگریزوں کے خلاف مورچہ بندی کرنے کے لئے مہمندوں کے علاقے میں چلے گئے تو ان کے جانے کے دوسرے ہی دن ڈپٹی کمشنر پشاور کے حکم سے ۲۰ اگست ۱۹۱۵ء کو چارسدہ کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر گولڈ نے ذیل کا حکم نامہ جاری کیا۔

"سرکار بنام فضل واحد مشہور بہ حاجی ترنگ زئی ولد فضل احمد ساکن ترنگزئی

جرم ملزم بغاوت بر خلاف سرکار دولتمدار تاج برطانیہ"

چونکہ ملزم بالا کے برخلاف وارنٹ گرفتاری زیر دفعہ ۱۲۱ التعزیرات ہند جاری کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ اس نے برخلاف سرکار عالیہ جنگ شروع کر دی ہے اس لئے اس کی کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ جس قدر آپ کی تحصیل میں دستیاب ہو سکے بحق سرکار ضبط کر کے قرق کر دی جائے۔ یہ بھی خیال رہے اگر کوئی جائیداد اس نے حال ہی میں کسی کے نام سے لی ہو یا کسی نے نام پر منتقل کی ہو تو وہ بھی قرق کر دی جائے[۱]"

مہر مجسٹریٹ

اسی قسم کے حکمنامے مجسٹریٹ چارسدہ مسٹر گولڈ کی طرف سے طوطو ملا ساکن طوطو۔ غلام محی الدین مہمند ساکن عمرزئی شفیع اللہ ولد عبدالغنی ساکن عمرزئی، محمد امیر ساکن کالا ڈھنڈ عمرزئی ـــ میر افضل ساکن عمرزئی، عبدالعزیز ولد فضل اللہ ساکن اتمان زئی کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کی ضبطی اور قرقی کے احکامات جاری کئے گئے۔

مجسٹریٹ کا حکم جاری ہوتے ہی حاجی صاحب اور ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کے لئے جانے والوں کی جائیدادوں کی چھان بین شروع ہوئی۔ حاجی صاحب کے تینوں گھروں واقع عمرزئی حاجی آباد ترنگ زئی اور پیر سدو میں مجسٹریٹ کی موجودگی پولیس نے چھاپے مار کر ہر گھر میں ملنے والی ہر چیز کو قبضے میں کر لیا اور مکانات کو سربمہر مقفل کر دیا گیا۔

۱۔ حکمنامہ بابت ضبطی و قرقی جائیداد فائل نمبر ۴۷، صک دفتر محافظ خانہ پشاور

اسی طرح حاجی صاحب کے دوسرے پیروکاروں کے گھروں کے سامان کو بھی ضبط کر لیا گیا محکمہ مال کے پٹواریوں نے مجسٹریٹ کے حکم سے حاجی صاحب کی زرعی اراضی کی فہرستیں مرتب کرکے حکومت کو کارروائی کے لئے پیش کیں۔ ساتھ ہی حاجی صاحب کے بیٹوں کے متعلق بھی یہ حکم دیا گیا کہ ان کی بھی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی فہرست مرتب کرکے پیش کی جائے [1]۔

حاجی صاحب کی ضبط شدہ اراضی [2]

جائیداد غیر منقولہ مطابق جمعبندی سال ۱۸-۱۷-۱۲-۱۹۱۲ء ۱۹۱۱ء۔ ملکیت حاجی صاحب فضل واحد واقع عمرزئی

کھاتہ ۶/۸۵ خسرہ نمبر ۲۶۶/۵۵ رقبہ ۳۵ کنال ۱۶ مرلے

یہ سعادت خان وغیرہ ساکن عمرزئی نے ہبہ کرکے دی تھی۔

بخانہ ملکیت ۶/۸ خسرہ نمبر ۵۶ ۲۴ کنال سات مرلے۔

۴۰/۱ ، ۱۶۵/۱ } خسرہ نمبر ۲۷۰/۲۲ ۲۲ کنال ، ۲۸ ۲۰ ،، } ۴۳ کنال ۸ مرلے

۱۰۸/۴ خسرہ نمبر ۲۶۸/۵۸ ۳۴ کنال ۱۰ مرلے

جندر عمرزئی خسرہ ۲۷۵/۶۲ ۲ مرلے یک منزل جندر

ترنگ زئی

خسرہ نمبر	۵۰۱	۴ کنال ۱۴ مرلے
،، ،،	۱۱۷۵	۵ کنال
،، ،،	۲۷۷۴	۱ کنال چار مرلے مکان
،، ،،	۲۸۰۸	۱۰ مرلے مکانات
،، ،،	۵۰۱	۴ کنال ۱۴ مرلے
،، ،،	۲۹۹۲	۷۴ کنال ۱ مرلہ

۱۔ فائل نمبر ۷۰۶۰ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۱۶ زیر دفعہ ۱۲۱/۵۱۲ دفتر محافظ خانہ پشاور

۲۔ اراضی بمطابق جمعبندی سال ۱۲-۱۹۱۱ء و سال ۱۸-۱۹۱۷ء موضع عمرزئی و ترنگزئی بمطابق مثل مقدمہ بغاوت زیر دفعہ ۱۲۴/۸ تعزیرات ہند صفحہ ۲۱

حاجی صاحب کی جائداد کی ضبطی کے سلسلے میں اسسٹنٹ سیکرٹری برائے چیف کمانڈنٹ صوبہ سرحد نے ۲۶ اگست ۱۹۱۵ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور کو حکم جاری کیا کہ [۱]

آپ کرسی پی سی سیکشن ۱۹۶ کے تحت اس بات کی منظوری دی جاتی ہے کہ آپ حاجی صاحب فضل واحد ولد فضل احمد ساکن ترنگزئی کے خلاف انڈین پینل کوڈ کے سیکشن ۱۲۱ کے تحت پوری کاروائی کریں۔ کیونکہ مذکورہ ملزم ترنگزئی سے بنیر فرار ہو چکا ہے اور اس نے تاج برطانیہ کے خلاف جہاد شروع کر رکھا ہے اس کی گرفتاری کے متعلق تمام کاروائی زیر دفعہ ۸۷، سی پی سی کے تحت عمل میں لائی جا رہی ہے۔ اس فائل کی شہادتوں کی بنا پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حاجی فضل واحد نے نہ صرف خود تاج برطانیہ کے خلاف جہاد شروع کر رکھا ہے بلکہ اس نے دیگر افراد کو بھی تاج برطانیہ کے خلاف جہاد کرنے کے لئے اکسایا ہے۔ اس لئے میں یہ بات شدت سے محسوس کرتا ہوں کہ مذکورہ ملزم کے خلاف زیر دفعہ $\frac{87}{88}$ سی پی سی کاروائی فوری طور پر عمل میں لائی جائے۔ [۲]

عمرزئی میں حاجی صاحب کی اراضی ۱۳۲ کنال ۷ مرلے تھی۔ ترنگزئی میں ۲۳۲ کنال ۱۴ مرلے اور پیر سدو ضلع مردان میں ۳۴۸ کنال ۹ مرلے تھی [۳]۔ حاجی صاحب کی مذکورہ زمین کو حکومت نے زیر دفعہ $\frac{87}{88}$ کے قبضے میں کر کے قرق کی اور معمولی سی سالانہ قیمت پر لوگوں کے حوالے کی۔ حاجی صاحب کے گھروں سے جو سامان حکومت نے قبضے میں کیا اس کے متعلق ۲۴ مارچ ۱۹۲۳ء کو تحصیلدار چارسدہ نے پٹواری حلقہ کو حکم دیا کہ ان اشیاء میں سے جو اشیاء قابل نیلام ہیں انہیں نیلام کر دیا جائے اور جو اشیاء قابل استعمال نہیں ہیں انہیں تلف کر دیا جائے [۴]۔

ترنگزئی والی زمین حکومت نے اپنے قبضے میں کرنے کے بعد پہلے سلطان محمد خان ساکن ترنگزئی کے سپرد کی گئی [۵]۔ سلطان محمد خان نے درخواست دی کہ میں حاجی صاحب کی اراضی اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا یہ کسی دوسرے کے سپرد کی جائے۔ چنانچہ اس اراضی کی سپردگی کے لئے مجسٹریٹ چارسدہ نے تحصیلدار چارسدہ کے ذریعے درخواستیں طلب کیں تو مشال ولد باز محمد ساکن ترنگزئی کو ۳۸ روپے سالانہ کے عوض اجارہ پر دے دی گئی۔ اراضی کی نیلامی ۲۰ اگست ۱۹۱۵ء کو کی گئی تھی۔

۱۔ عدالتی کا حکم مجریہ ۲۵/۸/۱۶ مثل مقدمہ بغاوت حاجی صاحب ترنگزئی مثل مقدمہ نیلامی جائیداد ص ۱۶
۱۔ مثل مقدمہ سرکار بنام حاجی فضل واحد زیر دفعہ $\frac{87}{88}$ ص ۹۶
۲۔ ر ر ر ر ر ر ر ر ر
ر ر ر

وادئ گنداب میں مجاہدین کے حملے

۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو بنیر والوں کا ایک جرگہ حاجی صاحب کے پاس منگور کے مقام پر آیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے ساتھ بنیر چلیں اور وہیں قیام فرمائیں۔ اسی مہینے اپر سوات کے شموزئی قبائل کا ایک جرگہ بھی حاجی صاحب کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے علاقے میں اگر قیام کرنا چاہیں تو ان کا قبیلہ انہیں رہائش کے لئے کافی زمین دینے کے لئے تیار ہے مگر حاجی صاحب نے ان تمام پیشکشوں کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ یہاں زمین حاصل کرنے یا آرام و آسائش کی زندگی گذارنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ان کا ایک اعلیٰ اور بلند ترین مقصد یہ ہے کہ کسی طرح غیر ملکیوں سے برصغیر کو نجات دلائی جائے۔ حاجی صاحب نے ان قبائلی سرداروں سے کہا کہ وہ سب سے بہتر تعاون یہ کریں کہ مجاہدین کے لشکر میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں تاکہ وہ اس مقدس مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ اگرچہ بظاہر ان سرداروں کی نیتوں پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی پیش کشیں انگریزوں کے ایما سے کی جا رہی تھیں تاکہ حاجی صاحب کسی طرح دنیا، زمین اور دولت کے چکر میں پھنس کر انگریزوں کی مخالفت ترک کر دیں تاکہ انگریز سکھ اور چین کے ساتھ حکومت کر سکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ان سرداروں نے حاجی صاحب کے پاس جا کر اُن لوگوں کو بہت ہی بُرا بھلا کہا اور گالیاں دیں جنہوں نے حاجی صاحب کو گورنمنٹ کی مخالفت پر آمادہ کر کے انگریزوں کے خلاف جہاد کا یہ سلسلہ شروع کروایا ہے[1]۔ چنانچہ شموزئی اور بونیر وال اور نیکی خیل سرداروں کا یہ جرگہ حاجی صاحب کے پاس سے ناکام ہو کر منگورہ پہنچا تاکہ میاں گل عبدالودود سے اس معاملے میں مشورہ کر سکے۔

۱۔ ڈی سی پولٹیکل ریکارڈ ڈائری ۳۸ پیراگراف ۲ پشاور آرکائیو

اکتوبر ۱۹۱۵ کے پہلے ہفتے میں سوات کے سید عبدالجبار شاہ شموزئی کے علاقے میں آئے تاکہ ملا سنڈاکے کو ساتھ لیکر حاجی صاحب کے پاس جاکر آئندہ پروگرام اور لائحہ عمل کے لیے مشورہ کیا جاسکے۔ ان دنوں برطانوی فوج بھاری تعداد میں چکدرہ پہنچ چکی تھی۔ حاجی صاحب ترنگزئی ان دنوں چندہ خواڑہ میں مجاہدین کے لشکر کو تیار کر رہے تھے[1] سید عبدالجبار شاہ اور سنڈاکے ملا نے ایک خفیہ اجلاس کیا اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کیا۔ شموزئی قبیلے کے مجاہدین نے تھانہ کی طرف بڑھنے والی برطانوی فوج کو محاصرے میں لے کر فائرنگ شروع کی جس سے برطانوی فوج کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔

حاجی صاحب ترنگزئی نے سید عبدالجبار شاہ اور ملا سنڈلکے کو کہا کہ وہ جہاد کو تیز تر کردیں تاکہ انگریزی فوجوں کو مجبور ہو کر علاقے سے نکلنا پڑے اور مہمند کی اس شکست سے انگریز کو ترکی میں بھی احساس کمتری کا شکار ہونا پڑے۔ مولانا سیف الرحمان بھی اس جرگے میں موجود تھے۔ اس میٹنگ میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ سوات سے لوگ اصرار کر رہے ہیں کہ فصل کاٹنے کی مہلت دی جائے لہٰذا سوات کے لوگ ربیع کی فصل کاٹ کر مجاہدین کے لشکر میں بھاری تعداد میں جمع ہوں۔ حاجی صاحب اور سنڈاکے ملا نے کوہستان کے علاقے میں جاکر کوہستانی لوگوں کو جہاد میں شامل کرنے کی جدوجہد کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہزاروں کوہستانی حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحریک جہاد میں شامل ہوئے۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو حاجی صاحب ترنگزئی کی ہدایت پر ملا بابڑہ اور ملا چکنور اپنے چار ہزار مجاہدین کو اکٹھا کر کے پنڈیالی کے مقام پر برطانوی فوجوں پہ حملہ آور ہوئے اس حملے میں موسیٰ خیل۔ عیسیٰ خیل اور برویی کے مجاہدین نے حصہ لیا۔

چکنور ملا ۱۵ اکتوبر کو گنداب کی طرف مجاہدین کے ایک جتھے کو لیکر بڑھا کچھ مجاہدین حافظ کور کی طرف روانہ ہوئے۔ چاروں طرف سے مجاہدین نے جمع ہونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ۱۷ اکتوبر کو مجاہدین کی تعداد چھ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ مجاہدین نے حافظ کور کے مقام پر مورچے سنبھالے بابڑہ ملا تین ہزار مجاہدین کو لے کر علی کندی کی چھوٹی پہاڑیوں کی طرف بڑھے۔ برطانوی فوجیں اڈیزئی کے کیمپ اور شبقدر فورٹ سے سبحان خوڑ

۱۔ پولیٹیکل ڈائری ص۴ پشاور آرکائیو ص۲۹

کی طرف بڑھیں تاکہ مجاہدین کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ۸؍ اکتوبر 1915ء کو انگریزی فوجوں اور مجاہدین کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں مجاہدین نے برطانوی فوج کو بہت بھاری نقصان پہنچایا۔ سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس جنگ میں برطانیہ کے تین برطانوی فوجی افسر اور تیرہ برطانوی فوجی عہدیدار ہلاک اور زخمی ہوئے اس کے ساتھ ہی ہندوستانی فوجیوں میں سے ایک ہندوستانی فوجی افسر اور چار ہندوستانی فوجی عہدیدار ہلاک اور ۹۳ زخمی ہوئے[1] اسی سرکاری رپورٹ میں مجاہدین کا جانی نقصان صرف ۸۰ یا ۹۰ بتایا گیا ہے۔ بنیر کے محاذ پر ہندوستانی مجاہدین نے امبیلہ کے دروں کے ارد گرد مورچے سنبھال لئے تھے اور انگریزوں کی فوجی چوکیوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔

ملا سرتور فقیر بھی چند دوسرے مشائخ کو ساتھ لے کر حاجی صاحب کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی ان سب کو لے کر پہلے مینگورہ گئے جہاں آپ نے کچھ دن قیام کیا وہاں آپ نے لوگوں میں جہاد کی تبلیغ کر کے مجاہدین کا ایک لشکر تیار کیا وہاں سے آپ نے دریائے سوات کو عبور کیا اور جندر کوٹ کے مقام پر چلے گئے۔ بنیر والوں کے تقریباً ۲۰ خاندان ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ حاجی صاحب نے سنڈلکے ملا کو پیغام بھیجا کہ جب تک ان متاثرہ خاندانوں کو آباد کرنے کا معقول انتظام نہ ہو سکے وہ جہاد کے لئے کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ کیونکہ کامیابی کے لئے سب سے پہلے اپنے گھروں کی حفاظت اور مجاہدین کا منظم کرنا ضروری ہے[2]

دیر لیوی نے گوجر ملا کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ لہٰذا اس کا انتقام لینے کے لئے تین ہزار مجاہدین کے لشکر نے یکم اکتوبر کو پنجکوڑہ کے مقام پر لیوی پر حملہ کر کے اس کے کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ لڑائی ۶؍ اکتوبر تک جاری رہی[3]

انگریز فوجوں کو اگرچہ جدید ترین اسلحہ کا سہارا تھا وہ توپ خانوں اور مشین گنوں سے لیس تھی مگر مجاہدین نے صرف قوت ایمانی سے انہیں زبردست شکست دی۔

۱۔ پولیٹیکل ڈائری نمبر ۴۲ ص ۲۷۳ پشاور آرکائیو۔ ڈی سی ریکارڈ

۲۔ پولیٹیکل سی آئی ڈی ڈائری نمبر ۴۲ ص ۲۷۴ ۱۴؍ اکتوبر 1915ء پشاور آرکائیو

۳۔ پولیٹیکل ڈائری پشاور آرکائیو ۱۴؍ اکتوبر 1915ء ص ۲۷۴

۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو برطانوی فوجوں اور مجاہدین کے درمیان ایک اہم معرکہ ہوا جس میں ملک عثمان خان اتمان زئی، ملک عمر، ملک اکبری خوگہ خیل اور بابڑہ ملاّ کے ایک خلیفہ شہید ہوئے۔ ان کے علاوہ سرکاری رپورٹ میں کم از کم ۱۰۰ آدمی شہید بتائے گئے ہیں[۱]

۱۰ اکتوبر کو مجاہدین نے یہ فیصلہ کیا کہ ادینزئی کے پل پر انگریزوں کے آٹھ اونٹوں کے ایک قافلے جس پر اسلحہ اور گولہ بارود وغیرہ لدا ہوا ہے حملہ کیا جائے۔ اسی ہفتے مجاہدین کے ایک دو سو کے قریب جتھے نے امیلہ پہنچ کر انگریزی فوج کا جائزہ لیا کہ مجاہدین کس طرح اس پر حملہ کر کے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

حاجی صاحب نے سرتور فقیر کو چغرزئی اور حسن زئی قبائل کے پاس بھیجا تاکہ انہیں تیار کر کے اوگی کے محاذ پر حملہ کرایا جائے۔

حاجی صاحب ترنگ زئی سنڈاکے ملاّ اور اپنے بے شمار عقیدت مندوں کا ایک لشکر لیکر کوہستان میں جگہ جگہ جہاد کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتے رہے اسی ماہ حاجی صاحب کا پروگرام یہ تھا کہ ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے نومبر ۱۹۱۵ء میں انگریزی فوج پر چاروں طرف سے حملہ کر کے ان کا خاتمہ کیا جائے۔

۱۴ اور ۱۵ اکتوبر کی درمیانی رات کو شموزئی قبیلے کے مجاہدین نے جلالہ کے مقام پر برطانوی لیوی فوج پر حملہ کیا۔ اور لیوی کو بھاری نقصان پہنچایا۔ نومبر میں حاجی صاحب ملاّ سنڈاکے کو ساتھ لے کر کوہستان سے واپس آئے اور شموزئی کے علاقے میں مجاہدین کو منظم کرنا شروع کیا۔ انگریز حکام نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب ترنگزئی تمام قبائل کو متحد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو ایک سازش کے تحت بنیر میں قبائلیوں کو آپس میں الجھا کر قبائلی اتحاد کو ناکام بنانے کی کوششیں شروع کر دیں اس سلسلے میں انگریز حکام نے بڑے فخر سے حکام اعلیٰ کو مطلع کیا کہ :-

"بنیر میں قبائل کی باہمی خانہ جنگیاں شروع ہو چکی ہیں[۲]"

۱۔ ڈی سی ڈائری ۴۲ ۲۷۹ پشاور آرکائیو۔

۲۔ " " پولیٹیکل ریکارڈ ڈائری ۴۶ ۳۱۹ پشاور آرکائیو

مہمندوں کے علاقے کے بھی کچھ افراد نے جنہیں حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا ملا بابڑہ کو کہا کہ وہ انہیں اجازت دیں کہ وہ انگریزوں سے مصالحت کریں اس قسم کے چند ہی آدمی تھے جنہیں انگریزوں نے خرید لیا تھا دوسری طرف یہی مہمند مجاہدین تھے جنہوں نے دسمبر ۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب ترنگزئی کو سوات میں جا کر کہا کہ وہ ان کے علاقے میں چلیں انکی رہنمائی کریں تاکہ وہ ان کی قیادت میں انگریزوں سے نجات حاصل کر سکیں[۱] حاجی صاحب نے مہمندوں کو یقین دلایا کہ وہ سوات والوں کو منظم کر رہے ہیں تاکہ وہ انگریزوں کے خلاف جہاد میں کامیابی حاصل کر سکیں اسی لئے وہ سوات میں مقیم ہیں اگر سوات کے لوگوں نے انگریزوں کے خلاف منظم ہو کر جہاد میں حصہ لینے میں لیت ولعل سے کام لیا تو وہ مہمند علاقے میں آجائیں گے[۱] مگر اس وقت سوات میں موجود رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ انگریزوں نے سوات کو مکمل طور پر اپنے قبضے میں کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد شروع کر رکھی ہے لہذا اس وقت اگر سوات کے محاذ پر انگریزوں کو اپنی من مانیاں کرنے دی گئیں تو اس طرح سوات میں ان کے پاؤں مضبوطی سے جم جائیں گے۔

حاجی صاحب ترنگزئی کی ہدایت پر بابڑہ ملّا نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو باجوڑ کے مقام پر ایک جرگہ منعقد کیا اس جرگے میں باجوڑ کے قبائلی سرداروں نے شرکت کی۔ ملّا بابڑہ نے جرگے سے کہا کہ ۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو بادشاہ صاحب اسلام پور کی قیادت میں حافظ کور کے مقام پر انگریزی فوجوں پر جو حملہ کیا گیا اس میں باجوڑ کے قبائل نے مستعدی سے کام نہیں لیا جس کی وجہ سے ہماری اسکیم کامیاب نہ ہو سکی لہذا اب جب بھی انگریزی فوجوں پر حملے کا منصوبہ بنایا جائے تو باجوڑ کے قبائل کو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس میں شرکت کرنا چاہیئے[۲]

ایک طرف جہاد کے لئے کوششیں شروع تھیں دوسری طرف انگریز اپنی پولٹیکل چالوں سے کوشش میں مصروف تھے کہ کچھ قبائلی سرداروں کو ہاتھ میں لے کر جہاد کی اس سکیم کو ناکام بنایا جائے اس سلسلے میں انگریزوں کی طرف سے قبائلی سرداروں کو بھاری بھاری مالی پیش کش کی جا رہی تھی اور سرکاری مراعات کے وعدے کر کے انہیں آمادہ کیا جا رہا تھا کہ وہ حاجی صاحب ترنگزئی کے جہاد کو ناکام بنانے کے لئے ان کے ساتھ عدم تعاون کا ثبوت دیں۔ چونکہ مجاہدین کا دباؤ بنیر کے محاذ پر بڑھتا جا رہا تھا لہذا انگریزی حکام نے اپنی سیاسی چالوں سے بنیر کے چند آدمیوں کو ہاتھ میں لیا یہ آدمی اکتوبر کے دوسرے ہفتے میں ڈپٹی کمشنر

۱۔ قلمی روزنامچہ از قاری عبد المستعان ص ۲۹۳

۲۔ ڈی سی ریکارڈ پولٹیکل ڈائری اکتوبر ۱۹۱۹ء پشاور آرکائیو

پشاور کے پاس آئے اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ فی الحال اس پوزیشن میں نہیں ہیں مگر اپنی طرف سے کوششیں جاری رکھیں گے[1]

اس قسم کے بھی مسلمان تھے کہ وہ مجاہدین کو ناکام بنانے کے لئے اور انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے محض دنیاوی مال و دولت کی خاطر اسلام کی سر بلندی کے سراسر خلاف تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ انگریزوں کو ناکامی ہو۔ اس قسم کے لوگ انگریزوں کی کامیابی اور مجاہدین کی ناکامی کے لئے مصروف عمل تھے اس قسم کے افراد کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ "اکتوبر ۱۹۱۵ء میں مجاہدین کے لئے ہندوستان سے اور افغانستان کے راستے اسلحہ اور مالی امداد پہنچی تو نواب امب نے جھٹ اس کی اطلاع دیتے ہوئے انگریز چیف کمشنر سرحد کو لکھا "مجاہدین کو سردار نصر اللہ خان کی طرف سے تین ہزار روپے نقد۔ ۵ گھوڑے ۳۰۳ کی ۵۰ رائفلیں جہاد کے لئے مل چکی ہیں تاکہ مجاہدین میں تقسیم کی جائیں[2]

سوات میں لوگوں کو جہاد کی اہمیت سے روشناس کرا کر اور ایک بھاری لشکر تیار کرنے کے بعد نومبر کے آخری ہفتے میں حاجی صاحب ترنگزئی سوات سے روانہ ہوئے اور دریائے سندھ کے کنارے خال کے مقام پر پہنچے۔ مخزنئی ملاّ نے حاجی صاحب کے استقبال کے لئے علما اور مشائخ اور علاقے کے قبائلی سرداروں کو اکٹھا کیا تھا جنہوں نے حاجی صاحب کے آنے پر ان کا شاندار استقبال کیا۔ مخزنئی ملاّ نے حاجی صاحب کو دعوت دی کہ وہ مخزنئی کے عوام کی شدید خواہش کے پیش نظر مخزنئی تشریف لے چلیں[3]

سردیاں شروع ہو چکی تھیں۔ پہاڑوں پر برف پڑ رہی تھی مگر حاجی صاحب برفانی ہواؤں اور سردی کی لہروں کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری جگہ سے تیسرے مقام پر جا کر لوگوں کو جہاد کے لئے اکٹھا کر رہے تھے اور انہیں انگریزوں کی سازشوں اور چالوں سے خبردار کرتے جاتے تھے۔ دسمبر کی سخت ترین سردی کا مقابلہ کرتے ہوئے حاجی صاحب ترنگزئی بابڑہ ملاّ اور سرکانی میاں کو ساتھ لے کر باجوڑ کی آخری سرحد چمرکند میں پہنچے

۱۔ ڈی سی پولیٹیکل ریکارڈ ص ۲۹۳ ڈائری ۳۴ پشاور آرکائیو

۲۔ " " " ص ۲۹۳ " "

۳۔ جہاد نامہ قلمی قاری عبدالمستعان ص ۸۵ " "

اور وہاں کے لوگوں کو گھر گھر جا کر جہاد کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے میدان جہاد میں نکلیں تاکہ انگریزوں کو صرف قبائلی علاقوں سے ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان سے نکال کر اپنے وطن کو آزاد کرایا جائے۔ حاجی صاحب کا پروگرام یہ تھا کہ برف کا طوفان رکتے ہی جونہی موسم میں تبدیلی رونما ہو جائے مجاہدین انگریزوں پر چاروں طرف سے حملہ کر دیں۔ اب حاجی صاحب نے باجوڑ کو اپنا مرکز بنا کر باجوڑ کے قبائل کو متحد کرنے ان قبائل کے رسم و رواج کو اسلامی حدود و قیود میں لانے اور ان میں اسلام کی عظمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کی تبلیغ شروع کر دی۔ حاجی صاحب کی ان بے لوث اسلامی خدمات اور اسلامی جذبے سے سرشار زندگی کو دیکھ کر چمرکند کے لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ مستقل طور پر اس علاقے کو اپنا مسکن بنا کر اسلام کی خدمت کریں اور ہماری بھی رہنمائی کریں چنانچہ حاجی صاحب کو پیش کش کی گئی کہ وہ لکاڑ کے نزدیک گڈ ملا کی مسجد میں مقیم ہو جائیں کیونکہ گڈ ملا جو اس علاقے کے روحانی بزرگ تھے، ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ حاجی صاحب کی خواہش تھی کہ وہ چمرکند میں کہیں اپنا مرکز بنالیں تاکہ بال بچوں کو اس مرکز میں چھوڑ[1] کر اپنے مشن کی تکمیل کر سکیں۔

حاجی آباد کی وہ غار جہاں حاجی صاحب چلہ کشی کیا کرتے تھے

۱۔ قلمی جہاد نامہ قاری عبدالمستعان میر منشی حاجی صاحب ترنگزئی صفحہ ۱۰۲ و ڈی سی ڈائری صفحہ ۳۶

محمد علی قصوری حاجی صاحب کی خدمت میں

مولانا محمد علی قصور کے رہنے والے تھے۔ انگلستان سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے جولائی ۱۹۱۴ء
میں وطن واپس پہنچے تو اس وقت پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ برطانوی حکومت نے آپ کی
علمیت اور قابلیت کو دیکھ کر کئی اعلیٰ عہدوں کی پیش کش کی مگر آپ نے برطانیہ کی اسلام دشمن
سازشوں کو دیکھ کر سرِ ملازمت اور عہدے کو ٹھکرایا ان کے دل میں حسرت تھی کہ وہ کسی طرح
اسلامی ممالک کو مغربی استعمار کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے کوئی خدمت سرانجام دے
سکیں اسی مقصد کو لیکر آپ دہلی گئے اور وہاں مسلمان سیاسی لیڈروں سے مل کر تبادلۂ خیال کیا
انہی دنوں یہ خبر زور شور سے گشت کرنے لگی کہ انگریز روس کی مدد سے افغانستان پر بھی
قبضہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حکیم اجمل خان اور دوسرے مسلمان لیڈروں نے آپ کو یہ مشورہ
دیا کہ آپ افغانستان جا کر حکومت افغانستان کو اس خطرے سے آگاہ کر کے افغان مجاہدین کو تیار
کر کے ہندوستان پر حملہ کیا جائے تاکہ انگریز ہندوستان پر اپنا قبضہ بحال رکھنے کی تگ و دو
میں لگ جائیں اور دوسرے اسلامی ممالک پر قبضہ کرنے کی تدبیروں سے باز آجائیں۔ چنانچہ
آپ نے کابل آ کر امیر حبیب اللہ سے ملاقات کی اور آنے والے خدشات سے انہیں آگاہ کیا
امیر حبیب اللہ نے مصلحت وقت کے تحت آپ کی علمی قابلیت کو مدنظر رکھ کر آپ کو حبیبیہ کالج
کابل کا پرنسپل مقرر کر لیا۔ آپ نے اس پیش کش کو اس لئے منظور کر لیا کہ ایک تو افغانستان میں رہ کر
افغان باشندوں کی تعلیمی خدمات سرانجام دیں اور ساتھ ہی افغانستان میں اس قسم کے سیاسی حالات
پیدا کئے جائیں جن سے افغانستان میں انگریزی حکمت عملی کامیاب نہ ہونے پائے چنانچہ آپ ایک
طرف حبیبیہ کالج کا سربراہ بن کر تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے اور دوسری طرف افغانستان
کی طرف ہجرت کر کے آنے والے ہندوستانی مجاہدین اور مہاجرین کی رہنمائی کر کے ان سے ہندوستان
کی آزادی کے لئے مختلف کام لینے لگے۔ آپ نے افغانستان پہنچ کر حالات کا جائزہ لے کر یہ پختہ
عزم کر لیا تھا کہ افغانستان کے مسلمانوں میں صحیح بیداری پیدا ہو جائے تو ان بہادر عوام کے ذریعے
جہاد کی تحریک کو بڑی آسانی سے پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی کے عملی
جہاد کی خبریں آپ کو برابر پہنچ رہی تھیں مگر اس جہاد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے آپ کی رائے
یہ تھی کہ مجاہدین کو جدید اصولوں پر جنگی تربیت دی جائے چنانچہ آپ نے پختہ عزم کر لیا کہ حبیبیہ کالج

کی سربراہی کو چھوڑ کر اپنے اصلی فرض کی طرف عملی قدم اٹھایا جائے جس کے لئے آپ نے قصور سے ہجرت کی تھی چنانچہ جون ۱۹۱۶ء میں آپ ایک دوسرے ہندوستانی مجاہد شیخ محمد ابراہیم اور لاہور کے چند طلباء کو جو جہاد کے لئے کابل پہنچے ہوئے تھے، لے کر خفیہ طور پر کابل سے روانہ ہوئے اور دشوار گذار راستوں سے ہوتے ہوئے سیدھے کنڑ میں سید جمال الدین افغانی کے پوتے حضرت سید عبدالقادر عرف بادشاہ صاحب کنڑ کے ہاں جا پہنچے۔ آپ نے بادشاہ صاحب کو اپنے تمام منصوبوں سے آگاہ کیا اور ساتھ اس خطرے کا بھی ذکر کیا کہ شاید امیر حبیب اللہ کابل سے بھاگ کر قبائلی علاقے میں آنے کی وجہ سے انگریزوں کے ایماء پر گرفتار نہ کرلے۔ بادشاہ صاحب نے انہیں کہا کہ آپ میرے بیٹے ہیں بالکل پرواہ نہ کریں امیر حبیب اللہ کی مجال نہیں کہ تم پر ہاتھ ڈالے کنڑ میں آپ نے سوٹ بوٹ اتار کر اپنا حلیہ تبدیل کیا اور جبّہ و دستار عالموں کی طرح لباس زیب تن کر لیا۔ کچھ دن بادشاہ صاحب کے پاس کنڑ میں رہنے کے بعد آپ نے کنڑ کے پہاڑ کو عبور کیا اور چمرکنڈ میں داخل ہوئے چمرکنڈ وہ جگہ ہے جہاں سید احمد شہید کے پیروکار آباد تھے اسی جگہ ایک بہت بڑی مسجد بھی ہے جو ہڈہ صاحب کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اسی مسجد کے ساتھ ہی مجاہدین پنجاب کی بستی ہے اس مسجد کے قریب ہی ہڈہ صاحب کی شاندار مسجد ہے جس کے متولی شیخ چمرکنڈ کہلاتے ہیں۔ ملّا ہڈہ حضرت سید احمد شہید کے خاص خلفاء میں سے تھے اور انہی سے انہیں شوق جہاد ورثہ میں ملا تھا۔ وہ تمام عمر انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے اور قبائل کو لشکر کشی پر آمادہ کرتے رہے۔ محمد علی قصوری مولوی ابراہیم اور پنجاب کے مختلف کالجوں کے طلباء کو شیخ چمرکنڈ نے ملّا ہڈہ کی مسجد میں قیام کی اجازت دی آپ نے اپنا نام محمد سلیمان رکھ لیا حاجی صاحب ترنگ زئی کا منصوبہ یہ تھا کہ پورے قبائل کو جدید اصولوں پر مربوط و منظم کر کے انگریزوں کے خلاف پشاور سے کوئٹہ تک بیک وقت گوریلا لڑائی شروع کی جائے اور انگریزی فوجوں کو مصروف رکھا جائے یہاں تک کہ امیر افغانستان باقاعدہ لشکر کشی کر کے ہندوستان کو ہوم رول دینے کا اعلان کرے حاجی صاحب کے اس منصوبے کا آپ کو پہلے سے علم تھا کیونکہ حاجی صاحب جو کچھ کر رہے تھے وہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے منصوبے کا ایک اہم حصہ تھا مولوی محمد علی قصوری بھی اس منصوبے سے بخوبی واقف تھے آپ نے

۱۔ مشاہدات کابل و یاغستان از محمد علی ص ۳۹

قبائلی علاقے میں پہنچتے ہی حاجی صاحب کو اپنی آمد کی اطلاع دی اور اپنی خدمات حاجی صاحب کے سپرد کر دینے کی حاجی صاحب کو اطلاع دی حاجی صاحب نے آپ کو غازی آباد آنے کی دعوت دی آپ ۲۹ رمضان المبارک کو ایک ہندوستانی مجاہد شیخ محمد ابراہیم اور پنجاب کے مجاہد طلبا کو ساتھ لیکر غازی آباد پہنچے، حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل نے مع مسلح مجاہدین کے آپ کا استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ آپ کو حاجی صاحب کے پاس پہنچایا۔ شام کو افطاری کے بعد مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں جہاد کے پروگرام کو نئے سرے سے مرتب کیا گیا حاجی صاحب ترنگزئی نے آپ کی علمیت اور جذبہ شوق جہاد پر آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ دوسرے دن عید تھی غازی آباد میں مجاہدین کا ایک ہجوم تھا حاجی صاحب نے آپ سے کہا کہ نماز عید آپ پڑھائیں اور عید کے اجتماع سے خطاب بھی کریں، چنانچہ عید کی نماز کے وقت غیر معمولی مجمع تھا علماء و مشائخ کے علاوہ قبائلی خوانین اور سردار بھی میلوں چل کر غازی آباد میں حاجی صاحب کے پاس نماز عید ادا کرنے آئے ہوئے تھے، محمد علی قصوری نے تقریباً دو گھنٹے تک اردو میں جامع تقریر کی جس میں وطن کی آزادی، جہاد کی فضیلت، حاجی صاحب کے جہاد کے جذبے کی جد وجہد کو خراج تحسین اور قبائل کو انگریزوں کے خلاف بھرپور عملی جد وجہد پر آمادہ کرنے کے لئے زور دیا گیا، ترجمان کے فرائض حاجی صاحب کے خاص خلیفہ مولانا فضل محمود ادا کر رہے تھے، یہ تقریر اس قدر پراثر اور قبائل کے دلوں میں اترنے والی تھی کہ دوران تقریر چار دفعہ مجمع نے آپ سے کہا کہ "ذرا ٹھہریئے" اور پھر آپ کے رکنے پر ایک قبائلی سردار کھڑا ہو کر تمام مجمع کو کہتا کہ مولوی صاحب کے لئے دعائے خیر کریں کہ خدا انہیں نظر بد سے بچائے رکھے[1] اور دشمن کے شر سے محفوظ رکھے، غرض یہ کہ جونہی تقریر ختم ہوئی مجمع نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے کہنے لگے "حاجی صاحب اب حکم دیں کہ ہم اس فرنگی کا سر قلم کرنے کے لئے روانہ ہو جائیں"[2]۔ اس تقریر میں مولوی محمد علی صاحب نے زیادہ تر زور اس بات پر دیا کہ قبائلی اپنے اختلافات ختم کر کے ایک ہو جائیں تاکہ اپنے مشترکہ دشمن انگریز پر قابو پا سکیں، کیونکہ انگریز اپنی پالیسیوں پر عمل پیرا ہو کر روپیہ اور دولت پھیلا

۱۔ مشاہدات کابل و یاغستان از مولوی محمد علی ص ۴۸

۲۔ قلمی سفر نامہ قاری عبد المنعم ان ص ۱۲۹

کر رہے کوشش کر رہے تھے کہ قبائلیوں میں افتراق ہو یہ ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہیں۔ اس تقریر کے بعد اس اجتماع میں قبائل کے تمام علماء و مشائخ اور خوانین نے متفقہ طور پر حاجی صاحب ترنگ زئی کے ہاتھ پر از سر نو بیعت جہاد کی۔ محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔

" وہ نظارہ اب ناقابلِ فراموش تھا کہ اس کی گرمی اور جوش مجھے اب تک یاد ہے اور میں کئی دفعہ اپنے ذہن میں اس یاد کو تازہ کر کے سوچتا ہوں کہ مسلمان میں اب بھی اسلام کے نام پر قربانیاں کرنے کا کس قدر ولولہ موجود ہے[1]"

آپ کی اس تقریر کو انگریزوں نے اپنے خلاف اعلان جنگ قرار دیا چنانچہ انگریزوں نے پہلا کام تو یہ کیا کہ آپ کو اشتہاری مجرم قرار دیدیا آپ کی گرفتاری یا قتل پر دس ہزار روپے انعام مقرر کیا اور آپ کے گھر قصور میں چھاپہ مار کر خانہ تلاشی لی گئی۔ آپ کے عزیز و اقارب کو ہراساں کیا گیا اور ان پر سخت تشدد کیا گیا۔ آپ کے فوٹو آپ کے گھر سے لے کر انہیں اشتہاری پرچیاں کر دیا گیا۔ قبائلی علاقے میں آپ کے خلاف آپ کو قتل کرانے کے لئے کئی اجرتی قاتل مقرر کئے گئے مگر خدا کی شان کہ آپ کو خدا نے ہر شر سے محفوظ رکھا۔ آپ حاجی صاحب کی قیادت میں بے خطر تمام قبائل علاقے میں پھرنے لگے اور تبلیغ جہاد میں مصروف ہو گئے۔

ملٹری ٹریننگ کالج

منصوبے کے مطابق حاجی صاحب نے آپ کو مجاہدین کی جنگی تربیت کے لئے نگران اعلیٰ مقرر کیا چنانچہ چمر کنڈ میں ایک ٹریننگ کیمپ کھولا گیا اس کیمپ میں قبائلیوں اور مجاہدین کو باقاعدہ جدید جنگی اصول سکھائے جاتے۔ پریڈ نشانہ بازی اور جنگی اشارے اور کھوج کے طریقے بتلائے جاتے اور آئینہ کی شعاعوں سے بات چیت اور پیغام رسانی کے طریقے سکھائے جاتے تھے اسی چمر کنڈ میں ایک پرائمری سکول بھی جاری ہوا جس میں لوگوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا تھا۔

ڈسپنسری کا قیام

جہاد میں زخمی ہونے یا علاقے میں کسی بیماری میں مبتلا ہونے والوں کے لئے فوری طبی امداد بہم پہنچانے کے لئے چمر کنڈ میں ایک ڈسپنسری قائم کی گئی۔ ان تمام انتظامات

۱۔ مشاہدات کابل و یاغستان از محمد علی قصوری ص ۵

کے بعد اب پروگرام یہ بنایا گیا کہ حکومت کی فوجوں کو سرحد میں مصروف رکھا جائے تاکہ برطانیہ کی جو فوجیں خلافت عثمانیہ کو مٹانے کے لئے سرگرم عمل ہیں ان کا دباؤ کم ہو جائے چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ پشاور کی سرحد پر انگریزی چوکیوں پر مسلسل حملے کئے جائیں تاکہ ایک طرف تو ان حملوں سے اسلحہ اور مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آتا جائے۔ اور دوسری طرف انگریز کو مسلسل حملوں کی یلغار سے پست حوصلہ بنایا جائے۔ چنانچہ ان منصوبوں پر عمل درآمد شروع ہوا مجاہدین ہر گاؤں میں پہنچتے لوگوں کو جمع کرتے حاجی صاحب پیغام جہاد لوگوں تک پہنچاتے اور انگریز کے خلاف پیغام جہاد لوگوں کو دیتے اور انگریز حکومت کی جگہ اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے قیام کی تبلیغ کرتے لوگ جوق در جوق بیعت جہاد کرتے اور جو لوگ اس بیعت میں شریک نہ ہوتے ان کے گھر بار جلانے کا فیصلہ کیا جاتا چنانچہ ایسے بہت سے لوگوں کے گھر جلا دیئے گئے جو انگریزوں کی دوستی کی وجہ سے منظر عام پر آچکے تھے۔ جو کچھ بھی کیا جاتا تھا وہ باقاعدہ متعلقہ گاؤں کی پنچایت کے فیصلے کے مطابق ہوتا تھا جب پنچایت یہ فیصلہ کر دیتی کہ فلاں شخص جہاد سے گریز کرتا ہے تو اس کے کسی عزیز یا رشتہ دار کی یہ مجال نہ ہو سکتی تھی کہ اس کی طرف سے جھگڑا کرے یا کوئی غدر کرے بلکہ خود اس شخص کے گھر کو جلا ڈالتے ۔[۱]

انگریزوں نے اپنے زیر تسلط علاقوں میں خاردار تار لگا کر ان میں بجلی دوڑا دی۔ چنانچہ جو مجاہدین اس تار کے نزدیک جاتے وہ اس کے چھوتے ہی فوراً شہید ہو جاتے اس طرح کئی افراد شہید ہو گئے تو لوگوں میں ایک دہشت سی پھیل گئی اس کے ساتھ ساتھ انگریزوں نے جہاد کی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے عبدالجبار والئی سوات۔ نواب امب ، مہتر چترال وغیرہ کے پاس اپنے قاصد بھجوا کر انہیں وارننگ دی کہ وہ مجاہدین کے ساتھ کوئی رابطہ یا ہمدردی نہ رکھیں ورنہ ان کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائیگی۔ امیر حبیب اللہ کو انتباہ کیا گیا کہ مجاہدین جہاد کر انگریزوں کے باغی ہیں لہٰذا ان باغیوں سے کسی قسم کا تعلق رکھا جائے اور نہ ہی ان کی حمایت کی جائے ورنہ کابل کو انگریزوں کی طرف سے جو چوبیس لاکھ روپے سالانہ کی گرانٹ ملتی ہے وہ ضبط کر لی جائے گی۔ مقبوضہ علاقوں کے مجاہدین کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کئے

۱۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان صد ۱۸۲

گئے اور یہ اعلان کیا گیا کہ ہندوستان سے جو جو لوگ قبائلی علاقے میں جا کر جہاد میں حصّہ لے رہے ہیں ان پر بغاوت کا مقدمہ چلا کر انہیں پھانسی کی سزا دی جائے گی۔[1]

انگریز اپنی حکمت عملی پر چل رہے تھے اور مجاہدین حاجی صاحب کی قیادت اور ان کے اشاروں پر اپنی جانیں قربان کرتے جا رہے تھے انگریزوں نے سرحدی علاقوں میں خاردار لوہے کی تاریں لگا کر ان میں بجلی دوڑا کر مجاہدین کے حملے کے راستوں کو مسدود کر دیا تھا مگر محمد علی قصوری نے ایک حاجز قینچی بنائی جس سے بجلی کے تاروں کو جگہ جگہ سے کاٹ کر حملوں کے لئے راستہ نکالا گیا اس واقعہ سے انگریزوں کے دلوں میں مجاہدین کا رعب اور زیادہ بیٹھ گیا۔ سرحدوں پر گوریلا جنگ شروع ہو گئی یہ جنگ اس شدت سے شروع ہوئی تھی کہ اگر امیر حبیب اللہ، نواب امب، مہتر چترال، نواب دیر مجاہدین کا ساتھ دیتے تو نہ صرف ہندوستان بلکہ شاید عالم اسلام کی تاریخ ہی اور طرح سے لکھی جاتی۔[2]

امیر کابل اور سرحدی ریاستوں کے حکمرانوں کو ہمنوا بنانے کے لئے مختلف امور اور منصوبوں پر بحث اور مشورے کے لئے حاجی صاحب کی زیر صدارت چمرکنڈ میں ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی اس مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا گیا کہ ملاّ بشیر صاحب کو امیر حبیب اللہ کے پاس بھیجا جائے اور ان کا تعاون اور سرپرستی حاصل کرنے کے لئے ان سے درخواست کی جائے دوسری طرف یہ پروگرام بنایا گیا کہ رزمک، پاڑا چنار، کوہاٹ۔ درہ ٹل اور پشاور پر بیک وقت مجاہدین حملہ کر دیں۔ ادھر امیر حبیب اللہ خوست اور قندھار پر اور ڈکہ کے راستے کوہاٹ تھل اور لنڈی کوتل پر حملہ کرواتے امیر کابل کے اس حملے کے بعد امب، مہتر چترال اور بادشاہ صاحب سوات وغیرہ اعلان جہاد کر دیں امیر حبیب اللہ سے کہا گیا کہ وہ تمام قبائلی لشکر کو اسلحہ اور روپیہ سے مدد کرنے کی ذمہ داری قبول کریں۔[3]

اس مجلس مشاورت کے بعد ملاّ بشیر کو کابل روانہ کر دیا گیا امید یہی تھی کہ امیر کابل ضرور ساتھ دے گا اسی امید پر حاجی صاحب ترنگ زئی محمد علی قصوری کو ساتھ لے کر مجاہدین اور قبائلی لوگوں کا ایک بھاری لشکر لے کر گنداب، شبقدر اور مچنی کے محاذوں پر حملہ آور ہوتے

۱۔ مشاہدات کابل و یاغستان از محمد علی ص۶۰
۲۔ ״ ״ ״ ״ ״ ص۶۲
۳۔ ״ ״ ״ ״ ״ ص۶۴

ملّا صاحب باڑہ اپنے محاذ پر آگے بڑھے حاجی صاحب کے ساتھ تقریباً ۳۰ ہزار کا لشکر تھا اس لشکر کو مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر حملہ کیا گیا۔ گنداب کے درے پر قبضہ کرنے کے بعد مجاہدین نے انگریزی کی تمام پیش قدمی کو روک دیا۔ مجاہدین سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر انگریزی گورہ فوج خندقیں کھود کر مورچوں میں بیٹھی ہوئی تھی ان کے عقب میں شبقدر کا مشہور قلعہ تھا۔ انگریزوں نے جب مجاہدین کی یلغار کو دیکھا تو گیارہ ہوائی جہاز مجاہدین کی نشاندہی کے لئے فضا میں پرواز کرنے لگے ان جہازوں کی نشاندہی پر شبقدر کے قلعے سے آتش بار توپیں مجاہدین کے مورچوں پر گولہ باری کرنے لگیں۔ قلعے سے ۲۷ توپیں بیک وقت گولے پھینکتی جاتی تھیں۔ مجاہدین کا مورچہ ایک مضبوط پہاڑی پر نہایت محفوظ مقام پر تھا جس میں حاجی صاحب بیٹھے جہاد کی کمان کر رہے تھے۔ یہ مورچہ اسی جگہ پر تھا جس میں توپ کے گولے اس کے اندر نہیں آسکتے تھے مگر اس جگہ بیک وقت آکر جب ۲۷ گولے گرتے اور اس زور سے پھٹتے تھے کہ دل دہل جاتے تھے اس کے ساتھ ساتھ مشین گنوں کی بارشوں کا سلسلہ مسلسل جاری تھا۔ توپوں کے گولے جب پہاڑوں پر آکر گرتے تو پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر ہوا میں اڑتے جاتے تھے تین دن اور تین رات مسلسل انگریز گولہ باری کرتے رہے مجاہدین بھی لگاتار جوابی فائرنگ کرتے رہے لڑائی کی شدت کا حال بیان کرتے ہوئے محمد علی قصوری لکھتے ہیں "ان ۷۲ گھنٹوں میں نہ ہم نے کھانا کھایا اور نہ پانی کے سوا اور کوئی چیز ہمارے حلق سے نیچے اتری۔ لیکن جوش جہاد کا یہ عالم تھا کہ نہ تو ہم میں سے کسی کو نیند نے ستایا نہ تھکان محسوس ہوئی آخر تین شبانہ روز کی لڑائی کے بعد انگریزی فوجیں شبقدر کے قلعے میں پسپا ہوئیں اور ہمارے تمام لشکری خندقوں پر پل پڑے تاکہ مال غنیمت لوٹیں چنانچہ سینکڑوں بندوقیں اور لاکھوں کارتوس ہمارے ہاتھ آئے جونہی لڑائی ختم ہوئی میں نے دیکھا کہ دیہاتوں سے عورتیں دف بجاتی ہوئی گیت گاتی ہوئی ہمارے مورچوں میں گھس آئیں۔ مجھے وہ نظارہ ابتک نہیں بھولتا اور میں اکثر سوچتا ہوں کہ جس قوم کی عورتیں ایسی بہادر اور شیر دل ہوں وہ جو کچھ بھی کرے کم ہے۔ عورتوں نے آکر لاشوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا۔ یہ ہمارے گیارہ شیروں کی لاشیں تھیں جنہوں نے اس جنگ میں وطن کی آزادی کے لئے اپنی جان کے نذرانے پیش کئے تھے۔ عورتوں نے ان لاشوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنا چاہا کہ ان میں سے کوئی شخص پیٹھ پر گولی کھا کر تو نہیں مرا کیونکہ پیٹھ پر گولی اس بات

کی ...مت سمجھی جاتی تھی کہ وہ بھاگتے ہوتے مارا گیا ہے مگر جب ان عورتوں نے دیکھا کہ خدا کی مہربانی سے سبھی مقتول سینوں میں گولیاں کھا کر شہید ہوتے ہیں تو ماں اپنے شہید بیٹے کا منہ چومنے لگی بہن اپنے شہید بھائی کو پیار کرنے لگی۔ بیوی اپنے شہید شوہر کو گلے لگانے لگی اور پشتو کے گیت گانے لگی جن کا مطلب یہ تھا کہ" جاؤ تم کو ہم نے خدا کے سپرد کیا۔ تم شہید ہو اب جنت کی سیر کرو مگر خدا کے لئے ہمیں نہ بھولنا خدا سے دعا مانگو کہ ہم بھی اس کی راہ میں کام آئیں اور تمہارے بھائیوں کو بھی خدا توفیق دے کہ وہ بھی تمہارے نقش قدم پر چلیں" پھر شہدا کی لاشوں کو اٹھا کر خوشی سے اچھلتی اور گاتی ہوئی گاؤں کو واپس لوٹیں اور ان کو انہیں کپڑوں میں بغیر غسل دیئے دفن کر دیا گیا[۱]

مجاہدین نے سرحدوں پر جھڑپیں شروع کر دی تھیں اور وہ امیر کابل کی امداد کے منتظر تھے مگر امیر کابل نے ملّا بشیر سے ملاقات ہی نہیں کی اور نائب السلطنت سردار نصراللہ خان نے ملّا بشیر سے کہا کہ امیر کو حکومت انگلینڈ نے سخت مراسلہ بھیجا ہے کہ وہ مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ قائم نہ رکھیں البتہ سردار نصراللہ جان نے در پردہ ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا سرحدی یاستوں کے حکمرانوں کے پاس جو وفد بھیجا گیا تھا انہوں نے بھی اس طرح سرد مہری کا جواب بھیجا۔ اس کے بعد حاجی صاحب اور تمام علماء و مشائخ اور خوانین کا ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مجاہدین خدا کے بھروسے پہ جہاد کی اس تحریک کو جاری رکھیں۔ خدا خود ہی ہمارا ناصر و مددگار ہو گا۔

درۂ خزانہ سادکا منظر

۱۔ مشاہدات کابل و یاغستان از محمد علی قصوری ص ۶۵
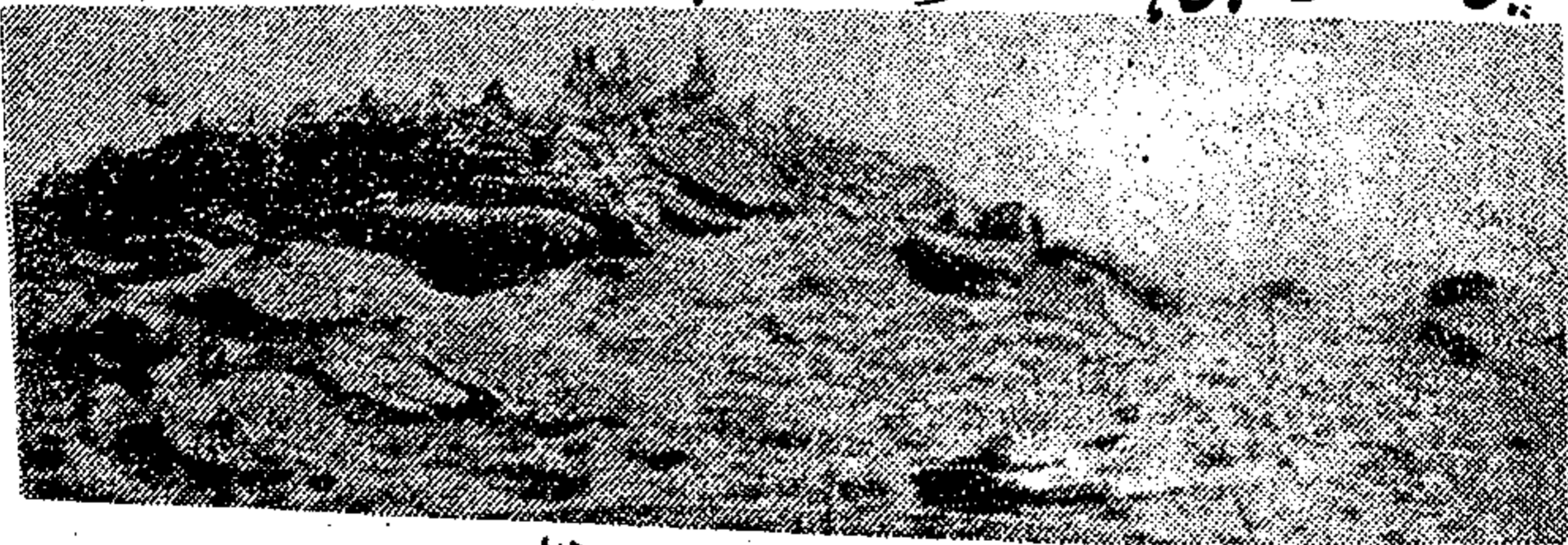
جہاد کی کامیابی کیلئے ترک افغان معاہدہ

حاجی صاحب ترنگ زئی نے قبائلی علاقے میں جاکر جب علم جہاد بلند کیا تو قبائلی مجاہدین جوق در جوق حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جہاد میں شریک ہونے لگے تھوڑے ہی عرصے میں مجاہدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تیراہ، وزیرستان، درہ خیبر اور ہنگو اور پارہ چنار کے ملحقہ قبائلی مجاہدین بھی اپنے علاقوں میں جہاد کیلئے منظم ہو کر انگریزوں کے خلاف برسر پیکار ہو چکے تھے۔ انگریزوں نے جب چاروں طرف سے مجاہدین کی یلغار کو دیکھا تو اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت افغانستان، قبائلی علاقوں اور سرحد کے علاقے کے چند مولویوں کو اپنا آلۂ کار بنایا اور ان سے فتوے لکھوا کر تمام سرحدی علاقوں میں تقسیم کرانا شروع کر دیئے کہ "جہاد مسلمانوں پر اس وقت فرض ہوتا ہے جب مسلمان ملک کا امیر جہاد کا اعلان کرے"۔ انگریزوں کا یہ پروپیگنڈہ چند زرخرید مولوی کر رہے تھے اور ان مولویوں کی تائید ان قبائلی سرداروں نے کرنا شروع کر دی جنہیں انگریزوں نے بھاری بھاری رقمیں دی تھیں یا دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ اس پروپیگنڈا کا یہ اثر ہوا کہ کئی قبائلی جہاد سے کنارہ کش ہو گئے۔ مجاہدین میں بھی انگریزوں کے حواریوں نے افتراق پیدا کر دیا تھا اس افتراق اور پروپیگنڈے کو دیکھ کر حاجی صاحب ترنگزئی نے مولانا محمود الحسن کو پیغام بھیجا کہ جس طرح بھی ہو سکے انگریزی پروپیگنڈے کے اثر کو ختم کرنے کیلئے ترکی کی حکومت سے جہاد کا اعلان کرایا جائے یہ اعلان ایک فرمان کی صورت میں حاصل کر کے افغانستان کے امیر کے پاس بھیجا جائے تاکہ وہ بھی اس کی تائید کرے اور پھر ان فرامین کو شائع کرا کر سرحدی علاقوں میں تقسیم کرایا جائے گا۔

حاجی صاحب کا پیغام دہلی پہنچتے ہی شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے حجاز جانے کے لئے تیاری شروع کر دی مولانا محمود الحسن نے روانگی سے پہلے یہ مشہور کیا کہ وہ حج کی نیت سے مکہ معظمہ جا رہے ہیں آپ نے جانے سے پیشتر اپنی تمام جائیداد اور اثاثے ورثاء میں تقسیم کر دیئے اور مولانا عزیر گل کو ایک خاص پیغام دیکر حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس بھیجا اور ان کے واپس آنے تک حجاز کی روانگی کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ مولانا عزیر گل حاجی صاحب ترنگ زئی کو پیغام دیکر

واپس دہلی پہنچے۔ شیخ الہند کیساتھ وہ بھی ۱۳۳۳ھ کو حجاز کے سفر کیلئے روانہ ہو پڑے۔ ڈاکٹر انصاری کے بھائی حکیم عبدالرزاق نے سفر کے تمام اخراجات برداشت کئے۔ شیخ الہند جب روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا محمد رسول بھاگل پوری، مولوی محمد میاں انبیٹھوی، مولوی عزیر گل ساکن زیارت کاکا صاحب پشاور، حاجی خان محمد صاحب، مولوی مطلوب الرحمٰن، حاجی محبوب خان سہارنپوری، حاجی عبدالکریم سرونجی اور مولوی وحید احمد وغیرہ اصحاب بھی ان کے ساتھ حجاز کے لئے روانہ ہوئے۔

سی آئی ڈی اور حکومت برطانیہ کے حکام کی گرفت سے بچتے بچاتے آپ مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں سید احمد شہید کے ایک پیروکار دہلی کے تاجر حافظ عبدالجبار سے ملاقات کی۔ حافظ عبدالجبار عرصے سے عرب میں تجارت کر رہے تھے ان کا حکومت ترکیہ کے ذمہ دار افراد سے اہم رابطہ تھا۔ مولانا محمود الحسن نے حافظ عبدالجبار کو تمام پروگرام سے مطلع کر کے کہا کہ وہ کسی طرح حجاز کے گورنر غالب پاشا سے ان کی ملاقات کا انتظام کرائیں۔ حافظ عبدالجبار غالب پاشا کی نظروں میں کافی اہمیت رکھتے تھے وہ مولانا محمود الحسن کو لیکر غالب پاشا کے پاس گئے۔ شیخ الہند نے غالب پاشا سے ملاقات کر کے درخواست کی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کیلئے ترکی حکومت ہر ممکن مدد کرے۔ غالب پاشا نے تمام باتیں غور سے سنیں اور شیخ الہند کو کہا کہ ایک دن مجھے ان معاملات پر غور کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس لئے آپ کل دوبارہ ملاقات کے لئے تشریف لائیں۔ تاکہ سوچ بچار کے بعد کسی معقول تدبیر کے ذریعے ہندوستان کے مسلمانوں کی امداد کا کوئی طریقہ نکالا جا سکے۔ دوسرے دن شیخ الہند کے درمیان ہندوستان کی تحریک آزادی کے موضوع اور طریق کار پر کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ آخر کار غالب پاشا نے ایک تحریر تمام ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنی طرف سے لکھ کر بحیثیت گورنر حجاز کے شیخ الہند کو دی اور ایک دوسری تحریر گورنر مدینہ بصری پاشا کے نام لکھ کر دی کہ یہ شخص (مولانا محمود الحسن) معتمد علیہ شخص ہیں۔ ان کا پورا پورا احترام کیا جائے اور انہیں بحفاظت استنبول میں انور پاشا کے پاس پہنچا یا جائے ایک تحریر انور پاشا کے نام لکھ کر دی کہ مولانا معتمد علیہ ہیں اور ان کے مطالبات پر پوری توجہ دی جائے۔

غالب پاشا نے شیخ الہند سے کہا کہ آپ ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کریں ہم آپکا ہر ممکن ساتھ دیں گے اور اگر صلح کانفرنس منعقد ہوئی تو ہم اور ہمارے حلیف جرمنی

اور آسٹریلیا وغیرہ ہندوستان کی مکمل آزادی کے لئے پوری جدوجہد کریں گے۔ غالب پاشا نے شیخ الہند کو یہ تجویز بھی پیش کی کہ آپ واپس جا کر ہندوستان کے تمام لوگوں کو متحد کریں اور اندرونی اور بیرونی طور پر تمام ہندوستانی بیک زبان ہو کر تقریروں تحریروں اور اخباروں کے ذریعے انگریزوں سے اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کریں۔ مگر شیخ الہند نے غالب پاشا کو کہا کہ اگر میں واپس ہندوستان پہنچا تو گرفتار کر لیا جاؤں گا۔ اور میرا کام ادھورا رہ جائیگا اس لئے میں شمال مغربی سرحدی صوبے کے قبائلی علاقے میں واپس جا کر اپنے رفیقوں سے مل کر انگریزوں کے خلاف اس عملی جہاد کو جاری رکھنا چاہتا ہوں جو اس وقت میرے رفیقوں نے وہاں شروع کر رکھا ہے[۱]

غالب پاشا نے ہندوستانی مسلمانوں کے نام جو حکمنامہ لکھا تھا وہ یہ تھا۔

"ایشیا یورپ اور افریقہ کے مسلمان اپنے آپ کو ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح کر کے خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے میدان عمل میں کود پڑے ہیں خدا کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین اسلام دشمنوں پر غالب آ گئے ہیں۔ اس لئے مسلمانو! جس عیسائی حکومت کے بند میں تم پڑے ہوئے ہو اس پر حملہ کرو دشمن کو مرنے پر مجبور کر کے پختہ عزم کے ساتھ اپنی ساری جدوجہد عمل میں لانے کی جلدی کرو ان پر اپنی نفرت اور دشمنی کا اظہار کرو۔ یہ بھی تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مولوی محمود الحسن آفندی مدرسہ دیو بند سے تعلق رکھنے والے ہمارے پاس آئے اور ہمارا مشورہ طلب کیا ہم نے اس بارے میں اس سے اتفاق کیا اور اسے ضروری ہدایات دیں اگر وہ تمہارے پاس آئے تو تمہیں اس پر اعتماد کرنا چاہیئے اور آدمیوں اور روپوں اور ہر اس چیز سے امداد کی جائے جس کی اسے ضرورت پیش آ سکتی ہے"[۲]

شیخ الہند نے غالب پاشا کی یہ تحریر اور چند ہدایات دیکر مولانا مرتضیٰ حسن، مولانا محمد میاں مولانا ہیول اور چند دوسرے علما کو ہندوستان واپس کیا اور خود مدینہ چلے گئے تاکہ وہاں سے استنبول جا کر انور پاشا سے ملاقات کر کے مزید بات چیت کی جا سکے۔ جب آپ مدینہ پہنچے۔ غالب پاشا نے گورنر مدینہ بصری پاشا کو لکھا کہ مولانا محمود الحسن کو نہایت احترام کے ساتھ استنبول بھیجا جائے مدینہ پہنچ کر ابھی آپ استنبول جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ یہ اطلاع آئی کہ

۱۔ قلمی روزنامچہ از قاری عبد المستعان صنہ ۲۷ ۲۔ رولٹ رپورٹ صہ ۵۳ تا صہ ۶۰

انور پاشا اور جمال پاشا مدینہ آ رہے ہیں۔ انور پاشا حکومت ترکیہ میں وزیر جنگ تھے مگر حکومت کے اختیارات تمام کے تمام انہیں کے ہاتھ میں تھے۔ جمال پاشا جنوبی اور مغربی محاذوں کے کمانڈر تھے انور پاشا اور جمال پاشا تمام محاذوں کا دورہ کرتے ہوئے سرور کائنات حضور محمدؐ کے روضے کی زیارت کو مدینہ تشریف لائے۔ شیخ الہند نے اس موقع پر ایک عرضداشت پیش کر کے خفیہ ملاقات کی اجازت چاہی انور پاشا نے ملاقات کا موقع دیا۔ تنہائی میں ملاقات ہوئی اور ہندوستان کی آزادی کے لئے شیخ الہند نے ترکی کے ان دونوں رہنماؤں سے امداد کی درخواست کی اور ساتھ ہی ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ترکی کی حکومت کی طرف سے ایک تحریر کی درخواست کی۔ انور پاشا نے شیخ الہند سے فرمایا کہ دمشق پہنچ کر یہ تحریر آپکو بھیج دی جائیگی۔ چنانچہ انور پاشا اور جمال پاشا مدینہ منورہ کے مختصر قیام کے بعد دمشق روانہ ہو گئے تین دن کے بعد انور پاشا نے حسب وعدہ ہندوستان کے مسلمانوں کے نام ایک تحریر فارسی، ترکی اور عربی تینوں زبانوں میں الگ الگ شیخ الہند کے پاس بھیجی ان تحریروں کا مضمون ایک ہی تھا۔ تحریروں کا خلاصہ یہ تھا کہ ترکی کے ہر فرد کو اور دنیا میں رہنے والے ہر مسلمان کو ہندوستان کی آزادی میں ہندوستان کے مجاہدین کی ہر قسم کی مدد کرنا فرض ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ترکی کے وزیر جنگ نے حکومت ترکیہ کی طرف سے ہندوستان کی آزادی کے لئے مجاہدین آزادی کو مالی امداد کے ساتھ جنگی امداد کا بھرپور یقین دلایا اور یہ بھی طے ہوا کہ ابتدائی انتظامات مکمل ہونے اور حالات کے سازگار ہونے کے بعد ترکی فوجیں مجوزہ پروگرام کے مطابق مجاہدین آزادی کی امداد کرتے ہوئے ہندوستان میں انگریزی فوجوں پر حملہ آور ہونگی اور ہندوستان کو آزاد کرانے کے بعد ترکی فوجیں اپنے اپنے مورچوں پر واپس آ جائیں گی۔ اس مقصد کے لئے انور پاشا نے شیخ الہند کو ہدایات دیں کہ حکومت افغانستان کو آمادہ کیا جائے۔ کہ وہ ترکی فوجوں کو انگریزی فوجوں پر ہندوستان میں حملہ کرنے کے لئے راستہ دے چنانچہ انور پاشا نے ایک خط حکومت افغانستان کے لئے بھی بھیجا جس میں یہی درخواست کی گئی تھی کہ ترکی فوجوں کو افغانستان سے گذر کر ہندوستان پر حملہ کرنیکی اجازت دی جائے[۱]

مولانا محمود الحسن نے ترکی کے رہنماؤں کی تحریروں کی فوٹو کاپیاں بنوائیں تاکہ مختلف علاقوں میں مجاہدین کو بھیجی جائیں چونکہ یہ اہم اور خفیہ تحریریں تھیں اس لئے انہیں حفاظت کے

۱۔ قلمی جہاد نامہ قاضی اسلم سنجری ص ۳۲۱

ساتھ ہندوستان اور قبائلی علاقوں میں بھیجنے کے انتظامات کئے گئے تاکہ یہ تحریریں حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں نہ آسکیں۔ چنانچہ ان تحریروں کو حفاظت کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مقامات پر پہنچانے کا یہ انتظام کیا کہ شیخ الہند کے حکم سے ایک مخصوص لکڑی کا صندوق بنوایا گیا جس کے تختوں کو کھدوا کر اس میں یہ تحریریں رکھ کر تختوں کو اس طرح جوڑ دیا گیا کہ کسی کو شبہ بھی نہ پیدا ہوسکے۔ صندوق کے اندر کپڑے وغیرہ رکھ دیئے گئے۔ صندوق کے تیار ہوجانے کے بعد شیخ الہند نے وہ صندوق اپنے دو رفیقوں مولانا ماہی حسن رئیس خانجہاں پور ضلع مظفر نگر اور حاجی شاہ بخش سندھی کے حوالے کیا تاکہ وہ اس صندوق کو بحفاظت اپنے گھر لے جائیں اور وہاں سے کاغذات نکال کر حاجی نور حسن رئیس موضع زنہڑی ضلع مظفر نگر کے حوالے کردیں تاکہ وہ دہلی کے مشہور فوٹو گرافر احمد مرزا سے ان تحریروں کی مزید کاپیاں بنوا کر قبائلی علاقے میں رئیس المجاہدین حاجی صاحب ترنگزئی تک پہنچا دیں تاکہ وہ تمام قبائلی علاقوں میں یہ تحریریں پہنچا سکیں تاکہ انگریزوں کے پروپیگنڈے کا مؤثر سدباب ہوسکے[1]۔"

انور پاشا نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر افغان حکومت ترکی فوجوں کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا راستہ دیدے تو ہمیں مطلع کردیا جائے تاکہ اس کے بعد حملے کی تاریخ کا تعین کیا جاسکے۔ یہ بھی طے پاچکا تھا کہ حملے کی مقررہ تاریخ سے دس دن پہلے ترکی فوجیں افغانستان پہنچ جائینگی تاکہ ترکی فوجوں کے حملے کیساتھ ساتھ ہندوستان کے اندرونی محاذوں پر بغاوت کے پروگرام کو آخری شکل دی جاسکے تاکہ انگریزوں کو بیرونی اور اندرونی دونوں محاذوں پر شکست دیجاسکے۔

افغانستان کی حکومت سے راستہ دینے اور انگریزوں کے خلاف منظم طور پر جہاد کے لئے جو تحریر لکھی گئی تھی وہ نہایت احتیاط کے ساتھ ایک کپڑے میں بُنی گئی اور پھر یہ رومال سینکڑوں دوسرے رومالوں کے ساتھ ایک تاجر کے ذریعے افغانستان بھیجا گیا۔ افغانستان میں جونہی یہ تحریر پہنچی تو امیر حبیب اللہ خان نے صلاح ومشورے کے لئے سول فوجی اور قبائلی سرداروں کا جرگہ بلایا اور اس جرگے میں اس تحریک کے موضوع پر مشورہ طلب کیا۔ تمام قبائلی سرداروں اور سول اور فوجی حکام نے انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور ترکی فوجوں کو افغانستان سے گزر کر حملہ کرنے کی اجازت دینے کا مطالبہ کیا۔ امیر حبیب اللہ نہیں چاہتے تھے کہ افغانستان کو جنگ کا میدان بنایا جائے چنانچہ امیر نے فیصلہ دیا کہ ترکی فوجیں قبائلی راستوں سے گذر کر ہندوستان پر حملہ آور ہوں نیز افغان عوام انفرادی طور پر اس جنگ میں بیشک حصّہ لیں مگر باقاعدہ فوجیں حصّہ نہ لیں تاکہ افغانستان

---

[1] قلمی روزنامچہ از قاری عبدالمستعان ص ۲۷۵

جنگ کا مرکز نہ بنے اور افغان حکومت یہ کہنے کے قابل ہو سکے کہ قبائلی خود مختار ہیں ہمارا قبائلیوں پر کوئی کنٹرول نہیں اور نہ ہی ہم قبائلی علاقے پر کنٹرول کرتے ہیں لہٰذا ہم موردالزام نہیں اس فیصلے کے بعد افغانستان حکومت نے معاہدے کی توثیق کر کے ترکی حکومت کو ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء کی تاریخ کا تعین کیا اور ریشمی خط پر امیر اور نائب السلطنت نے باقاعدہ دستخط ثبت کئے[1]

پروگرام یہ تھا کہ ریشمی خط امیر کابل کے دستخط ہونے کے بعد واپس مدینہ منورہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے پاس پہنچے اور مولانا محمود الحسن یہ توثیق شدہ ریشمی رومال انور پاشا کو پہنچائیں تاکہ اس کے بعد ترکی فوجوں کی روانگی کا انتظام کیا جا سکے۔ ترکی حکومت نے توثیق شدہ ریشمی رومال ملنے کے بعد ایک ماہ پہلے یعنی یکم جنوری ۱۹۱۷ء کو کابل ہیڈ کوارٹر کو فوجوں کی روانگی کی اطلاع دینا تھی اور پھر کابل ہیڈ کوارٹر نے ہندوستان کے اندرونی حصوں میں بغاوت کرنے کے لئے یکم فروری ۱۹۱۷ء کو یہ ریشمی رومال دہلی کے مرکز کو بھیجنا تھا اس کے بعد ۹ فروری ۱۹۱۷ء کو ترکی کی فوجوں نے افغانستان پہنچنا تھا اور اس تاریخ کو ہندوستان کے اندرونی محاذوں نے علم بغاوت بلند کرنا تھا ان تمام امور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن مدینہ منورہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کا یہ پروگرام تھا کہ تمام معاملہ طے ہونے کے بعد وہ افغانستان جائیں گے تاکہ افغانستان سے قبائلی علاقے میں جا کر حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ مل کر جہاد کے انتظامات کی دیکھ بھال کر سکیں جہاد کے لئے اور انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تین کام ہو چکے تھے۔

۱۔ انقلابی اور ترکی حکومتوں کا قطعی معاہدہ ہو چکا تھا۔

۲۔ افغانستان اور ترکی حکومتوں کا یقینی معاہدہ طے پا چکا تھا۔

۳۔ ہندوستان کے لئے تاریخ انقلاب کی منظوری حاصل کی جا چکی تھی۔

ان تینوں مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے شیخ الہند نے ترغیب جہاد کیلئے غالب پاشا سے ہندوستانی باشندوں اور قبائلیوں کے نام ایک مضمون لکھ کر دیا تھا جس کا نام غالب نامہ تھا غالب پاشا سے اس تحریر کے لینے کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے عوام اور قبائلی عوام کو اسلامی حکومت کے ایک ذمہ دار افسر کی اس تحریر سے جہاد کے لئے اعتماد پیدا ہو۔ اس تحریر کے علاوہ ایک دوسری تحریر بھی جو افغانستان کی حکومت کے نام تھی اس خط میں ترکی اور افغانستان کی حکومتوں کے پرانے معاہدوں کی توثیق کی گئی تھی اور افغانستان کی حکومت کو حکومت ترکیہ نے یہ لکھا تھا کہ محمود الحسن

[1] قلمی جہاد نامہ از قاضی اسلم سنجری ص ۳۲۲

آفندی تمہارے پاس آرہے ہیں یہ جو بات کریں ہماری حکومت کی جانب سے اس کی تائید سمجھیں اور اس معاہدہ کو ترک حکومت کا معاہدہ تصوّر کیا جائے اس خط میں ترک حکومت نے افغانستان کی حکومت کو یہ یقین دلایا تھا کہ ترکی فوجیں افغانستان کے مقبوضات میں کوئی دخل نہ دینگی اور ترکی فوجوں کے ہندوستان پر حملے کی وجہ سے کوئی بھی طاقت افغانستان کی حکومت کے خلاف ہوئی تو ترکی حکومت اس طاقت کو کچلنے کے لئے افغانستان کی حکومت کو ہر ممکن مدد دے گی۔

ان معاہدوں کے حاصل کرنے کے بعد مولانا محمود الحسن نے افغان ترکی معاہدہ مولانا ہادی حسن خان جہاں پوری کو دیکر ہندوستان واپس روانہ کیا تاکہ وہ حکومت افغانستان تک اس معاہدے کو پہنچا سکیں۔ اور افغان حکومت کی منظوری حاصل کرنے کے بعد یہ تحریر واپس مولانا محمود الحسن کو مدینہ منورہ بھیجدی جائے۔ افغان حکومت کی منظوری کے بعد مولانا محمود الحسن نے آخری اقدام کا حکم دینا تھا۔ مولانا ہادی حسن یہ معاہدہ لیکر ہندوستان پہنچے یہ خط صندوق کے تختوں کے درمیان بند کیا گیا تھا اور تختوں کو اس طرح ملا دیا گیا تھا کہ کسی کو صندوق کھولنے اور تلاشی لینے کے باوجود اس کا گمان بھی نہ ہو سکتا تھا مولانا ہادی حسن یہ صندوق لیکر بمبئی پہنچے۔ مولانا محمود الحسن نے مولانا ہادی حسن کو یہ تاکید کردی تھی کہ بمبئی پہنچنے کے بعد یہ صندوق فلاں شخص کے حوالے کیا جائے چنانچہ مولانا ہادی حسن جب بمبئی پہنچے تو وہی مخصوص آدمی وہاں موجود تھا اس نے مولانا ہادی حسن سے یہ صندوق لیا۔ اور مظفر نگر کے محمد نبی کے پاس پارسل کر کے بھیجدیا محمد نبی کو پہلے سے اطلاع پہنچا دی گئی تھی کہ اس صندوق میں فلاں جگہ تختوں کے درمیان سے کاغذ نکال کر حاجی نور الحسن کو دیا جائے۔ تاکہ وہ دہلی میں حاجی مرزا احمد فوٹو گرافر سے اس کی فوٹو کاپیاں بنوا کر تحریک کے مرکزوں اور افغانستان پہنچا دیں۔

مولانا ہادی حسن جہاز سے اترے تو ایک مخصوص آدمی نے آکر ان سے صندوق لے لیا اور منزل مقصود کی طرف لے گیا۔ پولیس نے مولانا ہادی حسن کی تلاشی لی اور جب کچھ برآمد نہ ہوا تو مزید پوچھ گچھ کے لئے سختی کرنے اور مولانا محمود الحسن کی کارگزاریوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مولانا ہادی حسن کو گرفتار کر کے نینی تال جیل میں پہنچا دیا۔

نینی تال جیل میں انگریزوں نے مولانا ہادی حسن پر طرح طرح کی سختیاں کیں مگر جب کوئی راز انگریزوں کو نہ مل سکا تو دو دن کے بعد مولانا ہادی حسن سیدھے حاجی نبی محمد کے پاس پہنچے اور وہ تحریر لیکر اپنا حلیہ بدل کر اور اپنا نام ظفر احمد رکھ کر سیدھے پشاور پہنچے پشاور سے دہ شیخ الہند

کی ہدایات کے مطابق سیدھے قبائلی علاقے میں حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس پہنچے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی نے ایک وفد اپنے صاحبزادے بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ کی قیادت میں مولانا ہادی حسن کے ساتھ کابل بھیجا اور ایک عرضداشت حکومت افغانستان کو بھیجی اس عرضداشت میں حاجی صاحب ترنگزئی نے حکومت افغانستان سے پرزور درخواست کی کہ ترک افغانستان معاہدے کی توثیق کرکے اسلام کی سربلندی کے لئے افغان حکومت مجاہدین آزادی کا ساتھ دے۔ وفد میں مجاہدین چمرقند کی طرف سے مولانا محمد بشیر وکالت کے طور پر امیر حبیب اللہ خان کے پاس بھیجے گئے حاجی صاحب نے جو عرضداشت حکومت افغانستان کو بھیجی تھی وہ قاری عبدالمنعان نے لکھی تھی اور اس پر حاجی صاحب نے رئیس المجاہدین کی حیثیت سے اپنی خاص مہر ثبت کی تھی۔

قاری عبدالمنعان لکھتے ہیں " اس عرضداشت میں حاجی صاحب نے امیر حبیب اللہ کو لکھا تھا کہ اگر افغانستان کی مسلمان حکومت نے ترکی کی اسلامی حکومت کے فرمان ترغیب جہاد کے باوجود جہاد سے پہلو تہی کی یا پھر ترک افغان معاہدے کی توثیق نہ کی یا ترکی فوجوں کو افغانستان سے گذر کر ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی تو اس صورت میں تحریک حزب اللہ کے مجاہدین کو مجبوراً افغانستان کے خلاف بھی علم جہاد بلند کرنا پڑے گا۔ حاجی صاحب نے وفد کو ہدایت کی کہ وہ امیر افغانستان کے دربار میں جانے سے پہلے مولانا عبیداللہ سندھی سے رابطہ قائم کریں جو شیخ الہند کی ہدایت پر افغانستان میں کام کر رہے تھے۔

وفد نے افغانستان پہنچ کر ترک افغان معاہدے کی تحریر اور حاجی صاحب ترنگ زئی کی عرضداشت مولانا عبیداللہ سندھی کے حوالے کیں حاجی صاحب ترنگ زئی نے مولانا ہادی حسن، مولانا محمد بشیر اور بادشاہ گل کو ہدایت کی تھی کہ امیر افغانستان سے ملاقات سے پہلے ولی عہد امان اللہ خان، نصر اللہ خان اور عنایت اللہ خان سے ملاقات کر کے پہلے انہیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ تینوں ولی عہد امیر کو مجبور کریں کہ وہ افغان ترک معاہدے کی توثیق کریں اور مجاہدین آزادی کی عملی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیں۔

حاجی صاحب ترنگ زئی کی ہدایت کے مطابق مولانا عبیداللہ سندھی وفد کو لے کر امان اللہ خان، عنایت اللہ خان اور نصر اللہ خان سے الگ الگ ملے۔ ان تینوں سے امداد اور اعانت کا وعدہ لیکر مولانا عبیداللہ سندھی وفد کو لیکر امیر کی خدمت میں پہنچے اور حاجی صاحب ترنگزئی کی عرضداشت اور افغان ترکی معاہدے کی تحریر امیر کی خدمت میں پیش کی۔[1]

---

[1] قلمی جہاد نامہ قاری عبدالمنعان دبیر حاجی صاحب ترنگ زئی ص ۳۲۱

افغانستان کی ان دنوں یہ حالت تھی کہ امیر افغانستان پر انگریزی اثر چھایا ہوا تھا افغانستان کی دفاعی حالت بھی اتنی مضبوط نہ تھی کہ امیر کھلم کھلا انگریزوں کی دشمنی مول لے۔ دوسری طرف حاجی صاحب ترنگ زئی کی وہ عرضداشت تھی جس میں صاف طور پر امیر سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ مجاہدین آزادی کو انگریزوں کے خلاف جہاد لڑنے میں ہر قسم کی اخلاقی مدد کریں۔ اس کے ساتھ ہی امیر کو یہ خطرہ بھی لاحق ہو گیا تھا کہ اگر حاجی صاحب ترنگ زئی کی عرضداشت کو پس پشت ڈال دیا گیا تو تمام قبائلی حکومت افغانستان سے بدظن ہو جائیں گے لہٰذا امیر نے مشورے کے لئے فوجی افسروں، سول عہدیداروں اور قبائلی سرداروں کا ایک جرگہ بلایا اور اس جرگے کے سامنے تمام معاملہ پیش کیا تاکہ متفقہ طور پر کوئی قدم اٹھایا جاسکے۔ امیر نے جرگے کے سامنے حکومت افغانستان کی مجبوریوں کو بھی پیش کیا۔ جرگے میں مولانا محمد بشیر حاجی صاحب ترنگ زئی کی نمائندگی کر رہے تھے اور مولانا عبیداللہ سندھی کابل کے انقلابیوں کی نمائندگی کر رہے تھے جرگے کا اجلاس مسلسل چار گھنٹے تک ہوتا رہا آخر جرگے نے متفقہ طور پر امیر کابل سے کہا کہ افغان حکومت کو ہر صورت میں جہاد آزادی میں مجاہدین کی عملی مدد کرنا چاہیئے۔ سردار امان اللہ خان اور سردار نصراللہ خان نے بیک آواز کھڑے ہو کر کہا کہ افغانستان کو اس آڑے وقت میں ہر حالت میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے امیر کابل وقت کی نزاکت کا احساس اور بین الاقوامی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس بات پر آمادہ نہیں تھا کہ افغانستان کو انگریزوں کے خلاف جنگ کا اکھاڑہ بنائے وہ انگریزوں کی دشمنی بھی مول نہیں لینا چاہتا تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قبائلی مجاہدین کے جذبات سے بخوبی آگاہ ہو چکا تھا اور اسے یہ احساس تھا کہ اگر اس وقت مجاہدین کے جذبات کے خلاف کوئی فیصلہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ اچھا نہ نکلے گا لہٰذا امیر نے شاہی اختیارات کا سہارا لے کر ایک درمیانی راستہ نکالا اور جرگے کے سامنے اپنا یہ فیصلہ سنایا۔"

"ترکی افغان معاہدے کی توثیق ان شرائط کے تحت کی جاتی ہے کہ افغان حکومت بحیثیت حکومت غیر جانبدار رہے گی اگر افغان رعایا میں سے بعض افراد مجاہدین کا ساتھ دینے کے لئے انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیں تو وہ انفرادی طور پر جہاد میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ترکی نوجوں کو قبائل سے ملحقہ افغانستان کے سرحدی علاقوں سے گذر

کر ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے تاکہ اگر انگریزی حکومت کوئی دباؤ ڈالے تو حکومت افغانستان اسے کہہ سکے کہ جن قبائلی علاقوں سے ترکی فوجیں گذر کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئی ہیں ان علاقوں کے قبائلی باغی ہو کر ہمارے قبضے سے نکل چکے ہیں۔ حکومت افغانستان بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے اعلانیہ انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد نہیں کر سکتی مگر درپردہ حکومت افغانستان کی تمام ہمدردیاں مجاہدین کو حاصل ہوں گی"۔[1]

نائب السلطنت سردار نصر اللہ خان نے معاہدے کی ایک تحریر لکھ کر امیر سے اس پر دستخط لئے امیر کے دستخطوں کے ساتھ ساتھ سردار نصر اللہ خان اور سردار امان اللہ خان نے بھی اس معاہدے پر دستخط ثبت کئے۔

مولانا عبید اللہ سندھی اور وکیل مجاہدین مولانا محمد بشیر اور سردار نصر اللہ خان اور سردار امان اللہ خان نے ایک ماہر کاریگر سے ایک ریشمی رومال اس طرح بنوایا کہ اسکی بناوٹ میں معاہدے کی پوری عبارت اور تاریخ حملہ کی منظوری کی عبارت بھی کپڑے کے اندر بنی گئی یہ عبارت عربی زبان میں تھی اس پر امیر کابل سردار حبیب اللہ خان اور اس کے تینوں بیٹوں سردار امان اللہ خان سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان نے دستخط کئے تھے یہ دستخط ایک دفعہ تو رومال بننے میں آگئے تھے پھر اس رومال کے اوپر دوبارہ ان چاروں کے دستخط زرد سیاہی سے کروائے گئے۔ رومال زرد رنگ کا تھا جس کی لمبائی چوڑائی ایک گز تھی یہ ریشم کا رومال تھا جس کی وجہ سے یہ تحریک ریشمی رومال تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔[2]

معاہدہ کی عبارت کو رومال میں کاڑھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ چونکہ یہ معاہدہ خفیہ طور سے ترکی حکومت تک پہنچانا تھا اس لئے خطرہ تھا کہ کاغذ پر لکھنے کی صورت میں کہیں تلاشی میں راز فاش نہ ہو جائے رومال تیار ہو جانے کے بعد تحریک کے ایک معتمد رکن نومسلم نوجوان شیخ عبدالحق کے ذمے یہ کام سونپا گیا کہ یہ رومال حیدرآباد سندھ میں شیخ عبدالرحیم کے پاس پہنچائے تاکہ شیخ عبدالرحیم یہ رومال اپنے ساتھ لے کر حج کو جائیں اور مدینہ منورہ میں جا کر یہ رومال شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو دیں تاکہ وہ اسے حکومت ترکی تک پہنچائیں

۱۔ بہ روایت بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ بہ مصنف

۲۔ قلمی جہاد نامہ قاری عبدالمستعان دبیر حاجی ترنگ زئی ج ۱ ص ۳۲

شیخ عبدالحق ایک ہندو نوجوان تھا بہت بڑے رئیس خاندان کا تھا۔ انگریزی میں ایم اے تھا انتہائی قابل اور ذہین تھا اس نے اسلامی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حسب ہدایات شیخ عبدالحق رومال افغانستان سے لے کر کپڑوں میں رکھ کر پشاور پہنچے کا ارادہ تھا کہ وہ خود یہ امانت حیدر آباد سندھ پہنچائے۔ آخر کار یہ امانت حکومت کے ہاتھ آ گئی۔ کس طرح حکومت کے ہاتھ آئی یہ ایک سربستہ راز ہے مگر یہ بات ضرور ہے کہ وہ لوگ جو انگریزوں سے روپیہ لیکر مجاہدین کی مخبری کرتے تھے یہ انہیں کا کارنامہ تھا۔

بہرحال رومال حکومت کے ہاتھ میں آجانے کے بعد انگریزوں نے گرفتاریوں کا ایک وسیع سلسلہ شروع کر دیا۔ اس رومال سے انقلابیوں کی تمام سرگرمیوں سے انگریز مطلع ہو گئے تھے انگریزوں کے کہنے پر افغانستان میں کئی انقلابیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ شمال مغربی سرحد پر مزید فوج بھیج دی گئی۔ زبردست حفاظتی انتظامات کر دیئے گئے۔ قبائلی علاقوں میں مسلمانوں کے بھیس میں بے شمار جاسوس بھیج دیئے گئے تاکہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے مجاہدین میں پھوٹ ڈال کر مجاہدین کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔ ترکی کی ہر سرحد پر جنگ شروع کر دی گئی انگریزوں نے ایران میں فوجیں داخل کر کے افغانستان اور ترکی کے درمیان تمام رابطوں کو ختم کر دیا انگریزوں نے سب سے بڑا حربہ یہ اختیار کیا کہ ہندوستان کے زر خرید علماء کے ذریعے ترکی کے خلاف کفر کے فتوے لگائے گئے۔ ترکوں کو اسلام کے دائرے سے خارج قرار دیدیا گیا۔ جو عالم ترکی کے خلاف کفر کا فتویٰ نہیں دیتا تھا اسے قید اور نظر بند کر دیا جاتا تھا۔ انگریزوں نے ترکی سے انتقام لینے کی خاطر عربوں کو روپیہ، دولت اور طاقت کی شہ دیکر ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ شریف مکہ کو امارت کا لالچ دیکر انگریزوں نے اپنا آلۂ کار بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی کی ایک وسیع سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا مسلمانوں میں عرب اور ترک قومیت کے نعرے ایجاد کر کے عربوں کو ترکوں کا سخت دشمن بنایا گیا۔ لارنس کو عرب شیخ کی صورت میں مکہ اور مدینہ بھجوا کر اس کے ذریعے ترکوں کے خلاف نفرت کا بیج بویا گیا۔ غرضیکہ انگریزوں نے پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں کی طاقت کو دنیا سے ختم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ شریف مکہ نے انگریزوں کی مدد سے اقتدار حاصل کرنے کے بعد انگریزوں کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور ان کے رفقا سید ہاشم حکیم نصرت حسین اور مولانا عزیر گل کو گرفتار کرایا۔ اسیروں کا یہ قافلہ ۲۴ صفر ۱۳۳۵ھ

کو بحری جہاز کے ذریعے اسی طرح زیر حراست سویز بھیجا گیا ۲۲ ربیع الاول کو یہ اسیر سویز پہنچے
وہاں انہیں گوروں کے حوالے کیا گیا' گوروں کی تعداد سولہ تھی وہ انتہائی سنگ دل اور ظالم
تھے ان اسیروں پر طرح طرح کی سختیاں کرتے ہوئے ریل کے ذریعے قاہرہ بھیجا گیا جہاں
انہیں رات کو جیزہ کے سیاسی جیل میں مقید کر دیا گیا دوسرے دن انہیں ایک انگریز کے
سامنے پیش کیا گیا اس انگریز کے پاس سی آئی ڈی کے تمام فائل تھے ایک ماہ تک ان اسیروں
کے بیانات ہوتے رہے ان سے مختلف قسم کے سوالات کئے جاتے تھے جب بیانات کا سلسلہ
ختم ہوا تو انہیں ۱۶ فروری ۱۹۱۷ء بمطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا بھیج دیا گیا پانچ دن
کی مسافت کے بعد یہ اسیر مالٹا پہنچے۔ مالٹا میں انہیں نظر بند کیا گیا۔ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد تین
سال دو ماہ اور تین دن مالٹا کی قید گزارنے کے بعد انہیں ۲ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ کو رہائی ملی۔[1]

رولٹ رپورٹ: حکومت برطانیہ نے مجاہدین آزادی کی حرکات و سکنات اور انگریزوں
کے خلاف بغاوت کی تحریک کا کھوج لگانے کے لئے رولٹ کمشنر کی سربراہی میں ایک کمیشن
قائم کیا جس نے تحقیق و جستجو کے بعد حکومت برطانیہ کو جو رپورٹ پیش کی اس کے چند پیراگراف
یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ مجاہدین آزادی نے ہندوستان کو آزاد
کرانے کے لئے کیا کیا جتن کئے۔

رولٹ کمیٹی رپورٹ پیراگراف ۱۶۴ میں یوں درج ہے۔

"اگست ۱۹۱۶ء میں ریشمی خطوط کے واقعات کا انکشاف ہوا اور حکومت کو اس سازش
کا پتہ چلا۔ یہ ایک منصوبہ تھا جو اس خیال سے ہندوستان میں تجویز کیا گیا تھا کہ ایک طرف
شمال مغربی سرحدات پر حاجی صاحب ترنگ زئی کے ذریعے انگریزوں کے خلاف گڑبڑ
پیدا کی جائے اور دوسری طرف ہندوستان کے مسلمانوں کی اندرونی شورش سے شمال مغربی
سرحد میں انگریزوں کے خلاف ہونے والے جہاد کو تقویت مل سکے اور انگریزی راج کا
خاتمہ کیا جا سکے اس منصوبے کو مضبوط کرنے کے لئے اور عمل میں لانے کے لئے مولوی عبیداللہ
نامی ایک شخص نے اپنے تین ساتھیوں عبداللہ، فتح محمد اور محمد علی کے ساتھ اگست ۱۹۱۵ء میں
بھیس بدل کر سرحد کو پار کیا۔ عبیداللہ پہلے سکھ تھا بعد میں مسلمان ہوا اور دیوبند ضلع سہارنپور
کے مذہبی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے مولوی بنا۔ وہاں اس نے انگریزوں کے خلاف باغیانہ
خیالات کا بہر چند مدرسین اور طالب علموں میں پھیلایا جن لوگوں پر اس نے اثر ڈالا ان میں

۱۔ اسیر مالٹا از مولوی حسین احمد ص ۱۲۹ مطبوعہ سوراج پرنٹنگ ورکس دہلی

سب سے بڑی شخصیت مولانا محمود الحسن صاحب کی تھی جو مدتوں تک درسگاہ دیوبند کے صدر مدرس رہے ہے۔ عبیداللہ چاہتا تھا کہ دیوبند کے مشہور و معروف فارغ التحصیل مولویوں کے ذریعے ہندوستان میں برطانیہ کے خلاف ایک عالمگیر پان اسلامک تحریک چلائے مگر مہتمم مدرسہ اور مجلس شوریٰ کو اور اس کے چند وابستگان کو نکال کر اس تجویز کو درمیان میں ختم کر دیا۔ مولانا محمود الحسن بہر حال دیوبند میں ہی رہے اور عبیداللہ سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مولانا کے مکان پر خفیہ مجالس قائم ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ سرحد کے کچھ آدمی بھی اس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مولانا محمود الحسن نے میاں محمد ایک شخص اور دوسرے دوستوں کے ساتھ مولوی عبیداللہ کی پیروی کی اور ہندوستان چھوڑ دیا مگر یہ لوگ شمال کا رخ کرنے کی بجائے عرب کے خطہ حجاز میں پہنچ گئے سرحد سے روانہ ہونے سے پیشتر مولوی عبیداللہ نے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور دو کتابیں شائع کی تھیں جن میں اس نے باغیانہ تعصب کی تبلیغ کر کے ہندوستانی مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھارا مولوی عبیداللہ اس کے دوسرے دوستوں اور مولانا محمود الحسن کا اہم مقصد یہ تھا کہ بیک وقت ہندوستان پر باہر سے بھی حملہ کرایا جائے اور ہندوستانی مسلمانوں میں بغاوت بھی پھیلائی جائے ہم اس جدوجہد کی تفصیل بتلاتے ہیں جو یہ لوگ اپنے مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے عمل میں لائے۔

مولوی عبیداللہ اور اس کے دوستوں نے پہلے ہندوستان کی متعصب جماعت مجاہدین سے ملاقات کی اور بعد میں کابل چلے گئے۔ وہاں عبیداللہ کی ملاقات ترکی جرمنی مشن سے ہوئی اور ان کے ساتھ اس نے بھائی چارہ قائم کیا کچھ عرصے کے بعد اس کا دیوبندی دوست میاں محمد بھی اس سے کابل میں جاملا یہ شخص مولانا محمود الحسن کے ساتھ عرب گیا تھا اور وہاں سے ۱۹۱۶ء میں جہاد کا ایک اعلان حاصل کر کے واپس آیا تھا جو مولانا محمود الحسن نے حجاز کے ترکی سپہ سالار غالب پاشا سے وصول کیا تھا۔ یہ دستاویز غالب نامہ کے نام سے مشہور ہے۔ محمد میاں نے اس کی کاپیاں راستے میں ہندوستان اور سرحدی قبائل میں تقسیم کیں مولوی عبیداللہ اور اس کے ساتھیوں نے برطانوی حکومت کے خاتمے پر عارضی آزاد ہند حکومت کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا تھا اس تجویز کے مطابق مہندر پرتاب نامی ایک شخص کو صدر بننا تھا یہ شخص ایک معزز خاندان کا جوشیلا ہندو ہے ۱۹۱۴ء کے آخر میں اس نے اٹلی سوئٹزرلینڈ اور فرانس جانے کا پاسپورٹ حاصل کیا۔ یہ شخص سیدھا جنیوا گیا اور وہاں ہردیال سے ملا۔ ہردیال نے اسے جرمن کونسل سے ملایا وہاں سے یہ برلن آیا بظاہر اس نے وہاں جرمنوں کو اپنی اہمیت کے

مبالغہ آمیز تصور سے متاثر کیا اور اسے ایک خاص مشن پر کابل بھیجا گیا خود مولانا کو وزیر ہند اور مولانا برکت اللہ بھوپالی کو وزیر اعظم بننا تھا مولانا برکت اللہ کرشنا ورما کا دوست اور امریکن غدر پارٹی کا ممبر تھا وہ برلن کے راستے کابل پہنچا تھا وہ ریاست بھوپال کے ایک ملازم کا بیٹا تھا اور انگلستان، امریکہ اور جاپان کی سیاحت کر چکا تھا۔ ٹوکیو میں وہ ہندوستانی زبان کا پروفیسر مقرر ہوا تھا وہاں اس نے برطانیہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لئے ایک اخبار جاری کیا اس اخبار کا نام فرنٹیر نٹی اسلامی برادری تھا حکومت جاپان نے اس اخبار کو بند کر کے اسے پروفیسری سے معزول کر دیا وہ جاپان چھوڑ کر امریکہ میں اپنی غدر پارٹی سے جا ملا۔ ۱۹۱۶ء کے شروع میں مشن کے جرمنی ممبر اپنے مقصد میں ناکام ہو کر افغانستان چلے گئے۔ ہندوستانی ممبر وہیں رہے اور کابل میں قائم شدہ آزاد ہند حکومت نے روسی ترکستان کے گورنر اور زار روس کو خطوط بھیجے جن میں اس سے برطانیہ کا ساتھ چھوڑنے اور ہندوستان میں برطانوی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے امداد کی دعوت دی گئی تھی ان خطوط پر راجہ مہندر پرتاب کے دستخط تھے اور یہ خطوط بعد میں برطانیہ کے ہاتھ آ گئے زار کو جو خط لکھا گیا تھا وہ سونے کی تختی پر تھا اور اس کی ایک تصویر ہمیں (رولٹ کمیٹی کے ارکان) کو دکھائی گئی تھی آزاد ہند حکومت کی یہ تجویز تھی کہ ترکی حکومت سے روابط قائم کئے جائیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مولوی عبیداللہ نے اپنے پرانے دوست مولانا محمود الحسن کے نام ایک خط لکھا اس خط کو دوسرے خط کے ساتھ جو ۸ رمضان ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو میاں محمد انصاری نے لکھا تھا ملا کر ایک لفافہ میں شیخ عبدالرحیم کے پاس حیدرآباد سندھ بھیج دیا گیا۔ شیخ عبدالرحیم تب سے غائب ہے لفافہ پر ایک تحریر تھی جس میں شیخ عبدالرحیم سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ یہ خطوط کسی قابل اعتماد حاجی کے ذریعے مولانا محمود الحسن کے پاس مکہ معظمہ پہنچائے جائیں اور اگر کوئی قابل اعتماد حاجی نہ مل سکے تو شیخ صاحب خود ہی یہ خدمت سرانجام دیں۔ مولانا محمود الحسن کے نام کے خطوط جو حکومت برطانیہ کے ہاتھ آئے ہیں ہم نے خود دیکھے ہیں یہ خطوط زرد ریشم پر صاف اور واضح لکھے گئے ہیں محمد میاں کے خط میں جرمن اور ترک مشن کی سابقہ آمد جرمنوں کی واپسی اور ترکوں کے مستقل قیام، بھاگے ہوئے مہاجر طالب علموں کے واقعات اور غالب نامہ کی اشاعت کا ذکر تھا افغانستان میں قائم شدہ عارضی آزاد ہند حکومت اور ایک حزب اللہ کے قیام کی تجویز درج تھی اس فوج کی بھرتی ہندوستان سے کرنے کی تجویز ہوئی تھی اور اس کا کام اسلامی حکومتوں کے درمیان سلسلہ اتحاد قائم کرنا تھا ساتھ ہی مولانا محمود الحسن سے درخواست

کی گئی تھی کہ یہ سارے واقعات سلطنت عثمانیہ تک پہنچا دیں مولانا عبید اللہ کے خط میں حزب اللہ کا مرتب و مکمل نقشہ تھا اس فوج کا مرکز مدینہ میں قائم ہونا تھا خود مولانا محمود الحسن کو اس کا سپہ سالار بننا تھا ثانوی مراکز مقامی سالاروں کے ماتحت قسطنطنیہ طہران اور کابل میں قائم ہونے تھے اور کابل کا سپہ سالار عبید اللہ کو بننا تھا اس فہرست میں تین سرپرستوں بارہ جرنیلوں اور کئی اور اعلیٰ فوجی عہدیداروں کے نام درج ہیں لاہور کے طلبا میں سے ایک نے میجر جنرل بننا تھا اور کچھ کو لیفٹننٹ کرنل بننا تھا ان اعلیٰ عہدیداروں کیلئے جن اشخاص کو تجویز کیا گیا تھا ان میں سے اکثر کے ساتھ اس تقرر کے بارے میں ملاقات نہ ہو سکی تھی مگر اس ساری اطلاع کی وجہ سے جو ریشمی خطوط میں دی گئی تھی چند پیش بندیاں مناسب سمجھی گئیں اور وہ عمل میں لائی گئیں ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود الحسن اور اس کے چار ساتھی برطانوی حکومت کے قبضے میں آگئے اور وہ اس وقت برطانوی نگرانی میں جنگی قیدی ہیں غالب نامہ پر دستخط کرنے والا غالب پاشا بھی جنگی قیدی ہے اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ محمود الحسن پارٹی نے میرے سامنے ایک خط رکھا تھا اور میں نے اس پر دستخط کئے ہیں اس خط کے مشہور حصوں کا ترجمہ یہ ہے۔

"ایشیا یورپ اور افریقہ کے مسلمان اپنے آپ کو ہر قسم کے ہتھیار سے مسلح کر کے خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے کود پڑے ہیں خدا کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین اسلام دشمنوں پر غالب آگئے ہیں۔

اس لئے مسلمانو! جس عیسائی حکومت کے بند میں تم پڑے ہوئے ہو اس پر حملہ کرو دشمن کو مرنے پر مجبور کر کے پختہ عزم کے ساتھ اپنی ساری جدوجہد عمل میں لانے کی جلدی کرو۔ ان پر اپنی نفرت اور دشمنی کا اظہار کرو یہ بھی تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مولوی محمود الحسن آفندی (سابق مدرس دیوبند ہندوستان سے تعلق رکھنے والے) ہمارے پاس آئے اور ہمارا مشورہ طلب کیا ہم نے اس بارے میں اس سے اتفاق کیا اور اسے ضروری ہدایات دیں اگر وہ تمہارے پاس آئے تو تمہیں اس پر اعتماد کرنا چاہیئے اور آدمیوں اور روپوں اور ہر اس چیز سے امداد کی جائے جس کی ضرورت اسے پیش آسکتی ہے۔

(رولٹ کمیٹی رپورٹ ص۵۳ تا ص۶۰)

اس مذکورہ رولٹ رپورٹ میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل غلط ہیں صحیح واقعات یہ ہیں کہ اس تحریک کے قائد مولانا عبید اللہ نہیں تھے بلکہ اس تحریک کے بانی شاہ ولی اللہ تھے جن کے ادھورے کام کو مولانا محمود الحسن نے پایہ تکمیل کو پہنچانے کی کوشش

کی تحریک کا مرکز مدینہ منورہ نہیں بلکہ پہلے دہلی تھا اور بعد میں اس تحریک کا مرکز سرحد کا قبائلی علاقہ تھا جہاں سے حاجی صاحب ترنگ زئی نے جہاد کا آغاز کیا مولانا محمود الحسن جہاد کی اس تحریک کے سپہ سالار نہیں تھے بلکہ مولانا تحریک کے بانی تھے اور سپہ سالار حاجی صاحب ترنگ زئی تھے جنہیں رئیس المجاہدین کا خطاب عطا کیا گیا تھا اس کے ثبوت میں یہ کافی ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی جب علماء کا قافلہ لیکر امان اللہ خان کیلئے قبائل کی حمایت حاصل کرنے گئے اور مجاہدین آزادی سے قبائل کے نام جو فرمان جاری کرایا اس فرمان میں حاجی صاحب ترنگزئی کے وکیل نے دستخط کرتے ہوئے لکھا: "وکیل رئیس المجاہدین" مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے خود اپنی کتاب "علما کے وفد میں" اس کی صراحت کی ہے۔

رولٹ رپورٹ میں ثانوی مرکزوں میں طہران کا نام بھی شامل ہے حالانکہ طہران ایران میں ہے اور ایران کلی طور پر ان دنوں سلطنت برطانیہ کے زیر اثر تھا لہٰذا ایران یا تہران میں ثانوی مرکز کا قائم ہونا حقائق کے لحاظ سے غلط ہے۔

رولٹ رپورٹ میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی کے ایماء پر مولانا محمود الحسن نے اس تحریک کا آغاز کیا تھا حالانکہ مولانا عبیداللہ سندھی کو جب مولانا محمود الحسن افغانستان بھیجتے ہیں تو خود مولانا عبیداللہ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کیوں بھیجے جا رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبیداللہ سندھی خود فرماتے ہیں کہ میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوری طور پر کابل چلا گیا اور کابل میں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ الہند نے مجھے کس لئے کابل بھیجا تھا یہاں یہ حقیقت واضح کی جاتی ہے کہ تحریک حزب اللہ کا مرکز سرحد اور قبائلی علاقہ تھا اس تحریک کے ممبر کابل میں بھی کام کر رہے تھے اور تحریک کے تمام پروگراموں کو حاجی صاحب ترنگزئی کی منظوری کے بعد شروع کیا جاتا تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی جب کابل آئے تو انہیں حاجی صاحب ترنگ زئی کی طرف سے جو ہدایات ملیں ان ہدایات پر انہوں نے عمل پیرا ہو کر کابل میں کام شروع کیا تھا۔[1]

رولٹ رپورٹ میں تحریک حزب اللہ کے قیام کا جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ تحریک حزب اللہ تو دراصل ۱۹۰۵ء میں قائم ہو چکی تھی ۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب ترنگ زئی کا جہاد اس تحریک کی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔[2]

رولٹ رپورٹ میں اس تحریک کو پان اسلامک تحریک قرار دیا گیا ہے جہاں تک

۱۔ کابل میں سات سال از مولانا عبیداللہ سندھی ص ۲۶

۲۔ قلمی جہاد نامہ قاری عبدالمنعان دبیر حاجی صاحب ترنگ زئی ص ۳۴۹

حقائق کا اور واقعات کا تعلق ہے یہ سچ ہے کہ تحریک کو چلانے والے اور تحریک کے بانی زیادہ تر مسلمان علماء اور صالح اور مجاہد لوگ تھے مولانا حسین مدنی نے اپنی کتاب تحریک ریشمی رومال میں لکھا ہے کہ "یہ تحریک پان اسلامک تحریک نہ تھی بلکہ ہندوستان کے قوم پرستوں کی تحریک تھی جس میں مسلمان ہندو اور سکھ سبھی شامل تھے"۔ مولانا حسین احمد مدنی نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض قوم پرستی کے جذبے کے تحت لکھا ہے تاکہ ان کے نظریے سے کانگرس کے نظریات کی تائید ہو سکے۔ مگر جہاں تک حقائق کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ یہ تحریک خالص پان اسلامک تحریک تھی اگر اس تحریک میں ہندو اور سکھ کام کر رہے تھے تو وہ محض اسی طرح کے تعاون کے جذبے کا اظہار کر رہے تھے جس طرح مغلیہ سلطنت کے تحفظ کے لئے جھانسی کی رانی نے کیا تھا یہ ہندو اور سکھ مسلمانوں کی تحریک جہاد میں اس لئے حصہ لے رہے تھے کہ انہیں یہ احساس تھا کہ ہندوستان کی آزادی کا حل مسلمانوں کے جہاد میں ہے۔

اس سلسلے میں مسلمان علماء اور مسلمان مجاہد بھی ہندوؤں اور سکھوں کے اس تعاون کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے انہیں تحریک کا نظم و نسق چلانے میں برابر کا شریک بنا رہے تھے سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمان علماء کو اس بات کا احساس تھا کہ ہندوستان میں ہندو سکھ مسلمان اور دوسری اقلیتیں بھی رہ رہی ہیں اس لئے چونکہ جدوجہد کی بنیاد ہندوستان کی آزادی تھی اس لئے ہر ہندوستانی کا اس جدوجہد میں شامل ہو کر آزادی کے لئے کوشش کرنا قابل ستائش سمجھا جاتا تھا۔ البتہ ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کے دو طریقے اختیار کئے گئے تھے ایک طریقہ عملی جہاد کا تھا جس میں صرف مسلمان اور خاص کر سرحد اور سرحد سے ملحقہ قبائلی مجاہدین شامل تھے دوسرا طریقہ بیرونی ممالک میں مجاہدین کی حمایت میں پروپیگنڈا اور اندرون ملک انگریزوں کے خلاف بغاوت کے جراثیم پیدا کرنا تھا اس شعبے میں جہاں مسلمان شریک تھے وہاں ہندو اور سکھ بھی برابر حصہ لے رہے تھے سیاسی میدان میں مسلم لیگ مسلمانوں کے عملی جہاد کو تقویت بہم پہنچا رہی تھی اس کے مقابلے میں کانگرس خالص ہندو مفاد کے لئے سرگرم عمل تھی۔ جہاں تک عملی جہاد کا تعلق ہے اس میدان میں صرف مسلمان اپنے خدا کے احکام کی اطاعت کرتے ہوئے راہ آزادی میں اور اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ قربان کر رہے تھے حاجی صاحب کا جہاد بھی خالص مذہبی جہاد تھا جو صرف اسلام کی سربلندی

اور ہندوستان میں مسلمانوں کی آزادی کے لئے تھا۔

جہاد کی ناکامی کے اسباب: جب حکومت برطانیہ کو ہندوستان کے انقلابیوں کے ارادہ اور ترکی حکومت کی پالیسیوں کی قطعی تصدیق ہوگئی اور حاجی صاحب ترنگزئی کے مشن کے متعلق بھی مکمل واقفیت حاصل ہوگئی تو حکومت برطانیہ نے تحریک جہاد کے اثرات مٹانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے۔

۱۔ حکومت برطانیہ کے ایما پر افغانستان میں تحریک کے لیڈروں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں۔

۲۔ ہندوستان کے اندرونی حصوں میں تحریک سے منسلک لوگوں کو چن چن کر گرفتار کیا گیا۔

۳۔ مشتبہ افراد کو نظر بند کیا گیا۔

۴۔ حاجی صاحب ترنگزئی کے جہاد کے مشن کو ناکام بنانے کے لئے انگریزوں نے سرحدی علاقوں میں کثیر فوج بھیج دی۔ تاکہ مجاہدین آزادی کا قلع قمع کیا جاسکے۔

۵۔ حکومت برطانیہ کے ایما پر کئی جاسوسوں کو حاجی صاحب کا معتقد بنا کر قبائلی علاقوں میں بھیجا گیا تاکہ وہ مجاہدین کی ہمدردی کے لباس میں مجاہدین کی تحریک کو ناکام بنا سکیں۔

۶۔ افغانستان کے کئی مولویوں کو بھاری رقمیں دیکر حاجی صاحب ترنگزئی کیخلاف استعمال کیا گیا۔

۷۔ حکومت برطانیہ نے ایران میں بھاری فوجیں بھیج کر ترکی کی ناکہ بندی کرادی،

۸۔ ترکی پر چاروں طرف سے حملہ کر کے ترکی سلطنت کا شیرازہ بکھیرنے اور ترکی سلطنت کو ختم کرنے کے لئے ہر ممکن تدبیریں عمل میں لائی جانے لگیں۔

۹۔ ترکی کی فوجوں میں بغاوت کے جراثیم پیدا کرنے کے لئے کئی زرخرید ایجنٹوں کو استعمال کیا گیا۔

۱۰۔ حکومت برطانیہ نے ہندوستان کے مختلف علما کو بھاری بھاری رقمیں دیکر ترکی کے خلاف کفر کے فتوے صادر کرائے جو عالم ترکی کے خلاف کفر کا فتویٰ نہیں دیتا تھا اسے مختلف الزامات کے تحت گرفتار کر کے جیل میں بند کیا جاتا تھا اور اس پر طرح طرح کے ظلم کئے جاتے تھے۔

۱۱۔ سرحد کے قبائلی علاقوں میں جہاد کے جذبے کو کم کرنے کے لئے انگریزوں نے پانی کی طرح روپیہ بہانا شروع کر دیا۔ قبائلی سرداروں کو بھاری بھاری وظیفوں کی پیشکش کر کے حاجی ترنگ زئی کے جہاد کے مشن کو ناکام بنانے کی کوششیں شروع کی گئیں۔

انگریزوں کے ان اقدامات کا یہ اثر ہوا کہ تحریک سے منسلک ہشیار لوگ جو ہندوستان کے اندرونی حصوں میں رہ کر مالی طور پر مجاہدین کی امداد کر رہے تھے وہ گرفتار ہو گئے کچھ مجاہد بھاگ کر قبائلی علاقوں میں حاجی صاحب کے پاس پہنچ گئے بعض لوگ جو تحریک سے منسلک تھے انہوں نے معافی مانگ کر خاموشی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ لسبیلہ، قلات، اورگی اور سرحد کے دوسرے قبائلی علاقوں میں مجاہدین مسلسل انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد رہے۔ اورگی کے مقام پر حاجی صاحب ترنگزئی کے حکم پر قبائلی مجاہدین نے مولانا محمد اسحٰق مانسہروی اور مولانا فضل ربی کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف مسلسل تین سال تک جہاد کیا مگر آخر کار وہ انگریزوں کے ایجنٹوں کی سازشوں سے ناکام ہو گئے۔

قلات اور لسبیلہ کے قبائل دو سال تک انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جنگ میں مصروف رہے۔ حاجی صاحب ترنگزئی انگریزوں کی پیدا کردہ سازشوں کا بھی مقابلہ کرتے رہے اور قبائلی مجاہدین کو متحد اور منظم کر کے انگریزی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ بھی کرتے رہے۔

حکومت برطانیہ نے افغانستان پر اپنا اقتدار جمانے کی کوشش کی مگر افغانستان کے بہادر عوام نے انگریزوں کی سازشوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ آزاد خیال لوگ اور انگریز دشمن افغان امان اللہ خان کی قیادت میں ابھرے اور انہوں نے انگریزوں کے خلاف ایک زبردست تحریک چلائی اس تحریک میں تحریک حزب اللہ کا زیادہ ہاتھ تھا۔ حاجی صاحب ترنگ زئی کے ایما پر امان اللہ خان نے برطانوی ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے انگریزی فوجوں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ حاجی صاحب ترنگ زئی مجاہدین کے ہراول دستے لیکر جنگ استقلال میں شریک ہوتے۔ ڈکہ اور تیراہ کے محاذ پر حاجی صاحب ترنگزئی نے مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے انگریزی فوجوں پر پے در پے حملے کر کے ہزاروں برطانوی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر برطانوی حکومت کے کئی مقبوضہ علاقوں پر قبضہ کیا۔ جنگ استقلال ختم ہو جانے کے بعد جب افغانستان میں جشن آزادی منایا گیا تو امیر افغانستان غازی امان اللہ خان نے حاجی صاحب ترنگ زئی

کو خطابات اور انعام و اکرام سے نوازنا چاہا تو حاجی صاحب نے خطابات اور انعامات لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان صرف اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد میں حصہ لیتا ہے اگر انعام و اکرام اور خطابات لے لوں تو یہ جہاد فی سبیل اللہ نہ ہو گا۔

حاجی صاحب ترنگ زئی جنگ استقلال کے خاتمے کے بعد مجاہدین کو لیکر واپس غازی آباد چلے گئے اور قبائلی علاقوں میں انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے جہاد کا مسلسل سلسلہ شروع کر دیا۔
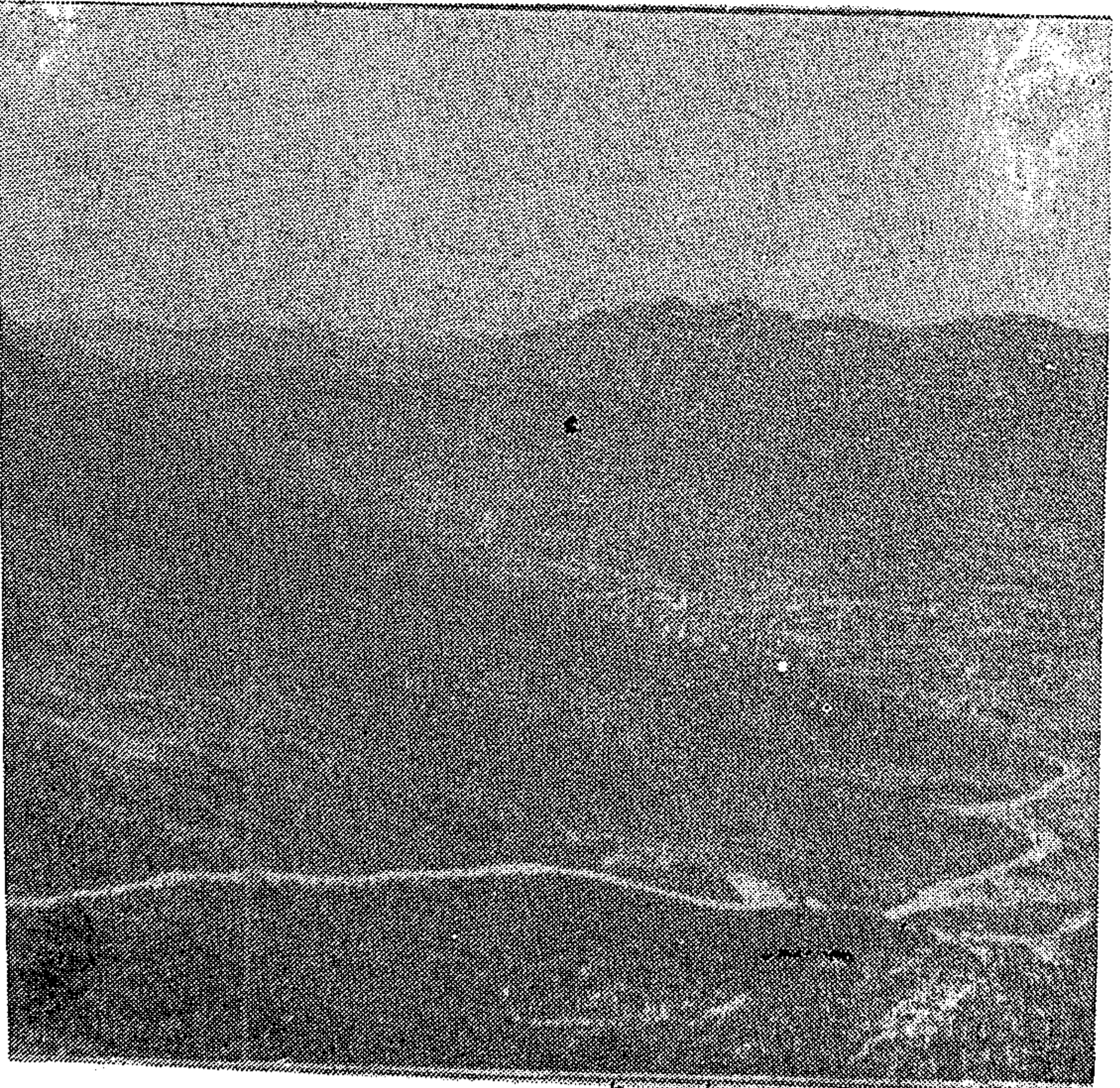
مختی کے درے کی چوٹی سے وچہ جوہڑ کا ایک فضائی منظر

خلیفۃ المسلمین کی طرف سے اعلانِ جہاد

شیخ الہند کے مکہ مکرمہ جانے کا مقصد یہ تھا کہ انگریزوں کی سازش کو ناکام بنانے کے لئے خلیفۃ المسلمین سے جہاد کا فرمان حاصل کر کے ہندوستانی عوام اور قبائلی علاقے میں تقسیم کیا جائے۔ انگریزوں نے جہاد کی سکیم کو ناکام بنانے کے لئے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا کہ جہاد بغیر خلیفۃ المسلمین کے حکم کے ناجائز ہے اس کے ساتھ ساتھ انگریزوں نے ہندوستان میں ایک آدمی سے پیغمبری کا دعویٰ کرا کر اس کے ذریعے ہندوستان بھر میں یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا کہ اہل کتاب کے خلاف جہاد کرنا ناجائز ہے۔ انگریزوں کے ان حربوں کو ناکام بنانے کیلئے شیخ الہند مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے تاکہ خلیفۃ المسلمین سے جہاد کا فرمان حاصل کر کے ہندوستانی عوام اور قبائلی علاقوں میں تقسیم کیا جائے۔ شیخ الہند کی کوششوں سے خلیفۃ المسلمین کے نمائندے محمد کاظم بے نے قبائلی عوام اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اعلان جہاد مرتب کیا جس پر محمد کاظم بے کے علاوہ مولانا برکت اللہ بھوپالی نے بھی شیخ الاسلام ترکیہ کے وکیل کی حیثیت میں دستخط کئے۔ یہ اعلان جہاد جو قبائلی عوام کے لئے جاری کیا گیا تھا فارسی زبان میں تھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

" اے مسلمان بھائیو!

اس وقت خدا نے آپکو نہایت قیمتی مہلت عطا کی ہے جس کی نظیر صدیوں میں نہیں ملتی۔ اگر آپ ذرا ہاتھ پاؤں ہلائیں تو ممکن ہے کہ اس وسیع ملک کو جو دریائے اٹک اور افغانستان کے درمیان واقع ہے تھوڑی سی زحمت سے قبضے میں لے آئیں۔ وہاں ایک مستقل اسلامی سلطنت قائم کریں اور کسی کی رکاوٹ کے بغیر دنیا کی سلطنتوں سے آپ کے سیاسی تجارتی اور علمی روابط پیدا ہو جائیں اس طرح آپ رسول کریم سرتاج رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سلطان معظم کی حمایت میں آ جائیں اور آئندہ انگریزوں کے گزند سے محفوظ ہو جائیں

علمائے حق کی مدد سے آپ اپنی اولاد کو دارالخلافت میں علوم وفنون سکھا سکیں گے اور متمدن و ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش تمدن و ترقی کے میدان میں گامزن ہو سکیں گے۔ آپ کی آئندہ نسلیں دونوں جہانوں میں کامیاب و نیک بخت ہوں گی اور چاہیئے کہ رغبت رکھنے والے اس کی خواہش کریں۔

یہ سنہری موقع ہے انگریز مسلمانوں کے خصوصاً اور اہل شرق کے عموماً دشمن ہیں وہ تین سال سے عالمگیر جنگ میں الجھے ہوئے ہیں۔ ان کی قوم کے لاکھوں افراد ضائع ہو چکے ہیں۔ ان کے لشکر فرانس، اٹلی، بلقان، مصر اور عراق عرب میں خوفناک و خونریز جنگ سے دوچار ہیں۔ ہر مہینے ان کے ہزاروں آدمی ضائع ہونے ہیں۔ اب مذکورۂ بالا میدان ہائے جنگ میں کمک پہنچانا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ ان صدموں اور نقصانوں کے باعث انگریز قوم کی جان پر آبنی ہے ان کی قوت روز بروز کم ہو رہی ہے لیکن سلطنت ترکی نیز حکومت جرمنی اور ان کے حلیف ہر میدان میں کامیاب و بامراد ہیں۔ بلجیم، پولینڈ سردیا، رومانیہ اور مانٹی نیگرو جیسے وسیع اور زرخیز ملک پورے مسخر کئے جا چکے ہیں۔ روس میں ان کی فتوحات روز افزوں ہیں مختصر یہ کہ انگریز اور ان کے ساتھی شکستیں کھا کھا کر شکستہ دل ہو چکے ہیں۔ ان کے بدن زخموں سے چور ہیں وہ ہمت ہار چکے ہیں اور بالکل بے دست و پا ہو چکے ہیں لیکن فتح و ظفر کے باعث جرمنوں، ترکوں، آسٹریوں اور بلغاریوں کے دل قوی اور حوصلے بلند ہیں اور وہ سراپا امید ہیں۔

اگر انگریزوں کی اس پریشان اور خطرناک حالت میں سرحدی قبائل متفق ہو کر شمال سے جنوب تک بیک وقت غارت گرانہ حملوں کا آغاز کر دیں، بڑی جنگ سے بچے رہیں اور پوری حد پر شب خونوں اور چھاپوں کا تانتا باندھ دیں تو چند ہی مہینوں میں انگریزوں کے لشکر کو دریائے اٹک کے پار پہنچا دیں گے جنگی میدانوں پر ان مسلسل حملوں کا اثر جلد ظاہر ہو جائے گا اور انگریزوں کی شکست میں کوئی کسر باقی نہ رہے گی جب انگریز شکست کھا جائیں گے تو خلیفہ معظم مجلس صلح میں اپنی دوست حکومتوں سے متحدہ

قبائلی مسلمانوں کے لئے استقلال و آزادی کی سند حاصل کرلیں گے اور ہر قسم کی مدد پہنچائیں گے اس کے بعد کسی کو قبائلی مسلمانوں میں لڑائی کا یارا نہ رہے گا۔

"زاب خواب سے بیدار ہو" ذقت بہت تنگ ہے اگر اس ذقت بھی نہ جاگے گا تو تیرا نیر گرفت سے نکل جائیگا مہلت کی حیثیت نو بہار کی سی ہے شخصوں اور قوموں کی زندگی میں وہ ایک بار چلی جائے تو پھر نہیں آتی جس طرح گزرا ہوا شباب دوبارہ نہیں لوٹتا۔

مسلمان بھائیو!

تین سال سے زیادہ مدّت ہو چکی ہے کہ تمہارے ہم مذہب بھائی ترک لاکھوں کی تعداد میں اپنا جان و مال خدا کے لئے قربان کئے بیٹھے ہیں انھوں نے یورپ ایشیا اور افریقہ کے میدانوں میں اپنے حلیفوں کے پہلو بہ پہلو مردانگی کی داد دیتے ہوئے شجاعت د شیردل کے جوہر آشکارا کئے ہیں اور ہمیشہ کی نیک نامی حاصل کرلی ہے اور کر رہے ہیں لیکن آپ اے آفریدیو! سواتیو اور دوسرے قبیلے والو! عورتوں کی طرح اپنے گھر میں بیٹھے ہو، ترک بچوں کے یتیم اور عثمانی عورتوں کے بیوہ ہونے کا تماشا دیکھ رہے ہو، کیا آپ کو غیرتِ اسلامی حرکت میں نہیں لاتی اور آپ کی رگِ مروّت نہیں پھڑکتی۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ زمان خان کی ریاست کے چند بے ننگ و ناموس افراد نے خدا، رسول صلعم اور مومنوں سے شرم نہ کرتے ہوئے عالی جناب خیری بے پر حملہ کیا، جو ترکوں کی جلیل القدر قوم کے فرزند ہیں اور اسلامی بھائیوں کی امداد کے لئے یہاں پہنچے ہیں ان لوگوں نے ملا عبدالحلیم مرحوم کو شہید کر ڈالا اس سے بڑھ کر دونوں جہانوں کی روسیاہی کا سامان اور کیا ہو سکتا ہے؟ بدنام کنندۂ نکونامے چند۔ علمائے کرام کے لئے یہ امر کتنی خوش نصیبی کا باعث ہے کہ انہوں نے ان بدکاروں کے گھر جلائے

۱۔ یہ دہی بزرگ ہیں جنہیں وائلی نے سرحدی ملاؤں میں "آگ کا لوکا" قرار دیا ہے دکوہ سیاہ سے وزیرستان تک انگریزی

ان سے مالی تاوان وصول کیا۔ اس طرح انہیں کیفر کردار کو پہنچایا۔ اس سلسلے میں جناب ملّا سید اکبر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قبیلہ کوکی خیل کا نام محسودوں اور مہمندوں کے روشن نام کی طرح دین کے دفتر میں ثبت ہو گیا۔ بیشک کوکی خیلوں کے لئے آفریدیوں کا نام زیبا ہے۔ یہ اسرار ان کے حق میں افشا ہوتے۔ دلاور آفریدی درہ خیبر کی علی مسجد کے نزدیک پیٹھ دکھانے والے مغربیوں کیلئے آسمان سے گرنے والی بجلی بن گئے۔ حب وطن کا تقاضا یہی ہے۔ مردانگی اسی کا نام ہے خدا کا حکم یہی ہے اور اہل دین ایسے ہی کارنامے انجام دیتے ہیں۔

ضروری ہے کہ ملّا عبد الحلیم شہید کی لوح مزار پر ان کی تاریخ شہادت کندہ کی جائے تاکہ آنے والے زمانوں کے لئے یادگار رہے۔

اے قبائلی مسلمانو!

خدا کا شکر ہے کہ تم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو، لیکن تمہاری موجودہ حالت اسلام سے پیشتر دورِ جاہلیت کے عرب قبیلوں کی سی ہے حضرت خاتم النبیین صلعم کے ظہور مبارک کے وقت عرب خیمہ نشین صحرا گرد اور منتشر قبائل کا مسکن تھا تمہارے قبیلوں کی حالت بھی آج کل یہی ہے۔ عرب کے قبائل ہمیشہ باہم لڑتے رہتے تھے تم بھی خانہ جنگی میں مبتلا ہو۔ عرب قبیلوں کی کوئی منظم اور قانونی حکومت نہ تھی تمہاری حالت بھی یہی ہے۔ وہ ڈاکے مارتے تھے تمہارا کام بھی لوٹ مار ہے لیکن حضرت رسول اکرم صلعم کے انفاس پاک کی برکت سے عرب کی بدویت مدنیت میں بدل گئی۔ وہ بکھرے ہوئے قبیلے (سب مومن بھائی بھائی ہیں) کے رشتے میں پروئے گئے اور ایک روحانی جمہوری حکومت وجود میں آگئی دیکھو پانچ وقت کی نماز سب میں برادری اور برابری کے احساسات پختہ کرتی ہے زکوٰۃ و بیت المال ملت کی اجتماعی عمارت کے لئے مادی بنیاد اور مالی پشتیبانی کے ضامن ہیں۔ روزے کے ذریعے سے مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مشقت برداشت کرنے کی عادت پکی ہوتی ہے۔ بیت اللہ کا حج دنیا بھر کی مسلمان قوموں کے درمیان تجارتی، سیاسی اور دینی رابطے پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

اس زمانے کے سب لوگ جہالت کی وجہ سے مردوں کی مانند تھے رسول اکرم صلعم کے انفاس پاک روح بن کران کے بدنوں میں دوڑ گئے۔ حضورؐ نے ان کی جہالت کے داغ دھوڈالے ان کی کاہلی مٹادی ان کو عقل بخشی اور زمانے بھر کی حکومت دیدی بکھرے ہوئے اجزا کو اکٹھا کر کے حضورؐ نے ایک عالیشان قوم بنادی اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے رشتے میں وہ سب بندھ گئے۔

حالات پر غور کرو جناب رسالت مآب صلعم نے کس طرح عرب کے وحشی قبائل کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ جب مکے کے ارد گرد کے قبیلے حضرت پیغمبر صلعم کو (خاک بہ دہن) قتل کرنے کے درپے ہو گئے تو حضورؐ مکے سے نکل کر مدینے چلے گئے۔ ۱۲ ربیع الاوّل کو وہاں پہنچے اور سات ماہ بعد رمضان کے مہینے میں اپنے چچا حضرت حمزہؓ کے لئے ایک جھنڈا بنا کر جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد ڈالدی۔ مدینہ منورہ کے دہ سالہ قیام میں آنحضرت صلعم جن لڑائیوں میں بہ نفس نفیس شریک رہے انکی تعداد اٹھائیس بتائی جاتی ہے اور سریے یعنی جن جنگوں کے لئے آنحضرتؐ نے لشکر بھیجے چھپن تھے۔ جن اٹھائیس جنگوں میں حضور علیہ السلام بنفس نفیس شریک رہے ان میں سے نو میں دشمن سے لڑائی کی نوبت آئی باقی یا تو صلح ہو گئی یا التوائے جنگ پر معاملہ طے ہو گیا یا سرے سے مقابلے کا موقع ہی نہ آیا۔

آخری مرتبہ ۲۶ صفر ۱۱ھ کو آنحضرت صلعم نے مرض الموت میں ایک لشکر اسامہ بن زید کی سرکردگی میں بھیجا۔ ۱۲ ربیع الاوّل کو گویا دو ہفتے بعد سید الکونین صلعم اس جہان فانی سے ہمیشہ قائم رہنے والی دنیا کو تشریف لے گئے سوچنا اور غور کرنا چاہیئے کہ حضرت پیغمبر صلعم نے دس سال کی مدت میں عبادتوں اور ہزاروں سیاسی معاشرتی اور قضائی معاملوں کے باوجود چوراسی جنگوں کا انتظام بھی فرمایا یہی کارکردگی یہی چستی اور مستعدی یہی بیدار مغزی تھی جس نے خدا کی مدد بشریت کی تاریخ کے دھارے کا رخ بدل ڈالا سچ ہے انسان کے لئے کچھ نہیں مگر اسی قدر کہ وہ کوشش کرتا ہے د

اے قبائلی مسلمانو!

وقت آگیا ہے کہ تمام قبیلے پیغمبر اسلام علیہ السّلام کی پیروی میں سیاسی اتحاد پیدا کریں، تمام قبیلوں سے وکیل اور نمائندے منتخب کر کے ایک متحدہ حکومت بنائی جائے۔ بلاشبہہ تمام داخلی امور میں ہر قبیلہ آزاد رہے گا، لیکن بیرونی ملکوں سے تعلقات و روابط کے باب میں حکومت متحدہ جواب دہ ہوگی اس کام کو موجودہ جنگ عالمگیر کے دوران میں پورا کرلو اور جناب خیری بے کے اتفاق رائے سے تمام قبائل کے لئے ایک منصوبہ بنا کر انگریزوں پر غارت گرانہ چھاپوں اور جہاد کا آغاز کردو۔ صلح ہونے سے پیشتر دریائے اٹک کے اس پار (سمت سرحد) کی زمین قبضے میں لے آؤ تاکہ آپ کو خلیفہ معظم کی طرف سے استقلال کی سند اور ہر قسم کی مدد مل سکے۔ شیعہ سنی وغیرہ کے پرانے اختلافات بھلا دو اور تمام قبیلے بھائی بھائی بن جاؤ۔

تم پروین ستاروں کی طرح جمع ہو جاؤ اور بلندی کے آسمان پر پہنچو اگر ذروں کی طرح بکھرے رہو گے تو خاک کے سوا تمھارا کوئی مکان نہ ہوگا۔

شیعہ ہوں یا وہابی آخر سب قرآن کے فرمانبردار ہیں مسلمانو! تمھاری خانہ جنگی کا یہ نتیجہ ہے کہ نصاریٰ اس جہان کے حکمران بن گئے۔

تمھیں خدا نے عقل عطا کی ہے پھر حیوانوں کی خصلتیں کیوں لئے بیٹھے ہو جو دوسروں کے لئے ممکن ہے تمھارے لئے کیوں ممکن نہیں؟

انسان خدا کا خلیفہ ہے۔ وہ اس کائنات کا حاکم ہے۔ بجلی، بھاپ دریا، سب اس کے خادم ہیں۔ انسان بلندی پر نظر آنے والے ستاروں کی شکل، نقل و حرکت اور ایک دوسرے سے دوری کا اندازہ کرتا ہے اس کی عقل آسمان کی ترازو ہے۔

یہ خبر سن کر عالم اسلامی میں ہیجان پیدا ہوا کہ نواب دیر پہلے عمرا خان رئیس جندول کے بیٹے عبدالمتین خان کا مددگار بنا اور اس کے موروثی ملک کو دوسروں کے قبضے سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا لیکن بعد میں خود غاصب بن کر جندول پر قابض ہو گیا۔ سچے مسلمانوں کے دل اس واقعے سے

زخمی ہو گئے۔ مسلمان کس طرح یوں وعدہ شکنی کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ قرآن مجید کا ارشاد ہے: اے مسلمانو! نہ تو قانون الٰہی تمھاری خواہش کے تابع ہے اور نہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی خواہش کے تابع۔ قانون الٰہی یہ ہے کہ جو کوئی برائی کریگا اس کی سزا پائے گا۔ چاہیئے کہ نواب دیر نفاق سے توبہ کر کے اپنے دینی بھائی اور دوست سے عہد باندھے اور مسلمانوں کے ساتھ ہو کر بڑی فتوحات کا امیدوار بنے۔

اے معزز عالمو اور جلیل القدر ملاؤ!

آپ لوگ نبی علیہ السلام کے وارث ہیں حضرت پیغمبر صلعم کے دو دستوروں پر بطور خاص توجہ کیجئے: اوّل یہ کہ آپس کی دشمنی رفع کرنا اور قبائل کو متحد کرنا بنیاد اسلام کی بنیاد ہے جیساکہ قرآن گواہ ہے۔ یاد کرو خدا کا انعام جو تم پر نازل ہوا جب تم آپس میں دشمن تھے پس اس نے تمھارے دلوں میں محبت پیدا کر دی دوسرا دستور یہ کہ جب مسلمانوں کے درمیان دینی اخوت پیدا ہو گئی اور قبیلوں کے درمیان اتحاد کا رابطہ مضبوط ہو گیا تو جناب پیغمبر علیہ السلام نے دشمنان خدا و رسولؐ اور بدخواہان انسانیت کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ ان دو دستوروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جہان کے مالک بن گئے۔ اس ارشاد کے بموجب کہ رسول اللہ صلعم کی پیروی میں تمھارے لئے نیک نمونہ ہے۔ آپ لوگوں کو بھی چاہیئے کہ ان دو پختہ اصول پر مضبوطی سے جم جائیں۔ قبیلوں کو اتحاد کے رشتے میں پرو دیں۔ خدا کے دشمنوں پر حملہ آور ہوں۔ قبائل کو ایک مستقل ملک بنا لیں اور قبیلوں کو ہمیشہ کے لئے انگریزوں کے آسیب سے محفوظ کر دیں۔

اس جگہ وطن پروری کا نکتہ بھی موجود ہے صلح کے اوقات میں انگریز اور روس مسلمانوں کو اتفاق کا موقع نہ دیتے تھے اور ہمیشہ ان کے درمیان مخالفت و نفاق کا بیج بوتے رہتے تھے۔ اب یہ دشمن خود مصیبت میں مبتلا ہیں ہمیں چاہیئے کہ فرصت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس فرصت سے غفلت، وطن اور اہل وطن سے غداری کے مترادف ہو گی۔

جس شخص کے دل میں وطن کی محبت نہیں اسے مرد نہ سمجھ وہ انسانیت کے لئے باعثِ ننگ ہے اس پر خدا کی لعنت ہو۔

اے خدا! تو ان لوگوں کا مددگار رہو جو دینِ محمد صلعم کے مددگار ہیں اور ہمیں ان میں شامل کر اور ان لوگوں کو رسوا کر جو دینِ محمد صلعم کی رسوائی کے درپے ہیں اور ہمیں ان میں شامل نہ کر۔

المحرم الحرام ۱۳۳۶ھ (اکتوبر ۱۹۱۷ء)

وکیل تقدس مآب شیخ الاسلام	وکیل خلیفہ سید المرسلین السلطان المعظم
(مولوی) محمد برکت اللہ	محمد کاظم یوز باشی

نقل فرمان غالب پاشا گورنر حجاز

قائم مقام نمائندہ اعلیٰ حضرت خلیفہ رسول رب العالمین امیر المومنین دام اقبالہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ جنگ عمومی گذشتہ ایک سال سے ترکی کی اسلامی حکومت کا رخ کئے ہوئے ہے روس فرانس اور انگریز دشمنان اسلام ممالک عثمانیہ پر بری و بحری حملے کر رہے ہیں اس صورت حال کے پیش نظر حضرت امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین نے محض اللہ کی نصرت اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی طاقت کے بھروسے پر جہاد کا اعلان کر دیا ہے جس کے جواب میں ایشیا یورپ اور افریقہ کے مسلمانوں نے لبیک کہا ہے اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان جنگ میں کود پڑے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین کی تعداد دشمنان اسلام کی تعداد سے بڑھ گئی ہے اور انہوں نے دشمنوں کی قوت کو مادی اور اخلاقی طور پر کمزور اور تباہ کر دیا ہے چنانچہ روسیوں کی فوج کا ایک بڑا حصہ قفقاز میں تباہ کر دیا گیا ہے اور ایک لاکھ برطانوی فرانسیسی فوج اور ان کے جنگی جہاز درہ دانیال اور دوسرے مقامات پر برباد کر دیئے گئے ہیں ترکوں جرمنوں اور آسٹریلینوں نے مشرق میں روسیوں کو اور مغرب میں فرانسیسیوں اور بلجیم والوں کو پیچھے دھکیل دیا ہے ایک تہائی روسی اور فرانسیسی علاقے اور سارے بلجیم اور لاکھوں رائفلوں، بندوقوں اور دوسرے سامان جنگ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور ہزاروں فوجیوں کو قیدی

بنالیا ہے اب بلغاریہ بھی مرکزی قوتوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا ہے اور اس نے سربیا کے علاقے میں اندر تک گھس کر وہاں کے لوگوں کو شکست فاش دیدی ہے اس لئے میرا یہ پیغام مرے سلام کے ساتھ ان مسلمانوں کو پہنچا دیا جائے جو ان حکومتوں کی غلامی میں ہیں کہ وہ اب مکمل طور پر شکست کھا چکی ہیں اور اب بالکل لاچار و بے یار و مددگار ہیں اور ان کے یعنی مسلمانوں کے سامنے جس قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے وہ محض خیالی ہے مسلمانو! آج تمہاری نجات کا دن ہے اس لئے اپنی ذلت و خواری اور اپنی غلامی پر راضی و قانع نہ رہو بلاشبہ آزادی کامیابی فتح و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ اب خواب غفلت سے بیدار ہو اور متحد ہو کر اپنے اندر تنظیم و اتحاد پیدا کرو اپنی صفوں کو درست کرو اور اپنے آپ کو ان چیزوں سے لیس کرو جو تمہارے لئے ضروری ہوں اور کافی ہوں پھر اس ظالم و جابر عیسائی حکومت کیخلاف اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ جس کی غلامی کا کمزور طوق تمہاری گردنوں میں پڑا ہوا ہے اس زنجیر غلامی کو اپنے مذہب کی طاقت اور دین کی تیز دھار سے کاٹ ڈالو۔ اس طرح اپنے وجود اور انسانی آزادی کے حقوق کو حاصل کر لو ہم انشاءاللہ عنقریب مکمل فتح اور کامیابی کے بعد معاہدے کریں گے تو تمہارے حقوق کی پوری طرح حفاظت و مدافعت کریں گے اس لئے اب جلدی کرو اور پختہ عزم و ارادہ کے ساتھ دشمن کا گلا گھونٹ کر اسے موت کے منہ میں پہنچا دو۔ اور اس سے نفرت و دشمنی کا مظاہرہ کرو ہم تمہاری طرف بھروسہ اور اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لئے یہ اچھا موقع ہاتھ سے نہ جانے دو بد دل نہ ہو اور خداوند برزگ و برتر سے دلی مراد پوری ہونے کی امید رکھو تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ مولانا محمود الحسن صاحب جو پہلے دیوبند ہندوستان کے مدرسے میں تھے ہمارے پاس آئے اور ہم سے مشورہ طلب کیا ہم اس بارے میں ان سے متفق ہیں اور ان کو ضروری ہدایات دے دی ہیں ان پر اعتماد کرو اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو روپیہ سے آدمیوں سے اور جس چیز کی انہیں ضرورت ہو اس چیز سے ان کی مدد کرو۔ (از غالب پاشا والی حجاز)

خلیفۃ المسلمین کی طرف سے اعلان جہاد اور غالب پاشا کے پہنچنے کے بعد مجاہدین کے دلوں میں جوش و خروش پیدا ہوا۔ یہ فرمان انگریزوں کے اس پروپیگنڈے کے اثر کو زائل کرنے میں انتہائی مؤثر ثابت ہوا۔ حاجی صاحب نے اس فرمان کے جواب میں صدر جمعیت حزب اللہ کی طرف سے مولانا محمود الحسن کے توسط سے جو اس وقت حجاز میں تھے خلیفۃ المسلمین کو مندرجہ ذیل عرضداشت لکھ کر بھیجی۔

عرضداشت جمعیت حزب اللہ

جو یاغستان کے مہاجرین و انصار (حزب اللہ) پر مشتمل اور مولانا سلطان العلماء کی زیر سرپرستی وزیر صدارت قائم ہے۔

بسم اللہ

(۱۳۳۱ھ الا ان حزب اللہ ھم الغلبون)

بتوسط مخدوم الانام حامی اسلام سلطان العلماء مہاجر فی سبیل اللہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب صدر اعظم جمعیۃ حزب اللہ عم فیوضہم بملاحظہ غوث الاسلام خلیفۃ المسلمین امیر المومنین خادم الحرمین الشریفین سلطان ابن سلطان سلطان محمد رشاد خان خامس خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ۔

بعد آداب وتسلیمات مسنونہ و فدویانہ۔ خدمت عالی میں مندرجہ ذیل معروضات پیش ہیں۔

۱۔ ہم خدام اسلام حضرت سلطان العلماء مولانا محمود حسن صاحب کی زیر سرپرستی مجتمع ہو گئے ہیں ہم نے اپنا نام "حزب اللہ" رکھا ہے اور آتش ظلم کو سرد کرنا ہمارا نصب العین ہے۔

۲۔ ہندوستان اور افغانستان کی حدود کے درمیان ایک وسیع علاقہ جو وزیرستان سے الائی دکشمیر تک پھیلا ہوا ہے جو آزاد علاقہ ہے۔ بہادر اور غیرت مند حنفی المذہب افغانوں کا مسکن ہے۔ ان جری اور غیور بہادروں نے روز اوّل سے اپنے علاقہ کو حکومت انگریزی کے تسلط سے آزاد رکھا ہے۔ ہم نے ۱۳۳۱ھ سے مہمند سے الائی تک کے علاقہ میں اپنی جدوجہد کے مراکز قائم کر رکھے ہیں

۳۔ جیسے ہی دربار خلافت سے انگریزوں کے مقابلہ میں جنگ کا اعلان ہوا۔ جمعیۃ حزب اللہ کے کچھ ارکان حضرت سلطان العلماء کے ایماء پر انگریزی حکومت سے ہجرت کر کے اس آزاد علاقہ میں پہنچے اور یہاں کے لوگوں کو انگریزوں کے خلاف ابھارنے کا کام شروع کر دیا۔

برطانوی حکومت کی طرف سے جو رپورٹ گذشتہ عیسوی سال کے گزٹ میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ہماری اس جدوجہد کا اقرار موجود ہے۔ ہند اور افغانستان کی تحریک میں بھی ہم نے بھرپور کوشش کی ہے اور کرتے رہیں گے اگرچہ اب تک اس میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

(۴) ہم خدام اسلام میں انگریزوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور خاص طور پر جنگ کے خاتمہ کے بعد اس لئے بصد آداب عرض گذار ہیں کہ

(الف) صلح عمومی اور مختلف حکومتوں کے درمیان معاہدے کے وقت مذکورہ بالا علاقہ کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے طے کرالیا جائے کہ یہ علاقہ سریر خلافت کے زیر اثر رہے گا۔
(ب) اس علاقہ کے انتظام اور اصلاح کے لئے دربار خلافت سے افسر بھیجے جائیں۔ اور
(ج) اگر موجودہ جنگ کے دوران ہی کچھ افسر، تھوڑی فوج، سامان جنگ اور مصارف خوراک کے ساتھ یہاں بھیج دیئے جائیں تو یہاں سے لاکھوں جنگ آزمودہ غازی بلا تنخواہ اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور یہ اقدام افغانستان کو سرگرم کرنے میں بھی معاون ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دربار خلافت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق و استطاعت بخشے آمین ثم آمین۔

مورخہ ۷ ارشوال المکرم ۱۳۳۵ھ
تقریباً مطابق ۱۵ راگست ۱۹۱۷ء

نوٹ :۔ غالب پاشا گورنر حجاز شریف کا فرمان جس میں جنگ میں شریک ہونیوالوں کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جو ہم تک مولوی ابوالحامد انصاری بدایونی کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اس عرضداشت کے پیش کرنے کا محرک بنا ہے۔ فقط

مہر جناب حاجی صاحب ترنگزئی مہاجر غازی
فی سبیل اللہ صدر جمعیتہ حزب اللہ

مہر غازی معروف جناب ملا صاحب بابڑہ
صدر انصار جمعیتہ حزب اللہ

مہر مولوی فضل ربی مہاجر
رکن جمعیتہ حزب اللہ

مہر مولوی عبدالعزیز صاحب
رکن جمعیتہ حزب اللہ

تحریک جہاد میں افغان حکمرانوں کا کردار

حاجی صاحب ترنگ زئی نے قبائلی علاقے کو تحریک جہاد کا مرکز بنایا تھا۔ یہ قبائلی علاقہ افغانستان سے ملحق تھا۔ ضروری ہے کہ اس تحریک جہاد کے سلسلے میں افغان حکمرانوں کے کردار پر بھی سرسری روشنی ڈالی جائے۔

انگریزی حکومت کے ہندوستان میں قیام کے بعد اس کی افغانستان کے ساتھ آئے دن چپقلش رہتی تھی بالآخر انگریزوں نے امیر عبدالرحمان کو کابل کے تخت پر بٹھلایا اور ان سے معاہدہ کیا کہ وہ ہندوستانی حدود پر افغان قبائل کی یورش کی روک تھام کرتے رہیں گے اور اس کے صلے میں انہیں بارہ لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ دینا منظور کیا۔ چنانچہ امیر عبدالرحمان نے انگریزی وظیفہ خوار بن کر افغانوں کی روح کو کچلنے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ حریت پسند افغانوں کے جذبہ حریت کو کچلنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر ۱۸۹۰ء میں سر ہنری مارٹمر ڈیورنڈ کی سرکردگی میں ایک مشن کابل روانہ کیا گیا تاکہ ہندوستان اور کابل کی سرحدات کا تعین ہو سکے اس کمیشن نے افغانستان کی مشرقی اور جنوبی سرحدات کا تعین کیا اور اس خط کا نام ڈیورنڈ لائن رکھا۔ یہ لائن کنڑ کے پہاڑ سے شروع ہو کر درہ خیبر اور رنلی مسجد کے پہاڑ ڈکہ تک پھیلی ہوئی ہے اس معاہدے کی رو سے امیر کابل کا وظیفہ بھی بڑھا کر اٹھارہ لاکھ روپے سالانہ کر دیا گیا اور وہ تمام علاقہ جو یاغستان یا قبائلی علاقہ کہلاتا تھا۔ انگریزی حلقہ اثر میں لے لیا گیا اور امیر افغانستان نے اس علاقہ سے دستبرداری لکھ دی اس سے ایک طرف تو کوئٹہ اور لولان کے درے یعنی کوہاٹ بہادر خیل کی حفاظت اور دوسری طرف پشاور، شبقدر اور ہشت نگر کے سرحدی علاقوں پر انگریزوں کی گرفت مضبوط ہو گئی اور اس معاہدے کی رو سے انگریزوں نے ان علاقوں میں مورچے بنانا شروع کئے اور اپنی مخصوص فارورڈ پالیسی کے تحت قبائلی علاقوں میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرنے کے لئے قبائل کے سرکردہ لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے بھاری وظیفے یا مواجب مقرر کر دیئے۔ اور ان سرکردہ لوگوں کو کہا گیا کہ

تم کو ملکی یا سرداری اس لئے دی جاتی ہے تاکہ تم انگریزوں کے مفاد کے لئے کام کرو اور جو لوگ انگریزی مفاد کے خلاف ہوں یا حکومت برطانیہ کی مخالفت کریں تو تم اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اس سلسلے میں برطانوی حکومت بھی تمہارے ساتھ ہر ممکن تعاون کریگی انگریزی حکومت سالانہ دو کروڑ روپے سے بھی زائد روپیہ اس طرح خرچ کرتی تھی اور جہاں کہیں کسی قبیلے یا ملک نے سرکشی کا رجحان ظاہر کیا فوراً اس کا منہ سنہری تمغے سے بھر دیا جاتا تھا۔[۱] انگریزوں کی اس پالیسی نے قبائلی علاقے کے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ایک تو وہ لوگ تھے جو انگریزوں کی داد و دہش کے جال میں پھنس کر اپنے جذبۂ حریت اور جذبۂ اسلامی سے بے نیاز ہو چکے تھے اور ان کا مطمع حیات بس یہی ہوتا تھا کہ وہ انگریزوں کی خوشنودی کیلئے وہی کام کریں تاکہ ان کے وظیفے میں اضافہ ہو انہیں گورنر یا کمشنر یا ڈپٹی کمشنر یا پولیٹیکل ایجنٹ کے دربار میں کرسی نشینی کا عہدہ مل سکے یا پھر انہیں تعریفی اسناد اور انعام و اکرام سے انگریز حکومت نواز سکے۔ دوسرا گروہ ان مجاہدین کا تھا۔ جو اپنی اسلامی روایات پر نہایت سختی سے کاربند تھا اور اپنی دیانت اور شرافت اور نیک چلنی میں اسلامی روایات کا حامل اور جذبۂ حریت سے سرشار تھا۔ اسی گروہ کے افراد نے حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں برصغیر کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے عظیم جد و جہد کی۔

امیر عبدالرحمان کے بعد امیر حبیب اللہ خان جب کابل کے بادشاہ بنے تو ان کے بھائی سردار نصر اللہ خان نائب السلطنت اور ولی عہد مقرر کئے گئے۔ امیر حبیب اللہ خان انگریزوں کے حامی اور معاون تھے انگریز انہیں ہر ماہ بھاری رقم بطور وظیفہ دیتے تھے تاکہ وہ انگریزوں کی حمایت کرتے رہیں۔ گویا امیر حبیب اللہ خان کے زمانے میں افغانستان کی حکومت انگریزوں کی ایک نوآبادی تھی جس پر انگریز امیر حبیب اللہ خان کے ذریعے حکومت کر رہے تھے۔ افغانستان کے سرداروں کو اور قوم پرستوں کو امیر کا یہ طریق کار ناپسند تھا امیر کو زیادہ خطرہ اپنے بھائیوں سے تھا کہ وہ کہیں برسراقتدار نہ آجائیں لہٰذا امیر نے یوں کیا کہ جب اس کے بیٹے جوان ہوئے تو اس نے اپنے بیٹے سردار عنایت اللہ خان کو ولی عہد مقرر کیا

۱۔ مشاہدات کابل اور یاغستان از محمد علی صفحہ ۴۲

جب ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو ہندوستانی مسلمانوں ترکوں اور جرمنوں کی طرف سے امیر حبیب اللہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ انگریزوں کا ساتھ چھوڑ دیں امیر نے مصلحتاً برطانیہ کے خلاف معاملات سردار نصر اللہ خان کے سپرد کر دیئے اور برطانوی حمایت کا معاملہ اپنے پاس ہی رکھا گویا امیر نے بظاہر یہ پالیسی اختیار کی کہ سردار نصر اللہ خان کے ذریعے عوام کو یہ تاثر دیا کہ اسے برطانوی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مگر در پردہ انگریز اسی کے ذریعے قبائلی مجاہدین آزادی کی جدوجہد کو ناکام بنا رہے تھے اور ہندوستان کے حریت پسندوں کو جنہوں نے کابل کو مرکز بنا کر ہندوستان کی آزادی کیلئے جدوجہد شروع کر رکھی تھی، امیر نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کی مہم شروع کر رکھی تھی۔ انگریزوں نے امیر حبیب اللہ خان کے ذریعے قبائل میں بیشمار روپیہ تقسیم کر کے انھیں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے سے روکنے کی کوشش شروع کر رکھی تھی۔ بظاہر امیر نے ایسی پالیسی اختیار کر رکھی تھی کہ کسی کو اس کی نیت پر یہ شبہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ دل و جان سے انگریزوں کا حامی اور ان کی کامیابی کا متمنی ہے قبائل کے جذبۂ جہاد کو دیکھ کر اس نے قبائلی مجاہدین میں بے شمار روپیہ تقسیم کرنا شروع کیا اور ساتھ ہی قبائلی مجاہدین سے اپنی سلطنت اور اپنے نام پر بیعت نامہ حاصل کرنا شروع کیا سرحد اور پشاور میں افغانوں کو کہا جاتا کہ امیر کابل جہاد کرے تو اس وقت بیشک تم جہاد میں شریک ہو جاؤ لیکن بغیر بادشاہ کے جہاد ناجائز ہے اس لئے عام بدنظمی سے پرہیز کرو اسی طرح حاجی ترنگزئی اور دوسرے مجاہدین کا کام رک گیا۔[1]

امیر حبیب اللہ خان کے قول و فعل سے یہ ہرگز ترشح نہیں ہوتا تھا کہ وہ انگریزوں کا دلی حامی اور معاون ہے وہ جو روپیہ قبائل اور مجاہدین میں تقسیم کرتا تھا اس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ امیر اپنی طرف سے یہ روپیہ تقسیم کر کے مجاہدین کو تقویت پہنچا رہا ہے تاکہ مجاہدین مالی لحاظ سے مطمئن ہو کر جہاد کے لئے مکمل طور پر تیار ہو سکیں۔ چنانچہ جب امیر کی طرف سے قبائل اور مجاہدین سے ۔ بیعت نامے حاصل کئے جانے لگے تو مجاہدین نے زور و شور سے امیر کے نام پر بیعت نامے لکھ لکھ کر دینا شروع کر دیئے۔ سردار نصر اللہ

۱۔ نقش حیات از سید حسین احمد مدنی ص ۱۷۲

خان چونکہ بیعت نامے حاصل کرنے پر مامور تھے اس لئے مجاہدین شوق جہاد سے سرشار ہو کر بڑی خوشی سے امیر کے نام پر بیعت کرتے جاتے تھے۔ کیونکہ انگریزوں نے بعض اپنے حواریوں سے اس قسم کے فتوے لکھوا کر تقسیم کر دیئے تھے کہ امیر کے بغیر جہاد جائز نہیں ہے اس سے متاثر ہو کر مجاہدین نے دھڑا دھڑ بیعت نامے لکھ کر سردار نصر اللہ خان کے دفتر میں بھیجنا شروع کر دیئے تھے۔ سردار نصر اللہ خان اور مجاہدین کو یہ راز نہ معلوم ہو سکا کہ ان حربوں کے ذریعے امیر حبیب اللہ تمام قبائلی مجاہدین اور قبائلی عوام اور ہندوستانی مجاہدین کو اپنی گرفت میں لے رہا ہے تاکہ وہ اس کی اجازت کے بغیر نہ تو جہاد کر سکیں اور نہ ہی انگریزوں کے خلاف کسی قسم کا کوئی قدم اٹھا سکیں۔ سرحد کے لوگ جوق در جوق حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس خفیہ طور پر جہاد کیلئے پہنچنے لگے تو انگریزوں نے سرحد کے مرکزی شہر پشاور اور دوسرے اضلاعی شہروں اور تحصیلوں میں امیر حبیب اللہ کی طرف سے یہ کہلانا شروع کر دیا کہ مجاہدین امیر کابل کے ہاتھ پر بیعت جہاد کر رہے ہیں اس لئے امیر کابل جہاد کرے تو اس وقت بیشک جہاد میں شریک ہو جاؤ لیکن بغیر بادشاہ کے حکم کے جہاد ناجائز ہے اس لئے عام بدنظمی سے پرہیز کرو۔[۱]

ایک طرف امیر حبیب اللہ خان انگریزوں کے اشاروں پر قبائلی مجاہدین اور اپنی رعایا کو یہ تاثر دے رہے تھے کہ وہ انگریزوں کے خلاف ہیں اور وقت پڑنے پر جہاد کا حکم دے دیں گے۔ دوسری طرف امیر نے ترکی، جرمنی اور ہندوستان کے وفد کو اور حاجی صاحب ترنگ زئی کو یہ کہا کہ جب تک ترکوں کی امدادی فوجیں افغانستان نہ پہنچ جائیں اس وقت تک روس اور برطانیہ دونوں کے خلاف اعلان جنگ خلاف مصلحت ہے البتہ جس وقت ترکی اور جرمن کی فوجیں افغانستان پہنچ گئیں تو اس دن انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے گا۔[۲]

امیر حبیب اللہ خان یہ طفل تسلیاں انگریزوں کے اشارے اور سکھانے پر کر رہا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ نہ تو ترکی اور جرمن کی فوجیں ہندوستان پر

۱۔ نقش حیات از سید حسین احمد مدنی جلد دوم ص ۱۴۲

۲۔ قلمی ڈائری قاری عبدالمستعان وقائع نویس حاجی ترنگ زئی ص ۵۶

حملہ کرنے کے لیئے افغانستان پہنچیں گی اور نہ ہی اعلان جہاد کا موقع آئے گا۔ کیونکہ انگریزوں نے اسے بتا دیا تھا کہ روس اور برطانیہ نے مکمل طور پر ان راستوں کی ناکہ بندی کر دی ہے تاکہ ترکی فوج کسی صورت بھی افغانستان میں داخل نہ ہو سکے لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان مجاہدین کو اسی طرح ٹال مٹول میں رکھا جائے تاکہ اتحادی ترکی کا کام تمام کرنے میں کامیاب ہو سکیں نیز قبائلی مجاہدین بھی امیر کی طرف سے جہاد کے اعلان کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔

حاجی صاحب ترنگ زئی اور ہندوستانی مجاہدین کے امیر اور افغانستان میں قائم ہونے والی ہندوستان کی عارضی آزاد ہند حکومت کے ارکان کو جب یقین ہو گیا کہ امیر حبیب اللہ انگریزوں کے اشاروں پر مجاہدین کے جذبۂ جہاد کو ٹھنڈا کرنے کی چالیں چل رہا ہے اور دوسری طرف مجاہدین کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو روپیہ امیر کی طرف سے قبائلی مجاہدین میں تقسیم کیا جا رہا ہے یہ انگریزوں کی طرف سے تقسیم کیا جا رہا ہے تاکہ قبائلی مجاہدین کو امیر پر ہر قسم کا اعتماد پیدا ہو سکے۔ یہ راز معلوم ہو جانے کے بعد حاجی صاحب ترنگزئی نے سردار نصر اللہ خان کے پاس ایک وفد بھیجا تاکہ وہ امیر سے کہیں کہ امیر اپنا وعدہ پورا کرے اور اعلان جہاد کرے تاکہ اس جہاد کو شرعی حیثیت حاصل ہو سکے اور لوگ امیر کی طرف سے عام اعلان جہاد ہو جانے سے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔ اس وفد میں قبائلی سرداروں کے علاوہ ملّا چکنور کو بھی حاجی صاحب کی طرف سے بھیجا گیا تھا[1]۔ سردار نصر اللہ خان بھی حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ امیر کی طرف سے جو کچھ ہو رہا ہے، انگریزوں کے اشارے سے ہو رہا ہے چنانچہ سردار نصر اللہ خان جو نائب السلطنت تھے انھوں نے بھی بہتر سمجھا کہ اس معاملے کی حقیقت تک پہنچنے کیلئے امیر سے دو ٹوک بات کی جائے چنانچہ انہوں نے مجاہدین کے اصرار کا ذکر کیا کہ بیعت نامے پہنچ چکے ہیں لہٰذا مجاہدین اعلان جہاد کے شدت سے منتظر ہیں۔ امیر حبیب اللہ نے ایک جرگہ بلایا جس میں تمام فوجی افسر اور قومی بزرگ شامل تھے۔ امیر نے اس مسئلے پر رائے طلب کی تو سوائے امیر حبیب اللہ خان کے ایک بیٹے سردار عنایت اللہ خان کے تمام نے متفقہ یہ قرار دیا کہ لڑنا ضروری ہے۔ شوریٰ کو اس نقطہ پر متفق کرنا بھی سردار نصر اللہ خان کی قوت کا مظاہرہ تھا جرگے کا فیصلہ سنکر

---

[1] قلمی روزنامچہ از قاری عبدالمستعان وقائع نویس حاجی صاحب ترنگ زئی ص ۵

امیر حبیب اللہ حیران رہ گئے اب ان کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا کیونکہ اگر وہ اعلان جہاد کرتے تو انگریز ان سے خفا ہوتے تھے لہٰذا وہ انگریزوں کو کسی قیمت پر بھی خفا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے جرگے کے متفقہ فیصلے کو انگریزوں کی پشت پناہی کے زور پر مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت ہی دے سکتا ہوں[1]

امیر حبیب اللہ کے اس فیصلے کے بعد حاجی صاحب ترنگ زئی اور قبائلی مجاہدین پر صحیح حقیقت واضح ہوئی، سردار نصر اللہ خان کو بھی اب یقین ہو گیا کہ اس تمام کارروائی سے مطلب میری ولی عہدی کے فیصلے کی انگریزوں کی تائید سے منسوخ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا سردار نصر اللہ خان نے بھی اپنے انتظامی مشن کو ڈھیلا کر دیا اور امیر کے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں کیونکہ امیر حبیب اللہ انگریزوں کی شہ پر یہاں تک تجاوز کر گیا تھا کہ اسے نہ تو رعیت کی کوئی پرواہ تھی اور نہ ہی اسلام کی عظمت کا اسے احساس تھا وہ کھلم کھلا شرفا کی بہو بیٹیوں پر ہاتھ دراز کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے اس گھناؤنے فعل سے بعض عفیف عورتوں نے عصمت دری کے بعد خودکشی کر لی[2]

امیر کے ان مظالم اور اخلاقی عیوب کو دیکھ کر سردار نصر اللہ خان اور امیر امان اللہ خان محمود خان طرزی اور سپہ سالار محمد نادر خان نے متحد اور متفق ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ہو۔ افغانستان کی سرزمین کو برطانوی سائے سے نجات دلائی جائے امیر حبیب اللہ خان کا وجود اس راستے میں ایک زبردست رکاوٹ تھی چنانچہ ۱۹۱۹ء کو جلال آباد میں جب کہ وہ ایک رات محفل عیش و طرب میں مشغول تھا کسی نے گولیوں کی بوچھاڑ سے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے ہی روز کابل میں امیر امان اللہ خان کی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ اور شاہی فرمان کے ذریعے تمام ملک میں امیر امان اللہ خان کی تخت نشینی کا اعلان کیا گیا۔

امیر حبیب اللہ خان نے کابل میں ان مجاہدین پر سخت پابندیاں عائد کر رکھی تھیں جو کابل میں بیٹھ کر ہندوستان کی آزادی کے لئے سیاسی جدوجہد یا پھر مجاہدین کے لئے

۱۔ قلمی روزنامچہ قاری عبدالمستعان وقائع نویس حاجی صاحب ترنگ زئی ص۶۲

۲۔ نقش حیات جلد دوم از سید حسین احمد مدنی ص۱۷۲

منصوبہ بندی اور دوسرے ممالک کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کے لئے راہ و رسم پیدا کر رہے تھے بعض کو قید و بند میں ڈال رکھا تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ امیر حبیب اللہ کے حکم سے ۱۳۳۵ھ کو ہمیں ایک تنگ مکان میں لا کر قید کر دیا گیا ہم لوگ بیس پچیس آدمی تھے جب امیر امان اللہ خان نے پہلے دن استقلال کا دعوی کیا تو ہم قید و بند سے آزاد ہو گئے[1]

امیر امان اللہ خان نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلا جو کام کیا وہ اعلان آزادی تھا انہوں نے سفیر برطانیہ مقیم کابل کو اپنے دربار میں بلا کر کہا کہ آج سے افغانستان آزاد و خود مختار ہے اس کی اندرونی اور بیرونی حکمت عملی میں کسی کی نگرانی اور کسی کا ہاتھ ہر گز نہ ہوگا کسی بیرونی حکومت کو ہمارے کاموں میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں تم ہمارے اس اعلان سے اپنی حکومت کو مطلع کر دو[2]

برطانیہ کو آگاہ کرنے کے بعد آپ نے اپنی قوم کے نام ایک پیغام جاری کرتے ہوئے کہا۔

"اے میری غیرت مند قوم! او اے بہادر سپاہیو! میں نے افغانستان کی آزادی کا اعلان کر دیا ہے۔ ہماری سلطنت آج سے اپنے اندرونی اور بیرونی امور میں مکمل طور پر خود مختار ہے اس اعلان سے میں نے انگریزوں کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔ آج کی تاریخ سے افغانستان کو وہی حقوق حاصل ہیں جو دنیا کی دوسری آزاد حکومتوں کو حاصل ہیں۔ یہ اعلانِ آزادی ایک بڑا اہم تاریخی واقعہ ہے اور اہل ملک کے لئے بہت ہی بڑی خوشخبری ہے"[3]

امان اللہ خان کے اس اعلان کے بعد افغانستان سے انگریزوں کی بالادستی کا خاتمہ ہو گیا مگر انگریزوں نے اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لئے افغانستان سے جنگ شروع کر دی ۹ مئی ۱۹۱۹ کو ایک افغانی لشکر جس کی تعداد چار ہزار سے زیادہ نہ تھی آٹھ توپوں

۱۔ ذاتی ڈائری۔ از مولانا عبید اللہ سندھی ص ۱۳
۲۔ کابل میں چار بادشاہ از حضرت سید شاہ بخاری ص ۷
۳۔ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۸

کے ساتھ لنڈی کوتل سے روانہ ہوا اور سرحد کے مقام عیش خیل پر قابض ہو گیا اس افغانی حملے نے انگریزوں کو پریشانی میں ڈال دیا۔ انگریزی نوجوں نے مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کیا دونوں طرف سے کافی نقصان ہوا مگر اس جنگ سے سرحدی مجاہدین میں بڑا جوش پیدا ہو گیا انگریزوں نے سوچا کہ سرحد کے لوگ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر انگریزوں کے خلاف برسر پیکار نہ ہوں اس لئے پشاور میں فوری طور پر مارشل لا نافذ کر دیا گیا ہوائی جہازوں کے ذریعے افغانستان کے سرحدی علاقوں میں بمباری شروع کر دی۔ ۱۷ مئی ۱۹۱۹ء کو مجاہدین نے ایک برطانوی جہاز کو گولیوں سے مار مار کر نیچے گرا لیا اور اس کے ہوا بازوں کو قبضے میں کر لیا۔ برطانیہ افغانستان پر دوبارہ اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے جولائی ۱۹۱۹ء تک فوجی کاروائیوں میں مصروف رہا اس کا خیال تھا کہ وہ افغانستان کو طاقت کے ذریعے شکست دیکر اس پر ہمیشہ کے لئے قابض ہو جائے گا مگر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ انگریزوں نے تقریباً ایک ہزار میل تک محاذ جنگ کو وسعت دیدی تھی۔ امیر امان اللہ خان نے بھی قبائلی مجاہدین میں اسلحہ تقسیم کر دیا تھا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ہندوستانی مجاہدین بھی مجاہدین کا لشکر لے کر ڈکہ کے مقام پر انگریزوں کے ساتھ مقابلے کیلئے پہنچ چکے تھے۔ مجاہدین نے اس محاذ پر کئی دن تک انگریزی فوج کا مقابلہ کر کے اسے شدید نقصان پہنچایا۔ اب برطانوی حکومت کے نزدیک سوائے صلح کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ چنانچہ برطانیہ نے افغانستان سے صلح کی درخواست کی، ۲۴ جولائی ۱۹۱۹ء کو دونوں حکومتوں کے نمائندے راولپنڈی میں جمع ہوئے حکومت برطانیہ کی طرف سے سر ہملٹن گرانٹ اور افغانستان کی طرف سے سردار علی احمد جان نمائندے مقرر ہوئے دو ہفتوں کی گفت وشنید کے بعد ۸ اگست ۱۹۱۹ء کو صلح نامہ مکمل ہوا اور دونوں حکومتوں نے اسے منظور کرتے ہوئے جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا اس صلحنامے کی رو سے برطانیہ نے افغانستان کی آزادی اور خودمختاری کو تسلیم کر لیا[۱] مگر درپردہ اس نے سازشوں کا جال بچھانا شروع کر دیا تاکہ وہ اپنی شکست کا بدلہ لے سکے۔

۱۔ کابل میں چار بادشاہ از سید شاہ بخاری ص۱۱

امیر امان اللہ خان نے تخت نشین ہونے کے بعد تحریک مجاہدین کو کافی تقویت پہنچائی مجاہدین کو اسلحہ گولہ بارود اور مالی مدد بھی دیتے رہے۔ مجاہدین نے بھی سلطنت افغانستان کی آزادی کے بعد اس کے مستقبل کو مستحکم بنانے میں کوئی دریغ نہیں کیا۔ مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں "ہم سے ان کا برتاؤ اس طرح کا ہوتا تھا جیسے وہ اپنے خاندان یا قومی بزرگوں کا احترام کرتے تھے۔ ہم نے کوئی مشورہ عرض نہیں کیا جو قبول نہ کیا ہو ہم نے کوئی سفارش نہیں کی جو رد کر دی گئی ہو۔ حضرت مولانا شیخ الہند کی وفات پر جس شان بے نظیر سے مجلس فاتحہ خوانی منعقد کی وہ ایک یادگار ہے۔ میں اس تقریر کا ایک فقرہ نقل کرتا ہوں "مولانا محمود الحسن یک کار را شروع کردند من او را پورا میکنم"[۱]

امان اللہ خان نے مجاہدین کو ہر قسم کے تعاون کا اور حمایت کا یقین دلایا۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے تخت نشینی کے موقع پر مجاہدین کا ایک وفد امان اللہ خان کی خدمت میں بھیجا اس وفد میں قاری عبدالمنتعان۔ حاجی صاحب کے بڑے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر حکیم اسلم سنجری، مولوی عبدالعزیز اور مولانا فضل ربی شامل تھے۔ امان اللہ خان نے وفد کے ذریعے حاجی صاحب ترنگزئی کو پیغام بھیجا کہ میری دلی اور عملی ہمدردیاں مجاہدین کے ساتھ ہیں اور مجھے ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں برابر کا شریک تصور کریں[۲]۔ گویا امیر امان اللہ خان موصوف کا پختہ ارادہ اور عمل آزادی ہند اور انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کا تھا۔ ان کے اسی ارادے اور عزم نے انگریزی قصر شہنشاہیت میں زلزلے پیدا کئے۔ اور پھر ان کی حکومت کے خاتمے کی تدبیریں شروع ہوئیں انگریزوں کی یہ سازشیں آخرکار یہ رنگ لائیں کہ امان اللہ خان کو تخت کابل سے ہاتھ دھونا پڑا۔[۳]

۱۔ ذاتی ڈائری از مولانا عبیداللہ سندھی ص ۱۳۳
۲۔ قلمی جہاد نامہ حکیم اسلم سنجری ص ۲۳
۳۔ نقش حیات جلد دوم از سید حسین احمد ص ۱۸۰

حاجی صاحب اور مجاہدین آزادی کا رابطہ

تحریک ریشمی رومال میں حکومت ہند نے جو رپورٹ شائع کی ہے اس میں مندرجہ ذیل مجاہدین آزادی کا حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد اور جدوجہد آزادی کا ذکر ملتا ہے۔ انگریزوں کی اس ڈائری سے بھی حاجی صاحب کی مجاہدانہ زندگی کی جھلک ملاحظہ ہو۔

"مولوی احمد جان دیوبند کے مدرس غلام رسول کا بھتیجا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب مولانا محمود الحسن نے مولوی عزیز گل کو جہاد کی تیاری کا پتہ چلانے کے لئے حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس بھیجا تھا تو یہ مولوی بھی مولوی عزیز گل کے ہمراہ گیا تھا۔

مولوی عبدالعزیز ضلع پشاور کا باشندہ بیان کیا جاتا ہے۔ دیوبند کے مدرسے کا اس وقت طالب علم تھا جب مولوی فضل ربی وہاں تھے۔ ۳۰ رجون ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ سردار نصر اللہ خان سے ملاقات کے خفیہ مشن پر حاجی صاحب ترنگزئی کی طرف سے فضل ربی اور فضل محمود کے ہمراہ کابل گیا تھا۔ ممکن ہے یہ وہی عبدالعزیز ہو جو اتمان زئی کے حیا گل کا لڑکا تھا جو حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں آزاد علاقے کو چلا گیا تھا۔

مولوی سیف الرحمٰن جون ۱۹۱۵ء میں دہلی کی فتح پوری مسجد میں ملازم تھے اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شمال مغربی سرحدی صوبہ عبور کر کے قبائلی علاقے کو چلے گئے ہیں جہاں وہ حاجی صاحب ترنگزئی سے وابستہ ہو گئے ہیں جو ایک پُرجوش مگر کٹر اور با اثر ہندوستانی تھا اور ہجرت کر کے قبائلی علاقے میں چلا گیا ہے ہماری سرحد پر رہنے والے قبائل کی بےچینی اور شورشیں بھی حاجی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ ۳۰ر نومبر یا دسمبر ۱۹۱۴ء میں محمود الحسن کو پہلی مرتبہ سرحد پار کے لوگوں سے مشورے کرتے دیکھا گیا۔ یہ کابلیوں جیسے دو آدمی تھے جو اُن کے گھر آئے۔ اس وقت عبید اللہ، انیس احمد، عزیز گل اور حمد اللہ بھی وہاں موجود تھے۔ اسکے شاید دو ماہ کے بعد یہ لوگ دوبارہ آئے مولوی فضل ربی ان کے ساتھ تھا۔ اس دفعہ دو خفیہ جلسے ہوئے مولانا حمد اللہ، عزیز گل، انیس احمد اور ظہور محمد ان خفیہ جلسوں میں شریک تھا۔ یہ لوگ

تیسری مرتبہ بھی آئے اس دفعہ مولانا محمود الحسن کے علاوہ محمد میاں، ولی محمد آف لاہور، عزیر گل اور جان محمد موجود تھے۔ اور شاید مولوی احمد چکوالی اور محمد یٰسین بھی اس وقت اُن کے گھر آ گئے تھے ۱؎

قاری عبدالمستعان کی قلمی کتاب" حاجی صاحب ترنگزئی کی ابتدائی جدوجہد" کے مطابق شیخ الہند کی دعوت میں بھی حاجی صاحب مولانا ایوب خان المشہور طور وملّا اور مجھے (قاری عبدالمستعان) کو ساتھ لے کر دیوبند میں گئے تھے اور تیسری بار دہلی کی جامع مسجد فتحپوری میں بھی ایک خفیہ اجلاس میں شریک ہوئے تھے جس میں حکیم اجمل خان۔ ڈاکٹر انصاری، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی شریک تھے۔ اس مجلس میں حاجی صاحب کو قبائلی علاقے میں جا کر جہاد کا آغاز کرنے کو کہا گیا ۲؎

دریں اثناء ۱۹۱۵ء میں فضل ربی، حاجی صاحب ترنگزئی۔ مولوی فضل محمود، مولوی عبدالعزیز اور مولوی سیف الرحمٰن سرحد پار کافی سرگرم رہے۔ ان کو مولانا محمود الحسن نے تاج برطانیہ کے خلاف شورش پھیلانے کے لئے بھیجا تھا چنانچہ ان کے ایماء پر تاج برطانیہ کے خلاف جنگ میں بہت سے قبائلیوں نے حصّہ لیا۔ مولانا محمود الحسن نے ہندوستان سے مکہ معظمہ جاتے وقت بھی مولوی عزیر گل کو حاجی صاحب ترنگزئی کے لئے پیغامات اور روپے دے کر روانہ کیا تھا۔ مولوی احمد چکوالی کو اسی مقصد کے لئے دوبارہ قبائلی علاقے میں بھیجا تھا۔ مولانا محمود الحسن نے ہندوستان سے جاتے وقت مجاہدین کے، ایک قاصد سے ملاقات کی تھی جو مجاہدین کے لئے سات ہزار روپے لے کر قبائلی علاقہ کو گیا۔ وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے پاس سے بھی ایک پیغام مولانا کے لئے لایا تھا ابوالکلام آزاد کی طرف سے بھی اور دوسرے ذرائع سے بھی وقتاً فوقتاً مجاہدین کو روپیہ پہنچتا رہتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے قبائلی مجاہدین کے لئے ایک ڈاکٹر عبدالکریم عرف صدرالدین کو قبائلی علاقے میں بھیجا جو زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کا کام کرتا ہے ۳؎

جون ۱۹۱۶ء میں مولوی عبدالرحیم اسلحہ اور روپیہ وغیرہ لے کر سرحد پار کے قبائل

۱؎ استغاثہ ملک معظم شہنشاہِ ہند ص ۴۸ ۶۶ ۱۹۱۷ء

۲؎ حاجی صاحب کی ابتدائی زندگی از قاری عبدالمستعان (قلمی کتاب) ص ۲۹

۳؎ مقدمہ ریشمی رومال ڈائری ص ۵۵

میں پہنچا۔ یہ جنگ مجاہدین سوات، بنیر اور مہمند قبائل نے لڑی تھی۔ حاجی صاحب ترنگزئی مہمند قبائل کے سردار تھے۔

جولائی ۱۹۱۶ء میں مولوی عبدالرحیم اپنے ساتھ قبائلیوں کے لئے چار پانچ ہزار کارتوس اور آزاد علاقے کے علماء و مشائخ اور خوانین کے لئے خطوط لے کر گیا۔ مولوی فضل محمود بھی اس پارٹی کا ایک ممبر تھا جو حاجی صاحب ترنگزئی کے لئے ایک اہم خط لے کر گیا تھا اس خط میں حکومت برطانیہ کے خلاف مشترکہ جنگ کرنے کی تلقین کی تھی۔ ؎۱

عبدالرحمٰن مولانا محمود الحسن کے ان آدمیوں میں سے ہے جن کو مولانا نے ۱۹۱۵ء میں سرحد پار بھیجا تھا تاکہ آزاد قبائل کو جہاد کے لئے تیار کیا جاسکے۔ یہ وہی عبدالرحمٰن ہے جو مولانا فضل ربی اور مولانا فضل محمود کے ساتھ جون ۱۹۱۵ء میں کابل کا سفر کر چکا ہے۔ یہ اس وقت حاجی صاحب ترنگزئی کے ہمراہ آزاد علاقہ میں انگریزوں کیخلاف سرگرم عمل ہے ؎۲

مولوی عزیز گل پسر شہید گل کاکاخیل شمال مغربی سرحدی صوبہ کے علاقہ درگئی کا رہنے والا ہے۔ بڑا آتشیں مزاج ہے۔ جب وہ دیوبند میں طالب علم تھا اسی وقت سے مولانا محمود الحسن کا پکا مرید ہوگیا تھا۔ بڑا اہم سازشی ہے۔ ہجرت کا بڑا خواہشمند ہے۔ وہ دیوبند میں خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسن کے ہمراہ عرب گیا۔ سفر حجاز سے قبل مولانا نے اسے آزاد علاقے میں بھیجا تھا تاکہ حاجی صاحب ترنگزئی مولانا سیف الرحمٰن اور دوسرے انگریزوں کے باغی لوگوں کی جہاد کی کارکردگی کا جائزہ لے سکے اور انہیں مطلع کر سکے کہ مولانا حجاز کو جا رہے ہیں۔ وہ مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ہی حجاز گیا جہاں ۲ر دسمبر ۱۹۱۶ء کو اسے گرفتار کر کے ۱۲ر جنوری ۱۹۱۷ء کو مصر روانہ کر دیا گیا

بابڑہ ملا عبدالرحمٰن سالارزئی باجوکڑہ ساکن باجوڑ کا لڑکا ہے۔ سالارزئی اور مہمند قبیلوں میں بڑا بااثر ہے' اس وقت عمر ۶۶ سال ہے۔ ۱۹۱۵ء میں اس نے ابتداء میں جہاد سے انکار کیا مگر جب حاجی صاحب ترنگزئی نے طعنہ دیا تو دس ہزار مہمندوں کا لشکر لے کر ستمبر ۱۹۱۵ء میں شبقدر پر حملہ آور ہوا۔

محمد علی قصوری خدائی فوج میں میجر جنرل تھے۔ آپ قصور کے عبدالقادر ایڈوکیٹ

؎۱ مقدمہ ریشمی رومال ڈائری ص ۶۸

؎۲ ڈائرکٹری ریشمی رومال ص ۶۰

کے صاحبزادے تھے۔ انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے۔ وہاں سے ۱۹۱۴ء میں وطن واپس آئے۔ فروری ۱۹۱۵ء میں آپ کو حبیبیہ کالج کابل کا پرنسپل مقرر کیا گیا آپ افغانستان میں نوجوان طلباء کو جہاد کے لئے تیار کرتے تھے۔ ہندوستان کی عارضی حکومت جو افغانستان میں قائم کی گئی تھی۔ اس کے بانیوں میں سے تھے۔ ۱۰ر جولائی ۱۹۱۶ء کو آپ حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس قبائلی علاقے میں چلے آئے اور قبائلی مجاہدین کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا شروع کیا۔ آپ سردار نصر اللہ خان کی طرف سے قبائلی اور سرحدی علاقے کے علماء اور خوانین کے نام خفیہ خطوط لائے جن میں ان علماء اور خوانین سے کہا گیا تھا کہ وہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے مجاہدین کے شانہ بشانہ میدان عمل میں نکل کر جہاد شروع کر دیں تاکہ عیسائیوں نے دنیائے اسلام کو تباہ کرنے اور زیر کرنے کے جس پروگرام پر عمل شروع کر دیا ہے اسے ناکام بنایا جائے۔ آپ نے چمرکنڈ کے مقام پر آکر مجاہدین کی جنگی سکیموں کی تیاری میں اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔

مولوی عبدالخالق بنیر کی زیارت کے گدی نشین تھے۔ ۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب نے انہیں جہاد میں حصہ لینے کے لئے خط بھیجا۔ انہوں نے حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے مریدوں کو جہاد کا حکم دیا۔

حاجی صاحب ترنگزئی کے ایماء پر پشاور میں جہاد پارٹی ۱۹۱۵ء میں قائم ہوئی۔ اس پارٹی کا صدر فقیر محمد مروت ساکن لکی تھا جس نے کوہاٹ سے وٹرنری اسسٹنٹ کی پوسٹ کو چھوڑ کر جہاد میں شرکت کی۔

عبدالواحد، فضل قادر اور شیر علی اسلامیہ ہائی سکول پشاور شہر کے طلباء تھے جنہوں نے اس جہاد پارٹی کی بنیاد ڈال کر خفیہ طور پر لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے آمادہ کیا۔ بعد میں مذکورہ چاروں افراد نے حاجی صاحب کی جماعت میں شامل ہو کر جہاد میں سرگرم حصہ لیا۔

پیر بخش ولد علی مردان ساکن کوہاٹ، کوہاٹ کے اسلامیہ سکول کا طالب علم تھا۔ یہ کوہاٹ کی جہاد پارٹی کا سرگرم رکن تھا۔ جب لاہور کے طلباء قبائلی علاقے میں جہاد کے لئے پہنچے تو یہ بھی فوراً قبائلی علاقے میں ان سے جا ملے۔ اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں سرگرم حصہ لیا۔

مولانا محمود الحسن نے مولانا فضل ربی، مولانا سیف الرحمٰن اور مولانا فضل محمود کو حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ قبائلی علاقے میں جاکر جہاد کا آغاز کریں اور خود ۱۸ر ستمبر ۱۹۱۵ء کو عرب روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ تیرہ افراد تھے۔ آپ نے ترکی خلیفہ کو جہاد کا فتویٰ صادر کرنے کے لئے کہا۔ اس ضمن میں آپ غالب پاشا۔ انور پاشا، جمال پاشا سے ملے اور ان سے فرامین حاصل کر کے کابل بھیجے تاکہ وہاں سے یہ سارے ہندوستان میں تقسیم کئے جائیں۔ یہ فرامین محمد میاں جو مولوی منصور کے نام سے مشہور تھے ان کے ہاتھ بھیجے گئے۔ مولانا اس تحریک میں جنرل مقرر کئے گئے تھے۔ شریف مکہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے انگریزوں کے ایماء پر مولانا کو ۲۰ر دسمبر ۱۹۱۶ء کو گرفتار کر کے جدہ بھیج دیا جہاں سے آپ کو ۱۲ر جنوری ۱۹۱۷ء کو مصر بھیج دیا گیا۔

مولانا فضل محمود المعروف مولوی محمود پشاور کے رہنے والے تھے۔ مولانا محمود الحسن کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ انہیں مولانا سیف الرحمٰن اور مولانا فضل ربی کے ساتھ قبائلی علاقے میں بھیجا گیا تاکہ قبائلی علاقوں کے افراد کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر اُبھار سکیں۔ ۱۹۱۵ء میں قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے خلاف جو جہاد شروع ہوا۔ اس میں حاجی صاحب کے ساتھ ساتھ جہاد میں شریک تھے۔ جون ۱۹۱۶ء میں آپ مولانا عبدالعزیز اور مولانا فضل ربی کے ساتھ کابل گئے۔ جو یاغستان میں حزب اللہ کے وکیل تھے۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے آپ کو نصر اللہ خان کے پاس ایک خفیہ مشن پر کابل بھیجا۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں آپ حاجی صاحب کے پاس انقلابی پارٹی کے ساتھ واپس آئے تو نصر اللہ خان کی طرف سے حاجی صاحب کے لئے ایک خط بھی لائے۔ یہ فرمان سرحد اور قبائلی علاقوں کے تمام علماء اور خوانین کے نام تھا۔ حاجی صاحب ترنگزئی کے نام نصر اللہ خان کا ایک خصوصی پیغام ایک خط کی صورت میں لے کر آئے تھے۔ انہیں بھی خدائی فوج میں لفٹیننٹ جنرل کا عہدہ دیا گیا تھا۔

فضل ربی کو خدائی فوج میں کرنل مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ابوالفتح کے نام سے مشہور تھے ان کے باپ کا نام محمود تھا۔ بفہ کے رہنے والے تھے۔ یہ گدر کے مدرسہ کے سکول ماسٹر تھے یہ سکول حاجی صاحب ترنگزئی نے ۱۹۱۰ء میں قائم کیا تھا۔ گدر کے مدرسہ کے لئے پشاور میں ایک جلسہ ہوا تاکہ فنڈ اکٹھا کیا جائے۔ فضل ربی صاحب نے اس جلسہ میں انگریزوں کے خلاف

ایک قابل اعتراض تقریر کی۔ بعد میں آپ دیوبند چلے گئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی اور مولانا محمود الحسن کے قریبی تلامذہ میں شمار ہونے لگے۔ مولانا محمود الحسن کے ہاں جو خفیہ اجلاس ہوتے تھے ان میں آپ کو باقاعدہ شریک کیا جاتا تھا۔ مولانا محمود الحسن نے آپ کو اور مولانا سیف الرحمٰن کو اور فضل محمود کو حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس بھیجا۔ حاجی صاحب نے مولانا محمود الحسن کے ایما پر ۱۹۱۵ء میں قبائلی علاقے میں جاکر جہاد کا آغاز کیا تھا۔ جون ۱۹۱۶ء میں فضل ربی، مولانا فضل محمود کے ساتھ کابل گئے۔ آپ کے ساتھ حاجی صاحب ترنگزئی کی طرف سے مولوی عبد العزیز بھی گئے تھے۔ مولوی عبد العزیز یاغستان میں مجاہدین کے وکیل تھے جو تحریک حزب اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے۔ یہ وفد سردار نصر اللہ جان کے ساتھ ایک خفیہ مشن پر کابل بھیجا گیا تھا۔ دس یا بارہ دن کے بعد یہ وفد حاجی صاحب کے پاس واپس غازی آباد چلا آیا تھا[۱]

مولانا عبید اللہ سندھی نے مولانا محمود الحسن کے نام خطوط میں حاجی صاحب ترنگزئی کو خدائی فوج کا لفٹننٹ جنرل ظاہر کیا ہے۔ ان کا اصلی نام فضل واحد تھا لیکن عام طور پر وہ حاجی صاحب ترنگزئی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے والد کا نام فضل واحد تھا۔ آپ ترنگزئی کے حج خیل پیرزادہ مہمند خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ضلع پشاور کی تحصیل چارسدہ کے نزدیک ترنگزئی گاؤں کے رہنے والے اور مشہور بزرگ رہنما ہڈے ملا صاحب کے عقیدت مندوں اور پیروکاروں کے علاوہ پشاور ڈسٹرکٹ میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ حکومت برطانیہ کے بہت زیادہ مخالف تھے۔ اور آپ کے خیالات و احساسات حکومت برطانیہ کے خلاف تھے۔

محمد مبین کے بیان کے مطابق آپ جون ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسن دیوبندی کے کہنے پر اپنے گاؤں اور جائداد کو چھوڑ کر سرحد کے آزاد علاقے میں چلے گئے۔ بہ قول شیخ عبد الحق آپ کے آزاد علاقے میں جاکر مولانا سیف الرحمٰن الکوزی بھی جا ملے۔ آزاد علاقے میں جا کر آپ نے مہمندوں کو، بنیر والوں کو، اور دوسرے قبائلی علاقوں کے لوگوں کو انگریزوں کے خلاف متحدہ طور پر جہاد کرنے پر آمادہ کیا۔ آپ کی کوششوں سے آزاد علاقہ کے لوگوں نے متحدہ طور پر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ حاجی صاحب کی زیر قیادت شبقدر

---

[۱] سلک لیٹر کیس ص ۴۸-۳۳ سیریل ۲۶ مطبوعہ گورنمنٹ پریس آف انڈیا ۱۹۱۷

کے مقام پر انگریز فوجوں کے ساتھ مجاہدین کا زبردست مقابلہ ہوا ۔ مولوی حمد اللہ اور احمد چکوالی کے بیان کے مطابق آپ کا کابل میں مقیم ان لوگوں سے گہرا رابطہ تھا جنہوں نے وہاں عارضی حکومت قائم کر کے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے عظیم جدوجہد شروع کر رکھی تھی ۔ دیوبند کے نیشنلسٹ علماء کی طرف سے آپ کو معقول مالی مدد دی جاتی تھی ۔ مالی امداد اور دوسرے وسائل کے لئے رابطے کے طور پر پانی پت کے مولوی حمد اللہ اور لاہور کی صوفی مسجد کے مولوی احمد رابطے کا کام کرتے تھے ۔ ۱؎

بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ اور ان کے پیچھے کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں پیر خوشحال بادشاہ ۔ مجاہد حکیم عبدالمالک ۔ مجاہد ماسٹر ابوالحسن

۱؎ سلک رومال تحریک کیس ۱۷-۱۹۱۶ سیریل ۶ فائل ۲۸۲۴

مجاہدین رابطہ کمیٹی حاجی صاحب عملی جہاد میں مصروف تھے اور سیاسی قائدین نے کابل میں ہندوستان کی آزاد ہند حکومت قائم کرلی تھی جس کے صدر راجہ مہندر پرتاپ، وزیر اعظم مولوی برکت اللہ بھوپالی، وزیر امور ہند مولانا عبیداللہ سندھی تھے۔ اس آزاد حکومت کے ذریعے سیاسی جدوجہد جاری تھی گویا تحریک آزادی کیلئے سرحد اور افغانستان میں ایک طرف عملی جدوجہد کا آغاز تھا اور دوسری طرف سیاسی جدوجہد جاری تھی۔ عملی اور سیاسی دونوں تحریکوں کے درمیان مربوط رابطہ قائم تھا۔ اس رابطے کے لئے جو افراد کام کرتے تھے انہیں مجاہدین رابطہ کہا جاتا تھا۔ ان مجاہدین کو غازی آباد اور کابل کے درمیان نامہ و پیام کے علاوہ نقد روپیہ اسلحہ اور رسد کے پہنچانے کا بھی فرض ادا کرنا پڑتا تھا جس کے لئے انہیں پیدل میلوں سفر کرنا پڑتا تھا بعض دفعہ کئی مجاہد اس سفری مراحل کے دوران میں یا تو شہید کر دیئے گئے یا پھر خود ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔ مجاہدین کے اسی گروپ کے بعض ارکان خفیہ طور سے ہندوستان سے مجاہدین کے لئے مالی فنڈ جمع کر کے مرکز مجاہدین تک بھی پہنچاتے تھے۔

مجاہدین کے اسی رابطہ گروپ کے ارکان ہندوستان کے سیاسی لیڈروں اور حاجی صاحب ترنگ زئی اور حکومت موقتہ ہند کے درمیان بھی رابطے کا کام دیتے تھے۔ اس گروپ کے ارکان میں مولوی احمد ولد شیخ حبیب اللہ ساکن بالوچک گوجرانوالہ۔ اسداللہ شاہ پیر سندھی ساکن سکھر محمد اسماعیل مفتی ریاست امب۔ حافظ اسماعیل ساکن رڑکی۔ اللہ نواز خان ولد خان بہادر رب نواز خان آنریری مجسٹریٹ ساکن ملتان طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور حافظ امداد حسین پیش امام رڑکی سندھ۔ عبدالعزیز ساکن اتمان زئی۔ حاجی عبدالرزاق ساکن کابل مولوی عبدالرحیم عرف محمد بشیر۔ عبدالرحمٰن یہ شیخ عبدالرحمان ساکن گوجرانوالہ۔ عبدالسلام ساکن مراد آباد۔ علی محمد ساکن ہوشیارپور۔ مولانا عزیز گل ساکن سخاکوٹ سرحد۔ مولوی فضل الٰہی محلہ خرادیان وزیر آباد گوجرانوالہ۔ مولانا فضل محمود مخفی ساکن پشاور۔ مولانا فضل ربی ساکن بفہ ہزارہ۔ مولوی فضل الرحمٰن ساکن متھرا۔ مولانا غلام محمد ساکن بہاولپور۔ مولوی حمداللہ پانی پتی۔ حاجی خان محمد ساکن پشاور۔ مولوی مظہر الدین ساکن بجنور۔ محمد علی ولد شیخ حبیب اللہ ساکن بالوچک ضلع گوجرانوالہ۔ محمد اسلم عطار ساکن پشاور۔ محمد حسن ٹیلر ساکن حیدرآباد سندھ۔ محمد الٰہی ولد میراں بخش برادر مولوی فضل الٰہی وزیر آبادی ساکن وزیر آباد گوجرانوالہ۔ نادر شاہ ساکن لاہور کاتب۔ نذیر احمد ساکن مٹیاں والا گجرات۔ سید نورالحسن ساکن مظفر نگر یوپی۔ سلیم خان ولد

جہانگیر خان ساکن کابل۔ شاہ نواز خان ولد نواز خان ساکن ملتان۔ مولوی ولی محمد ساکن فتوحی والا تھانہ گنڈا سنگھ لاہور۔ یار محمد ساکن کابل۔ ابو محمد احمد عرف مولوی احمد چکوالی ساکن چکوال ضلع جہلم۔

تحریک جہاد میں حصہ لینے والے اساتذہ اور طلبا

ہندوستان کی تحریک آزادی کے لئے عملی جہاد کا جب آغاز ہوا اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ایما پر جب سرحد کے قبائلی علاقے کو مرکز بنا کر تحریک ولی اللہی کی تکمیل کے لئے حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں جہاد کا آغاز ہوا تو مولانا محمد علی مولانا شوکت علی مولانا ابوالکلام آزاد مولانا ظفر علی خان حکیم اجمل خان اور مولانا حسرت موہانی کی تحریک پر برصغیر کے طلبا نے بھی اس عملی جہاد میں نمایاں حصہ لیا طلبا نے اپنی تعلیم کو خیرباد کہہ کر قبائلی علاقے میں جا کر وطن کی آزادی اور اسلامی مملکت کے قیام کیلئے طرح طرح کی صعوبتیں سہیں "قید و بند کی مصیبتیں بھی برداشت کیں۔ انہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی سنت نبوی کی پیروی میں سرگرمی سے جہاد میں حصہ لیا۔ ان طلبا نے اپنے عزیز و اقارب اور اپنے گھر بار اور جائیدادوں کو آزادی کی عملی جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے قربان کیا ان طلبا میں سے جن کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ مندرجہ ذیل تھے۔

گورنمنٹ کالج لاہور کے طلبا: شیخ عبدالقادر ولد شیخ احمد دین ساکن گوجرانوالہ۔ عبدالمجید خان ولد محمد امین خان ساکن ڈیرہ اسماعیل خان۔ عبداللہ ولد شیخ عبدالقادر ساکن سیالکوٹ۔ عبدالخالق ولد سردار بہادر امین۔ عبدالباری ساکن لائلپور۔ اللہ نواز خان ولد رب نواز خان ساکن ملتان۔ عبدالرحمان ولد شیخ عبدالقادر ساکن میانوالی۔ عبدالرشید ولد حافظ عبداللطیف ایڈووکیٹ ساکن لاہور۔ شاہ نواز ساکن ملتان میر ظفر حسن ولد حافظ عظیم الدین ارائیں ساکن کرنال۔ عبدالقادر آزاد۔

میڈیکل کالج لاہور کے طلبا: خوشی محمد ولد جان محمد ساکن سلومی جالندھر۔ رحمت علی ولد کرم الہٰی۔ شجاع اللہ ولد حبیب اللہ خواجہ ساکن محلہ مصدی مل لاہور۔

لا کالج لاہور کے طلبا: محمد حسن ولد چودھری غلام محمد خان ساکن رائیکی لدھیانہ۔

اسلامیہ کالج لاہور: محمد حسن ولد غلام نبی کاتب پیسہ اخبار

کوہاٹ کے طلباء: نفیر شاہ ولد غلام نبی۔ پیر بخش ولد علی مردان۔

اسلامیہ سکول پشاور کے طلبا: عبدالوحید۔ فضل قادر۔ شبیر علی۔

حکومت موقتہ ہند کا حاجی صاحب سے رابطہ

افغانستان میں قائم ہونے والی عارضی آزاد ہند حکومت سے حاجی صاحب کا باقاعدہ رابطہ قائم تھا مگر یہ رابطہ مولانا عبید اللہ سندھی اور حاجی صاحب کے درمیان ہی قائم تھا اس رابطے کے تحت جو خط و کتابت یا نامہ و پیام ہوتا تھا وہ معتمد افراد کے ذریعے ہوتا تھا۔ اسی رابطے کے ضمن میں سرحد کے ایک مشہور مجاہد حاجی فیض محمد خان جو تحریک ہجرت کے دوران افغانستان کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے اپنی سرگزشت میں بیان کرتے ہیں۔

"کابل میں دو ڈھائی ماہ کے قیام کے بعد مجھے مولانا عبید اللہ سندھی نے بلایا کہ ایک اہم کام درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ خدمت آپ سرانجام دیں کیونکہ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے چنانچہ انہوں نے مجھے تین خط لکھ کر دیئے ایک چکنور ملا' دوسرا حاجی صاحب ترنگزئی اور تیسرا احمد کنڑ کے امیر مجاہد کے نام پر تھا منجملہ دیگر امور کے مولانا نے چکنور ملا کو لکھا تھا کہ جب میں ان سے ملوں تو وہ مجھے حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس پہنچانے کا بندوبست کریں۔ چکنور علاقہ کنڑ میں جلال آباد اور لال پورہ کے درمیان واقع ہے جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ملا موصوف ایک مکتب کے افتتاح کے سلسلے میں ڈکہ تشریف لے گئے تھے چنانچہ میں انہیں ملنے کے لئے ڈکہ گیا وہاں ملا صاحب سے ملاقات ہوئی اور میں نے مولانا عبید اللہ سندھی کا خط انہیں پیش کیا اس مقام پر میرا ایک پرانا واقف عزیز پسر برہان الدین کابلی بھی ملا وہاں سے ہی چکنور ملا اور ان کے مصاحبین کے ہمراہ ان لوگوں کے گاؤں کی جانب روانہ ہوا جب ہم لال پورہ کے قریب پہنچے۔ تو محمد اکبر خان اور شریف خان کاکا ہمارے استقبال کے لئے باہر نکلے تھے وہیں ملا صاحب نے انہیں ہدایات دیں کہ مجھے حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس پہنچانے کا بندوبست کریں۔ چنانچہ میں نے دریائے کنڑ عبور کیا اور لال پورہ پہنچا جہاں میں نے رات شریف خان کاکا کے پاس گذاری اگلے روز انہوں نے ایک آدمی میرے ساتھ روانہ کیا اور اسے سمجھایا کہ وہ مجھے کڈہ خیل علاقہ مہمند میں میاں خان اور جعفر کے ہاں پہنچا دے جب ہم اس گاؤں کے نزدیک پہنچے تو میرے ساتھی نے کہا کہ سامنے پہاڑ کے دامن میں کڈہ خیل ہے اور میرا گھر بھی یہاں سے

قریب ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں رات گذارنے اپنے گاؤں چلا جاؤں
میں نے اسے رخصت کیا مگر اس کے بعد میں بمشکل تین چار فرلانگ گیا ہوں
گا کہ چار مسلح ڈاکوؤں نے مجھ پر حملہ کیا انہوں نے فوراً بندوق کی نالیاں میرے
سینے پر رکھ دیں اور مجھ سے گھڑی سونے کی انگوٹھی رومال اور مشہدی لنگی چھین
لی اور کوٹ بھی اتار کر اس سے سالم نقدی بھی نکال لی انہوں نے مجھ سے مولانا
کے باقی دو خطوط بھی زبردستی لے لئے اس خلاف توقع تشدد سے میرا دماغ
تھوڑی دیر کے لئے ماؤف ہو گیا جب میں کچھ سنبھل گیا تو یوں محسوس ہوا کہ جس
مقصد کے لئے میں کابل سے پیدل چلا تھا وہ سرے سے ہی فوت ہو گیا خوش
قسمتی سے ان میں ایک آدمی پڑھا لکھا تھا اس نے خط دیکھ کر کہا کہ یہ تو اچھا آدمی
معلوم ہوتا ہے لیکن اگر وہ انگریزوں کا ایجنٹ نکلا تو بچ کر کہاں جائے گا ڈاکوؤں
نے مجھے بتایا کہ اس سے پہلے اس علاقے میں انگریزوں کے بہت سے مبینہ
کارندے مارے گئے ہیں اس لئے مجھے کوئی مقامی شخص ساتھ لانا چاہیئے تھا
میں نے جواب دیا کہ میں تو مولانا عبیداللہ سندھی کا قاصد ہوں اور لال پورہ
میں چکنور ملا کی ہدایت پر محمد اکبر خان اور شریف خان کا کا نے ایک آدمی میرے
ساتھ روانہ کیا تھا کہ وہ مجھے میاں خان اور جعفر خان کے ہاں کدہ خیل پہنچا دے
مگر وہ آدمی ابھی ابھی مجھ سے رخصت ہو کر پاس ہی اپنے گاؤں چلا گیا ہے
وہ لوگ میرے ساتھی کو جانتے تھے جب ان کو تسلی ہو گئی تو انہوں نے معذرت
کا اظہار کیا اور میرا لوٹا ہوا سامان مجھے واپس کر دیا۔ ڈاکو مجھے جعفر خان
کے ڈیرے کے پاس لا کر چھوڑ گئے وہاں ایک مفرور سردار خان رہتا تھا
اس نے گھر میں اطلاع کر دی کہ ایک مہمان آیا ہے میاں خان اور جعفر خان
گھر پر موجود نہ تھے بلکہ وہ کابل گئے ہوئے تھے کچھ دیر کے بعد ایک عورت
نکلی جس نے بتایا کہ گھر کی حویلی میں ایک کمرہ مجھے دیا جائے گا۔ گھر صاف
ستھرا تھا بہت سی بندوقیں جگہ جگہ آویزاں تھیں اور ہتھیار ہی گویا اس گھر کی
زینت تھے گھر والوں نے میری بڑی آؤ بھگت کی مگر اس رات مجھے سخت بخار
آیا جو مسلسل نو دن تک رہا اور جس سے بڑی کمزوری اور نقاہت پیدا ہوئی

بہر کیف میز بانوں نے میری تیمار داروں میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ان کا خیال تھا
کہ یہ میعادی بخار ہے وہ مجھے خرمانی وغیرہ کا عرق اور زرشک پلاتے رہے
جس سے مجھے کچھ افاقہ ہو جاتا تھا جعفر اور میاں خان کے گھر والے مجھ سے پردہ
نہیں کرتے تھے اور ایسا سلوک کرتے تھے جیسا کہ اپنے خاندان والوں سے کیا
جاتا ہے انہوں نے یقیناً غیر معمولی مہمان نوازی کا پورا حق ادا کیا"

میرے ساتھ ڈاکوؤں نے راستے میں جو سلوک کیا تھا اس کا انہیں بڑا افسوس ہوا انہوں
نے کہا کہ لیڈروں کو پہلے سے علم ہوتا کہ میں ان کے ہاں جا رہا ہوں تو وہ کبھی بھی ایسی حرکت نہ کرتے
جب میری صحت اچھی ہوئی تو میں نے محاصل خان کے ہاں جانے کا ارادہ کیا اہل خانہ نے سردار
خان مفرور کو میرے ساتھ روانہ کیا ہم محاصل خان کے گاؤں پہنچے تو وہ گھر پر موجود تھے وہ بہت
سادہ مزاج تھے خوبصورت باریک داڑھی تھی جسم لاغر تھا اور ایک پاؤں سے لنگڑاتے تھے
انہوں نے بھی ڈاکوؤں کا واقعہ سن کر اظہار افسوس کیا اور کہا کہ میں نے غلطی کی کہ راستے میں اپنے
ساتھی کو گھر جانے دیا انہوں نے بتایا کہ میں خوش قسمت تھا کہ زندہ بچ گیا ورنہ ان کے علاقے
میں بہت سے اجنبی قتل کئے جا چکے ہیں وجہ یہ ہے کہ مہمند نہیں چاہتے کہ ان کی سرزمین
میں کوئی غیر شخص آئے اگلے روز میں نے اجازت چاہی میرے میزبان کا خیال تھا کہ میں چند روز
اور قیام کروں لیکن چونکہ بیماری کی وجہ سے میں نے بہت سے دن کڈہ خیل میں گزارے
تھے اس لئے میں اپنے سفر میں مزید تاخیر نہیں کر سکتا تھا اس لئے اجازت لے کر روانہ ہوا۔
محاصل خان نے اپنا ایک رشتہ دار میرے ساتھ کر دیا تاکہ وہ مجھے غازی آباد پہنچا دے راستے
میں بیدمنی کے علاقے میں ایک شخص نے ہمیں کھانے پر مدعو کیا وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد
ہم دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہوئے اور عصر کے وقت قندھاری صافی کے علاقے میں حاجی
صاحب ترنگ زئی کے علاقے میں غازی آباد میں پہنچ گئے۔

سفر کرتے ہوئے منزل بہ منزل جا رہے ہیں ہم
مجھے یہ ساری دنیا کارواں معلوم ہوتی ہے

غازی آباد میں میں نے دونوں خط حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کئے اس وقت قاضی عبد المستعان
اکبر پوری بھی ان کی صحبت میں موجود تھے وہاں سینکڑوں کی تعداد میں عقیدت مندوں کا ہجوم
تھا۔ حاجی صاحب مولانا عبید اللہ سندھی کا خط دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑی شفقت

سے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور دوسرے خط کی بابت فرمایا کہ وہ اسے خاص آدمی کے ذریعے سے امیر مجاہدین چمرکنڈ کے پاس پہنچا دیں گے۔[1]

مولانا عبید اللہ سندھی کے قاصد فیض محمد خان نے حاجی صاحب کا مندرجہ ذیل حلیہ بیان کیا ہے۔

"حاجی صاحب ترنگ زئی دبلے پتلے انسان تھے لیکن غیرت و حمیّت کا مجسمہ تھے رنگ سانولا تھا ڈاڑھی شرعی تھی جس کا رنگ اب بھی سیاہ (۱۹۲۰ میں) چہرے سے نور ٹپکتا تھا بہت پاک سیرت انسان تھے لب و لہجہ نہایت نرم اور شستہ تھا ہر بات سے متانت، سنجیدگی اسلامی آن بان اور شان و شوکت ٹپکتی تھی وہ اسلامی اصولوں اور اقدار کا صحیح مرقع تھے اور ایک غیور باہمت اور دلیر مجاہد تھے۔ مسجد کے ساتھ متصل ایک کمرہ تھا جہاں حاجی صاحب اور قاضی عبدالمنعان نے دیر تک مجھ سے گفتگو فرمائی۔ حاجی صاحب نے مجھ سے مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا فضل ربی اور دیگر مہاجرین کے حالات دریافت ہوئے اور کابلیوں کے رویّے کے بارے میں بہت سے استفسارات کئے میں نے جواب دیا کہ ماسوائے اللہ کے چند نیک بندوں کے عام طور پر ان کا سلوک مہاجروں سے اچھا نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ مہاجروں کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے وہ انگریزوں ہی کے کاسہ لیس اور نمک خور ہو سکتے ہیں حاجی صاحب انگریزوں سے سخت نفرت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ انہوں نے ہر جگہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا ہے بلکہ اپنے زر اور پیسے سے ان کا دین و ایمان خریدنے کی بھی ناپاک کوشش کر رہے ہیں اور حق سے انہیں روگردان کر کے باطل کی طرف مائل کرنے کی مذموم حرکتیں کر رہے ہیں بعد میں حاجی صاحب نے قاضی موصوف کو فرمایا کہ کل جمعہ کا دن ہے اور جب آپ خطبہ دیں تو فلاں فلاں آیت قرآنی اور حدیث کا حوالہ دیں جو لوگ باہر سے آئے ہیں انہیں بتا دیں کہ وہ مجھے دعا دیں اور میں انہیں دعا دوں گا میرے پاس سوائے دعا کے اور کچھ نہیں ہے اگر میرے بس کی بات ہوتی تو

۱۔ سرگزشت فیض محمد خان مرتبہ سید دربار علی شاہ ص ۴۰ تا ص ۴۳

میں اپنے آبائی گاؤں ترنگ زئی واپس جاتا لیکن اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اپنی منشا اور حکمت کے مطابق کرتا ہے جب حاجی صاحب نے یہ ارشادات فرمائے نوآستعماری طاقتوں کے جور و ستم کے بارے میں فارسی کا یہ شعر میرے ذہن میں آیا۔ ؎

بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

حاجی صاحب مجھ سے مہاجرین کے رہنماؤں کے متعلق بار بار پوچھتے رہے انہوں نے مولانا احمد علی مولانا محمد علی سطی اور مولوی فضل محمود مخفی کا خاص طور پر ذکر فرمایا میں نے جواب دیا کہ مولانا احمد علی لاہور تشریف لے گئے تھے اور مولانا محمد علی سطی اور مولوی فضل محمود مخفی باجوڑ کی جانب روانہ ہوئے ہیں وہاں حکیم اسلم سنجری کا بھی ذکر آیا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اسلم سنجری دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ ان سے ہدایات لینے کے لئے چار پانچ مرتبہ غازی آباد ہو آئے ہیں آخر میں حاجی صاحب نے مولانا عبید اللہ سندھی کا جواب لکھ کر میرے حوالے کیا اور فرمایا کہ میں مولانا عبید اللہ سندھی کی جدائی شدت سے محسوس کرتا ہوں ایسی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ ہم دونوں کی ملاقات ہو۔

مختلف مقامات سے کثیر تعداد میں لوگ غازی آباد آئے تھے سب کو حاجی صاحب کے ہاں سے لنگر کا کھانا ملتا تھا ایک وقت دال اور دوسرے وقت گوشت کھلایا جاتا تھا اس رات حاجی صاحب نے میری بڑی قدر فرمائی اور میرے لئے الگ کھانے کا بندوبست کیا جس میں روایتی مہمان نوازی اور دیگر کرم فرمائی کا بہترین نمونہ پیش کیا گیا میرا غازی آباد کا قیام نہایت مختصر تھا کیونکہ اگلے روز مجھے واپس جلال آباد روانہ ہونا تھا لیکن اس ایک دن کے قیام میں بھی حاجی صاحب کی شخصیت اور ان کی روحانی کشش کے جو گہرے تاثرات میں وہاں سے لے کر چلا تھا ان کے نقش آج بھی میرے سینے پر ثبت ہیں اور روح و قلب کو گرما رہے ہیں[1]

مخفی کا درّہ
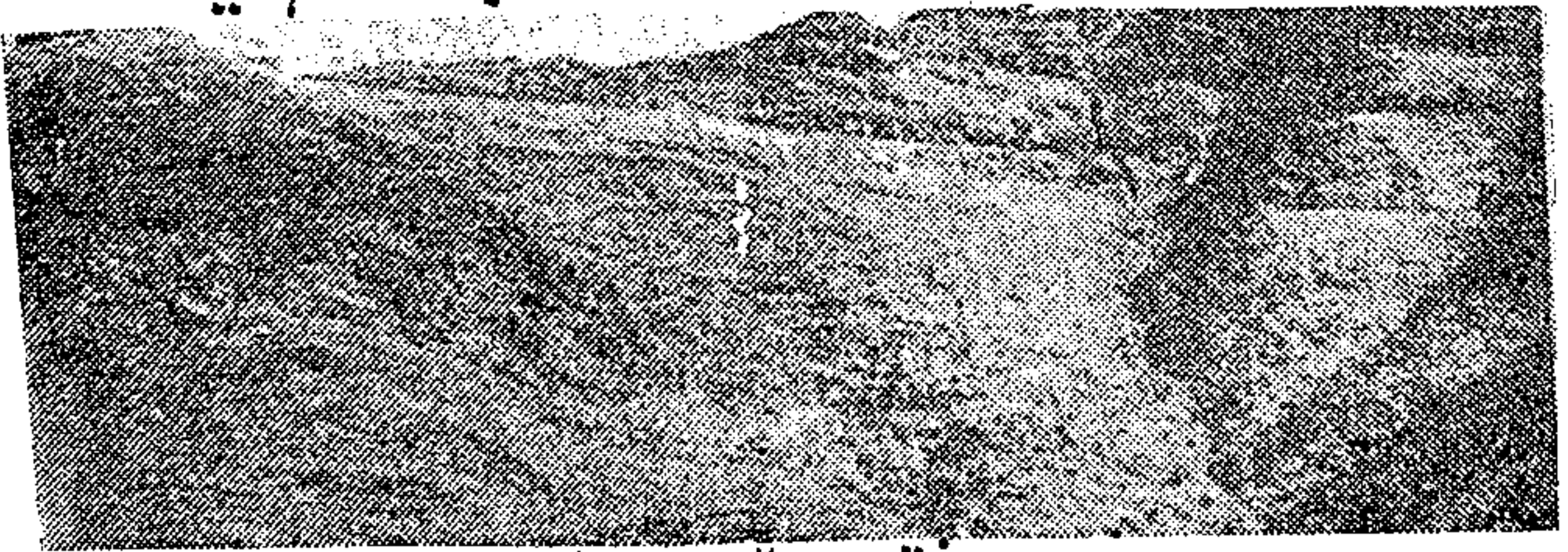
۱۔ سرگزشت حاجی فیض محمد خان مرتبہ سید دربار علی شاہ ص۴۵ تا ص۴۸ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

انگریز کے ایجنٹوں کی کارستانیاں

جب سرحد کے قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز ہوا تو انگریزوں نے جہاد کی اس تحریک کو ناکام بنانے کے لئے اپنے کئی ایجنٹ بھی مجاہدین کے روپ میں قبائلی علاقے میں بھیجے ان انگریزی ایجنٹوں میں سرحد کے بھی بعض ضمیر فروش اور ملت فروش تھے جو انگریزوں سے مال و دولت تعریفی اسناد جاگیروں اور انگریزی دربار میں کرسی نشینی کے لئے مجاہدین کی تمام سرگرمیوں کی اطلاعات انگریزوں کو پہنچانے کا کام سرانجام دے رہے تھے مجاہدین نے اپنے بلند ترین مقصد یعنی انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے اور ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے قیام کے لئے جو مختلف منصوبے بنائے تھے ان میں ایک طرف عملی جہاد تھا جس کی قیادت رئیس المجاہدین حاجی صاحب ترنگ زئی کی ہاتھ میں تھی۔ دوسرا منصوبہ سیاسی تھا جس کے لئے کابل میں آزاد ہندوستانی حکومت قائم کی گئی، تیسرا منصوبہ یہ تھا کہ سرحدی مجاہدین کی مدد کے لئے ترکی ایران اور افغانستان کی فوجی مدد حاصل ہو اور مختلف راستوں سے انگریزوں پر حملہ کر کے ہندوستان سے انگریزی اقتدار کا خاتمہ کیا جائے۔ ان منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے انگریزوں نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ہر ممکن کوشش کی جس کے نتیجے میں انگریز عملی جہاد کی تحریک کو تو ختم نہ کر سکے مگر دوسرے منصوبوں کو ناکام بنانے میں انگریزوں نے کامیابی حاصل کر لی۔ حاجی صاحب تادم آخر انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے مگر دوسرے منصوبے محض انگریزوں کے ایجنٹوں کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ شیخ الہند اور دوسرے تمام مسلمان لیڈروں کو گرفتار کر کے بعض کو مالٹا میں نظربند کر دیا گیا بعض پر بغاوت کے جرم میں مقدمے چلا کر انہیں سنگین سزائیں دی گئیں۔ تاجِ برطانیہ نے اس سلسلے میں دفعہ ۱۲۱ ضابطہ فوجداری ہند کے تحت آزادی کے لئے عملی سیاسی، تقریری اور تحریری جدوجہد کرنے والوں کے خلاف مقدمہ بغاوت قائم کیا۔ جس کا نام "سلک لیٹر کیس" تحریک ریشمی رومال رکھا گیا۔

اس مقدمے میں تاج برطانیہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس مقدمے میں ملوث افراد نے

"ہز مجسٹی کی افواج کے خلاف جنگ لڑنے کی خود کوشش کی ہے یا جنگ لڑنے میں مدد کی ہے یا ہز مجسٹی کو ہند کے اقتدار اعلیٰ سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے۔"[۱]

تاج برطانیہ نے اس استغاثے میں حاجی صاحب ترنگ زئی اور ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے والے سرکردہ افراد یا حاجی صاحب کی سرگرمیوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

"جنگ عظیم کے شروع ہونے تک سازشیوں کی حرکتیں جہاد کی تبلیغ کرنے تک محدود تھیں، لیکن جب ترکی حکومت، برطانیہ کے دشمن کی حیثیت سے جنگ میں شامل ہوئی تو سازشیوں کے جذبات بھڑک اٹھے وہ اس پر آمادہ ہو گئے کہ سازش کے مقاصد کو عمل میں لانے کے لئے سرگرمی سے قدم اٹھائیں جنگ بلقان کے وقت سے ہی مولانا محمود الحسن کا خیال تھا کہ شمال مغربی سرحد کو عبور کر کے برطانیہ کے خلاف شورش برپا کرے جب ترک برطانیہ کے دشمن ہو گئے تو مولانا محمود الحسن کو قدرتی طور پر خیال آیا کہ برطانیہ کو پریشان کرنے کے لئے سرحد ہی بہترین مقام ہے"

"۳۰ نومبر یا دسمبر ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ مولانا کو پہلی مرتبہ سرحد کے لوگوں سے مشورے کرتے دیکھا گیا۔ کابلیوں جیسے دو آدمی آئے اور اسکے گھر میں اس وقت مقیم ہوئے جب کہ عبداللہ۔ انیس احمد۔ عزیز گل اور حمد اللہ بھی وہاں موجود تھے اس کے شاید دو ماہ بعد یہ لوگ دوبارہ آئے اس بار مولوی فضل ربی ان کے ساتھ تھا اس موقع پر دو جلسے ہوئے مولانا حمد اللہ عزیز گل، انیس احمد اور ظہور محمد بھی ان جلسوں میں شامل ہوئے پھر یہی لوگ تیسری دفعہ بھی آئے اس موقع پر مولانا محمود الحسن کے علاوہ محمد میاں ولی محمد آف لاہوری، عزیز گل اور جان محمد بھی موجود تھے اور شاید مولوی احمد چکوالی اور محمد مبین بھی اس وقت ان کے گھر میں آ گئے تھے۔"[۲]

۱۔ تحریک ریشمی رومال از محمد میاں ص ۲۵
۲۔ اقتباس از ڈائری نور الہدیٰ ساکن دربھنگہ بحوالہ تحریک شیخ الہند از محمد میاں ص ۲۷۳

نورالہدیٰ کی یہ ڈائری حکومت نے قبضے میں کر لی تھی اس ڈائری کے اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک عرصے سے کام ہو رہا ہے ہندوستان بھر میں تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ تحریک جہاد کے لئے بھی کام ہو رہا تھا لوگوں کو جہاد کے لئے اپنی جان و مال کی قربانی دینے کے لئے تیار کیا جا رہا تھا جانثار ملت کی ایک خفیہ فوج تیار کی جا رہی تھی یہ سب کچھ تحریک ولی اللہی کے تحت ہو رہا تھا جس کی قیادت شیخ الہند کے ہاتھوں میں تھی کابل' افغانستان' قبائلی علاقے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علماء و مجاہدین کا شیخ الہند کے ساتھ خفیہ ملاقاتیں اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ نورالہدیٰ کے کہنے کے مطابق "نومبر یا دسمبر ۱۹۱۴ء میں سرحد کے جن لوگوں کے ساتھ شیخ الہند کو مشورے کرتے ہوئے دیکھا گیا وہ دراصل حاجی صاحب ترنگزئی اور ملا سنڈا کے تھے جو جنگ بلقان اور طرابلس کے دوران ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۵ء تک کئی بار شیخ الہند کی دعوت پر دارالعلوم دیوبند گئے شیخ الہند کی طرف سے کبھی تو مولانا فضل ربی اور کبھی مولانا سیف الرحمان دعوتی پیغام لاتے تھے اور کبھی مولانا فضل ربی اور کبھی مولانا عبدالعزیز ساکن اتمان زئی کے ذریعے دعوت ملاقات کا پیغام ملتا تھا۔ چونکہ حاجی صاحب نے سرحد میں تبلیغ اسلام۔ اصلاح معاشرہ اور سرکاری سکولوں اور سرکاری عدالتوں کے بائیکاٹ کی تحریک کا آغاز کیا ہوا تھا اس لئے انگریز حکومت کی طرف سے حاجی صاحب کی نقل و حرکت پر کڑی پابندی تھی یہی وجہ تھی کہ حاجی صاحب جتنی دفعہ بھی شیخ الہند کی دعوت پر دہلی گئے یا دارالعلوم دیوبند گئے وہ انتہائی خفیہ طریقے سے گئے چونکہ یہ ملاقاتیں تحریک جہاد کی تیاری کے سلسلے میں ہوتی تھیں اس لئے ان ملاقاتوں کو انتہائی خفیہ اور راز میں رکھا جاتا تھا[1] نورالہدیٰ کی ڈائری سے اس بات کو بھی تقویت ملتی ہے کہ تحریک جہاد کے سلسلے میں خفیہ اجلاس زیادہ تر دہلی کی فتحپوری مسجد میں ہوتے رہے۔ کیونکہ نورالہدیٰ نے اس سلسلے میں اپنی ڈائری میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس سلسلے میں مولانا (شیخ الہند مولانا محمود الحسن) دلی بھی گئے اور فتحپوری مسجد دلی کے مولوی سیف الرحمان اور مولانا عبیداللہ سے بھی مشورے کئے"[2]

۱۔ قلمی ڈائری مولانا سیف الرحمان الکوزئی

۲۔ تحریک شیخ الہند از محمد میاں ص ۲۴۴

مولانا کی ہدایت پر جون ۱۹۱۵ء میں چار سازشی یعنی سیف الرحمٰن، حاجی ترنگ زئی، فضل ربی اور فضل محمود اس لئے سرحد پار بھیجے گئے تاکہ سرحدی قبائل کو جہاد کے لئے اور برطانیہ کے خلاف جنگ کے لئے اکسائیں ان مولویوں نے جو کچھ کیا وہ اس مقدمے کی تفصیل کا ایک حصہ ہے۔[1]

"۱۹۱۵ء میں حاجی ترنگ زئی، مولوی فضل ربی، فضل محمود، عبدالعزیز اور مولوی سیف الرحمٰن سرحد پار کافی سرگرم رہے ان کو مولانا نے شورش پھیلانے کے لئے بھیجا تھا جس کی وجہ سے برطانیہ کے خلاف جنگ میں بہت سے قبائلیوں نے حصہ لیا۔"[2]

"۱۹۱۶ء کے شروع میں مولوی عبدالرحیم جو کابل واپس جا چکا تھا اسلحہ اور روپیہ لے کر بڑی سرعت کے ساتھ قبائلی مجاہدین میں پہنچا اور تاج برطانیہ کے خلاف جنگ میں شریک ہونے کے بعد جس میں کالا سنگھ نے بھی حصہ لیا تھا جون ۱۹۱۶ء میں وہ اس کے ہمراہ کابل واپس گیا۔ برطانیہ کے خلاف یہ جنگ مجاہدین بنیر، سوات اور مہمند قبائل نے لڑی تھی اور اس کی قیادت حاجی ترنگ زئی نے کی تھی۔[3] مولوی فضل محمود، فضل ربی، عبدالعزیز اور سیف الرحمان گاہے بگاہے (حاجی صاحب ترنگ زئی کی طرف سے) کابل جاتے۔ اور عبید اللہ کے ساتھ قیام کرتے تھے اس کے گھر میں یہ لوگ مشورے کیا کرتے تھے۔[4] مولوی فضل محمود اس پارٹی کا دوسرا ممبر تھا جو ان ہی سے ایک خط حاجی ترنگ زئی کے لئے لیکر گیا تھا۔[5] استغاثے میں جن لوگوں پر فرد جرم عائد کی گئی ان میں سے شیخ عبدالحق عرف جیون داس ساکن شاہ پور سلطانی گواہ بن چکا تھا یہی وہ عبدالحق ہے جس نے ریشمی رومال تحریک اور تحریک جہاد کے تمام منصوبے سے انگریزی حکام کو مطلع کیا۔ یہ عبدالحق جنجیال ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا تھا ۱۹۱۲ء میں اس نے اسلام قبول کیا اور ملتان کے خان بہادر رب نواز کی نجی ملازمت اختیار کر لی یہ خان بہادر کے بچوں کا اتالیق تھا جب رب نواز خان کے بیٹے اللہ نواز خان

۱۔ استغاثہ ریشمی سازشی کیس پیراگراف ۳۱

۲۔ ״ ״ ״ ״ ״ ۵۵

۳۔ ״ تہنشاہ معظم ״ ״ ۶۳

۴۔ ״ ״ ״ ״ ״ ۶۶

۵۔ ״ ״ ״ ״ ״ ۶۸

جو لاہور کالج میں زیر تعلیم تھے، طلبا کی جہاد پارٹی میں شامل ہوئے تو ان کے کہنے پر یہ بھی جہاد پارٹی میں شامل ہو کر ان کے ساتھ فروری ۱۹۱۵ء میں سرحد کے قبائل کے علاقوں میں گیا۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں اس کو ریشمی رومال دیکر ہندوستان بھیجا گیا تاکہ وہ یہ رومال حیدر آباد سندھ میں شیخ عبدالرحیم کو پہنچائے۔ مگر اس نے تمام راز سے حکومت کو آگاہ کر کے جہاد کے تمام منصوبے کو ناکام بنایا۔ ۱۹۱۷ء میں اسے گرفتار کیا گیا اس نے سلطانی گواہ بن کر تمام راز اگل دیئے جس کے صلے میں بعد میں اسے ریلوے پولیس میں کانسٹیبل بھرتی کیا گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے سلطانی گواہوں میں مولوی عبداللہ ولد نہال خان ساکن سکھر، مولوی احمد علی ولد حبیب اللہ ساکن گوجرانوالہ۔ مولوی احمد میاں ولد عبداللہ انصاری ساکن انبیٹھہ سہارنپور یوپی۔ محمد مسعود ولد مولوی مظہر حسین ساکن دیوبند مولوی محمد میاں ولد مولوی عبداللہ انصاری ساکن انبیٹھہ سہارنپور یوپی۔ مولوی محمد میاں ولد محمد مومن ساکن دیوبند۔ مولوی محمد مرتضیٰ ولد نیاز علی ساکن بجنور تھے۔)

ان مذکورہ سلطانی گواہوں کی گواہی کی بنیاد بعض تو اصل حقائق پر مبنی تھی اور بعض بیانات ایسے بھی ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اصل حقائق سے بے خبر تھے مگر ان کی گواہی کی بنیاد ہی کی روشنی میں شیخ الہند کی جگہ مولانا عبیداللہ کو تحریک کا بانی قرار دیا گیا ہے اسی طرح تحریک جہاد کے متعلق جو معلومات ان کے بیانات کی روشنی میں سامنے آئے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحریک جہاد کی ابتدائی کوششوں اور اس کے پورے منصوبوں سے کما حقہ، واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے وہی حالات بیان کئے ہیں جو ان کے سامنے وقوع پذیر ہوتے رہے یا جن کے متعلق انھوں نے کچھ تھوڑا بہت کسی سے سنا ہے۔ بہر حال حکومت نے ان سلطانی گواہوں کے بیانات کو ایسے قانونی انداز میں ڈھالنے کی کوشش بھی کی تاکہ ان کے بیانات کی روشنی میں وہ قانونی گرفت میں آسکیں چنانچہ ان بیانات کی بنا پر استغاثے میں استحکام پیدا کر کے تحریک جہاد میں حصہ لینے والوں، یا اس تحریک میں مالی اور اخلاقی مدد کرنے والوں یا اس تحریک میں سیاسی لحاظ سے استحکام پیدا کرنے اور دنیا کی حکومتوں سے اس تحریک کو مادی اور اخلاقی تعاون کے لئے جدو جہد کرنے والوں پہ مقدمات چلا کر بعض کو جلاوطنی کی سزائیں دی گئیں بعض کو سخت ترین سزائیں دی گئیں جو گرفتار نہیں ہو سکے ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں ان کے لواحقین اور عزیز و اقارب کو بھی مختلف مقدمات میں ملوث کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے گھروں کی تلاشیاں لی گئیں اور ان پر طرح طرح کے مصیبتوں کے پہاڑ

ٹوٹے۔ انہی کے بیانات کی روشنی میں میاں عبدالباری ولد غلام جیلانی ساکن لائلپور۔ مولانا عبدالحئی ولد خواجہ عبدالرحمٰن ساکن گورداسپور۔ مولوی عبدالحق مالک رفاہ عام پریس لاہور۔ عبدالقادر بی اے ولد احمد دین ساکن لاہور۔ مولوی ابومحمد احمد عرف مولوی احمد ولد غلام حسین ساکن لاہور چکوال مولوی حمداللہ ولد حاجی سراجدین ساکن پانی پت کرنال۔ محی الدین عرف مولوی برکت علی ساکن قصور اور شجاع اللہ ولد حبیب اللہ ساکن لاہور کو پنجاب میں نظر بند کر کے ان پر بغاوت کے الزامات میں مقدمات چلائے گئے یہ تمام وہ مجاہد تھے جو تحریک جہاد سے وابستہ تھے یا ان میں سے بعض مجاہدین کے لئے اسلحہ اور روپیہ پہنچانے کا کام سرانجام دیتے تھے بعض مجاہدین کے لئے اسلحہ کی فراہمی کا انتظام کرتے تھے بعض قبائلی علاقے میں جا کر جہاد میں شریک ہو کر تحریک کے کام کے سلسلے میں واپس اپنے اپنے شہروں کو گئے تھے کہ انہیں گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ انکے علاوہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا حسین احمد مدنی، عبدالواحد ولد صادق احمد ساکن مانڈہ مولانا عزیزگل ولد شہید گل ساکن سخاکوٹ کو عرب سے گرفتار کر کے تاج برطانیہ کے خلاف غداری اور بغاوت کرنے کے الزام میں مقدمات قائم کر کے انہیں عبور دریا کے شور کی سزا دے کر مالٹا میں نظر بند کر دیا گیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد بہار اور اڑیسہ میں، مولانا حسرت موہانی کو علیگڑھ میں، مولوی محمد ہاشم خان ساکن جہان آباد فتح پور اور صدرالدین عرف ڈاکٹر عبدالکریم برلاسی ساکن بنارس کو یوپی میں حاجی شاہ بخش ولد امام بخش انصاری ساکن حیدرآباد سندھ کو سندھ میں نظر بند کر کے ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمات چلا کر مختلف نوعیت کی سخت سزائیں دی گئیں ان کے علاوہ کئی مجاہدین اور ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کو گرفتار کر کے قید و بند میں ڈالا گیا نظر بند افراد میں سے میاں عبدالباری ولد مولوی غلام جیلانی نے استغاثے کے جواب میں جو مکمل بیان دیا ہے اس میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے متعلق جو جو کچھ کہا گیا ہے اس میں بھی حاجی صاحب کی عملی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ میاں عبدالباری نے اپنے بیان میں کہا۔

" میرا باپ ریٹائرڈ منصف ہے اور ضلع لائلپور میں ۶ مربع زمین کا مالک ہے میرا ایک بھائی ہے جس کا نام مولوی غلام باری ہے وہ لائلپور میں پلیڈر ہے میں نے لائلپور گورنمنٹ ہائی سکول سے ۱۹۱۰ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا تھا اور اسی سال گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہو گیا تھا ۱۹۱۲ء میں میں نے بی اے کیا اور اسی سال ایم اے کی کلاس میں داخل ہو گیا۔ ۵ فروری ۱۹۱۵ء کو طالب

علموں کے ایک گروپ کے ساتھ مختلف ٹرینوں سے ہم روانہ ہوئے۔ کابل میں مولوی عبدالرحیم نے مجھے کہا تھا کہ وہ مختلف قبائلی علاقہ کے مختلف خوانین کے پاس نصراللہ خان کے خطوط لے کر جاتا ہے اور پرنس نصراللہ خان نے ان خوانین کا سالانہ وظیفہ مقرر کر رکھا ہے انھوں نے مزید بتایا کہ حاجی ترنگ زئی بہت سے افغانوں اور ہندوستانیوں کے ساتھ جیسا کہ فضل محمود، فضل ربی اور سرحد پار کے علاقے کے لوگوں کو بھڑکا رہے ہیں اور برطانوی فوجوں میں اور سرحد کے قبائلیوں میں کئی جھڑپیں ہو چکی ہیں جن کی تنظیم اور قیادت حاجی ترنگزئی نے کی تھی انھوں نے یہ بھی بتایا کہ سردار نصراللہ خان قبائلیوں میں اسی مقصد کے لئے روپیہ اور اسلحہ تقسیم کر رہا ہے اور اس مقصد کے لئے قبائلی علاقوں میں کئی مرکز قائم کئے جا رہے ہیں۔ مولوی عبدالرحیم جب کابل آتا تو حاجی عبدالرزاق کے مکان پر راجہ مہندر پرتاب، مولانا عبیداللہ اور ترکی کے عظیم بے کے درمیان اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی کہ افغانستان سے کسی طرح برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کرایا جائے۔

مولوی عبیداللہ نے مولوی محمد علی، شیخ ابراہیم اور مجھ سے کہا تھا کہ تینوں اسلامی ممالک ترکی، ایران اور افغانستان کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے گا تاکہ وہ سول اور فوجی ترقی میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اس کا فوری منصوبہ یہ تھا کہ قبائلی علاقے کے تمام ملّا اور خوانین اور ہندوستان کی ریاستوں کے حکمران امیر کابل سے وفاداری کا حلف لیں اس طرح امیر کابل ان ریاستوں کا مذہبی اور سیاسی لیڈر بن جائے گا اس نے یہ بھی کہا کہ مولوی عبدالرحیم عرف بشیر نے نائب السلطنت کے ایما پر قبائلی علاقے میں کام مکمل کر لیا ہے وہ مختلف خوانین امیر المجاہدین اور حاجی ترنگ زئی کے تحریری حلف نامے لے آیا ہے مگر کچھ قبائلی علاقے ایسے بھی ہیں جہاں مولوی عبدالرحیم ابھی تک نہیں جا سکا۔

۱۹۱۶ء کے موسم گرما میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے پیروکار مولوی فضل ربی، فضل محمود اور عبدالعزیز، حاجی صاحب کی طرف سے سہارنپور

کے مولوی منصور، محمد میاں کے ساتھ کابل پہنچے اور مولانا عبید اللہ کے پاس سرائے نرنجن کے ایک کمرے میں آکر ان کے پاس ٹھہرے۔ یہیں سے مجھے معلوم ہوا کہ مولوی منصور مدینہ سے آئے ہیں مولوی فضل ربی اور حاجی ترنگزئی کے دوسرے پیروکاروں نے نصر اللہ خان سے یہ کہا کہ حکومت افغانستان انہیں مجاہدین کی سطح پر رکھے جن کا افغانستان میں بڑا احترام کیا جاتا ہے اور امیر دوست محمد کے زمانے سے ان کو سالانہ وظیفہ ملتا ہے[1]

چارمنگی اور چترالی مجاہدین کی آمد

۵ ستمبر ۱۹۱۵ کو چارمنگی کے مہمند مجاہدین نے جو باجوڑ کے مغربی حصے کے رہنے والے تھے اپنے قبیلے کے مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے حاجی صاحب ترنگ زئی کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنے مجاہدین کا ایک دستہ شبقدر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ نواب لواگئی کے ملازمین نے بھی حاجی صاحب ترنگ زئی کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے انگریزی فوجوں کا جگہ جگہ مقابلہ کیا اور انہیں زبردست نقصان پہنچایا گیا[2]

حاجی صاحب نے چترال کے قبائل کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے میدان جہاد میں نکلیں اور انگریزوں کو اپنی سرزمین سے نکالنے کے لئے بھرپور جد و جہد کریں حاجی صاحب کا پیغام پہنچتے ہی کچھ مجاہدین تو شبقدر اور دیر اور بنیر کی طرف بڑھے تاکہ حاجی صاحب کی قیادت میں اگلے مورچوں پر انگریزوں پر حملہ آور ہوں اور کچھ مجاہدین نے چترال اور دروش میں منظم ہو کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء کو حاجی صاحب ترنگ زئی کے ایک خلیفہ نواب شاہ صاحب فقیر نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ جوق در جوق مجاہدین کے لشکر میں شامل ہوں۔ چنانچہ ناری اور بشگال کے مجاہدین کے ایک لشکر نے دروش پر انگریزی چوکیوں پر حملے کر کے انگریزی فوج کو بھاری نقصان پہنچایا۔[2] ادھر افغانستان سے میر صاحب جان بادشاہ آف اسلام پورہ

۱۔ ماخوذ از بیان میاں عبدالباری بحوالہ تحریک شیخ الہند از محمد میاں ص ۳۰۸ تا ۳۴۴

۲۔ پولیٹیکل ڈائری ص ۳۶ ڈی سی ریکارڈ ص ۲۴۴ پشاور آرکائیو۔

اور کنڑ کے ملک خان زمان خان کو حاجی صاحب نے مجاہدین کا لشکر ساتھ لے کر آنے کی درخواست کی جس کے جواب میں انہوں نے مجاہدین کا لشکر تیار کیا اور ستمبر کے دوسرے ہفتے میں لکڑے میں پہنچے۔ ۱۵ ستمبر کو لکاڑے میں ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں انگریزی فوجوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک جامع پروگرام مرتب کیا گیا۔ اس جرگے میں صافی مٹانی موسی خیل، کڈہ خیل بائیزئی اور خوازئی قبائل کے سرداروں نے شرکت کی۔ ان دنوں ہیضے کی بیماری کے چند واقعات ہوئے اس بیماری کی وجہ سے چند سرداروں نے یہ کہا کہ کچھ وقت کے لئے انگریزوں پر حملہ کرنے کا پروگرام منسوخ کر دیا جائے تاکہ ہیضے سے متاثرہ خاندان کو اس بیماری کے تدارک اور علاج کے لئے موقع مل سکے مگر آخر میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ بیماری چونکہ پر مہمندوں کے علاقے میں رونما ہوئی ہے لہٰذا اب جب کہ لشکر پہنچ چکا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ فوری طور پر حملہ کر دیا جائے اس فیصلے کا اعلان تمام علاقے میں کر دیا گیا جس کی رو سے ۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء کو کڈہ خیل اور دوسرے مجاہدین نے نہر لوئر سوات کے ہیڈ ورکس پر حملہ کیا۔ مجاہدین نے انگریز فوجیوں کو بھاری نقصان پہنچایا اپنا بھاری نقصان دیکھ کر انگریز جنرل نے حکم دیا کہ برہان خیل گاؤں کو بمباری کر کے تباہ و برباد کر دیا جائے۔ برطانوی گریزن نے گاؤں پر ظالمانہ بمباری کی اور پورے گاؤں کو آن کی آن میں نہس نہس کر کے رکھ دیا انگریزی فوجوں کی اس ظالمانہ اور بزدلانہ کاروائی سے گاؤں کے بچے بوڑھے بیمار اور مال مویشی کا بھاری تعداد میں نقصان ہوا پر جوش مجاہدین نے انگریزوں کی اس ظالمانہ کاروائی کے باوجود ۱۵ اور ۱۶ ستمبر کی درمیانی رات کو بڑی بہادری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانگڑہ کے مقام پر انگریزی فوج پر حملہ کیا۔ اس حملے میں برہان خیل۔ منڈی خیل کمالی حلیم زئی قبیلوں کے مجاہدین نے حصہ لیا۔ دشمن کے کئی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا مجاہدین کا ایک آدمی شہید ہوا دشمن فوج نے پسپا ہوتے وقت گاؤں کو آگ لگا دی۔[۱]

شبقدر کے محاذ پر مجاہدین چاروں طرف سے بڑھے جا رہے تھے۔ تمام پہاڑ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ انگریزوں نے مجاہدین کی تعداد کا اندازہ لگاتے ہوئے ابازئی پشاور روڈ پر اپنے مورچے سنبھالے۔ اس دوران حاجی صاحب ترنگ زئی

۱۔ رپورٹ ای ایچ کیلی سیکرٹری برائے چیف کمشنر سرحد ڈائری ۲۶ ص ۲۴۵ پشاور آرکائیو

کی طرف سے جہاد کی اپیل کے لئے اشتہارات شائع کر کے ہزارہ بنوں ڈیرہ اسماعیل خان اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر خفیہ طور پر تقسیم کئے گئے۔ انگریز محکمہ سراغرسانی کی ہزاروں کوششوں اور نگرانیوں کے باوجود یہ اشتہارات تقسیم کئے گئے[1] چونکہ فصل کا موسم تیار تھا اور کٹائی شروع ہو چکی تھی اس لئے حاجی صاحب نے اس اشتہار میں یہ بھی اعلان کیا کہ فصل اٹھانے سے پہلے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ حاجی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو فصل کی کٹائی ہو سکے تاکہ مجاہدین اپنے گھروں کے لئے خوراک کا اہتمام کر سکیں اور اس دوران مزید لشکر بھی تیار کئے جاسکیں اور اسلحہ اور کارتوس وغیرہ کا بھی معقول انتظام ہو سکے۔

انگریزوں نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں قبائل کے تمام لوگ اور قبائل کے ملا جوق در جوق جہاد میں حصہ لینا اپنا قومی فرض سمجھ رہے ہیں تو اب انگریزوں نے اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت یہ کوشش شروع کر دی کہ کسی طرح قبائل کے مولویوں کو اور چند مشہور زیارتوں کے گدی نشینوں کو اپنے اعتماد میں لے کر حاجی صاحب ترنگزئی کے خلاف کیا جائے اس سازش کے تحت جب حاجی صاحب نے سوات کے لوگوں کو آمادہ جہاد کرنے کی ترغیب دی اور لشکر اکٹھا ہونا شروع ہوا تو سوات کے پینی ملا نے حاجی صاحب کو چیلنج کرتے ہوئے لکھا کہ وہ ایک مناظرہ کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انگریزوں کے خلاف لڑائیوں کا یہ سلسلہ جہاد نہیں ہے[2] پینی ملا کی اس کوشش کے باوجود کسی نے اس کی بات کی پرواہ نہ کی بلکہ لوگوں نے الٹا پینی ملا کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا[3]

چترال کے محاذ پر ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مجاہدین کا ایک لشکر تیار کیا گیا تاکہ انگریزی چوکیوں پر حملہ کرے مجاہدین کی قیادت سید امان اور اسد گل کر رہے تھے مجاہدین نے منظم ہو کر اندوادر ارٹسن پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں[4] شبقدر پر مجاہدین کی اسلحہ کی ضروریات پورا کرنے کے لئے بادشاہ فقیر صاحب اور میر صاحب جان نے میرزمان خان کو بارہ ہزار روپیہ دے کر کنڑ میں بھیجا تاکہ وہ کابل کے راستے مجاہدین کے لئے کارتوس خرید کر لائے تاکہ برطانوی فوج پر منظم حملہ کیا جاسکے۔ یہ روپیہ مہمند اور محسود قبائل نے مشترکہ طور پر چندہ اکٹھا کر کے فراہم کیا[5]

۱۔ ڈی سی ڈائری ۳۷ ص ۲۵۱ بنڈل ۱۵ پشاور آرکائیو

۲۔ ڈی سی خفیہ ڈائری ۳۷ ص ۲۵۱ (۳) جہاد نامہ قلمی از قاضی اسلم سنجری ۸۵

۴۔ پولیٹیکل ڈائری ۳۷ ص ۲۵۱ (۵) پولیٹیکل ڈائری ۳۷ ص ۲۵۱ پشاور آرکائیو

ستمبر ۱۹۱۵ء تک رستم کے مقام پر مجاہدین اپنے مورچوں میں بدستور ڈٹے رہے ۔ اس مہینے کے آخری ہفتے میں حاجی صاحب ترنگ زئی اپنے بال بچوں کو لیکر سوات پہنچے تاکہ ایک طرف تو وہ اپنے بال بچوں کو کسی محفوظ مقام پر مقیم کر سکیں اور دوسرے یہ کہ سوات سے مزید لشکر اکٹھا کر کے رستم کے مقام پر مجاہدین کو کمک پہنچائی جائے ۔ حاجی صاحب سوات سے ہوتے ہوئے باجوڑ جانا چاہتے تھے اسی مہینے افغانستان کے راستے سے چار سو بندوقیں بھی حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس پہنچائی گئیں تاکہ مجاہدین کے اسلحے کی کمی کو پورا کیا جا سکے ۔ یہ بندوقیں پہلے بابڑہ ملا کو پہنچائی گئیں جہاں دو ماہ تک ان کے پاس پڑی رہیں آخر کار ملّا بابڑہ نے انتہائی خفیہ طریقے سے یہ اسلحہ حاجی صاحب کو سوات میں پہنچایا۔[1]

ہزارہ کے مقام پر ۲۴ ستمبر کو مجاہدین نے چھتر کے مقام پر فرنٹیئر کنسٹبلری پر حملہ کر کے اسے بھاری نقصان پہنچایا ۔

جمعرات کے دن حاجی صاحب مولانا سیف الرحمٰن کے ہمراہ باغ کے مقام پر پہنچے حاجی صاحب کے پاس بابڑہ ملا کی مہر اور ایک تحریر بھی تھی جس میں بابڑہ ملا نے حاجی صاحب کی معیت میں بطور نائب کے اسلامی خدمات سر انجام دینے کا عہد کیا تھا اور اپنے معتقدین کو اس تحریر کے ذریعے یہ حکم دیا تھا کہ وہ حاجی صاحب کے ہر حکم پر لبیک کہیں جمعہ کے دن باغ کے مقام پر قبائلی لوگوں اور سرداروں کا ایک عظیم اجتماع ہوا جس کی صدارت حاجی صاحب نے کی اس جرگے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ انگریز حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مجاہدین چھوٹے چھوٹے دستوں میں انتظامی اضلاع میں پھیل جائیں اور انگریز حکومت کو مختلف طریقوں سے پریشان کیا جائے تاکہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی جائے اور آخر کار وہ یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جائے ۔ اس جرگے میں بعض لوگوں نے یہ تجویز پیش کی کہ سرکاری علاقوں میں ڈاکے ڈالے جائیں ۔ سڑکوں پر چلنے والی لبسوں کو اور موٹروں کو لوٹا جائے اس تجویز کی حاجی صاحب نے سختی سے مخالفت کی اور کہا ۔

" ہماری جدوجہد صرف اسلامی حدود و قیود کے اندر ہی رہے گی تو اسے ہم جہاد کہہ سکتے ہیں جس سے خدا اور اس کا رسول ؐ بھی خوش ہو سکتا ہے ۔ اگر آپ لوٹ مار شروع کر دیں تو اس لوٹ مار کو جہاد سے کیا نسبت جب کہ ہماری

۱۔ پولیٹیکل ڈائری ۸۳ ۲۵۹ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیوز۔

جدوجہد کا مقصد صرف اور صرف انگریزوں کو اقتدار سے محروم کر کے انہیں واپس اپنے وطن بھیجنا اور اپنے آپکو ان کی غلامی سے آزاد کرانا ہے صرف اسی پاک مقصد کی خاطر آپ تمام جدوجہد کریں۔ اسلام ڈاکے ڈالنے چوری کرنے اور کسی کو اغوا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاد کا مطلب یہ ہے کہ ہم اسلام کے اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے خدا کے حکم پر عمل پیرا ہو کر خدا کے دین کو پھیلانے کے لئے کوشش کریں۔ میں آج سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے ڈاکے ڈالنے کے طرز عمل کو اپنایا ہوا ہے یا جو لوگ عورتوں بچوں اور مردوں کو اغوا کر کے لائے ہیں یا لاتے ہیں وہ آئندہ اس حرکت سے توبہ کر لیں اور جن جن لوگوں کو وہ اغوا کر کے لائے ہوئے ہیں انہیں فوراً رہا کر کے انہیں بحفاظت ان کے گھروں کو پہنچانے کا انتظام کریں جس نے ایسا نہ کیا اس کے خلاف شرعی حدود کے تحت مقدمہ چلایا جائے گا اور جرگہ کی رو سے جرگہ جو سزا بھی ایسے افراد کے لئے تجویز کرے گا اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔"[1]

جنوری ۱۹۱۶ء کے جرگے کے بعد تمام قبائلی نے متفقہ طور پر حاجی صاحب سے درخواست کی کہ وہ باغ کے مقام پر ہی مستقل سکونت اختیار کر کے قبائلی عوام کی رہنمائی کریں، حاجی صاحب نے قبائلی عوام کے اصرار پر اس درخواست کو قبول کیا۔ قبائلیوں نے حاجی صاحب سے یہ بھی کہا کہ وہ ایک لنگر خانہ، ایک مسجد اور مجاہدین کے لئے حجرے تعمیر کرنے میں بھرپور تعاون کریں گے۔ اس فیصلے کے بعد فوری طور پر حاجی صاحب کے لئے ایک مکان کی تعمیر شروع کی گئی۔

حاجی صاحب کی جدوجہد

حاجی صاحب نے باجوڑ اور صافی قبائل کے درمیان دیرینہ دشمنیوں کو دوستیوں میں تبدیل کرنے کے لئے دورے شروع کئے ان کے ساتھ ان کے خلیفوں اور مریدوں کی کثیر تعداد ہوتی تھی حاجی صاحب چاہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف منظم جدوجہد اس صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے کہ قبائل آپس کی خانہ جنگیاں ختم کر دیں۔ تاکہ تمام قبائلی آپس میں متحد ہوں، اس اتحاد کیلئے حاجی صاحب نے دن رات کوشش

۱۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمتان صفحہ ۲۳۔

شروع کر دی حاجی صاحب نے متحارب قبیلوں کے درمیان صلح کے معاہدے کرائے اور پھر یہ فیصلہ بھی کیا کہ جو قبیلہ صلح کے معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا اس پر بھاری جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ چنانچہ جب کوئی قبیلہ صلح نامے کی خلاف ورزی کرتا تھا تو اس پر کئی کئی ہزار روپیہ جرمانہ عائد کیا جاتا تھا تاکہ دوسرے قبیلے عبرت حاصل کریں۔ حاجی صاحب کے حکم پہ لبیک کہتے ہوئے یہ جرمانہ فوری طور پہ ادا کر دیا جاتا تھا۔ جرمانے کی رقم مظلوم قبیلے کو دی جاتی تھی۔

حاجی صاحب کا لکاڑے میں قیام

فروری ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے صافی مہمندوں کے جرگے کی زبردست خواہش اور اصرار پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ لکاڑے کے نزدیک باغ کے مقام پر گڈملا کی مسجد میں مستقل سکونت اختیار کر کے قبائلی مجاہدین اور قبائلی عوام کی روحانی قیادت کے ساتھ ساتھ جہاد کی قیادت بھی کریں۔ حاجی صاحب کے عقیدتمندوں نے باغ کے مقام پہ حاجی صاحب کی رہائش گاہ اور لواحقین اور مجاہدین کے لئے مکانات تعمیر کرنا شروع کئے۔ ان مکانوں کے ساتھ ایک مہمان خانہ بھی تیار کیا گیا لنگر کے لئے بھی انتظام کیا گیا تاکہ روزانہ لنگر جاری رہے مجاہدین۔ لواحقین اور مہمان سینکڑوں کی تعداد میں ہر روز آتے اور اسی لنگر سے انہیں کھانا اور چائے وغیرہ دی جاتی۔ رات کو سونے کے لئے بستر مہیا کئے جاتے تھے۔

حاجی صاحب کے لکاڑے آجانے کے بعد فروری کے آخر میں لکاڑے میں قبائلی عوام کا ایک دوسرا جرگہ منعقد ہوا۔ جرگے کی صدارت حاجی صاحب نے کی۔ اس جرگے میں قبائلی سرداروں نے آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے حاجی صاحب سے ہدایات حاصل کیں۔ انگریزوں نے جن جن قبائلی علاقوں پہ جرمانہ عائد کیا تھا۔ اس جرمانے کے متعلق سرداروں نے حاجی صاحب سے پوچھا کہ اس کے متعلق کیا حکم ہے تو حاجی صاحب نے تمام قبائلی سرداروں سے کہا کہ وہ کسی قسم کا جرمانہ حکومت کو

ادا نہ کریں۔ حاجی صاحب نے جرگے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عنقریب ترکی فوجیں افغانستان کے راستے ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے آ رہی ہیں۔ اس لئے آپ لوگ بلند ہمت رہیں اور دشمن کی طاقت اور گولہ بارود یا دشمن کے ہوائی جہازوں اور بموں اور توپوں اور ٹینکوں سے خائف نہ ہوں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ خدا ہم سب کا نگہبان اور مددگار رہے۔[۱] امیر افغانستان نے بہت جلد جہاد کا اعلان کر کے جہاد کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کا وعدہ کیا ہے"

اس کے ساتھ ساتھ غالب پاشا اور انور پاشا کے اعلانات کی نقلیں بھی پورے قبائلی علاقے میں تقسیم کی گئیں ان اعلانات کی تقسیم کے بعد اور حاجی صاحب کی اس تقریر کے بعد مخبروں کے ذریعے جب انگریزی حکام کو یہ اطلاع ملی کہ ترکی فوجیں بھی مجاہدین کی مدد کے لئے آنے والی ہیں اور امیر افغانستان جہاد کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے والا ہے تو انگریزوں نے روپے کے تھیلوں کے منہ کھول کر انہی مہمند قبائلیوں میں سے چند آدمیوں کو اکسایا کہ وہ حاجی صاحب ترنگزئی اور دوسرے ملاؤں اور پیروں پر زور دیں کہ ہم لوگ روز روز کی جنگی مہمات کے نقصانات سے تنگ آ چکے ہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انگریزوں سے صلح کر لی جائے مگر چند انگریزوں کے زر خرید جو انگریزی اشاروں پر ناچ رہے تھے کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ مہمندوں کی اکثریت یہی چاہتی تھی کہ حاجی صاحب کی قیادت میں انگریزوں سے جہاد کر کے یا تو آزادی کی زندگی بسر کی جائے یا پھر اپنی جان خدا کے سپرد کر دی جائے۔

حاجی صاحب کو شیخ الہند کی طرف سے بھی یہ اطلاع مل چکی تھی کہ وہ بھی جلدی مجاہدین کے ساتھ آ کر ملنے والے ہیں اور ترکی فوجیں بھی افغانستان کے راستے آ رہی ہیں۔ لہٰذا حاجی صاحب کو جونہی یہ پیغام ملا انہوں نے قبائلی علاقوں میں جا کر لوگوں کو جہاد کے لئے آمادہ کرنا شروع کر دیا اور انہیں اپنے تفرقے مٹا کر ایک دیوار کی مانند بنا کر منظم کرنا شروع کر دیا حاجی صاحب مسلسل جہاد کی تبلیغ کرتے رہے۔ مارچ میں ہندوستان سے ۵۴ مجاہدین بھی حاجی صاحب کے ساتھ آ کر شامل

۱۔ خفیہ رپورٹ ایچ ای کیلی مورخہ ۳، مارچ ۱۹۱۶ء۔ پشاور آرکائیو ڈی سی ریکارڈ

ہو گئے جو اپنے ساتھ اسلحہ اور کافی روپے بھی لائے تھے۔

اس اثناء میں حاجی صاحب کو اطلاع ملی کہ امیر افغانستان کے پیر حضرت صاحب چہار باغ نے امیر کو کہا ہے کہ وہ انگریزوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے، حاجی صاحب نے قبائل کو منظم کرنے کے بعد مارچ ۱۹۱۶ء کو سنڈاکے ملا کو ایک خط لکھ کر انہیں کہا کہ وہ سوات کے لوگوں کا ایک لشکر تیار رکھیں اور جب انہیں کہا جائے وہ اس لشکر کو لے کر مجاہدین کے ساتھ آکر شامل ہوں۔

۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو سپنکی تنگی کے مقام پر خاویزئی، عثمان خیل اور بائیزئی کا ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں انگریزی فوجوں پر حملہ کرنے کے منصوبے پر سوچ بچار کیا گیا۔ اس جرگے میں بعض لوگوں نے یہ کہا کہ انگریزوں سے مصالحت کی جائے مگر جرگے نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ جب تک حاجی صاحب کی اجازت نہ ہو انگریزوں سے کسی قسم کی مصالحت نہ کی جائے کیونکہ ہم کسی طرح بھی حاجی صاحب کی ناراضگی کو مول نہیں لے سکتے اسی جرگے میں موسیٰ خیل قبیلے کی رحمت کور شاخ نے یہ کہا کہ ان کے مجاہد شبقدر پر حملہ کرنے کے لئے سب سے اگلی صف میں جانا چاہتے ہیں۔ اور دوسرے قبیلے پیچھے سے حاجی صاحب کے ساتھ ساتھ حملہ آور ہونا چاہتے ہیں جرگے کے متفقہ فیصلے کے مطابق مٹائی کے موسیٰ خیل، سپنکی تنگی، تورخوا، باڑہ خیل اور میرو خیل بائیزئی کے قبائلی سرداروں کا ایک جرگہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو شبقدر کے مقام پر منعقد ہوا گبتی اور دالش کول کے قبیلے بھی حاجی صاحب کے حکم سے اس جرگے میں آئے۔ حاجی صاحب اور ان کے تمام خلیفوں نے جہاد کے پرچم بلند کر رکھے تھے اور ان کے ہاتھوں میں قرآن مجید تھے۔ یہ تمام مجاہد اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے شبقدر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ راستے میں جہاں کہیں قبائلیوں کی کوئی بستی آتی اس بستی کے لوگ حاجی صاحب کا استقبال کرنے کے لئے جوق در جوق اکٹھے ہو کر حاجی صاحب کا استقبال کرتے حاجی صاحب ان لوگوں کے سامنے جہاد کے موضوع پر تقریر کر کے انہیں خدا کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی دینے کی تبلیغ کرتے[1] لوگ حاجی صاحب کی تقریر سن کر حاجی صاحب کے ہاتھ پر جہاد کے لئے خوشی خوشی بیعت

۱۔ خفیہ ڈائری ۱۲ پیراگراف ۲ ڈی سی ریکارڈ ۱۱۱ پشاور آرکائیو۔

کرتے جاتے اور حاجی صاحب سے یہ وعدہ کرتے کہ وہ ان کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

حاجی صاحب نے قبائلیوں کو کہا کہ بیمار ہو کر مر جانے سے بہتر ہے کہ خدا کے راستے میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا جائے۔ حاجی صاحب کے ساتھ ان کے اکثر قبائلی خلیفہ تھے ملّا بابڑہ کو حاجی صاحب نے صافی مہمندوں کے علاقے میں بھیجا ہوا تھا انہیں بھی حاجی صاحب نے یہ پیغام بھجوایا کہ وہ فوری طور پر دانش کول کے مقام پر پہنچ جائیں۔

ایک طرف حاجی صاحب جہاد کے لئے لشکر تیار کر رہے تھے دوسری طرف انگریزی وظیفہ خوار اس کوشش میں تھے کہ وہ کسی طرح انگریزوں سے صلح کر لیں۔

حاجی صاحب نے جب اس سازش کو دیکھا تو انہوں نے مہمند سرداروں سے کہا کہ اگر آپ لوگ جہاد کے پرچم کے نیچے متحد نہیں ہوتے تو پھر میں آپ کے علاقے سے نکل کر تیراہ کو جہاد کا مرکز بنالوں گا۔ جس پر مہمند سرداروں نے حاجی صاحب سے ہر قسم کے تعاون کا اقرار کیا اور جہاد کے لشکر میں جوق در جوق شامل ہو کر شبقدر کی طرف بڑھنے لگے مجاہدین کی تعداد تقریباً دو ہزار تھی۔

جوشِ جہاد اور جذبہ جہاد سے سرشار یہ مجاہدین اللہ اکبر کے نعروں سے پہاڑوں کے دلوں کو لرزاتے ہوئے آگے بڑھے تو جنرل آفیسر کمانڈنگ فسٹ ڈویژن کو حکم ملا کہ قبائلیوں کو انگریزی فوج کی برتری کا احساس دلانے کے لئے شبقدر پر ہوائی جہازوں کا ایک سکواڈ بھیجا جائے۔ ۱۴ اپریل ۱۹۱۶ء کو دو ہوائی جہازوں نے شبقدر کے اردگرد پہاڑوں پر بمباری کی۔ یہ بمباری کیپٹن گرفتھ کے حکم سے کی گئی جو ان دنوں مہمندوں کے علاقے کے انچارج تھے[۱]۔ ہوائی بمباری کے ساتھ ساتھ چیف کمشنر نے ایک جابرانہ حکم نافذ کیا کہ عیسٰے خیل اور برہان خیل قبیلے سے تین تین ہزار، کمالی حلیمزئی اور تارک زئی قبیلے سے چار چار ہزار۔ بائیزئی قبیلے سے چھ ہزار خویزئی قبیلے سے دو ہزار، صافی قبیلے سے پانچ ہزار۔ عثمان خیل قبیلے سے ڈھائی ہزار روپیہ فوری طور پر جرمانہ وصول کیا جائے اور یہ قبیلے انگریزوں کے خلاف بغاوت نہ کرنے اور حاجی صاحب ترنگ زئی کا ساتھ نہ

۱۔ خفیہ رپورٹ ڈی سی ریکارڈ ڈائری نمبر ۱۲ صفحہ ۱۲۱- پشاور آرکائیو۔

دینے کی دو سال تک کے لئے دس دس ہزار روپے نقد ضمانت ادا کریں۔[1]

انگریز حکومت نے قبائلیوں کو متنبہ کیا کہ اگر انہوں نے یہ جرمانہ ادا نہ کیا تو اُن کے کسی آدمی کو برطانوی علاقے میں نہ تو تجارت کرنے کی اجازت دی جائے گی اور نہ ہی ان کا کوئی آدمی برطانوی مقبوضات میں داخل ہو سکے گا۔ یہ بھی وارننگ دی گئی کہ اگر یہ جرمانہ ادا نہ کیا گیا تو ان قبائلیوں کے گاؤں کو ہوائی بمباری سے تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔[2] حاجی صاحب نے مہمندوں کو کہا کہ وہ انگریزوں کی وارننگ اور ہوائی یا بری طاقت سے بالکل خوفزدہ نہ ہوں بلکہ اپنے خدا پر توکل اور بھروسہ رکھیں۔ جو سب سے بڑی طاقت کا مالک ہے۔

اپریل ۱۹۱۶ء میں سرحد کے مشہور مجاہد عمرا خان کا بیٹا عبدالمتین بھی اپنے ساتھ کئی جانباز مجاہدوں کو لے کر کابل سے حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ شامل ہو کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے باجوڑ کے مقام پر پہنچا۔ خان عبدالمتین اپنے ساتھ چار سو رائفلیں بھی لے کر آیا تاکہ قبائلیوں میں تقسیم کی جائیں۔[3]

آہستہ آہستہ مجاہدین کا لشکر جمع ہوتا گیا۔ حاجی صاحب نے خوگہ خیل مہمندوں کے علاقے میں جا کر ہر ایک قبائلی سردار کو ایک ایک ریوالور اور اپنی طرف سے بادا موں اور کارتوسوں کے تحفے دیئے اور ان سے کہا کہ وہ خدا کے راستے میں جہاد کے لئے اپنے علاقے کا ایک لشکر تیار کریں۔

حاجی صاحب کی تیاری کے ساتھ ساتھ انگریز بھی اپنی سیاسی چالوں سے حاجی صاحب کی جہاد کی کوششوں کو ناکام بنانے میں پانی کی طرح روپیہ بہا رہے تھے۔ اسی طرح روپے کی لالچ میں آکر ۱۵ اپریل ۱۹۱۶ء کو جب حاجی صاحب خوگہ خیل میں جہاد کی تبلیغ کر رہے تھے، تو گنداب کے چند آدمیوں کو انگریزوں نے حاجی صاحب کے پاس بھیجا جنہوں نے حاجی صاحب کے پاس جا کر یہ کہا کہ ہمیں گنداب کے علیئی خیل اور برہان خیل کے قبیلوں نے جرگے کے بعد آپ کے پاس بطور قاصد بھیجا ہے کہ آپ اگر کسی بھی انگریزی علاقے پر حملہ آور ہوں گے تو ہم لوگ آپکی پر زور مخالفت کرینگے۔

۱۔ خفیہ رپورٹ ڈی سی ریکارڈ ڈائری نمبر ۱۴ صفحہ ۱۲ پشاور ۱۹۱۶ء ۲۔ روزنامچہ قلمی بازبخت جمال خان صفحہ ۱۳۲
۳۔ خفیہ رپورٹ ای ایچ کیلی ۱۴ اپریل ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۲۲ چیف کمشنر ریکارڈ پشاور ۲۰۹

مجاہدین نے حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں متحد ہو کر انگریزی چھاؤنیوں اور کیمپوں پر حملے کی زور شور سے تیاریاں شروع کیں۔ تو انگریزوں نے اپنے مددگار امیر افغانستان کو خفیہ طور پر یہ سبق پڑھایا کہ وہ ایک دربار منعقد کر کے اس میں پیروں اور علماؑ و مشائخ کو یہ کہیں کہ شریعت کا حکم ہے کہ بغیر امیر کے حکم کے جہاد ناجائز ہے لہٰذا جب تک میں اجازت نہ دوں یہ جہاد خلاف شریعت ہوگا۔ چنانچہ ۱۲ اپریل ۱۹۱۶ء کو امیر افغانستان نے کابل میں ایک دربار منعقد کیا جس میں تمام علماؑ و مشائخ جمع ہوئے ان علماؑ و مشائخ کو کیا معلوم تھا کہ امیر انگریزوں کے اشاروں پر یہ سب کچھ محض اس لئے کر رہا ہے تاکہ جہاد کی تمام سکیم کو ناکام بنا دیا جائے۔ امیر نے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کا قصہ دربار میں بیان کرنے کے بعد کہا کہ ترکی اور پرشیا بھی اتنی بڑی طاقت کے سامنے نہیں ٹھہر سکے تو ہم افغان کس طرح انگریزوں کی مضبوط ترین طاقتور فوجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں جونہی امیر افغانستان نے یہ کہا تو اس وقت ننگرہار کے مشہور روحانی رہنما حضرت شاہ فقیر نے کھڑے ہو کر امیر سے کہا "ترکی اور پرشیا کے لوگوں نے جفاکشی کی زندگی کو خیرباد کہہ دیا تھا اس لئے وہ انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکے ان کے مقابلے میں ہم افغان ابھی تک جفاکشی میں جَو کی روٹی کھاتے ہیں اور پتھر ہمارے بستر ہیں ہم اپنی اس جفاکش زندگی کی بناء پر انگریزوں کی بڑی سے بڑی فوجی طاقت کا مقابلہ کرنے کی بخوبی اہلیت رکھتے ہیں"۔ سب علماؑ و مشائخ نے فقیر صاحب کی تائید کی۔ امیر نے جب دیکھا کہ معاملہ انتہائی نازک ہے تو فوراً ہوا کا رخ موڑتے ہوئے کہا "آپ لوگ وقت کا انتظار کریں۔ جونہی وقت آئے گا میں شریعت کے تحت اس کا حکم جاری کر دوں گا۔ اس طرح امیر نے مجاہدین کے جذبۂ جہاد کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا نتیجہ یہ ہوا کہ مجاہدین جہاد کی منظم تیاریوں میں مصروف ہو گئے تاکہ جونہی امیر شریعت کی رو سے جہاد کا حکم جاری کرے تو انگریزوں کے خلاف منظم طریقے سے جہاد کا آغاز کر دیا جائے۔

ا۔ کابل دربار ۱۹۱۶ء بحوالہ ڈی سی ریکارڈ سیریل ۹۵/۵ ص ۱۴۲ پشاور آرکائیو۔

باغ کے مقام پر جرگہ

تحریک جہاد میں بابڑہ ملا حاجی صاحب کے معاون کے طور پر کام کرتے رہے۔ چنانچہ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو مہمند قبائل کے سرداروں کا ایک جرگہ بابڑہ ملا کے پاس شبقدر گیا تو انہوں نے جرگے سے کہا کہ وہ حاجی صاحب کی اجازت کے بغیر ان سے ملنا نہیں چاہتے انہوں نے کہا آج کل حاجی صاحب گڈ ملا کی جگہ باغ میں مقیم ہیں لہٰذا جرگے کو چاہیئے کہ وہ باغ کے مقام پر پہنچے وہاں حاجی صاحب سے ملاقات کر کے جرگہ اپنے مطالبات پیش کرے، چنانچہ یہ سردار باغ کے مقام پر حاجی صاحب کے پاس گئے بابڑہ ملا بھی وہاں پہنچے اور جمعہ کی نماز کے بعد حاجی صاحب نے قبائلی سرداروں کے ایک بہت بڑے جلسے کی صدارت کی اور اس اجلاس میں برطانوی فوجوں پر حملہ کرنے اور برطانوی مقبوضات میں سے انگریزوں کو نکال کر ان علاقوں کو آزاد کرانے کے لئے مختلف امور زیر بحث لائے گئے اور مختلف پروگراموں پر عمل کرنے کے لئے حاجی صاحب نے ہدایات جاری کیں، حاجی صاحب نے اس عظیم الشان اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے قبائلی سرداروں اور عوام سے کہا "انگریز اسلام کے عظیم ترین دشمن ہیں۔ انہوں نے ہندوستان سے اسلامی حکومت کو ختم کر کے ہم تمام لوگوں کو غلام بنا لیا ہے۔ ترکی کی اسلامی حکومت کو ختم کر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے انگریزوں نے عملدرآمد شروع کر دیا ہے ان حالات میں ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم اسلام کی عظمت اور سربلندی کے لئے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کریں، تاکہ ان انگریزوں سے ہم بھی آزادی حاصل کر سکیں اور دنیائے اسلام کو بھی ان کے پنجوں سے نجات دلا سکیں، حاجی صاحب نے قبائلی سرداروں سے کہا کہ "اس وقت جب کہ قبائلی مجاہدین آزادی کی جدو جہد میں مصروف ہیں انگریزوں نے ہماری اس جدو جہد کو ناکام بنانے کے لئے یہ سازش شروع کر دی ہے کہ ہندوستانی مقبوضہ علاقوں میں ہندو مسلم فسادات شروع کرا دیتے ہیں، ان فسادات میں انگریزوں کی سیاسی چال کارفرما ہے، ہمارا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد ہے کیونکہ انگریزوں نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے اور قبائلی علاقوں کو بھی وہ اپنے پنجہ استبداد میں جکڑنا

چاہتے ہیں یہ یہاں قبائل میں ہندو بھی آباد ہیں سکھ بھی ہیں مگر یہ لوگ ہماری آزادی کے راستے میں حائل نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ہمیں وہی سلوک کرنا چاہیئے۔ جو اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے البتہ ہماری جنگ اس مشترکہ عیسائی طاقت کے خلاف ہے۔ جو دنیائے اسلام کو اس وقت ختم کرکے اپنا اقتدار مسلط کرنا چاہتی ہے۔ یہ طاقت "انگریز" ہے جس کے خلاف ہماری جنگ اس لئے ہے کہ اس نے ہمیں غلام بنا لیا ہے۔ وہ ہندوستان میں تاجر کے بھیس میں آیا اور پھر اسلامی حکومت کا خاتمہ کرکے یہاں پر قابض ہو گیا۔ میں قبائلی عوام سے کہتا ہوں کہ جو لوگ اسلام کی خاطر جہاد کرنا چاہتے ہیں وہ اسلامی جہاد کے اصولوں پر بھی عمل پیرا ہوں تاکہ اگر وہ جیت جائیں تو غازی کہلائیں اور اگر مر جائیں تو شہید کہلوائیں۔ اسلام یہ کبھی بھی اجازت نہیں دیتا کہ ڈاکے ڈالے جائیں لوٹ مار کی جائے۔ عورتوں کو یا بچوں کو اغوا کیا جائے۔ یا مسافروں کو یرغمال بنایا جائے بلکہ اسلام ہمیں کفر کے مقابلے میں اگر جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ عورتوں، بچوں، بیماروں، ضعیفوں پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ لہٰذا جو لوگ اسلام کے حکم کے خلاف کام کریں وہ اسلام کے سخت ترین دشمن ہیں۔
حاجی صاحب نے کمالی اور پنڈیالی کے علاقے کے مہمندوں کو کہا کہ "آپ کے علاقے کے جن لوگوں نے پشاور شہر میں ڈاکہ ڈال کر ہندوؤں کو اغوا کیا ہے۔ جن میں سے ۱۸ افراد اس وقت دانش کول کے علاقہ میں موجود ہیں انہیں فوری طور پر رہا کیا جائے اور آئندہ کے لئے اس قسم کے واقعات سے پرہیز کیا جائے اور ڈاکے نہ ڈالے جائیں بلکہ دشمن کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے تاکہ ہم خدا کے سامنے اور شریعت کے سامنے سرخرو ہوں"[1]

حاجی صاحب کی اس تقریر کے بعد کمالی، حلیمزئی اور عیسےٰ خیل مہمندوں کے سرداروں نے کھڑے ہو کر حاجی صاحب سے عرض کی "جناب پیر و مرشد! انگریزوں نے ہمارے علاقوں کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ ہمارے گاؤں کے ارد گرد بجلی کی تاریں دوڑا دی ہیں جس کی وجہ سے ہم روزمرہ کی ضروریات زندگی کے حصول کے لئے انتہائی پریشان ہو چکے ہیں۔ باوجود ان تمام مشکلات کے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کہ ہم اسلام کی خاطر ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ کمالی مہمندوں کے سرداروں نے حاجی صاحب سے کہا کہ وہ ان ہندوؤں

۱۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان ص ۱۰۱

کو جو اغوا کر کے لائے گئے ہیں آپ کے حوالے کرتے ہیں آپ جو طریقہ مناسب سمجھیں کریں۔ ہم آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب خود کمالی کے علاقے میں گئے۔ اور ان ہندوؤں کو آزاد کرا کر انہیں کہا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں چلے جائیں۔[1]

حاجی صاحب ان ہندو یرغمالیوں کو آزاد کرانے کا آرڈر دیکر بعد میں کابل کو روانہ ہوئے تاکہ وہاں سیاسی رہنماؤں سے تبادلہ خیال کریں اور افغانستان سے مجاہدین کے لئے اسلحہ اور کارتوس وغیرہ خرید کر لائیں جب حاجی صاحب کابل کی طرف روانہ ہو پڑے تو ان کے جانے کے بعد مہندوں کے علاقے میں ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا۔ مہند سرداروں نے یہ فیصلہ کیا کہ حاجی صاحب کے جنتے رشتہ داروں کو انگریزوں نے قید کر رکھا ہے اگر انگریز حاجی صاحب کے ان رشتہ داروں کو آزاد کر دیں تو قبائلی سردار بھی ان ہندوؤں کو آزاد کر دیں گے۔ جو یرغمال بنائے گئے ہیں۔

مولانا سیف الرحمٰن حاجی صاحب کے ساتھ کابل گئے تھے مگر جب فروری میں حاجی صاحب واپس چمرکنڈ میں آئے تو مولانا سیف الرحمٰن ان کے ساتھ نہ تھے بلکہ حاجی صاحب انہیں افغانستان میں چھوڑ آئے تاکہ وہ سیاسی سرگرمیوں میں اور عملی جہاد کی تحریک کے درمیان گہرا رابطہ برقرار رکھنے کے لئے افغانستان میں کام کریں حاجی صاحب نے افغانستان سے واپسی پر اپنے مرشد ہڈہ ملا کی زیارت پر بھی قیام کیا اور فاتحہ پڑھی، وہاں آپکے استقبال کے لئے ایک بہت بڑا اجتماع ہوا جس سے خطاب کرتے ہوتے آپ نے فرمایا "مسلمانوں کی کامیابی ان کے اتحاد میں مضمر ہے۔ انگریز اپنی سیاسی چالوں کے ذریعے مسلمانوں میں افتراق پیدا کر رہے ہیں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا دشمن بنایا جا رہا ہے ایک قبیلے کو دوسرے قبیلے کا دشمن بنایا جا رہا ہے۔ یہ تمام چالیں دراصل مسلمانوں کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے چلی جا رہی ہیں۔ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ متحد ہو کر اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف جو دنیا سے مسلمانوں کے اقتدار کو ختم کرنے کے درپے ہیں منظم ہو کر جہاد کریں۔[2]

جنوری ۱۹۱۶ء میں حاجی صاحب چمرکنڈ سے باجوڑ آئے اور ڈوڈہ کے مقام

۱۔ پولیٹیکل ڈائری ۵۲ صـ ۴ سیریل ۳۹۵ پشاور آرکائیو

۲۔ ڈائری عبدالمستعان فروری ۱۹۱۶ء (وقائع نویس حاجی صاحب ترنگزئی)

پر مقیم ہو کر مجاہدین کو منظم کرنے لگے تاکہ موسم سرما کی شدت کے ختم ہوتے ہی انگریزی فوجوں پر تابڑ توڑ حملے کئے جائیں۔[1]

قبائل کے نام حاجی صاحب کا ایک اہم خط

حاجی صاحب نے محاصل خان کو خط لکھا کہ وہ اپنے قبیلے کے جوانوں کو لے کر جہاد کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے لکاڑے میں آئے تاکہ ایک متفقہ پروگرام کیمطابق انگریزی فوجوں پر حملہ کیا جا سکے۔ محاصل خان نے حاجی صاحب کا یہ حکم دیکھتے ہی کافی تعداد میں مجاہدین جمع کئے۔ اور ۲۸ جون ۱۹۱۶ء کو حاجی صاحب کے پاس لکاڑے میں پہنچ کر اپنا لشکر حاجی صاحب کی تحویل میں دیا۔ حاجی صاحب کے پاس جب ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا تو وہ آگے بڑھے تاکہ برطانوی علاقے پر حملہ کیا جا سکے۔ اس لشکر کی اطلاع ملتے ہی انگریزی فوج حرکت میں آ گئی۔ انگریزوں نے اپنے حامی ایک قبیلے کو اسلحہ دے کر تیار کیا کہ جونہی حاجی صاحب کا لشکر آئے اس کا صفایا کر دیا جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب کا لشکر ۳۰ جون ۱۹۱۶ء کو شبقدر کے نزدیک حافظ کور کے مقام پر پہنچا۔ وہاں انگریزی فوج اور انگریزوں کے معتمد وظیفہ خور افراد نے حاجی صاحب کی فوجوں کا مقابلہ کیا ایک بہت بڑی مزاحمت ہوئی۔ حاجی صاحب نے جب اپنوں کو ہی مقابلے میں دیکھا تو انہوں نے بابڑہ ملا، چکنور ملا اور میر سعید جان بادشاہ کو خطوط لکھ کر انہیں کہا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں سے مجاہدین کے لشکر لے کر تیار کریں اور سب سے پہلے انگریزوں کے ان معتمد لوگوں کا صفایا کریں جو انگریزوں کے معاون بن کر ان کے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے مجاہدین کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہیں یا مجاہدین کے پاک ارادوں کو ناکام بنانے کے لئے انگریزوں کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ حاجی صاحب نے اپنے خطوط میں یہ بھی واضح کیا کہ مجاہدین کے لشکر عید تک تیار کئے جائیں اور عید کے دوسرے دن جہاد کا آغاز کیا جائے۔[2] امیر افغانستان اپنی دوغلی پالیسی کے تحت ایک طرف مجاہدین

۱۔ خفیہ رپورٹ ۷ جنوری ۱۹۱۶ء از ای ایچ کیلی ص۸۔ ۲۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان ص۲۲۹

کو اپنی حمایت اور جہاد کا عنقریب اعلان کرنے کا وعدہ کر رہا تھا اور دوسری طرف وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے قبائلی مجاہدین کو یہ کہلوا رہا تھا کہ وہ اعلان جہاد کے ہونے تک انگریزوں کے خلاف کسی قسم کا کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ پیر سید جان بادشاہ بھی امیر افغانستان کے اشارے پر درپردہ کام کر رہا تھا حاجی صاحب صاف دل اور پاکیزہ روح کے مالک تھے وہ نہ تو امیر افغانستان کی چالوں کو سمجھ سکے اور نہ ہی پیر سید جان بادشاہ کے کردار کو بھانپ سکے۔ جب حاجی صاحب نے لشکر اکٹھا کرنے کے خطوط لکھے تو حاجی سید جان نے حاجی صاحب کو جواب میں لکھا کہ امیر نے اعلان جہاد سے پہلے انگریزوں کے خلاف کسی قسم کا کوئی قدم اٹھانے سے منع کیا ہے لہٰذا فی الحال جہاد کے لئے لشکر اکٹھا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی میں اس معاملے میں کوئی مدد کر سکتا ہوں[1]

اس لشکر کے اکٹھا کرنے کی اطلاع جب انگریزوں کو ملی تو انہوں نے شبقدر کے مقام پر ایک جرگہ بلایا اور اپنے معتمد آدمیوں کو انعام و اکرام سے نوازتے ہوئے کہا کہ اگر حاجی صاحب ترنگزئی لشکر اکٹھا کر کے انگریزی علاقے پر حملہ آور ہو تو اس کا سختی سے مقابلہ کیا جائے[2]

مجاہدین کو ڈاکٹروں کی اور نشر و اشاعت کے لئے پریس کی سخت ضرورت تھی اس ضمن میں بنگال کے ایک مجاہد نے حاجی صاحب کے پاس جا کر درخواست کی کہ اس کی خدمات کو قبول کیا جائے۔ مولوی محبوب عالم مالک پیسہ اخبار اور مولانا ظفر علی خان نے قبائلی علاقے میں ایک پریس پہنچانے کا انتظام کیا۔ چنانچہ پریس کے پرزوں کو الگ الگ کر دیا گیا اور پھر ان پرزوں کو حاجی صاحب کے پاس پہنچایا گیا۔ یہ پریس چمرقند میں لگایا گیا۔ جہاں سے مجاہدین کی خبروں کو شائع کر کے دنیائے اسلام میں پہنچایا جاتا تھا[3]

۲۴ راگست ۱۹۱۶ کو سپاری۔ ننگرہار۔ جلال آباد اور تیراہ کا ایک وفد حاجی صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ جہاد کے لئے منظم طریقے سے لشکر تیار ہو چکے ہیں صرف اعلان کا انتظار ہے۔ حاجی صاحب ان دنوں باجوڑ میں ڈوڈا کے مقام پر تھے۔ پروگرام یہ تھا کہ

۱۔ انٹرویو قاضی اسلم سنجری بہ مصنف ۲۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان صفحہ ۲۷۰

۳۔ ڈی سی ریکارڈ بنڈل نمبر ۱۵ فائل نمبر ۳۹۵ پشاور آرکائیوز۔

مجاہدین کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں منظم کیا جائے اس سلسلے میں سوات کے حکمران عبدالجبار شاہ کو بھی حاجی صاحب نے جہاد میں حصہ لینے اور انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتے ہوئے ایک خط لکھا حاجی صاحب نے یہ خط سوات کے حکمران کو مخاطب کرنے کے علاوہ مہمندوں، باجوڑی، بنیر وال، سواتی، گدون اور دوسرے قبائلیوں کو بھی لکھا خط کا مضمون مندرجہ ذیل تھا۔

"خدا کی تعریف کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے بعد جنرل خیرالدین بیگ ترک جنرل کی طرف سے جو اس وقت خلافت عثمانیہ ترکی کا نمائندہ ہے ترکی کے سلطان اور شریف مکہ کی طرف سے میں تمام قبائل کو عید کی مبارکباد دیتے ہوئے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں کہ اگر خدا نے قبائلیوں کی مدد اور ان پر مہربانی کی تو ترک فوجی عنقریب تیراہ میں جہاد کرنے کیلئے پہنچنے والے ہیں۔ عید کے تیسرے دن قبائلی مجاہد بھی اپنے جھنڈے سلطان ترکی کے جھنڈوں کے ساتھ ہی میدان جہاد میں گاڑھ دیں گے۔ جس طرح تاریخ میں کئی فاتح اور شہسوار خیبر کے راستے ٹل اور کوہاٹ کے راستے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ مجاہدین کی ایک پارٹی جو چار سو افراد پر مشتمل تھی وہ علی مسجد کے مقام پر برطانیہ کی فوجوں کی دو انفنٹری کمپنیوں اور کیولری کے دو سکواڈرن کے محاصرے میں آچکی ہیں اور باوجود اس محاصرے کے انہوں نے اپنے دشمنوں کی کھوپڑیوں سے ان کے مغز کو بھی گولیوں سے باہر نکال دیا ہے۔ ان قلیل افراد نے اتنی بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ کرکے جو کامیابی حاصل کی ہے وہ قرآن مجید کے حکم کی تعمیل کی وجہ سے ہے اور انکے مصمم ارادے اور اسلامی جوش اور جذبے پر منحصر ہے۔

اس لئے اے قبائلی مجاہدو! تم بھی خدا کے اس راستے پر چلنے کے لئے اور اسلام کی عظمت کے لئے جہاد کے قافلے میں شامل ہونے کے لئے جتنی جلد ہو سکے روانہ ہو جاؤ اگر تم کو گھوڑوں پر سوار ہو کر یا پیدل اس میدان جہاد میں پہنچنا پڑے تو دیر نہ کرو جلدی سے پہنچو کیونکہ جو لوگ خدا کے راستے میں اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کرتے ہیں وہ خدا کے نزدیک دونوں جہانوں میں

سرخرو ہوتے ہیں۔

اے میرے مجاہد قبائلی بھائیو میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ میرے اس خط کو دیکھتے ہی فوری طور پر ترکی کے عظیم مسلمان حکمران کے حکم اور قسطنطنیہ کے مفتی اعظم اور مذہبی رہنما شیخ الاسلام کے فتوے کے مطابق اپنے پرچم بلند کرتے ہوئے انگریزوں پر فوراً حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھو تاکہ قرآن کے حکم پر عمل پیرا ہو سکو جس میں خدا نے حکم دیا ہے کہ اے مسلمانو! کافروں کے لئے سیسہ پگھلائی ہوئی دیواریں جاؤ۔ میرے مجاہد بھائیو! یہ خدا کا فرمان بھی ہے کہ خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اسکے راستے میں ایک قطار میں متحد اور متفق ہو کر تنظیم کے ساتھ کافروں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں یہی تنظیم افراد کو ایک دیوار کی طرح مستحکم اور مضبوط بنا دیتی ہے۔ میں ان لوگوں پر سلام بھیجتا ہوں جو اس سیدھے راستے پر گامزن ہوئے۔"[1]

حاجی صاحب کی طرف سے جب یہ خط قبائلی علاقوں میں پہنچا تو ہر طرف قبائل کے جتھے جہاد کے لئے تیار ہونے لگے۔ پہاڑ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ حاجی صاحب کے اس حکم کے علاوہ ریحان کوٹ کے صاحبزادہ اور مرخنی ملّا کی طرف سے بھی قبائل کو اس مضمون کے خطوط ملے۔ ان خطوط میں ایک خط جہاد کے حکم پر مشتمل تھا جو ترکی کے خلیفہ کی طرف سے جنرل خیرالدین کو اور پھر جنرل خیرالدین کی طرف سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو لکھا گیا تھا حاجی صاحب کی طرف سے جب قبائل کو خط اور جہاد کا پروانہ ملا تو سرحد کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام قبائیلیوں نے حاجی صاحب کے حکم اور سلطان ترکی کے حکم پر لبیک کہتے ہوتے جہاد کیلئے جتھوں کے جتھے تیار کرنا شروع کر دیئے۔ آفریدی، شنواری، باجوڑی اور کوہستانی وزیر، محسود، بھٹنی، سواتی، یوسف زئی اور مہمند تمام قبائل نے جہاد میں حصہ لینا فرض سمجھتے ہوئے حاجی صاحب کو پیغام بھیجا کہ ہمارا بچہ بوڑھا ہماری عورتیں ہمارے مرد ہمارا مال اور ہماری جائیدادیں سب کچھ خدا کے راستے میں قربانی کے لئے تیار ہے ہم جہاد کے پرچم بلند کر لئے ہیں ہم منظم ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ ہم زندگی کے آخری سانس تک اسلام کے لئے سب کچھ قربان

۱۔ خط حاجی صاحب ترنگ زئی بنام قبائل و جملہ مسلمانان محفوظ ڈائری ۳۴ بنڈل ۵ فائل ۳۹۵ /۱۵ پشاور آرکائیو

کرنے کے لئے مکمل طور پر تیار اور مستعد ہیں۔ علی مسجد کے نزدیک چند آفریدی مجاہدین نے بھاری انگریزی فوجوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کر کے انگریزی فوجوں کو سخت جانی نقصان پہنچایا اور کافی انگریزی اسلحہ پر قبضہ کیا اس دلیرانہ کارنامے پر حاجی صاحب نے آفریدیوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور دوسرے قبیلوں کو کہا کہ وہ بھی پوری قوت ایمانی کے ساتھ انگریزی فوجوں کا مقابلہ کر کے انہیں اسی طرح شکست فاش دیں جس طرح علی مسجد کے مقام پر بہادر آفریدیوں نے بہت بڑی تعداد پر مشتمل انگریزی فوج کو شکست دی ہے۔ نواب دیر کے پاس بھی حاجی صاحب نے ایک قاصد کے ذریعے خلیفۃ المسلمین کا فرمان اور اپنی چٹھی بھیجکر نواب دیر کو کہا کہ وہ بھی ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے انگریزوں سے ملک کو آزاد کرانے میں مجاہدین کا ساتھ دے نواب دیر نے فرمان اور خط کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور قاصد کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا[۱] اور اعلان کر دیا کہ ریاست دیر کا جو بھی آدمی حاجی ترنگ زئی کے ساتھ شامل ہو کر انگریزوں کے خلاف جہاد کریگا اسے کڑی سزا دی جائے گی اور اس کی جائیداد ضبط کر دیجائیگی اس کے علاوہ نواب نے جہاد کا لفظ زبان سے ادا کرنے پر پابندی عائد کر دی[۱]۔

خط پہنچتے ہی باجوڑ کے ہزاروں لوگ جہاد کے لئے فوری طور پر حاجی صاحب ترنگ زئی کے جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہو گئے۔ ۱۵ نومبر کو مجاہدین کے ایک لشکر نے مہمندوں کے علاقے سے نیچے آکر برطانوی فوج پر حملہ کیا۔ مجاہدین کی تعداد چھ ہزار تھی ان بہادر مجاہدین نے انگریزی فوج کو سخت نقصان پہنچا کر اسے پیچھے دھکیلنے پر مجبور کیا۔

۹ نومبر کو مجاہدین نے تارک زئی کے علاقے کو گھیرے میں لیا جس میں انگریزی فوج بھی محصور ہو گئی۔ حاجی صاحب بھی مجاہدین کا ایک بھاری لشکر لے کر ان مہمند مجاہدوں سے آملے۔ بابڑہ ملا بھی ان کے قیادت میں نائب سالار کی حیثیت سے مجاہدین کی کمان کر رہے تھے۔ مجاہدین چکدرہ پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ راستے میں برطانوی فوج سے ان کا آمنا سامنا ہوا۔ برطانوی فوج نے مجاہدین پر آگ برسانا شروع کر دی۔ مجاہدین نے نہایت تیزی کے ساتھ پہاڑوں میں پھیل کر پتھروں کی اوٹ میں مورچے سنبھال کر بے جگری سے مقابلہ شروع کیا۔ تو انگریزی فوج سراسیمہ ہو کر بھاگنے پر مجبور ہو گئی[۲]۔

۱۔ خفیہ ریکارڈ ڈی سی آفس ڈائری ۳۵ صفحہ ۳۲۲ پشاور آرکائیو
۲۔ پشاور آرکائیو بنڈل ۱۵ سیریل ۳۹۵ صفحہ ۳۲۲ ڈی سی ریکارڈ
۳۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان صفحہ ۳۲۶

خان آف خار کے خلاف جدوجہد

جنوری ۱۹۱۶ء میں حاجی صاحب ترنگزئی نے بابڑہ ملا کی قیادت میں خان آف خار پر حملے کی تیاری شروع کی کیونکہ انگریز خان آف خار کے ذریعے سرحد میں ایک نئی ریاست بنا کر صافی اور مہمند قبائل کو اس نئی ریاست کے زیر اثر کر کے حاجی صاحب کو ناکام بنانا چاہتے تھے اس طرح انگریزوں کا یہ خیال تھا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے جہاد کے مسئلے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے اس سکیم کے تحت انگریزوں نے خان آف خار کو اپنا آلہ کار بنا کر اپنے زیر اثر قبائلیوں کو حاجی صاحب کے مجاہدین کے سامنے لا کھڑا کیا۔ اب حاجی صاحب کے پاس اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ خان آف خار کا مقابلہ کر کے انگریزوں کی سازش کو ناکام بنائیں۔

سردار نصراللہ خان نے حاجی صاحب ترنگزئی کو مجاہدین کے خرچ اخراجات اور اسلحہ کی خریداری کے لئے تین ہزار کابلی روپے بھیجے۔ حاجی صاحب کے کہنے پر سردار نصراللہ خان نے چمرکند کے مجاہدین کے لئے بھی معقول امدادی رقوم بھیجی۔

مجاہدین نے اسلحہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے برطانوی فوجیوں سے لڑ کر اسلحہ چھیننے کے لئے ۱۷ جنوری کا کو ۲۱ تارک زئی مہمندوں نے چھاپے مار کر کئی بندوقیں اور گولہ بارود پر قبضہ کیا۔

اسی جنوری ۱۹۱۶ء میں ملا سنڈاکے نے سوات کے لوگوں کو خطوط لکھے اور پیغامات بھیجے کہ چونکہ سوات کا بادشاہ عبدالجبار شاہ قادیانی ہے اس لئے کوئی فرد اس کی تائید اور اعانت نہ کرے کیونکہ اس شخص نے محض قادیانی کی حیثیت سے ہماری تحریک جہاد کو ناکام بنانے کے لئے انگریزوں سے خفیہ ساز باز کر رکھی ہے۔

کابل کے دربار سے حاجی صاحب کو پانچ پوستین بھیجی گئیں تاکہ وہ قبائل کے پانچ مشہور علماء و مشائخ یعنی بابڑہ ملا۔ ڈوڈا ملا۔ سرخنئی ملا اور چمرکند کے مجاہدین کے امیر میں تقسیم کی جائیں۔ بادشاہ گل فضل اکبر حاجی صاحب ترنگ زئی کا خط لیکر سوات پہنچے تاکہ لوگوں کو کہیں کہ عبدالجبار شاہ چونکہ قادیانی ہے اس لئے وہ کسی طرح بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس کا حکم مانا جائے۔

فروری ۱۹۱۶ء میں حاجی صاحب اپنے مرشد اڈے صاحب کی زیارت سے چلہ کشی کے بعد غازی آباد واپس تشریف لائے اور آپ نے مہمندوں کے علاقے کا دورہ کر کے تمام لوگوں سے کہا کہ وہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں تا کہ جونہی موسم خوشگوار ہو جائے تو مجاہدین کا ایک دستہ شبقدر کے نزدیک حافظ کور کے مقام پر انگریزی فوج پر حملہ آور ہو کر انگریزی فوج کو آگے بڑھنے سے روک سکے۔ انگریز حکام کو جونہی حاجی صاحب کے پروگرام کا علم ہوا تو فوری طور پر پیر پیائی سے شبقدر کے درمیانی حصے پر روزانہ جہازوں کی پرواز کا آغاز کر دیا تا کہ عوام جہاز کی گڑگڑاہٹ اور جہاز کی روزانہ پرواز سے گھبرا کر جہاد کے لئے حاجی صاحب کے پرچم کے نیچے متحد نہ ہو سکیں۔

مارچ ۱۹۱۶ء میں حاجی صاحب نے باجوڑ کے علاقے کا دورہ کیا اور تمام باجوڑیوں سے کہا کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے لئے اور انگریزوں کے ظلم و تشدد سے عالم اسلام کو نجات دلانے کے لئے متحد ہو جائیں۔ حاجی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ مولانا محمود الحسن ترکی سے فوجی معاہدہ کرنے گئے ہوئے ہیں لہٰذا جونہی ترک فوجیں کابل پہنچیں اسی وقت قبائل کے مختلف اطراف سے انگریزی مقبوضہ علاقوں پر حملہ کر دیا جائے گا لہٰذا تمام قبائل متحد ہو جائیں اپنے اختلافات مٹا کر دشمن کے مقابلے کے لئے تیاری کریں۔ حاجی صاحب نے باجوڑ کے ایک عظیم جرگے سے مخاطب ہو کہا "مسلمان جب متحد تھے تو وہ جس طرف بھی قدم اٹھاتے تھے کامیاب و کامران ہوتے تھے مگر آج ہمارے دشمنوں کی سازشوں کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے کے دشمن بن چکے ہیں وہ بجائے اس کے کہ اپنے مشترکہ دشمن کے مقابلے کے لئے صف آرا ہوں وہ خود ہی زبردست انتشار کا شکار ہیں۔ اسی انتشار کی وجہ سے مسلمان اس وقت محکوم اور مظلوم ہوتے جا رہے ہیں[۱]"

حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ جنگ میں انگریز حکومت کی کوئی مدد نہ کی جائے اور نہ ہی انگریزوں سے کسی قسم کا وظیفہ یا انعام حاصل کیا جائے۔ حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ جو لوگ ایسا کریں گے ان کے گھروں کو آگ لگا کر خاک کا ڈھیر بنا دیا جائے گا۔

حاجی صاحب جہاد کی تیاری کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اسلامی عقائد اور اسلامی اصول پر سختی سے پابند رہنے کی تلقین کرتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف قبیلوں کے درمیان جو عرصے سے دشمنیاں چلی آ رہی تھیں ان دشمنیوں کو ختم کر کے آپس میں اتحاد

[۱]۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبد المستعان ص ۳۲۵

واتفاق اور بھائی چارے سے رہنے کی تلقین بھی کرتے جاتے تھے۔ دو متحارب قبیلوں میں صلح و صفائی کے لئے معاہدے بھی کراتے جاتے تھے اس طرح حاجی صاحب نے کئی قبیلوں کے درمیان صلح کرائی اور ان قبیلوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

خان آف خار انگریزوں کے ایما سے حاجی صاحب کے لئے قدم قدم پر روڑے اٹکا رہا تھا قبائلی علاقوں کے لوگوں کو حاجی صاحب کے خلاف کرنے میں کافی روپیہ خرچ کر رہا تھا۔ حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ خان آف خار کی تمام کوششیں مجاہدین کے خلاف ہیں لہٰذا مجاہدین انگریزوں کے اس وفادار اور ہمدرد ساتھی کو عبرتناک سبق سکھائیں تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

نواگئی کا خان مجاہدین کی ہر ممکن طرفداری اور حمایت کر رہا تھا۔ انگریز یہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ مجاہدین نواگئی کے خان کی حمایت اور تعاون سے اپنی پوزیشن مستحکم کر سکیں۔ لہٰذا انگریزوں نے مجاہدین کا مقابلہ کرنے اور حاجی صاحب کی تحریک جہاد کو ناکام بنانے کیلئے خان آف خار کو اپنا آلہ کار بنایا اور اس کے ذریعے ہر ممکن کوشش کی کہ حاجی صاحب ناکام ہو سکیں حاجی صاحب نے آخر کار مجبور ہو کر خان آف خار کے خلاف لشکر کشی کا پروگرام بنایا تاکہ وہ اپنے اس مار آستین کو راستے سے ہٹا کر اپنے دشمن کا مقابلہ آسانی کر سکیں۔

قبائل پر بھاری جرمانے:۔ انگریزی حکام نے قبائلیوں کو حاجی صاحب ترنگ زئی کی تحریک جہاد سے الگ کرنے کا ایک عظیم منصوبہ تیار کیا جس کے تحت اپریل ۱۹۱۶ میں شبقدر کے مقام پر ایک جرگہ منعقد کیا اس جرگے میں انگریز کے حواری قبائل کے نمائندوں نے شرکت کی اتمانزئی اور داویزئی قبائل کے کسی فرد نے جرگے میں شرکت نہیں کی، اس جرگے میں انگریزی حکام نے قبائل کو متنبہ کیا کہ وہ حاجی صاحب ترنگ زئی سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ اسے اپنے علاقوں میں نہ جانے دیں اور جن جن قبیلوں نے اس وقت تک اس کا ساتھ دیا ہے ان پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے اس جرمانے کے ساتھ ساتھ ان قبائل کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ دو سال کے لئے دس دس ہزار روپے کی ضمانت دیں تاکہ وہ آئندہ انگریزوں کے خلاف حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ شامل ہو کر انگریزوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ اس فیصلے کی رو سے عیسیٰ خیل پر تین ہزار روپے۔ برہان خیل قبیلے پر چار ہزار روپے، بائیزئی قبیلے پر چھ ہزار خادیزئی

قبیلے پر دو ہزار، صافی قبیلے پر پانچ ہزار روپے اور عثمان خیل قبیلے پر ڈھائی ہزار روپے جرمانہ عائد کر کے اس جرمانے کی رقم کو فوری طور پر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔[1] انگریز حکام نے جرگے کے ممبروں سے کہا کہ جب تک جرمانے کی رقم ادا نہ کی جائے۔ کسی قبائلی کو مقبوضہ علاقوں یا شہروں میں آنے جانے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی چیز خریدنے کی اجازت ہوگی۔ یہ بھی انتباہ کیا گیا کہ اگر جرمانے کی رقم فوری طور پر ادا نہ کی گئی تو ہوائی بمباری سے ان قبیلوں کے گھروں کو اور گاؤں کو تباہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قبائلیوں کو مرعوب کرنے کے لئے پانچ مارچ کو دن بھر شبقدر اور اس کے ارد گرد ہوائی جہازوں کی پرواز جاری رہی یہ ہوائی جہاز تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد گھن گرج پیدا کرتے ہوئے قبائلی علاقوں پر پرواز کرتے رہے حاجی صاحب کو جب ان حالات سے مطلع کیا گیا تو آپ مجاہدین کا لشکر لے کر کڈہ خیل بائیزئی کے علاقے میں پہنچے اور وہاں آ کر ہر سردار کو آپ نے ایک ایک ریوالور دیتے ہوئے کہا کہ وہ اسلام کی عظمت اور اپنی آزادی کے لئے اور مسلمانان ہندوستان کو اور دنیائے اسلام کو انگریزوں کے اقتدار سے نجات دلانے کے لئے مجاہدین کے پرچم کے نیچے متحد ہو جائیں اور انگریزوں پر حملہ آور ہو جائیں تاکہ ان کی طاقت کو منتشر کیا جا سکے اور انہیں قبائلی علاقے میں آگے بڑھنے سے روکا جا سکے

مئی ۱۹۱۶ء میں حاجی صاحب کے چند رشتہ دار جو رہا کئے گئے وہ قبائلی علاقے میں حاجی صاحب کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے بھی جہاد میں حصہ لینے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔

۲۸ جون ۱۹۱۶ء کو حاجی صاحب نے مجاہدین کے ایک عظیم لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شبقدر پر حملہ کیا محاصل خان اور بابڑہ ملا بھی حاجی صاحب کی قیادت میں اپنے اپنے دستوں کی کمان کرتے ہوتے مختلف سمتوں سے شبقدر پر حملہ آور ہوئے مگر ہوائی جہازوں کی بمباری کی وجہ سے مجاہدین اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حاجی صاحب نے مجاہدین کو واپس گنداب کی طرف جانے کا حکم دیا۔

میرمست آفریدی کا پیغام: ستمبر ۱۹۱۶ء میں میرمست آفریدی نے حاجی صاحب ترنگ زئی کو ایک خط بھیجا جس میں اس نے لکھا کہ "ہم ترک فوجیوں کے ساتھ جلد ہی قبائلی علاقے میں پہنچنے والے

۱۔ فائل ۴/۳۳ سیریل ۱۵ پیرا ۵۶ پشاور آرکائیوز۔ ڈی سی ریکارڈ۔

ہیں تاکہ قبائلی علاقے کو مرکز بنا کر ہندوستان کو آزاد کرایا جا سکے۔ میرمست آفریدی نے حاجی صاحب کی قیادت اور ان کی جدوجہد آزادی پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہیں اپنی ہر ممکن حمایت کا یقین دلایا۔ ایک دوسرے خط میں میرمست آفریدی نے قبائلی سرداروں کو لکھا کہ وہ انگریزوں سے وظیفہ نہ لیں اس کے مقابلے میں ترک حکومت قبائلی سرداروں کی بڑھ چڑھ کر مالی امداد کریگی۔[1]

حاجی صاحب ترنگزئی نے خان آف خار کے خلاف لشکر کشی کا منصوبہ بنایا تاکہ اسے انگریزوں کی حمایت کرنے کی سزا دی جا سکے۔ حاجی صاحب کی کوششوں سے قبائلی متحد ہونا شروع ہو گئے اس اتحاد کو انگریزوں نے اپنے لئے ایک بہت بڑا خطرہ تصور کیا چنانچہ انگریزوں نے بنیر والوں کے درمیان اور مہمند قبائل کے درمیان اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اتنا انتشار پیدا کیا کہ جنوری ۱۹۱۷ء میں بنیر والوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ بنیر والے جو حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں متحد ہو کر انگریزوں کے خلاف صف آرا تھے وہ باہمی خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ جس کی وجہ سے تحریک جہاد کو کافی نقصان پہنچا۔

ملا سعد اللہ خان جو سرتور فقیر کے نام سے مشہور تھے اور جنہوں نے اپنی تمام زندگی انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے گذاری وہ بھی جنوری ۱۹۱۷ء میں لوے سال کی عمر میں اپر سوات کے موضع پٹائی جنبئی خیل میں فوت ہو گئے۔ ان کے فوت ہو جانے سے بھی مجاہدین کو کافی نقصان پہنچا۔ ان حالات میں سوات اور بنیر والے جب آپس میں ہی الجھنے لگے تو حاجی صاحب نے سوات کے لوگوں سے کہا کہ اگر انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے میں پورا پورا تعاون نہ کیا تو پھر وہ سوات سے نکل کر مہمندوں کے علاقے میں مقیم ہو جائیں گے کیونکہ مہمند قبائل نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا ہے۔ سوات میں سید عبدالجبار شاہ ایک قادیانی تھا جسے انگریزوں نے اس چال سے سوات کا بادشاہ بنایا تھا کہ لوگوں کو اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیا کہ سید عبدالجبار شاہ کو اقتدار دلانے میں انگریزوں نے کیا کردار ادا کیا۔ انگریز دراصل عبدالجبار شاہ کو برسر اقتدار لا کر

۱۔ پشاور پولیٹیکل ڈائری ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء فائل ۳۲۴-۳۲ ڈی سی ریکارڈ

آہستہ آہستہ اپنے لئے فضا ہموار کر رہے تھے۔ چنانچہ جنوری ۱۹۱۷ء میں ای ایچ کیلی سیکرٹری برائے چیف کمشنر صوبہ سرحد نے اپنی رپورٹ میں لکھا۔

"سید عبدالجبار شاہ کا ایک خط پولیٹیکل ایجنٹ کے ذریعے موصول ہوا جس میں سید عبدالجبار شاہ نے لکھا کہ سوات کی مشکلات کا واحد حل یہ ہے کہ حکومت (انگریز) سوات پر قبضہ کر لیں[1]۔"

سید عبدالجبار شاہ نے اباخیل اور موسیٰ خیل کے کئی لوگوں کو بھی درپردہ انگریزوں کا ہمنوا بنا کر ان کے ذریعے انگریزوں کو دعوت دی کہ وہ سوات پر قبضہ کریں اور سواتی ان کا ساتھ دیں گے۔ سید عبدالجبار اس طرح انگریزوں کے لئے کام کرتا رہا کہ حاجی صاحب کو بھی اور عام مجاہدین کو بھی اس پر ذرا بھر بھی شک و شبہ تک نہ ہو سکا۔ کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ انگریزوں کے ایماء سے کر رہا ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمارے کئی مورخین نے سید عبدالجبار شاہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے مگر وہ ان حقائق تک پہنچنے میں ناکام رہے جن کے ذریعے وہ سید عبدالجبار شاہ کی انگریز دوستی اور اسلام دشمنی کو منظر عام پر لا سکتے۔

امیر افغانستان انگریزوں کے ایماء پر مجاہدین کیلئے بظاہر اس لئے مشکلات پیدا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ افغانستان کے عوام انگریزوں کے خلاف تھے اور وہ انگریزوں کے اقتدار کو اپنے پڑوس میں بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ امیر افغانستان چونکہ انگریزوں کا انتہائی بہی خواہ تھا اس لئے وہ مجاہدین سے بظاہر تو ہمدردی کرتا تھا مگر درپردہ وہ اس کوشش میں تھا کہ مجاہدین کی تحریک کو کسی نہ کسی طرح ختم کیا جا سکے سردار نصر اللہ خان جو امیر افغانستان کا بھائی تھا وہ مجاہدین کے ساتھ مکمل تعاون کر رہا تھا مجاہدین کو سردار نصر اللہ خان کی وجہ سے ہی کابل کے دربار سے مالی مدد دی جاتی تھی حاجی عبدالرزاق جو مولانا محمود الحسن کے خاص آدمی اور کابل میں تحریک مجاہدین کے لئے سیاسی رابطے کا کام کر رہے تھے انہیں امیر افغانستان نے محض سردار نصر اللہ خان کی دوستی اور قربت کی وجہ سے سرکاری ملازمت سے نکال دیا تھا۔

مجاہدین کی مالی مشکلات پر قابو پانے کے لئے سردار نصر اللہ خان نے جنوری ۱۹۱۷ء میں

۱۔ رپورٹ ای ایچ کیلی ۱۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۵ فائل ۲۳۷ بنڈل ۱۸ ڈی سی ریکارڈ

حاجی صاحب کو دو ہزار روپے بھیجے جس سے مجاہدین کے لئے غلہ وغیرہ خریدا گیا مجاہدین چونکہ کے پاس اسلحہ نہیں تھا ان کو اسلحہ سے لیس کرنے کے لئے حاجی صاحب کی سفارش پر سردار نصر اللہ خان نے کابل سے رائفلیں اور کارتوس بھیجے۔

۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کو نار کرزئی کے چھ گاؤں کو ملٹری نے تباہ و برباد کیا اس گاؤں کے کئی باشندے توپوں کا نشانہ بنائے گئے سینکڑوں بھیڑ بکریاں اور گائے بھینس ہلاک کی گئیں ان گاؤں والوں کا صرف یہ قصور تھا کہ ان لوگوں نے حاجی صاحب کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کر دیا تھا اور انگریزوں کے محاصرے کو توڑنے کیلئے جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا باوجود توپوں اور مشین گنوں کی فائرنگ کے نار کرزئی کے نوجوانوں نے انگریزی فوج کا بڑی بہادری اور جرأت سے مقابلہ کر کے اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔

فروری ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب کو یہ اطلاع ملی کہ امیر افغانستان برطانوی حکومت سے ساز باز کر کے مجاہدین کے راستے میں مشکلات کے کانٹے بچھا رہا ہے تو حاجی صاحب نے امیر افغانستان کو کہلا بھیجا کہ وہ انگریزوں کی حمایت کرنا چھوڑ دیں ورنہ اسلام کے حکم کے تحت مجاہدین امیر کے خلاف ہر قدم اٹھانے پر حق بجانب ہوں گے امیر نے حاجی صاحب کے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی حاجی صاحب اپنے خلفاء اور مریدوں کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر جلال آباد کی طرف روانہ ہوئے سلالہ پہنچے تو امیر کی فوجوں نے انہیں جلال آباد جانے سے روک دیا حاجی صاحب واپس غازی آباد آئے مجاہدین اور قبائلی زعماء کا ایک عظیم جرگہ منعقد ہوا جس میں حاجی صاحب نے امیر افغانستان کی انگریز دوستی سے جرگے کو مطلع کیا اور اعلان کیا کہ اگر امیر افغانستان نے اس روش کو ترک نہ کیا تو وہ اسلام کی رو سے کافر قرار دیئے جائیں گے۔[1]

فروری ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب کو معلوم ہوا کہ گنداب میں کچھ لوگوں نے جوا بازی شروع کر رکھی ہے حاجی صاحب اس لعنت سے لوگوں کو نجات دلانے کے لئے گنداب پہنچے۔ اور لوگوں کو سمجھایا کہ جوا کھیلنا اسلام نے منع کیا ہے جو لوگ اس موذی وبا سے باز نہیں آئیں گے انہیں سخت ترین سزا کے علاوہ ان پر جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ حاجی صاحب گنداب آئے اور تین دن تک لوگوں کو اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرنے کے بعد واپس

---

[1] قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمنان ص ۲۵

غازی آباد چلے گئے وہاں سے آپ جلال آباد پہنچے تاکہ امیر سے جہاد کے موضوع پر تبادلہ خیالات کر کے افغانستان سے اسلحہ اور کارتوس خرید ا جا سکے۔ تاکہ مجاہدین اسلحہ سے لیس ہو کر انگریزی فوجوں کا مقابلہ کر سکیں۔

اسی فروری کے مہینے میں خان آف خار نے لواگئی کے ایک گاؤں پر قبضہ کر لیا صافی قبائل نے حاجی صاحب کی قیادت میں نواب آف خار کی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور انہیں شکست فاش دی۔ حاجی صاحب ترنگزئی اس لشکر کی خود ہی قیادت فرما رہے تھے۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں صافی قبائل نے فیصلہ کیا کہ وہ حاجی صاحب کو عشر کی رقم ادا کیا کریں گے تاکہ لنگر کا انتظام باقاعدہ ہوتا رہے۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے سوات، بنیر، باجوڑ اور ملاکنڈ کے تمام قبائل کو خطوط لکھے کہ وہ یکم رجب بمطابق ۲۲ اپریل ۱۹۱۷ء کو غازی آباد پہنچیں تاکہ انگریزی فوجوں پر حملہ کیا جا سکے کیونکہ انگریز قبائلی علاقے میں دور تک پہنچ چکے ہیں انکی پیشقدمی کو روکنے کیلئے جہاد ضروری ہے[۱]۔

انگریزوں نے مہمندوں کو محاصرہ میں لینے کیلئے ارد گرد خاردار تار لگا کر ان میں بجلی دوڑا دی تھی جو بھی اس محاصرے سے نکلنے کی کوشش کرتا تھا وہ بجلی کے جھٹکے سے فوراً شہادت کی آغوش میں چلا جاتا تھا۔ ۱۰ مارچ ۱۹۱۷ء کو وائسرائے ہند نے اس محاصرے کو دیکھا اور اپنی فوجوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں کہا کہ وہ انگریز کے ہر مخالف کا سر کچلنے کے لئے اپنی پوری طاقت استعمال کریں[۲]۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے مہمند قبائل سے کہا کہ وہ جہاد کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے مال سے عشر نکالیں اور زکوٰۃ بھی ادا کریں اس عشر اور زکوٰۃ کے لئے بیت المال قائم کیا گیا۔ اس بیت المال میں باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا تھا زیادہ تر جہاد کے لئے اسلحہ اور کارتوس وغیرہ خریدے جاتے تھے اور کچھ روپیہ ان مجاہدین پر بھی خرچ ہوتا تھا جو مقامی نہ تھے بلکہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے قبائلی علاقے میں آ کر انگریزوں کے خلاف جہاد کر رہے تھے۔

جون ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے قبائل کو ایک خط لکھا کہ وہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں ۹ اور ۱۰ جولائی ۱۹۱۷ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور کے دفتر میں مہمند قبائل کے زعماء کا ایک جرگہ منعقد ہوا اس جرگے میں انگریزوں کے حامی سردار بھی تھے اور حاجی صاحب

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ دورہ وائسرائے ہند ۲۔ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو

کے عقیدت مند بھی تھے جو قدم قدم پر حاجی صاحب کو جہاد کے سلسلے میں جانی اور مالی مدد کر رہے تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے مہمند قبائل کے سامنے چند مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں۔

۱۔ تمام وظیفے بند کئے جاتے ہیں۔

۲۔ محاصراتی علاقے کی ذمہ داری قبائلی عوام کے سپرد کی جاتی ہے تاکہ وہ باغی قبائل کو محصور کرنے میں مدد دے سکیں۔

۳۔ مہمندوں نے ۱۵ ستمبر ۱۹۱۵ء سے انگریز فوجیوں سے اور چوکیوں سے جو اسلحہ چھینا وہ تمام واپس کر دیا جاتے۔

۴۔ اگر مہمند جہاد میں شامل نہ ہوں اور وہ لوگ جو جہاد کے سرغنہ ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کر لیں تو پھر نئی سٹلمنٹ کے بعد انہیں جاگیریں عطا کی جائیں گی اور ان پر عائد جرمانے بھی ختم کر دیئے جائیں گے۔

وائسرائے ہند کی آمد پر حاجی صاحب کا ردّ عمل

۱۰ مارچ ۱۹۱۷ء کو جب حاجی صاحب کو معلوم ہوا کہ وائسرائے قبائلی علاقے میں مہمند علاقے کے محاصرے اور خاردار تاروں کو دیکھنے آ رہا ہے تو حاجی صاحب اپنے خلفا مریدوں اور مجاہدین کے ایک دستے کی قیادت کرتے ہوئے گنداب پہنچے اور گنداب کے نزدیک انگریزوں کے ایک مورچے پر حملہ کر کے وائسرائے ہند کو یہ تاثر دیا کہ مجاہدین کسی صورت میں بھی تمہاری بالادستی اور اقتدار کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

نواب دیر کے مظالم کے خلاف اقدامات

نواب دیر نے انگریزوں کی سازش کے تحت حاجی صاحب کو ناکام بنانے کے لئے عملی اقدامات کا آغاز کیا اور مجاہدین کے خلاف طاقت کا استعمال شروع کیا تو نوبت یہاں تک پہنچی

۱۔ پولٹیکل ڈائری ۱۳ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء فائل ۴۳/۲۷ پشاور آرکائیو

کہ ۱۹۱۸ء میں نواب دیر نے انگریزوں کے اشارے پر مجاہدین کو تنگ کرنا شروع کیا تو حاجی صاحب نے پہلے تو اپنے ایک خلیفہ کے ذریعے اسے سمجھایا کہ وہ مجاہدین سے چھیڑ چھاڑ کرنا چھوڑ دے مگر نواب کو انگریزوں کی طرف سے کافی روپیہ محض اس غرض کے لئے دیا جا رہا تھا کہ وہ حاجی صاحب ترنگزئی کو ناکام کرنے کے لئے ہر ممکن حربہ اختیار کرے اس لئے نواب نے طاقت کے ذریعے مجاہدین کے ساتھ مقابلہ شروع کر دیا۔ آخر مجبور ہو کر حاجی صاحب نے ترکانی قبیلے کا ایک لشکر تیار کر کے نواب پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ انبار کے اتمان خیل قبیلے کا انگریزوں نے چار سال سے محاصرہ کر رکھا تھا[1] اس لئے حاجی صاحب نے اس قبیلے کو بھی انگریزوں کے محاصرہ سے نجات دلانے کا پروگرام مرتب کیا۔ اس سلسلے میں حاجی صاحب نے عبدالمتین خان اور بابڑہ ملا کو بھی شریک مشورہ کیا اور ایک جامع منصوبہ تیار کیا گیا تاکہ انگریزی فوجوں کا پوری شدت کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکے۔ انگریزوں نے ایک نئی چال یہ چلی کہ قبائلی علاقے کے با اثر مولویوں کو حاجی صاحب کے خلاف محاذ قائم کرنے کے لئے بیش بہا روپیہ ادا کیا۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب جو حلیم زئی اور تارک زئی قبائل کے علاقے میں شنواری ملا کے نام سے مشہور تھے انہیں پولیٹکل ایجنٹ شبقدر کے ذریعے کافی روپیہ محض اس غرض کے لئے دیا گیا کہ وہ قبائل کو حاجی صاحب سے منحرف کرنے میں موثر کردار ادا کرے یہ ملا جنوری ۱۹۱۸ء میں شبقدر کے پولیٹکل تحصیلدار کے پاس ٹھہرا رہا اس کے بعد اس نے انگریزوں کے مجوزہ پروگرام کے تحت تنسکر گڑھ کے علاقے کی مسجد میں انگریزوں کی حمایت میں پر زور تقریر کر کے لوگوں کے دلوں سے انگریزوں کے خلاف نفرت کو محبت اور حمایت میں تبدیل کرنے کی پر زور کوشش کی[2] ملک حضرت دین اور گلئی کے درمیان کئی سالوں سے جھگڑا چلا آ رہا تھا ان دونوں کے خاندان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ حاجی صاحب نے دونوں کے درمیان صلح کا معاہدہ کرایا۔ اور یہ طے کیا کہ اگر جس نے بھی صلح کی خلاف ورزی کی وہ ساڑھے سات ہزار روپے جرمانہ ادا کرے گا۔ مارچ ۱۹۱۸ء میں گلئی نے ملک حضرت دین کے دو آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ حاجی صاحب نے مجاہدین کا ایک جتھا تیار کیا اور گلئی کے گاؤں

۱۔ پولیٹکل ڈائری ۱۹۱۸ء فائل ۴۲۶ بنڈل ۱۸ پشاور آرکائیو

۲۔ فائل ۴۲۶ ڈائری ۱۰ پولیٹکل ریکارڈ پشاور آرکائیو

پر حملہ کر کے معاہدے کی خلاف ورزی کرنے اور قتل اور ظلم کا انتقام لینے کے لئے اس کے گاؤں کے تمام درختوں کو کاٹ کر اس کے گھر کو آگ لگا دی گئی تاکہ دوسرے لوگ اس قسم کے ظلم و ستم کرنے سے باز آجائیں۔ ساڑھے سات ہزار روپے کا جرمانہ گلئی سے وصول کر کے غازیوں میں بھی تقسیم کیا گیا اور ملک حضرت دین کے ان آدمیوں کے ورثاء کو بھی دیا گیا جن کے آدمی قتل کر دیئے گئے تھے۔

فارس میں لڑنے والے انگریز فوجیوں میں سے ایک فوجی جو ہندوستان کا رہنے والا تھا بھاگ کر حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس لکاڑے میں آیا اور اس نے حاجی صاحب کو مطلع کیا کہ تیرہ لاکھ ٹرکی فوجی اتحادیوں کے خلاف لڑنے کے لئے فارس میں پہنچ چکے ہیں[۱]۔ سرحد کے مشہور غازی عمرا خان کے صاحبزادے عبدالمتین خان بھی حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ نواب دیر نے عبدالمتین خان کو انگریزوں کے ایماء پر گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا تھا۔ حاجی صاحب بارنج ۱۹۱۸ء میں نواب دیر کے پاس گئے تاکہ عبدالمتین خان کو آزاد کرایا جائے۔ حاجی صاحب نے نواب دیر کو کہا کہ وہ عمرا خان کے بیٹے کو قید سے آزاد کر دے۔ حاجی صاحب کے ساتھ باڑہ ملا صاحب ڈوڈا کے جان صاحب اور حاجی صاحب کے خلفاء اور مریدوں کی بہت سی تعداد بھی ساتھ تھی۔ حاجی صاحب نے نواب دیر کو سمجھایا کہ وہ غازی عمرا خان کی اس عظیم جدوجہد کو مدنظر رکھے جو اس عظیم غازی نے انگریزوں سے اپنے ملک کو بچانے کے لئے کی ہے۔ اس عظیم غازی کے بیٹے کی حوصلہ افزائی اور مدد کرنے کی بجائے اسے قید میں رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ حاجی صاحب کے سمجھانے کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ نواب پر انگریزوں کا جادو چھا چکا تھا انگریز کسی طور بھی عبدالمتین خان کو رہا کرنے کے حق میں نہیں تھے مگر حاجی صاحب کے لشکر کے دبدبے اور حاجی صاحب کے جہاد کے جذبے کے تحت نواب دیر کو آخر کار حاجی صاحب کے سامنے جھکنا پڑا جس کے نتیجے میں عبدالمتین خان کو رہا کرانے کے علاوہ حاجی صاحب کے حکم سے نواب دیر نے جندول کے چار گاؤں بھی عبدالمتین خان کے حوالے کر دیئے[۲]۔ عبدالمتین خان کی رہائی کے بعد

۱۔ ڈائری نمبر ۴۷ فائل نمبر ۲/۲ بنڈل نمبر ۱۸ پشاور آرکائیو
۲۔ " " نمبر ۱۰۱ " " " " " " "

انگریزی حکام نے نواب دیر پر دباؤ ڈالا کہ حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ جنگ کی جائے انگریز حکام نے نواب دیر سے باز پرس بھی کی کہ اس نے عبدالمتین کو کیوں رہا کیا۔ انگریزوں کو خطرہ تھا کہ عبدالمتین حاجی صاحب کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف مضبوط محاذ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتے گا۔ لہٰذا انگریزوں نے نواب دیر کے ذریعے مجاہدین کے ساتھ زبردست مقابلہ شروع کر دیا عبدالمتین خان کے خلاف بھی نواب دیر نے ایک محاذ قائم کر کے عبدالمتین کو گرفتار کرنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے۔ حاجی صاحب نے نواب دیر کو مطلع کیا کہ وہ اپنے ارادوں سے باز آ جائے۔ باوجود سمجھانے کے جب نواب دیر اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو حاجی صاحب نے اگست ۱۹۱۸ء میں بائزئی کے علاقے سے مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے یہ اعلان کیا کہ وہ ان قبیلوں کو عبرتناک سبق سکھائیں گے۔ جو انگریزوں کو رضا کار مہیا کر کے قبائلی علاقوں میں انگریزوں کی ہمنند ملیشیا فوج قائم کرنے میں مدد دے رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے قبائلی مجاہدین کو اکٹھا کر کے نواب دیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی اعلان کیا کہ جو قبیلہ انگریزوں کو رضا کار مہیا کرے گا اس قبیلے کے گھروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا جائے۔ حاجی صاحب کے اس اعلان سے گھبرا کر اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ ملاکنڈ نے اپنے حامی قبائل کا ایک جرگہ منعقد کیا جس میں انگریزی حکام نے اپنے حامی قبائلیوں کو کہا کہ وہ حاجی صاحب ترنگزئی کے لشکر کی مدافعت کرنے میں حکومت کا پورا پورا ساتھ دیں۔ حکومت ان کے اس تعاون کا بھرپور شکریہ ادا کرنے کے علاوہ ان لوگوں کو کثیر رقم بھی بطور انعام دیگی۔ جو حاجی صاحب ترنگزئی کے لشکر کا مقابلہ کر کے اس لشکر کو شکست دینے میں انگریزوں کی مدد کریں گے۔ چنانچہ حاجی صاحب کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے انگریزوں نے پوری تیاری کی حاجی صاحب نے لشکر کو گنداب پہنچنے کا حکم دیا غازی اپنے ہاتھوں میں سفید پرچم اٹھائے ہوئے گنداب کی طرف روانہ ہوئے۔ گنداب کا پورا علاقہ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا حاجی صاحب نے مجاہدین کو کہا کہ عنقریب ترک مجاہد ان کے مدد کو آنے والے ہیں۔ لہٰذا انتہائی جرأت اور بہادری سے انگریزی فوجوں کا مقابلہ کیا جائے تاکہ ان انگریزوں سے ہم اپنے ملک کو آزاد کرا سکیں۔ اگر ہم نے انگریزوں کے سامنے کم ہمتی کا مظاہرہ کیا تو پھر ہم کسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکیں گے۔ حاجی صاحب لشکر کی قیادت کرتے ہوئے اگست ۱۹۱۸ء میں

گنداب میں پہنچے یہاں انگریزوں کا ایک وظیفہ خور مولوی تنسواری مُلّا انگریزوں کی حمایت میں جگہ جگہ تقریریں کرتے ہوئے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ انگریز چونکہ اہل کتاب ہیں اس لئے ان کے خلاف جہاد جائز نہیں ہے حاجی صاحب نے تنسواری ملا کی انگریز دوستی اور اسلام دشمنی کے اس مظاہرے کو دیکھتے ہوئے اعلان کیا کہ تنسواری ملا عیسائی ہے لہٰذا اس کی باتوں پر عمل درآمد کرنے والے وہ قبیلے جو اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے انگریزوں کی حمایت کرنے پر آمادہ ہو چکے ہیں ان پر ۴۲ ہزار روپے جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ اگر انہوں نے جرمانہ ادا کرنے کے علاوہ اپنے اس وطیرے پر معافی نہ مانگی تو ان کے گھروں کو اور ان کی جائیدادوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ان کا یہ وطیرہ صرف مجاہدین کے خلاف نہیں بلکہ اسلام کے خلاف ہے جس سے اسلام کے دشمنوں کو تقویت پہنچ رہی ہے تنسواری ملا شیر زمان کدہ خیل کے ہمراہ میر سعید جان بادشاہ کے پاس گیا تاکہ حاجی صاحب کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے[1]

انگریز ایک طرف نواب دیر کو دوسری طرف اپنے حامی مولویوں اور وظیفہ خوروں اور تیسری طرف نواب خار کے ذریعے حاجی صاحب کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر چکے تھے جن کی وجہ سے مجاہدین کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حاجی صاحب جب گنداب کی طرف آئے تو خان آف خار نے پیچھے سے مجاہدین پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حاجی صاحب کو جب خان آف خار کی اس حرکت کا پتہ چلا تو آپ نے اعلان کیا کہ عید کے بعد خان آف خار کے خلاف لشکر کشی کی جائے گی لہٰذا مجاہدین جوق در جوق اس اسلام دشمن خان آف خار کے خلاف مجاہدین کے لشکر میں شامل ہوں تاکہ اسے عبرت ناک شکست دیکر دوسرے لوگوں کو بھی سبق سکھایا جائے کہ جو بھی انگریزوں کی حمایت اور مجاہدین کی مخالفت کرے گا اس کا یہی حشر کیا جائے گا۔

عید کے دن مہمندوں کے قبیلے بائیزئی کا ایک عظیم جرگہ منعقد ہوا جس میں خان آف خار کی انگریز دوستی اور اسلام دشمنی کے معاملے پر بحث ہوئی اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ لشکر

---

[1] پولیٹیکل ڈائری ۱۹۱۴ء فائل ۲۲۶ پشاور آرکائیو ڈی سی ریکارڈ

طور پر خان آف خار کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے تاکہ وہ آئندہ کے لئے انگریز حکام کے اشارے پر مجاہدین کو تنگ کرنا چھوڑ دے۔ خان آف خار نے موسیٰ خیل قبیلے کی ایک شاخ رحمت خیل کو بھاری رقم دی تاکہ وہ اپنے قبیلے میں یہ رقم تقسیم کر کے حاجی صاحب ترنگ زئی کی تحریک کو ناکام بنا سکے[1]۔ چنانچہ اس نے یہ رقم مختلف قبیلوں میں تقسیم کی جس کی وجہ سے مجاہدین اپنے پروگرام پر عمل درآمد کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

مسجد اور لنگر خانہ کی تعمیر

جنوری ۱۹۱۹ء میں حاجی صاحب گندھاب تشریف لائے اور وہاں کے حلیمزئی قبیلے سے کہا کہ وہ گندھاب کے علاقے میں چینہ کے مقام پر ایک مسجد اور ایک لنگر خانہ کے قیام کے لئے مدد دیں تاکہ مسجد کے قیام کے بعد یہاں ایک اسلامیہ درس گاہ قائم کر کے یہاں کے لوگوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرایا جا سکے۔ حاجی صاحب کا پروگرام یہ تھا کہ مسجد کے ساتھ ہی ایک دارالقیام اور لنگر خانہ قائم کیا جائے تاکہ دور دراز کے جو طلبا اس اسلامی درسگاہ میں تعلیم کے لئے آئیں ان کے طعام و قیام کا معقول انتظام بھی ہو سکے۔

حلیمزئی قبائل نے دارالعلوم اور دارالقیام کے قیام کی اجازت تو دیدی مگر ساتھ ہی حاجی صاحب سے کہا کہ اس مسجد کو یا اس اسلامی درسگاہ کو انگریزوں کے خلاف استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی[1]۔

جنوری ۱۹۱۹ء میں حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ مولوی صادق ساکن کسّی کو گنداب کے قبائلی سرداروں کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ وہ گنداب کے علاقہ چینہ میں ایک مسجد، دارالعلوم اور ایک لنگر خانہ کی تعمیر کی اجازت دیں۔

مئی ۱۹۱۹ء میں حاجی صاحب گنداب تشریف لے گئے۔ انگریزی حکام نے گنداب کے حلیمزئی اور تارک زئی کے چند آدمیوں کے ذریعے حاجی صاحب سے کہا کہ وہ گنداب کے علاقے میں اسلامی تبلیغ نہ کریں۔ چند آدمیوں نے حاجی صاحب کے خلیفہ پر فائرنگ

۱۔ پولیٹیکل ڈائری ۱۲ ستمبر ۱۹۱۸ء فائل ۲۶/۴ ڈی سی ریکارڈ۔ پشاور آرکائیو۔

بھی کی جس سے وہ زخمی ہوا۔ یہ فائرنگ ملک اداد شاہ کے کہنے پر کی گئی تاکہ وہ انگریزوں کو خوش کر سکے۔

۱۴ ارجنوری ۱۹۲۰ء کو چیف کمشنر پشاور نے حسن خیل اور اشو خیل قبائل کا پشاور میں ایک جرگہ منعقد کیا جس میں ان قبیلوں کے سرداروں سے کہا گیا کہ وہ حاجی صاحب ترنگزئی کو اپنے علاقے میں نہ آنے دیں۔ ۱۷ ارجنوری کو گدون اور خد خیل قبیلے کا ایک جرگہ بلایا گیا اس جرگے کے سرداروں کو بھی یہی کہا گیا کہ وہ حاجی صاحب کو اپنے اپنے علاقوں میں نہ آنے دیں نیز حاجی صاحب کے لشکر میں اپنے علاقے کے کسی فرد کو بھی شامل نہ ہونے دیں۔

حاجی صاحب کو جب ان جرگوں میں شامل ہونے والوں کی اطلاع ملی تو انہوں نے اعلان کیا کہ جو لوگ انگریزوں کی حمایت کر کے انگریزوں کی ہر صورت میں مدد کر رہے ہیں انہیں سخت اور عبرتناک شکست دی جائیگی۔ حاجی صاحب نے اس سلسلے میں تمام مہمندوں کے علاقے میں اپنے خلفاء کے ذریعے لوگوں کو خطوط بھیج کر مطلع کیا کہ وہ انگریزوں سے کسی قسم کی مراعات حاصل نہ کریں۔ حاجی صاحب نے یہ پیغام بھی بھجوایا کہ جو لوگ انگریزوں سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کریں گے ان کے گھروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا جائے گا۔

حاجی صاحب جلال آباد میں

اکتوبر ۱۹۱۷ء میں ڈوڈہ کے مقام پر ایک اجلاس ہوا اس اجلاس میں حاجی صاحب نے بتایا کہ وہ بائیزئی اور صافی مجاہدین کے ایک دستے کو لیکر گنداب جانا چاہتے ہیں تاکہ گنداب کے علاقے میں انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے کے ساتھ ساتھ گنداب کے لوگوں کو جہاد کی فضیلت سے روشناس کرا کر انہیں انگریزوں کے خلاف کھڑا کیا جا سکے۔ ملا بابڑہ نے حاجی صاحب سے کہا کہ میں بھی اپنے مریدوں کی ایک جماعت کو لے کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا تاکہ انگریز اگر اپنے حواریوں کے ذریعے مجاہدین کے ساتھ کسی کو مقابلہ کرنے کے لئے اکسائیں تو اس کا سدباب کیا جا سکے۔ پروگرام کے مطابق حاجی صاحب اتمان خیل کے علاقے میں بھی تشریف لے گئے تاکہ اتمان خیل قبیلے کے مجاہدین کو بھی ساتھ لیا جا سکے۔ اور ایک بھاری لشکر تیار ہو جائے تاکہ اگر انگریزی فوج کا سامنا ہو جائے تو اس کا

باآسانی مقابلہ کیا جاسکے۔ چنانچہ حاجی صاحب ایک کثیر لشکر تیار کر کے کمالی کے علاقے میں آتے اور ان لوگوں سے کہا کہ وہ گنداب کے حلیم زئی قبیلے کے ساتھ اپنی دیرینہ دشمنی کو ترک کر کے بھائی چارہ قائم کریں جس کی اسلام اجازت دیتا ہے حاجی صاحب نے گنداب کے علاقے کے لئے میاں غلام صادق کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تاکہ وہ یہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

مئی ۱۹۱۹ء میں آپ گندھاب تشریف لائے یہاں جب آپ نے دیکھا کہ انگریز قبائلی علاقے میں اپنے پاؤں کو مضبوط کرنے میں مصروف ہیں تو آپ نے چار ہزار مجاہدین کا ایک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا اور مجاہدین کو آرڈر دیا کہ وہ جہاد کے پرچم کے نیچے متحد ہو جائیں۔ نواب خار نے مجاہدین کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بھاری لشکر تیار کر کے ۲۲ اپریل ۱۹۱۹ء کو سوات کے مجاہدین اور سواتی گاؤں پر حملہ کیا، سوات کے میاں گل عبدالودود نے نواب کے لشکر کا مقابلہ کیا۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر بارہ ملا کو لیکر حاجی صاحب کی ہدایت پر کابل گئے۔ وہاں امیر امان اللہ خان کو حاجی صاحب کا پیغام پہنچایا گیا۔ حاجی صاحب نے اپنے پیغام میں امیر امان اللہ خان کو اسلام کی خدمت اور کفر کے غلبے سے مسلمانوں کو اور اسلامی ریاستوں کو نجات دلانے کے لئے اور افغانستان کو انگریزوں کے پنجے سے نجات دلانے کے لئے امیر امان اللہ خان کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ اور یہ یقین دلایا کہ اسلام کی عظمت کو برقرار رکھنے کے لئے ہر مجاہد امیر کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جان بھی اسلام کے لئے قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہے اور تیار رہے گا۔

فروری ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب کو امیر افغانستان نے جلال آباد کی دعوت دی۔ ایک بہت بڑا جرگہ منعقد ہوا جس میں مہمند قوم کے سرداروں نے شرکت کی۔ جرگے میں شریک ہر ممبر کو امیر افغانستان کی طرف سے ایک ایک چغہ اور نقد رقم دی گئی۔ حاجی صاحب کی خدمت میں ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر سات رائفلیں اور کئی ہزار کارتوس پیش کئے گئے[۱]۔ جو لوگ جرگے میں شامل ہونے کے لئے جلال آباد نہیں جاسکے ان قبیلوں کے سرداروں کی ایک بہت بڑی کانفرنس چانغی کے مقام پر ہوئی جس میں جرگے میں شریک تمام قبیلوں کے سرداروں نے حاجی صاحب کے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر کے ذریعے حاجی صاحب کو یقین دلایا کہ وہ جہاد کا آغاز ہوتے ہی

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ مجریہ ۱۴ فروری ۱۹۲۰ء ڈائری ۲۴ ڈی فائل ۴۲۹ پشاور آرکائیو

بڑے جوش و خروش اور پوری قوت ایمانی کے ساتھ مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو کر اپنا قومی فرض ادا کریں گے[۱]

کابل سے واپس آنے کے بعد حاجی صاحب نے اتمان خیل، صافی، قندھاری اور بائیزئی کے قبائلیوں کو دعوت نامے ارسال کیئے کہ وہ گنداب کے علاقے کڑپہ میں حاضر ہوں تاکہ ایک جرگے میں انگریزوں کے خلاف کوئی موثر قدم اٹھانے کے لئے کوئی موزوں پروگرام تیار کیا جا سکے۔ پنڈیالی اور گنداب کے سرداروں نے حاجی صاحب کے پاس ایک وفد بھیجا اور التجا کی کہ ان علاقوں کے جو مقدمات زیر تصفیہ ہیں ان پر فوری فیصلے کئے جائیں۔

مارچ ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب نے اپنے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر کو اور محاصل خان کے بیٹے کو تیراہ بھیجا تاکہ تیراہ کے آفریدیوں کو پیغام جہاد پہنچایا جا سکے۔ تاکہ جس وقت مہمند انگریزوں پر حملہ آور ہوں آفریدی بھی اپنی اپنی علاقائی سرحدوں سے انگریزوں پر فوری حملہ کر دیں۔ تیراہ کے آفریدیوں کو پیغام جہاد پہنچانے کے بعد ان دونوں نے جلال آباد میں جو ہندوستانی مہاجر تھے انہیں بھی جہاد کے پروگرام سے بھی مطلع کیا۔

حاجی صاحب نے حلیم زئی قبائل سے کہا کہ وہ مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کا فرض ادا کریں ابھی یہ تیاریاں شروع تھیں کہ انگریزوں نے امیر امان اللہ خان کی اسلام پسندی اور اسلام کی اشاعت کو دیکھ کر افغانستان کو اپنے پنجے میں لینے کے لئے ہنگو اور تیراہ کے راستے افغانستان پر فوج کشی کا اقدام شروع کیا۔ انگریز چاہتے تھے کہ افغانستان اس طرح برطانیہ کے اشاروں پر ناچتا رہے جس طرح وہ امیر حبیب اللہ اور امیر عبدالرحمٰن کے زمانے میں برطانیہ کے ایک ایجنٹ کی حیثیت سے ناچتا رہا ہے ادھر امیر امان اللہ خان جو جوان دماغ اور اعلےٰ صلاحیتوں کا مالک تھا وہ چاہتا تھا کہ افغانستان کو انگریزوں کی گرفت سے مکمل نجات دلائی جائے۔ جب انگریزوں پر یہ واضح ہو گیا کہ امیر امان اللہ انگریزوں کی گرفت سے افغانستان کو نکالنا چاہتا ہے تو انگریزوں نے طاقت کے ذریعے افغانستان پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ ان حالات کو دیکھ کر امیر امان اللہ خان نے تمام قبائلیوں کو متحد ہو کر انگریزی فوجوں کا مقابلہ کرنے کا اعلان کیا۔ امیر کی درخواست پر کچھ ترک اور جرمنی فوجی بھی امیر کی فوج میں آکر شامل

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ۲۳ ؍ فروری ۱۹۲۰ء فائل ۴۲۹ پشاور آرکائیوز

ہو گئے۔ تاکہ وہ اس آڑے وقت میں امیر کی مدد کر سکیں۔ ہندوستانی مجاہدین اور قبائلی مجاہدین نے امیر امان اللہ خان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انگریزی سرحدوں پہ اپنے مورچے سنبھال لئے۔

امیر امان اللہ خان نے چکنور رملا در باد شاہ گل فضل اکبر کے ذریعے حاجی صاحب کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا اور ان کی کوششوں کو اسلام کے راستے میں اہم خدمت قرار دیا۔[1]

مارچ ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب نے اتمان خیل، صافی، قندھاری اور بائیزئی قبائل کو پیغامات بھجوائے۔ کہ وہ گندھاب کے علاقہ کرڑپہ میں عنقریب منعقد ہونے والے جرگے میں حاضر ہوں اس جرگے میں حاجی صاحب تمام قبائل کو متحد ہو کر انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک پروگرام پیش کرنا چاہتے تھے مگر انگریزوں نے اپنے حامی قبائل اور وظیفہ خور سرداروں کے ذریعے اس جرگے کا انعقاد نہیں ہونے دیا جس سے حاجی صاحب مجبور ہو کر کڈہ خیل علاقے میں چلے گئے۔

حاجی صاحب نے اپنے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر کو جلال آباد بھیجا تاکہ امیر افغانستان کو کہا جائے کہ وہ مجاہدین کی مدد کریں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے میں تعاون کریں۔ حاجی صاحب بڈہ کے مقام پہ گئے وہاں قبائلی مجاہدین کو جمع کیا اور فیصلہ ہوا کہ بادشاہ گل کے کابل سے آنے کے بعد جہاد کا آغاز کیا جائے گا۔ حاجی صاحب نے مجاہدین کو جہاد کی تیاری کے لئے دو ماہ کی مہلت دی تاکہ وہ آپس کے تمام اختلاف مٹا کر متحد ہو کر ایک مضبوط طاقت بنیں تاکہ انگریزوں کی طاقت کے ساتھ منظم طریقے سے مقابلہ کیا جا سکے۔

اس جرگے کے بعد حاجی صاحب مارچ کے دوسرے ہفتے میں جلال آباد گئے تاکہ جنرل نادر خان کے ساتھ مل کر جہاد کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کیا جائے۔

۱۔ انٹرویو بادشاہ گل فضل اکبر بہ مصنف۔

حاجی صاحب اور تحریک ہجرت:۔ حاجی صاحب کی ہدایات کے تحت بنیر والوں نے تحریک ہجرت کے دوران مہاجرین کی مدد کرنے کے لئے اور ان کے لئے طعام و قیام کا معقول انتظام کرنے کے لئے مشترکہ چندوں کے ذریعے کافی رقم جمع کی جس سے مہاجرین کے لئے غلہ کپڑے اور ادویات خریدی گئیں۔ دس ہزار مویشی خرید کر مہاجرین کے لئے گوشت اور دودھ کی کمی کو پورا کیا گیا۔ بنیر کے لوگوں نے مہاجرین کی مدد کے لئے اپنے مال مویشی اور اپنی جائیدادوں تک کو معمولی معمولی قیمتوں پر فروخت کر کے مہاجرین کی ہر ممکن مدد کی۔[1]

مئی ۱۹۲۰ء میں جمال پاشا نے حاجی صاحب کے پاس اپنے ایک ایلچی عبدالحلیم کو بھیجا اور حاجی صاحب کے لئے ایک خط بھیجا جس میں حاجی صاحب کو لکھا:" اگر خدا نے مدد کی تو ترکی کی فوجیں عنقریب مجاہدین کے ساتھ شامل ہو کر برطانوی فوجوں کے ساتھ جنگ کر کے ہندوستان کی آزادی اور مسلم دنیا کو انگریزوں سے نجات دلانے کے لئے عنقریب ان کے پاس پہنچنے والی ہیں۔ جمال پاشا نے بنیر والوں کو بھی اس قسم کا ایک خط لکھا کہ وہ اس سلسلے میں حاجی صاحب کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں۔[2]"

چمکنی پر حملہ:۔ جون ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب نے مجاہدین کا ایک عظیم لشکر تیار کر کے گندھاب کی طرف مارچ کیا تاکہ گندھاب میں آگے بڑھنے والی انگریزی فوج کو روک کر اسے واپس پیچھے دھکیل دیا جائے۔ حاجی صاحب کی قیادت میں محاصل خان بھی تھا چکنور ملا کو بھی حاجی صاحب نے اطلاع دی تھی کہ وہ بھی اپنے علاقے سے مجاہدین کا لشکر لے کر گندھاب کے مقام پر مجاہدین سے آملے تاکہ چمکنی کے قلعے پر بھرپور اور کامیاب حملہ کیا جاسکے۔ انگریز کمانڈر نے یہ اطلاع ملتے ہی بھاری مسلح فوج تیار کی جو توپ خانے اور بھاری گولہ بارود سے لیس تھی۔ انگریزی جرنیل نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ حاجی صاحب کو حلیمزئی قبیلے کے علاقے میں ہی روک دیا جائے گا اور مجاہدین کو کامیابی کے ساتھ شکست دی جاسکے گی۔ پشاور کے چیف کمشنر نے اپنے معاون اور وظیفہ خور سرداروں سے کہا کہ وہ جرگہ کر کے حاجی صاحب ترنگ زئی کو مجبور کریں کہ وہ چمکنی کی طرف نہ بڑھیں۔ حاجی صاحب کو جب انگریزوں کی اس سازش

۱۔ قاضی روزنامچہ از قاری عبدالستار

۲۔ ڈائری نمبر ۱۰۱ سیریل نمبر ۴۴۰ بنڈل نمبر ۱۸ پہلی لسٹ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے خلیفہ قاری عبدالمنعان کو گندھاب کے حلیمزئی قبیلے کے پاس بھیجا اور انہیں یہ پیغام دیا کہ وہ کنڑ کے مقام پر منعقد ہونے والے ایک جرگے میں اپنے سرداروں کو بھیجیں جس میں جلال آباد کے نائب سالار نے بھی شرکت پر آمادگی کا اظہار کیا ہے حلیمزئی قبائل نے انگریز حکمرانوں کی ایک عیارانہ سازش سے اس جرگے میں شمولیت نہیں کی۔ حاجی صاحب نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ انگریزوں کی چالوں سے خبردار رہیں اور اپنے قومی مفاد کی خاطر متحد ہو کر کام کریں تاکہ اجتماعی طور پر انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے میں کامیابی ہو سکے۔

خان آف خار نے انگریزوں کے ایماء پر نواب دیر کی معاونت سے ان مجاہدین کے خلاف زبردست عملی جنگ کا آغاز کیا جو انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے کی عملی جدوجہد میں مصروف تھے۔

نومبر ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب ہڈہ صاحب کی زیارت پر تشریف لے گئے وہاں مجاہدین کے ایک عظیم جرگے سے خطاب کیا نواب جندول نے بھی انگریزوں کی معاونت کا حق ادا کرنے کے لئے مجاہدین کے ساتھ کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا تھا حاجی صاحب ترنگزئی نے مجبور ہو کر نواب جندول کے خلاف لشکر کشی کا فیصلہ کیا حاجی صاحب اسلام کے دشمنوں کا مسلسل مقابلہ کرتے رہے، ایک طرف وہ انگریزوں کے غاصبانہ قبضے سے ہندوستان کو نجات دلانے کے لئے عملی جدوجہد کر رہے تھے اور دوسری طرف وہ انگریزوں کے حواریوں اور ان کے مددگاروں کو سمجھا رہے تھے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں اور اپنے وطن کے رہنے والوں کے خلاف سازشوں کو ترک کر دیں حاجی صاحب نے اس مقدس فرض کی ادائیگی میں نہ دن دیکھا نہ رات کا آرام دیکھا نہ گرمی کا احساس کیا اور نہ ہی سردی کی شدت کا دل میں خیال کیا بلکہ وہ مسلسل اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ دسمبر ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب پر نمونیہ کا شدید حملہ ہوا جس کی وجہ سے وہ کئی دن تک صاحب فراش رہے[1]۔ ان کی بیماری کی وجہ سے انگریزوں کو قبائلی علاقوں میں اپنے پاؤں پھیلانے کا موقع ملا حاجی صاحب باوجود شدید علیل ہونے کے اپنے قومی فرض کی ادائیگی میں لگاتار مصروف رہے

۱۔ ڈائری ریکارڈ ۱۹۲۰ء ص ۲۱۶ پشاور آرکائیو فائل ۳۹۹

علماء کے فتوے

انگریزوں کے حواریوں مددگاروں نے جب روپے پیسے کی لالچ میں تحریک جہاد کو ناکام بنانے کے لئے انگریزوں کے اشاروں پر مجاہدین کا مقابلہ شروع کیا اور وہ انگریزوں کے دست و بازو بن گئے تو انگریزوں نے چند زرخرید مولویوں کے ذریعے اور اپنے مددگار چند قبائلیوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ مہم شروع کی کہ "حاجی صاحب ترنگزئی کا اپنے مخالفین کے مکانات کو نذر آتش کرانا یا ان کی جائیداد کو نقصان پہنچانا یا کسی قبیلے پر جرمانہ عائد کرنا اسلام کے سراسر خلاف ہے لہٰذا حاجی صاحب ترنگزئی کے یہ تمام اقدامات اسلام کی صریحاً غلاف ورزی پر مشتمل ہیں۔"

انگریزوں نے جب یہ پروپیگنڈہ مہم زور شور سے شروع کی تو سیدھے سادے قبائلی عوام نے اس سے متاثر ہو کر حاجی صاحب سے ان اقدامات کا شرعی جواز پوچھنا شروع کیا اور بعض مجاہدین تو اس زہریلے پروپیگنڈے سے اس قدر بددل ہو گئے کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد میں اپنی سرگرمیوں کو معطل کرنے پر عمل درآمد شروع کر دیا۔[1]

حاجی صاحب نے اس پروپیگنڈے کے اثرات زائل کرنے اور عوام کو ان اقدامات کا اسلامی جواز پیش کرنے کے لئے مفتی محمد ایوب خان کو مامور کیا کہ کسی کو علمائے سرحد کے پاس بھیج کر فتویٰ حاصل کریں کہ آیا یہ اقدامات اسلام کے تحت ہیں یا اسلام کے منافی ہیں؟ مفتی محمد ایوب خان نے خفیہ طور پر ایک آدمی کو سرحد کے سرکردہ مستند علماء کے پاس بھیجا کہ منافقین کے ساتھ جو اس وقت مجاہدین اسلام کے مقابلے میں انگریزوں کی حمایت، طرفداری اور اعانت کر رہے ہیں، ان کے گھروں کو جلانا یا ان پر جرمانہ عائد کرنا یا ان کا سماجی بائیکاٹ کرنا اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں ابوالفضل مولوی محمد عتیق اللہ ساکن طورو ضلع مردان نے مولانا قاضی حافظ فضل رحیم خطیب جامع مسجد معیار ضلع مردان، مولانا فضل صمدانی مہتمم مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور، مولانا محمد عبدالواحد، مولانا محمد کریم، مولانا نقیب احمد، مولانا حضرت جان، مولانا محمد ذکریا، مولانا فضل الرحمٰن مولانا غلام محمود مدرسین مدرسہ رفیع الاسلام پشاور اور مولانا ناصرالدین خطیب جامع مسجد نوشہرہ مولانا قاضی عبدالرحیم خطیب و قاضی طورو ضلع مردان، مولانا محمد اسمٰعیل ساکن طورو ضلع مردان

۱۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان ص ۲۰۲

مولانا محمد امین الحق ساکن طور وضلع مردان. علامہ عبداللہ ساکن طور و ضلع مردان، مولانا سلطان احمد ساکن طور وضلع مردان، مولانا محمد نواب ساکن طور وضلع مردان، مولانا عبدالجلیل ساکن طور وضلع مردان وغیرہ نے قرآن و حدیث اور خلفاء کے اقدام اور امام ابوحنیفہ کے فتوؤں اور اجتہاد کی رو سے اپنے دستخطوں سے اور اپنی مہروں سے یہ ثابت کیا کہ حاجی صاحب منافقین اور انگریزوں کے حواریوں اور مددگاروں کے خلاف جو بھی اقدامات کر رہے ہیں جن میں ان کے گھروں کو جلانا ان کی جائیدادوں کو نقصان پہنچانا اور ان پر جرمانے عائد کرنا یہ تمام اقدامات شریعت اسلام کے عین مطابق ہیں۔ یہ فتوے ایک قلمی کتاب "حق المقال" کی صورت میں مولانا محمد عتیق اللہ نے لکھ کر علماء سے اس کتاب پر دستخط اور مہریں ثبت کرا کر حاجی صاحب کے پاس غازی آباد بھیجے۔ حاجی صاحب نے یہ کتاب ملتے ہی قبائل کے علماء اور سرداروں کا ایک جرگہ غازی آباد میں بلایا اور ان سب کے سامنے یہ کتاب رکھ کر یہ کہا کہ ان علماء نے قرآن وسنت کی روشنی میں جو فتوے دیئے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں اب آپ لوگ یہ بتائیں کہ ان فتوؤں کی رو سے اسلام کے منافقین اور مجاہدین اسلام کے مخالفین اور انگریزوں کے معاونین کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے اس کے متعلق اب آپ کی کیا رائے ہے؟ حاجی صاحب کے اس استفسار پر سب نے بیک آواز کہا "ہمیں اطمینان ہو چکا ہے جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ اسلام کے عین مطابق ہے اس کے بعد تمام قبائل میں ان علماء نے انگریزوں کے پروپیگنڈے کو زائل کرنے میں اہم اور نمایاں کردار ادا کیا"۔[1]

جب انگریزوں کا یہ وار بھی خالی گیا تو اب انگریزوں نے مجاہدین کو کچلنے کے لئے جدید ترین اسلحہ گولہ بارود اور فضائی اور بری طاقت میں اضافہ کر کے مجاہدین کو ختم کرنے کے منصوبوں پر عمل درآمد شروع کر دیا اور نئی نئی سازشوں کو بروئے کار لا کر ان پر عمل شروع کر دیا۔

۱۔ قلمی کتاب حق المقال از مولانا ابوالفضل محمد عتیق اللہ ص۱ تا ص۶۰

انگریزوں کے حواریوں کیخلاف جہاد

حاجی صاحب جون ۱۹۲۴ء کو اپنے مرشد ہڈے صاحب کی زیارت پر گئے یہ زیارت جلال آباد سے ۴ میل جنوب کی طرف ہے۔ ۷ جون ۱۹۲۴ء کو لواگئی کے خان احمد جان نے حاجی صاحب کی خدمت میں یہ عرضداشت پیش کی کہ خان آف خار انگریزوں کے ایما پر لواگئی پر قبضہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا آپ اپنے لشکر کو میری مدد کے لئے بھیجیں۔

ملا بارڑہ نے حاجی صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھ کر ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے علاقے میں آکر لوگوں کو اسلامی احکامات سے روشناس کرائیں کیونکہ لوگ ان باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

حاجی صاحب کی خدمت میں پنج ڈھنڈ کے لوگوں کا وفد آیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے علاقے میں چلیں جسے طاعون نے گھیر رکھا ہے۔ حاجی صاحب پنج ڈھنڈ گئے اور خدا کے حضور دعا کی۔ خدا نے ان کی دعا قبول کی اور طاعون کی وبا کا خاتمہ ہو گیا۔[۱]

اسی جون ۱۹۲۴ء میں حاجی صاحب نے ایک فرمان جاری کیا جس میں آپ نے اتمان خیل قبائل کو متنبہ کیا کہ وہ خان آف خار کی کسی قسم کی مدد نہ کریں کیونکہ خان آف خار کے تمام افعال و کردار شریعت کے منافی ہیں لہٰذا ایسے آدمی کی مدد کرنا شرعاً ناجائز ہے بلکہ برائی کو تقویت دینا ہے۔ جو شخص اسلام کے اصولوں کے منافی کام کرتا ہو اس کی مدد کرنا اسلام کے منافی ہے۔ حاجی صاحب نے اس فرمان کے ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کریگا اسے اپنے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔[۱]

ملک بادشاہ گل اخونزادہ ساکن تنبقدر نے ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا کہ:۔

جناب عالی!

امیر کابل نے اقوام مہمند کو طلب فرمایا۔ کمشنر نے جاکر معاملہ ہذا کو دریافت کرنے کے لئے پانچ یوم صرف کر کے تمام احوال معلوم کئے۔

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ فائل ۴۴/۴۹ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

علیم زئی، سمالی، اتمان زئی، ادیزئی، بائیزئی اور خوازئی اور برہان خیل کے درمیان اختلاف تھا اس اختلاف کو حاجی صاحب ترنگ زئی نے دور کر دیا ہے یہ سب کچھ ایک جرگے میں ہوا جو حاجی صاحب نے کاکا نیڈ میں منعقد کیا تھا۔ یہ تمام قوم امیر کابل کے حکم پہ منگل کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے جانے کے لئے آمادہ ہے۔

آپ کا فرمان بردار غلام

ملک بادشاہ گل ساکن شبقدر[1]

حاجی صاحب اگست ۱۹۲۴ء میں سنگی تنگی بائیزئی کے علاقے میں تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے دو مخالف قبیلوں میں صلح کرائیں۔

اگست ۱۹۲۴ء میں امیر کابل نے عید کے دوسرے روز لغمان میں ایک دربار منعقد کیا اس دربار میں کابل کے قبائلی اور شہریوں کے نمائندوں کے علاوہ مجاہدین اور مہاجرین کے سرکردہ نمائندوں نے شرکت کی امیر نے اجتماع میں اعلان کیا کہ ہم نے افغانستان میں نظام نامہ کے نام سے ایک قانون نافذ کرنے کے لئے بنایا ہے اس نظام نامہ کا نام سنتے ہی کئی نمائندوں نے اور خاص کر منگل قبیلہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس میں کئی قوانین ایسے ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ سب متفقہ طور پر ان قوانین پر سوچ بچار کریں۔ اگر اس میں کوئی بات قابل اعتراض ہے تو میں اسے منسوخ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس اجتماع میں علماء و مشائخ نے کہا کہ ہم تمام اکھٹے ہو کر متفقہ طور پر ایک ایسا قانون ترتیب دیں گے جو اسلام کے اصولوں کے عین مطابق ہو چنانچہ امیر نے اس نظام نامے کی منسوخی کا اعلان کیا[2]

حاجی صاحب کی کوششوں سے گربز۔ صافی اور قندھاری قبائل کے درمیان اختلافات کا خاتمہ ہوا۔

اگست کے مہینے میں کابل میں قادیانیوں اور اہل سنت والجماعت کے درمیان زبردست کشیدگی پیدا ہوئی انگریز قادیانیوں کی اعانت کر رہے تھے۔ حاجی صاحب نے خوست ملا کو ساتھ لیا اور کابل میں جا کر قادیانیوں کے اس فتنے کو ختم کرایا[1]۔ اور وہاں لوگوں کو بتایا کہ یہ سب کچھ انگریزوں

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ اگست ۱۹۲۴ء ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

کی پیدا کردہ باتیں ہیں۔ حضرت محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہ تو آئے گا اور نہ ہی آیا ہے لہٰذا مسلمان اپنے مذہب پر کاربند رہیں اور جو لوگ اس قسم کے دعوے کرتے ہیں ان سے ہوشیار رہیں کیونکہ انگریزوں نے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ مٹانے کے لئے ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو پیدا کیا ہے جس نے اعلان کیا ہے کہ جہاد کرنا فرض نہیں ہے۔[1]

جون ۱۹۲۵ء میں حاجی صاحب چندوکلی تشریف لے گئے وہاں سے آپ نے اپنے ایک خلیفہ کو دوسرے دیہات میں بھیجا تاکہ وہ مہمند غازیوں کا ایک لشکر تیار کر کے ان کے پاس لائیں یہ لشکر عید سے پہلے حاجی صاحب کے پاس پہنچا تاکہ خان آف خار کو عبرتناک شکست دی جائے۔

۱۸ جولائی ۱۹۲۵ء کو حاجی صاحب نے مظلوم "قندہاری" سے کہا کہ وہ معاہدے کے مطابق دوسرے مخالف فریق کے چھ آدمیوں کے قتل کے جرم میں بیالیس ہزار روپے جرمانہ عائد کردہ دوسرے فریق کو ادا کرے مظلوم نے یہ جرمانہ ادا کرنے سے انکار کیا تو حاجی صاحب نے گندھاب کے حلیم زئی اور خادیزئی قبیلے سے کہا کہ وہ ایک لشکر تیار کر کے مظلوم "قندہاری" سے جرمانہ وصول کرنے میں مدد دیں اس کے ساتھ ہی حاجی صاحب نے ان دونوں قبیلوں سے کہا کہ وہ مظلوم سے جرمانہ وصول کرنے کے بعد نواگئی کے خان کی مدد کے لئے نواگئی پہنچیں تاکہ خان آف خار کو اس کی انگریز دوستی کا مزہ چکھایا جاسکے۔[2]

حاجی صاحب نے خان آف خار کو بہت سمجھایا کہ وہ مجاہدین کے خلاف اپنی کارروائی ترک کر دے مگر خان آف خار کو چونکہ انگریزوں کی مکمل حمایت حاصل تھی اس لئے اس نے حاجی صاحب کی کسی نصیحت کی پرواہ نہ کی بلکہ مجاہدین کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا۔ حاجی صاحب نے مجبور ہو کر جولائی ۱۹۲۵ء میں مجاہدین کو ساتھ لیکر انگریزوں کے اس حامی کی سرزنش کے لئے فوج کشی کی اور اسے عبرتناک شکست دینے کے بعد آپ بائیزئی کے علاقے میں تشریف لے گئے وہاں سے آپ نے امیر افغانستان کو خط لکھا جس کا مفہوم مندرجہ ذیل تھا۔[3]

"برطانوی حکومت خان آف خار کو ہر ممکن مدد دے رہی ہے تاکہ وہ مجاہدین اور نواگئی کے خان کے خلاف مکمل طور پر جنگ کر کے

۱۔ مہمند پولیٹیکل ڈائری اگست ۱۹۲۷ء پارٹ III ڈی ریکارڈ پشاور آرکائیو
۲۔ " " " " " " " " "

مجاہدین کو نواگئی کے خان کے ساتھ ختم کر دے۔ انگریزوں کی یہ خواہش ہے کہ خان آف خار کے ذریعے نواگئی کو ختم کر کے انگریز حکام خان آف خار کو محض آلہ کار بنا کر پورے علاقے پر کنٹرول حاصل کر لیں اگر انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو پھر اس علاقے میں انگریزوں کے خلاف کوئی طاقت سر نہ اٹھا سکے گی۔ جس کا لامحالہ نتیجہ یہ ہو گا کہ انگریز تمام قبائلی علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد افغانستان پر بھی بآسانی قبضہ کر لیں گے۔ خدا نہ کرے اگر ایسا ہوا تو پھر انگریزوں کو اس ملک سے نکالنا بہت ہی مشکل ہو جائے گا۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ افغانستان کا اسلامی ملک مجاہدین کو اسلحہ اور رسد کے علاوہ فوجی مدد بھی کرے۔"

عشر زکوٰۃ فنڈ کے علاوہ حاجی صاحب نے ایک اور فنڈ بھی قائم کر رکھا تھا۔ یہ فنڈ اس رقم پر مشتمل تھا جو معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہ تمام رقم ایک بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ مجاہدین کیلئے اسلحہ۔ گولہ بارود۔ طعام و قیام کپڑے اور بستر وغیرہ اور تمام ضروری اشیاء کی خرید وغیرہ اسی فنڈ سے ہوتی تھی۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ اگر کوئی مجاہد جہاد میں شریک نہ ہونے کا یہ بہانہ بنا دیتا تھا کہ اس کے گھر میں خرچ اخراجات کی کوئی سبیل نہیں ہے تو حاجی صاحب یہ حکم دیتے کہ جب تک یہ مجاہد شریک جہاد رہے گا اس کے گھر کا تمام خرچ بیت المال سے پورا کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا۔

حاجی صاحب نے صافی اور قندہاری مجاہدین پر مشتمل سات ہزار کا ایک لشکر تیار کیا ملک مظلوم قندہاری نے ایک قبیلے کے ساتھ صلح کے معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی جس کی بنا پر حاجی صاحب نے اس پر سات ہزار روپیہ جرمانہ عائد کیا۔ یہ سات ہزار روپیہ ملک مظلوم سے وصول کر کے لشکریوں پر تقسیم کر دیا تاکہ وہ اپنے اہل و عیال کے گذارے کے لئے رقم اپنے گھروں میں دیدیں تاکہ جب تک وہ شریک جہاد رہیں ان کے اہل و عیال کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اس لشکر میں ملک عمر کدہ خیل، ملک سلامت خان متانی موسٰی خیل اور ملک نوروز خان خوگہ خیل بھی اپنے اپنے قبیلوں کے ساتھ شامل تھے۔ خان آف

خار نے مجاہدین کے خلاف انگریزوں کی طرف سے دیئے گئے جدید ترین اسلحہ سے لیس ہو کر ایک عظیم لشکر تیار کیا اور نواگئی کی طرف پیش قدمی شروع کی حاجی صاحب کو جب اس کا پتہ چلا تو اپنے لشکر کو لیکر کوٹکئی کی طرف بڑھے تاکہ خان آف خار کی پیش قدمی کو روکا جا سکے. حاجی صاحب نے ننگر ہار کے علماً کو بھی خطوط لکھ کر ان سے کہا کہ وہ اپنے اپنے جتھوں کو لے کر کوٹکئی کے مقام پر پہنچیں۔

۲۶ راگست ۱۹۲۵ء کو حاجی صاحب نے بادشاہ گل فضل اکبر اور بادشاہ گل دوم کو فوجی کمان دیکر خان آف خار کے خلاف محاذ جنگ پر بھیجا. بادشاہ گل غازی آباد سے ۱۰ر مئی کو دو ہزار مجاہدین کو لیکر نواگئی کے خان کی مدد کے لئے پہنچے تاکہ خان آف خار سے غنڈئی کے گاؤں کو واپس کرانے میں نواگئی کے خان کی مدد کی جائے۔

اگست ۱۹۲۵ء میں حاجی صاحب نے اپنے صاحبزادے بادشاہ گل سوم کی شادی مدار خان کی لڑکی سے کی. حاجی صاحب چاہتے تھے کہ اس طرح زور آور خان اور مدار خان کی آپس میں صلح صفائی ہو جائے. اس شادی سے یہ مقصد بھی تھا کہ مدار خان خان آف خار کی طرفداری چھوڑ دے۔

حاجی صاحب یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء کو کمالی مہمندوں کے علاقہ کمالی میں تشریف لائے اور تین دن تک وہیں ٹھہرے رہے. ان تین دنوں میں حاجی صاحب نے لوگوں سے جرمانے وصول کیے جو ان پر ان کی وعدہ شکنیوں کی بنا پر عائد کئے گئے تھے. یہ جرمانہ وصول کر کے حاجی صاحب نے کچھ مظلوم پارٹی کو دیا جس پر دوسری پارٹی نے تشدد کیا تھا. وہاں سے آپ غازی آباد تشریف لے گئے. [۱]

۱۰ر اکتوبر ۱۹۲۵ء کو حاجی صاحب اپنے دس مریدوں کے ساتھ کمالی کے علاقے میں تشریف لے گئے تاکہ دو سال پہلے انہوں نے کمالی حلیم زئی اور بدریخیل کے درمیان جو صلح کرائی تھی اس کی خلاف ورزی جس قبیلے نے کی اور جس قبیلے نے اس صلح کی خلاف ورزی کی تھی اس پر بھاری جرمانہ عائد کیا گیا۔

---

۱ - مہمند پولیٹیکل رپورٹ اکتوبر ۱۹۲۵ء ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

حاجی صاحب کے گھر پہ حملہ

قومی معاملات میں متنازعہ مسائل کے حل کے لئے حاجی صاحب کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اس قسم کے مسائل متعلقہ قبیلے کے افراد ہی حل کریں اس ضمن میں ایک مستند ثبوت یہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ ۳ر جنوری ۱۹۲۴ء کو مٹائی موسیٰ خیل کے ملک احمد نور کے بیٹے نے پشاور پہنچ کر ڈپٹی کمشنر کو مخبری کرتے ہوئے کہا کہ۔

"میں ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو حاجی صاحب ترنگ زئی کو ملنے گیا تھا تاکہ حالات کا جائزہ لے سکوں میری موجودگی میں ایک آفریدی یا شنواری جس کی میں پہچان نہیں کرسکا۔ حاجی صاحب کے پاس آیا اور عجب خان آفریدی کا ایک خط حاجی صاحب کو دیا۔ حاجی صاحب نے یہ خط اپنے منشی کو دیا تاکہ وہ پڑھ کر سنائے اس خط میں عجب خان نے حاجی صاحب کو لکھا تھا کہ کیا قاتلوں کے گروہ کو آپ پناہ دے سکتے ہیں؟"

حاجی صاحب نے پاس بیٹھے ہوتے مہمندوں سے مشورہ کرنے کے بعد عجب خان کو خط لکھوایا کہ یہ آپ کی آفریدی قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قاتلوں کو پناہ دینے یا نہ دینے کے متعلق کوئی فیصلہ کرے دوسرے قبیلہ کو اس ذمہ داری سے معذور سمجھا جائے۔[۲]

اس خط سے دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ قتل، ڈکیتیاں اور لوٹ مار کرنے

۱۔ مہمند پولیٹیکل ڈائری محررہ ۱۲/۷/۲۴ء فائل ۴۹ پارٹ III پشاور آرکائیو

۲۔ ڈی سی پولیٹیکل ڈائری ۱۹۲۴ء ص ۳ پشاور آرکائیو

والے لوگوں کو حاجی صاحب اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ انہوں نے ہمیشہ
یہی کوشش کی کہ جن باتوں کی اسلام اجازت نہیں دیتا انسان کو اور خاص کر مسلمانوں کو ان
باتوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیئے قبائلی علاقے قاتلوں اور ڈاکوؤں کی آماجگاہ بنے
رہتے تھے مگر حاجی صاحب نے جس قبائلی علاقے میں سکونت اختیار کی یا جو قبائلی علاقے
ان کے زیر اثر تھے ان علاقوں کو ابھرتی قاتلوں، ڈاکوؤں اور راہزنوں سے پاک کر دیا گیا
تھا۔ حاجی صاحب کی تبلیغ کا اثر یہی تھا کہ انہوں نے قبائلی عوام کو ایک طرف تو راہ خدا میں
جہاد پر آمادہ اور منظم کیا اور دوسری طرف ان لوگوں کی اخلاقی اصلاح کر کے انہیں صحیح
مسلمان بنانے میں تاریخی کردار ادا کیا۔ قبائل میں قبیح اور غیر اسلامی رسوم اور عقائد کو ختم کر کے
قبائل کو اسلام کا صحیح خادم بنانے میں حاجی صاحب نے جو عظیم جدوجہد کی ہے وہ ایک
تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ مہمندوں کے علاقے میں اور افغانستان سے ملحقہ دیر، باجوڑ
سوات اور ہزارہ کے قبائل میں حاجی صاحب کی اصلاحی کوششوں ہی کی وجہ سے آج ایک
امتیازی حیثیت نظر آ رہی ہے یہی وجہ تھی کہ انگریزی دور حکومت میں برطانوی مقبوضات
میں لوٹ مار، قتل اور ڈکیتی کرنے والوں میں ان علاقوں کے لوگ بہت کم ہوتے تھے
جن جن علاقوں میں حاجی صاحب نے اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیاں جاری کی ہوئی تھیں۔
مارچ ۱۹۲۴ء میں انگریزوں نے حاجی صاحب کے خلاف ایک زبردست
سازش کی۔ اس سازش کے تحت مہمندوں کے علاقے میں حاجی صاحب کے خلاف مہمند
قبائل کو اکسایا گیا کہ وہ حاجی صاحب کو علاقے سے نکال دیں کیونکہ حاجی صاحب
کی موجودگی کی وجہ سے آئے دن جنگیں ہوتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے انگریز فوجوں کو
مہمندوں کے علاقے پر بمباری کرنا پڑتی ہے جس سے سینکڑوں لوگ مارے جاتے ہیں۔
لہٰذا اگر حاجی صاحب کو مہمندوں کے علاقے سے نکال دیا جائے تو انگریز مہمندوں
کے علاقے پر نہ تو کسی قسم کی بمباری کریں گے اور نہ ہی مہمندوں کو کوئی نقصان پہنچائیں گے
بلکہ حکومت مہمندوں کے وظائف میں زیادتی کر کے انہیں خوشحالی کی زندگی بسر کرنے
کا موقع دے گی۔ اس زہریلے پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ چند آدمیوں نے رات کی تاریکی
میں حاجی صاحب کی قیامگاہ سے کچھ فاصلے پر ان کے ایک خلیفہ کے گھر میں داخل ہو کر وہاں
پر رکھا ہوا حاجی صاحب کا سامان اور مجاہدین کی رائفلیں بھی لوٹ لیں اس سے پہلے ایک

فرد نے اسی طرح بادشاہ گل پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا مگر خدا نے بادشاہ گل کو بچا لیا ان واقعات میں ناکام ہونے کے بعد امیر افغانستان کو مہمند سرداروں کی طرف سے گمنام خطوط لکھوا کر یہ کہا گیا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی ایک مُلا ہے لہٰذا اسے منع کیا جائے کہ وہ قبائلی علاقے میں اصلاح و تبلیغ نہ کرے بلکہ اس کام کے لئے ایک سرکاری ملاّ مقرر کیا جائے جو مہمندوں کے ساتھ گنداؤ کے سردار خان کے ذریعے رابطہ قائم رکھے[1]

۱۳ جولائی ۱۹۲۴ء کو قبائلی علاقے میں بقر عید کی نماز ادا کی گئی نماز کے موقع پر ہر علاقے میں حاجی صاحب کی قیادت پر اعتماد کا اعلان کیا گیا اور مجاہدین نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ اس وقت تک آرام اور سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک انگریزوں کو ہندوستان سے نہ نکال لیں۔

اصلاح معاشرہ کیلئے حاجی صاحب نے قبائلی علاقے میں زبردست جدوجہد کی۔ انگریز اپنے مغربی تاثرات قبائلی علاقے میں بھی پھیلانا چاہتے تھے ان تاثرات سے قبائلی عوام کو بچانے کے لئے حاجی صاحب نے عظیم جدوجہد کی۔

حاجی صاحب کو جس جگہ کا بھی پتہ چلتا کہ وہاں غیر اسلامی رسوم جاری ہیں یا کوئی خلاف شرع کام ہو رہا ہے تو آپ وہاں کے لوگوں کو پہلے تو نصیحت سے اور اسلامی احکامات سنا کر اس کام سے روکنے کی کوشش کرتے تھے مگر جب کوئی شخص نصیحت اور تلقین سے باز نہیں آتا تھا تو حاجی صاحب اسلامی حدود و قیود کے تحت اس کی سرزنش کرتے تھے۔ اگست ۱۹۲۴ء میں حاجی صاحب کو اطلاع ملی کہ گندھاب کے ملک انمیر نے اپنے بیٹے کی شادی میں لڑکوں کا رقص کرایا تو حاجی صاحب نے اسے ایک قاصد کے ذریعے کہلا بھیجا کہ اس غیر اسلامی حرکت کی سزا دینے کے لئے میں عنقریب گندھاب آرہا ہوں تاکہ تمہیں بتایا جائے کہ باوجود تلقین و نصیحت کے پھر بھی شادی کی تقریب میں کیوں اس قسم کی غیر اسلامی حرکت کرانے کے تم مرتکب ہوئے[2]

۱۔ ڈی سی پولیٹیکل ڈائری نمبر ۲۴ ص ۶۹ پشاور آرکائیو سیریل نمبر ۴۴۳

۲۔ ڈی سی ڈائری نمبر ۱۵۹ بنڈل نمبر ۱۹ پشاور آرکائیو نمبر ۲۰۸

افغانستان کی بغاوت فرو کرنے میں حاجی صاحب کا کردار

۳۰ اگست ۱۹۲۴ء کی مہمند پولیٹیکل ڈائری کے مطابق حاجی ترنگ زئی سے میر کابل نے منگل قبائل کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فوجی مدد کی درخواست کی جس کے جواب میں حاجی صاحب نے تمام مہمندوں کے قبائل کو کہا کہ وہ افغانستان کی اندرونی بغاوت کو فرو کرنے کے سلسلے میں متحد ہو کر اپنا قومی فرض ادا کریں۔ حاجی صاحب کے اس حکم پر لبیک کہتے ہوئے قندھاری۔ صافی۔ گربز۔ اتمان زئی۔ د ریزئی۔ اور چارمنگ کے باجوڑی مجاہدین جوق در جوق حاجی صاحب کے پاس پہنچے اور اپنی خدمات ان کے حوالے کیں حاجی صاحب مجاہدین کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے ۷ ستمبر ۱۹۲۴ء کو جلال آباد پہنچے۔ کچھ لشکر اس سے پہلے حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر کی سرکردگی میں پہلے سے جلال آباد پہنچ چکا تھا۔ حاجی صاحب نے قندھاری قبائل میں یہ اعلان کیا تھا کہ ہر گھر سے ایک ایک آدمی اس خدائی لشکر میں شامل ہو کر اپنا فرض ادا کرے۔ جب حاجی صاحب کابل پہنچے تو گورنر کابل نے آپ سے کہا۔ کہ مہمندوں کا لشکر آپکی قیادت میں کابل شہر کی حفاظت کے لئے موجود رہے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ اس اثنا میں کچھ افغان فوجیوں نے انگریز کی سازش کے تحت خوگاخیل مجاہدین کو کہا کہ وہ سیدھے اگلے مورچے میں پہنچیں۔ ان مجاہدین نے افغان کمانڈر سے کہا کہ ہم ہر قدم حاجی صاحب کے حکم کے تحت اٹھائیں گے حاجی صاحب جب تک اجازت نہیں دیں گے ہم کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے اس بات چیت کے دوران افغان سپاہیوں میں سے کسی نے مجاہدین پر گولی چلا دی جس کے جواب میں مجاہدین نے بھی افغان فوجیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی حاجی صاحب نے مجاہدین اور افغان فوجیوں کے درمیان صلح کرائی اور انہیں کہا کہ وہ آپس کی خانہ جنگی سے پرہیز کر کے اس وقت ملک کو درپیش مسائل کو حل کرنے میں اپنی طاقت خرچ کریں۔[۱]

۱۔ مہمند پولیٹیکل ڈائری نمبر ۱۱ فائل نمبر ۲۴۹ سنہ ۱۹۲۴ء پشاور آرکائیو۔

مجاہدین نے جب منگل قبیلے پر بھرپور حملہ کیا تو اپنی شکست سے گھبرا کر منگل سرداروں نے امیر افغانستان سے درخواست کی کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں امیر نے اس کے جواب میں کہا کہ جب تک سردار عبدالکریم اور گدڑ ملا کو افغان حکومت کے حوالے نہیں کیا جاتا اس وقت تک صلح ناممکن ہے۔

منگل قبیلے کی بغاوت کو فرو کرنے میں حاجی صاحب نے ایک بہترین جنگی جرنیل کا کردار ادا کرتے ہوئے مجاہدین کو کہا کہ وہ رات کے وقت اپنے خیموں میں لالٹین روشن کریں اور اپنے خیموں کو خالی چھوڑ کر چاروں طرف پھیل جائیں جونہی منگل قبائل کے لوگ خیموں کا محاصرہ کرنے آئیں انہیں چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جس کی وجہ سے سینکڑوں منگل زندہ گرفتار ہوئے اور جنہوں نے مزاحمت کی انھیں موت کی نیند سلا دیا گیا۔[1]

حاجی صاحب کی اس جنگی حکمت عملی کی وجہ سے انگریز سیاست دان بھی حیران رہ گئے جو منگل قبائل کی کامیابی کے منتظر تھے بغاوت بپا کرانے کا مقصد یہ تھا کہ خوست کے قبائل امیر افغانستان کے خلاف ہو جائیں تاکہ انگریزی فوجیں آسانی کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہو کر افغانستان کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیں۔ انگریزوں کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے حاجی صاحب نے قبائلی مجاہدین کو کہا کہ وہ اس بغاوت کو کچل کر اپنا قومی فرض ادا کریں، حاجی صاحب کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے سینکڑوں مجاہدین حاجی صاحب کے علم جہاد کے نیچے جمع ہو کر حاجی صاحب کی کمان میں جلال آباد کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہ مشرقی سمت سے اٹھنے والی بغاوت کی آگ کو بجھا کر انگریزوں کے ارادوں کو خاک میں ملائیں۔ حاجی صاحب کے لشکر میں مہمند، صافی، قندھاری، کمالی، حلیمزئی اور موسیٰ خیل کڈہ خیل، خویزئی اور خوگا خیل کے مسلح نوجوان تھے۔ حاجی صاحب نے تمام قبائل سے اپیل کی تھی کہ وہ ہر گھر سے کم از کم ایک ایک آدمی کو اس لشکر میں بھیجیں تاکہ اس جہاد میں کامیابی کے امکانات روشن ہو سکیں۔[2]

۱۔ مہمند پولیٹیکل ڈائری ۲۲ فائل ۲۴۹ ۱۹۲۴ء پشاور آرکائیو

۲۔ ڈی سی ڈائری ۲۰۲ ۱۹۲۴ء ص ۲۶۵ 〃

حاجی صاحب کی قیادت میں ڈھائی ہزار مسلح مجاہدین کے لشکر نے مشرقی سمت میں پہنچ کر بڑی بہادری اور دلیری سے منگل قبائل کی بغاوت کو فرو کرنے کے علاوہ انگریزی فوجوں کو بہت بڑا نقصان پہنچا کر انہیں اپنے ارادوں میں ناکام کیا۔ منگل قبائل کے سرداروں نے آخر کار مجبور ہو کر ستمبر ۱۹۲۴ء میں ایک جرگے میں شمولیت کر کے امیر افغانستان کے ساتھ صلح پر آمادگی کا اظہار کیا اس جرگے میں بادشاہ آف تیراہ حاجی صاحب کے بڑے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر، کنڑ کے میر زمان گرداؤ کے سردار خان نے شرکت کی[1]

غازی آباد میں جرگہ

یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء کو غازی آباد میں ایک عظیم الشان جرگہ منعقد ہوا اس جرگے کی صدارت حاجی صاحب نے کی۔ جرگے میں بائیزئی مہمندوں کے سرداروں کے علاوہ آفریدی سرداروں نے بھی شرکت کی۔ اس جرگے میں حاجی صاحب نے فرمایا۔

"انگریز عنقریب مہمند علاقے پر فوج کشی کرنے والے ہیں تمام مہمندوں اور قبائلیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی آزادی برقرار رکھنے کی خاطر اور ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کی خاطر میدان جہاد میں کود پڑیں اور اپنے مشترکہ دشمن کو شکست فاش دیکر اسے نہ صرف سرحد سے بھگائیں بلکہ پورے ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔ میں تمام قبائل کو آگاہ کرتا ہوں اور انہیں خبردار کرتا ہوں کہ وہ قبل از وقت جہاد کی مکمل تیاری کر لیں[2]"

اس جرگے میں آفریدی سرداروں نے حاجی صاحب سے کہا کہ:۔

"ہمیں آفریدی قبائل نے اپنا نمائندہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم آپ سے ہدایات حاصل کر کے اپنے قبیلے کو جیسا آپ حکم دیں اس کے مطابق جہاد کیلئے تیار کیا جائے اور جب اور جس وقت آپ چاہیں

۱۔ ڈی سی پولیٹیکل ڈائری ستمبر ۱۹۲۴ء ص ۲۷۹ سیریل ۲۴۴/۳ پشاور آرکائیو۔
۲۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان ص ۶۳

یا آپ حکم دیں آفریدی آپکی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان جنگ میں کود پڑیں گے۔ اور وہ انگریزوں کو ایسا عبرت ناک سبق سکھائیں گے۔ کہ تاریخ میں اسے سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

حاجی صاحب نے یکم نومبر ۱۹۲۶ء کو غازی آباد میں ایک عظیم جرگہ منعقد کرایا۔ اس جرگے میں تیراہ کے آفریدی قوم کے آٹھ سردار صافی مہمندوں کے قبیلے کے دس سردار قندھاری قبیلے کے پانچ، عثمان خیل قبیلے کے چھ سردار، مثلاً موسیٰ خیل قبیلے کے پانچ افراد تھے اس جرگے میں سرحد کے تمام قبائل کے نمائندے تھے جن کی تعداد دو سو تک تھی"۔[1]

اس جرگے سے حاجی صاحب کے علاوہ قبائلی سرداروں کے نمائندوں نے خطاب کیا حاجی صاحب نے جرگے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔[2]

"انگریز قبائلی علاقوں پر اپنا قبضہ قائم کرنے کے لئے قبائلی علاقوں پر فوج کشی کر رہے ہیں قبائلیوں پر توپوں مشین گنوں اور ہوائی جہازوں کی بمباری سے بے پناہ مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ اس وقت انگریزوں کا زیادہ زور مہمندوں کے علاقے کی طرف ہے۔ اس وقت ہم مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنا دفاع کریں اور انگریز غاصبوں اور لٹیروں سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کے لئے جدوجہد کریں اور اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کریں۔ میں اس ضمن میں تمام قبائلی مجاہدین سے کہتا ہوں کہ وہ آپس کے تمام اختلافات مٹا کر ایک ہو جائیں تاکہ ہم مشترکہ طاقت کے ذریعے اپنے مشترکہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ کیا آپ تمام قبائل اس ضمن میں اپنے باہمی اختلافات مٹا کر ایک نہیں ہو سکتے؟ ہم سب مسلمان ہیں اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم اسلام کے اس زرین اصول کو اپنائیں کہ خدا کا حکم ہے کہ ؛

۱۔ ڈی سی پولیٹیکل ڈائری ۱۹۲۶ء پشاور آرکائیو

۲۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر فرنٹیئر کنسٹبلری ۷ نومبر ۱۹۲۶ء سیریل ۴۴ پشاور آرکائیو

"میرے دین میں تفرقہ بازی مت ڈالو۔"

ہم اس وقت دینی جدوجہد میں کامیاب ہو سکتے ہیں جب ہم سب خدا کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ایک ہو جائیں اسی ہمارے ایکے کو ختم کرنے کیلئے انگریز کہیں ہم میں تفرقہ بازی پیدا کرا رہے ہیں، کہیں ہمارے مسلمان بھائیوں کو دولت، وظیفے اور لنگی کا لالچ دیکر خرید جا رہا ہے انگریز کی ان تمام چالوں کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ ہم میں تفرقہ ڈال کر ہمارے تفرقے سے فائدہ اٹھا کر ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنا رکھے[1]۔"

حاجی صاحب کی اس تقریر کے بعد آفریدی سرداروں نے بیک آواز ہو کر کہا کہ ہماری قوم نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم اس آڑے وقت میں متحد ہو کر اپنے دشمن کا مقابلہ کریں ہم اپنی قوم کی طرف سے یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ ہم نے اپنے علاقوں میں انگریزوں کی پیش قدمی کو روک رکھا ہے۔ ہم بھی اس دشمن کی زد میں ہیں، ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ ہم انگریزوں سے اپنے علاقے کو ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کو آزاد کرائیں۔

حاجی صاحب نے آخر میں یہ اعلان کیا کہ آپ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں جا کر جہاد کے لئے منظم تیاری کریں اور جونہی جہاد کا اعلان ہو آپ چاروں طرف سے انگریزوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیں تاکہ یہ لوگ جہاں سے آئے تھے وہیں واپس چلے جائیں[1]۔

اسی مہینے امیر کابل نے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر کو کابل کے دربار میں بھیجیں تاکہ بالمشافہ ان کی شاندار خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جا سکے۔

حاجی صاحب نے امیر کو جواباً لکھا کہ منگل کی بغاوت کو فرو کرنے میں مہمندوں کے کئی قبیلوں کے مجاہدین اور سرحد اور ہندوستان کے مجاہدین نے بڑی بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے لہٰذا میں صرف اپنے بیٹے کو یا خود کو اس مہم کی کامیابی کا ذمہ دار نہیں سمجھتا لہٰذا یہ نامناسب ہے کہ ان تمام مجاہدین کو اس معاملے میں نظر انداز کر کے صرف ایک دو آدمی کابل کے دربار سے خراج تحسین حاصل کرنے کے لئے دربار میں بلائے جائیں بہتر تو یہ ہے کہ ان تمام مجاہدین کے سرکردہ لیڈروں اور سرداروں کو دربار میں بلا کر

۱۔ قلمی روزنامچہ حاجی صاحب ترنگزئی، بحوالہ ۱۱، ۲۳ جولائی ۱۹۲۶ء

ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔

حاجی صاحب کو دوبارہ کابل کے دربار سے ایک خط ملا جس میں امیر نے حاجی صاحب کو دربار میں آنے کی درخواست کی۔ حاجی صاحب چاہتے تھے کہ امیر کابل مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ اس حوصلہ افزائی سے مجاہدین کے حوصلے بڑھیں اور وہ انگریزوں کے خلاف اور بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ جہاد کر کے انگریزوں سے اس ملک کو آزاد کرائیں اسی مقصد کو سامنے رکھ کر حاجی صاحب نے بادشاہ گل فضل اکبر کو ساتھ لیا اور ۱۰ر جولائی ۱۹۲۶ء کو کابل تشریف لے گئے کابل کے دربار میں امیر اور حاجی صاحب کے درمیان مذاکرات ہوئے ان مذاکرات میں حاجی صاحب نے امیر کابل پر زور دیا کہ وہ ہر ممکن طریقے سے مجاہدین کی مدد کرے تاکہ مجاہدین اسلحہ وغیرہ کی ضروریات سے مطمئن ہو کر اپنی عمل جدوجہد کو تیز کر سکیں۔ ۱۶ر جولائی ۱۹۲۷ء کو حاجی صاحب اور بادشاہ گل جلال آباد سے واپس غازی آباد تشریف لائے[۱] چمرقند کے مجاہدین کے اختلافات کو مٹانے کے لئے حاجی صاحب فروری ۱۹۲۷ء کو چمرقند تشریف لے گئے کیونکہ ہندوستانی مجاہدین جو چمرقند میں آباد تھے ان کے باہمی اختلافات اتنے بڑھ گئے تھے کہ ان کے باہمی جھگڑوں کی وجہ سے انگریز اپنی کامیابی کی راہیں متعین کر رہے تھے۔ حاجی صاحب نے ان مجاہدین کی باہمی چپقلشوں کو ختم کر کے ان میں مکمل اتفاق و اتحاد پیدا کرایا[۲]

مارچ ۱۹۲۷ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور نے مہمندوں کے ان قبیلوں پر بھاری جرمانہ عائد کیا جو حاجی صاحب ترنگ زئی کے لشکر میں شامل ہو کر انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے[۳]

۱۔ ڈی سی پولیٹیکل ڈائری نمبر ۱۱۳ سیریل نمبر ۴۴۵ ، ۱۹۲۶ء پشاور آرکائیو

۲۔ ڈی سی پولیٹیکل ڈائری نمبر ۲۶ سیریل نمبر ۴۴۶ ، ۱۹۲۷ء " " "

۳۔ " " ریکارڈ فائل نمبر ۴۴۷ ، ۱۹۲۷ء " "

انگریزوں کی سازش

جب حاجی صاحب مجاہدین کا لشکر انگریزوں کے مقابلے کے لئے تیار کر رہے تھے تو اس وقت انگریز اپنی دولت سے قبائل کے افراد کو خریدنے میں لگے ہوئے تھے اس قسم کے لوگ حاجی صاحب کے لشکر اور ان کے جنگی منصوبوں کے متعلق ایک ایک پل کی انگریزوں کو خبریں پہنچا رہے تھے۔ اسی طرح کے یہ خطوط ۱۴ اپریل ۱۹۲۷ کو ۳ بجے انگریزی حکام کو پہونچائے گئے۔ یہ خطوط ملک حلیم خان، عبدالامیر، عبداللہ جان اور الیاس خان کی طرف سے لکھے گئے تھے۔ ان خطوط میں سے دو خط ملاحظہ ہوں۔

بحضور فیض گنجور جناب والا شان اجینٹ صاحب بہادر پولٹیکل دفتر مہمند شبقدر

بعد از سلام علیکم عریضہ کمترین الیاس خان بدیں مضمون است کہ بہ شب بہ وقت بارہ بجہ شب میر عبداللہ خان پسر عمر خان اتمان زئی مع چند نفر خود بخانہ بندہ آمد و گفتہ کہ بروز آخر ماہ رمضان از طرف حاجی صاحب چند شیخان و ملایان بموضع اتمان زئی بفرید مایان آمدہ و گفتہ کہ بروز عید فطر حاجی صاحب مع لشکر قبائل بر آئند۔ ازیں سبب نوشتہ کہ ملایان بموضع اتمان زئی رسیدہ و مایان قوم ترخہ خیل و عیسے خیل بطرف اتمان زئی روانہ شدہ اہم برائی ایں کہ فوج انگریزی را بدیں طرف روانہ فرمائید چہ قدر امداد بذریعہ جہاز ہم ضروری است۔ چند نفر خاصہ داران و چند قدری خرچ برائے مایان روانہ کنید۔[1]

کمترین مہر ملک الیاس

اس درخواست میں ملک الیاس نے انگریزی حکام کو مطلع کیا کہ عبداللہ جان نے اسے مطلع کیا ہے کہ عید کے دن حاجی ترنگزئی کے لشکر کا اتمان زئی کی طرف بڑھنے کا پروگرام ہے لہٰذا انگریزی فوج، خاصہ دار اور روپیہ جلد از جلد بھیجا جائے نیز میرے لئے رقم بھی بھیجی جائے۔

اسی طرح ملک شیر جنگ اور عبدالامیر نے انگریزی حکام کو اپنی خصوصی مہروں

۱۔ اصل خط منسلکہ فائل نمبر ۳۱ خفیہ ریکارڈ نمبر ۲۹ ڈی سی فائل پشاور آرکائیو

کو ثبت کرتے ہوتے ایک خط میں مطلع کرتے ہوئے لکھا۔

بحضور راجیٹن صاحب بہادر دام عنایتکم

واضح ہو کہ آج رات عبداللہ جان کا بھائی اجانی خان میرے پاس آیا تھا اور اس نے کہا ہے کہ حاجی صاحب عید کے دن اپنے لشکر کو لیکر انمان زئی پہنچیں گے تاکہ عمرا خان کے قلعہ پر حملہ کریں۔ یہ لشکر ظہر کی نماز کے وقت کمالی میں پہنچے گا۔ انمان زئی کمالی والوں نے جرگہ کرکے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم لوگ حاجی صاحب کے حکم پر اپنی جانیں قربان کردیں گے۔ لہٰذا اگر جہازوں کی مدد فوری طور پر کی جائے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔[1]

دستخط و مہر شیر جنگ۔ عبدالامیر

گویا انگریزوں کے یہ دونوں حواری ایک طرف تو انگریزوں کو حاجی صاحب کی نقل و حرکت کی مکمل تفصیل سے آگاہ کرتے ہیں اور دوسری طرف انگریزوں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ ہوائی جہازوں کی بمباری سے اس لشکر کو تباہ و برباد کیا جائے۔

قارئین کو ان خطوط سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ حاجی صاحب کی تحریک جہاد کو ناکام بنانے اور انگریزوں کے پاؤں مضبوط کرنے میں دولت کے پجاریوں نے کیا کردار ادا کیا۔ حاجی صاحب کا کچھ لشکر ۴ اپریل کو پنڈیالی سے روانہ ہوا۔ برہان خیل کا لشکر بھی ۴ اپریل کو منڈی خیل کے علاقے میں پہنچ گیا۔ اس لشکر میں چھوٹے بڑے سب قبائلی سردار تھے۔

۵ اپریل کو حاجی صاحب کے لشکر کے چند سردار یخ ڈھنڈ میں ملک عمر خان کے پاس گئے اور اسے کہا کہ یا تو وہ انگریزوں کی حمایت کرنا چھوڑ دے، یا پھر مجاہدین کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہے یا پھر انگریزوں کی حمایت کرنا ترک کر دے۔ انگریزوں نے اپنی سیاسی چالوں کے ذریعے مہمند قبائل میں اس طرح کا باہمی نفاق پیدا کر دیا کہ وہ بجائے اس کے کہ انگریزوں سے مقابلہ کرکے اپنے ملک کو آزاد کرائیں انہوں نے حاجی صاحب سے اور ان کے حامی قبائل اور لشکریوں سے لڑنا شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجاہدین کی متحدہ قوت پارہ پارہ ہوگئی اور وہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے آمنے سامنے برسرپیکار ہوگئے۔

حلیم زئی، تارک زئی، عیسے خیل اور برہان خیل قبیلے کے لوگوں نے انگریزی چالوں سے

۱۔ اصلی خط منسلکہ فائل نمبر ۳۔ ڈی سی ریکارڈ صفحہ ۳ پشاور آرکائیو۔

متاثر ہو کر دو ہزار چار سو جوانوں پر مشتمل ایک لشکر حاجی صاحب اور اُن کے مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر کے اس لشکر کو لکئی کے مقام پر جمع کیا تا کہ حاجی صاحب اور ان کا لشکر جب انگریزوں سے مقابلے کے لئے آئے تو وہ ان کا مقابلہ کریں۔ حاجی صاحب نہیں چاہتے تھے کہ قبائل آپس میں گتھم گتھا ہو کر اپنی طاقت کو ختم کر دیں، لہٰذا انہوں نے ۵ اپریل ۱۹۲۷ء کو اپنے ایک قاصد کے ہاتھ ایک خط دیکر اس لشکر کے قائدین کے پاس بھیجا اس خط میں حاجی صاحب نے ان لوگوں کو لکھا۔

"میری جنگ آپ لوگوں سے نہیں ہے۔ مجھے بڑا دکھ پہنچا ہے کہ آپ لوگوں نے میرے خلاف لڑائی لڑنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں آپکے سرداروں کے ساتھ ایک جرگہ منعقد کروں لہٰذا یہ جرگہ آپ جہاں اور جس جگہ منعقد کرنا چاہیں کریں۔ چاہے آپ یہ جرگہ کمالی مہمندوں کے علاقے میں منعقد کرنا چاہیں یا اتمان زئی مہمندوں کے علاقے میں، بہر حال یہ آپ کے فیصلے پر منحصر ہے۔ کیا آپ لوگ اس سلسلے میں میرے ساتھ کوئی مصالحت کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اس جرگے کے لئے آپ تیار ہیں یا نہیں" حاجی صاحب نے اس خط میں یہ بھی لکھا کہ "میں اس سلسلے میں انگریزوں کے سب سے بڑے حواری ملک عمر خان کو اس کے کئے کی سزا دینا چاہتا ہوں جو اس نے مجاہدین کے خلاف ایک محاذ بنایا ہے مگر اس کا معاملہ بھی میں جرگے کے فیصلے پر چھوڑتا ہوں۔ جرگہ جو مناسب سمجھے گا اس کے خلاف وہی کاروائی کی جائے گی۔ اگر جرگے نے اسے بری الذمہ قرار دیدیا تو میں بھی جرگے کے فیصلے کو بخوشی قبول کر لوں گا"[1]

انگریزوں کی وحشیانہ بمباری

اِدھر حاجی صاحب کی یہ کوشش تھی کہ قبائل کے اتحاد کو نقصان نہ پہنچے اُدھر دوسری طرف انگریزوں نے مجاہدین کو ہراساں کرنے کے لئے ہوائی جہازوں سے بمباری کرائی جس سے مجاہدین کو کافی نقصان پہنچا۔ حاجی صاحب نے انگریزوں کی اس وحشیانہ بمباری کو دیکھ کر کہا "یہ سب کچھ کیا کرایا عمر خان کا ہے"[2] جس نے انگریزوں کی کامیابی کے لئے قبائل میں تفرقہ بازی کا بیج بو کر انگریزوں کی

۱۔ خفیہ ریکارڈ ڈپٹی کمشنر پشاور ص ۴۵ فائل ۳۶/۲ ۔ پشاور آرکائیو

۲۔ ڈی سی ریکارڈ بنڈل ۹/۲ ص ۱۴ سیریل ۲۷۱/۲ " "

کامیابی کیلئے آثار پیدا کر دیئے ہیں۔ رائل ایئر فورس کے سکواڈرن ۵ کے برسفٹ ٹائپ کے جہازوں نے ۸ اپریل ۱۹۲۷ء کو شبقدر، ڈھنڈ، باڈہ، رکڑیہ، نخقی۔ گندا، تومتین، وچہ جوار، یوسف خیل، کوٹستی، سانگرمڑھ، غلنئی پر پرواز کی۔ یہ جہاز سوا نو بجے صبح سے ڈیڑھ بجے تک قبائلی علاقوں پر پرواز کرتے رہے اور جگہ جگہ وحشیانہ بمباری کی۔[1] رائل ایئر فورس رسالپور کے ہیڈکوارٹر سے یہ رپورٹ اعلیٰ احکام کو بھیجی گئی۔

"جوار اور یوسف خیل کے علاقے میں زبردست بمباری کی گئی اس بمباری سے بادی سیما کے مغرب میں ۴/۳ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھا گیا۔ گھروں کے برجوں سے آگ کے شعلے اٹھ رہے تھے۔"

"اس بمباری کے باوجود ایک جگہ پر تقریباً پانچ سو آدمیوں کو جھنڈے اٹھائے ہوئے دیکھا گیا۔ ان لوگوں نے ہمارے جہازوں پر گولیاں چلائیں جن سے ہمارے چند جہازوں کو بری طرح نقصان پہنچا۔"

"دریا خیل کے مقام پر ہم نے سو آدمیوں کو کھڑے دیکھا جن پر بمباری کی گئی۔ ان لوگوں نے بھی جہازوں پر گولیاں برسائیں۔"

"سلطان خیل کے شمال کی طرف تقریباً پچاس آدمی جھنڈے اٹھا کر آگے بڑھتے ہوئے دیکھے گئے۔"[2]

فقیر آف علنگر حاجی صاحب کے ساتھ ہی گندھاب میں موجود تھے، ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء کو جب حاجی صاحب کا لشکر گندھاب سے نخقی کے درے کی طرف روانہ ہوا۔ تو انگریزوں کے چند مخبروں نے ایک پروگرام کے تحت فقیر آف علنگر کو کہا کہ حاجی صاحب اس لئے گندھاب سے نخقی کی طرف چلے گئے ہیں، کیونکہ وہ اس وقت انگریزوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتے۔ یہ سازش انگریزی حکام کے اشارے سے انگریزوں کے چند معاون افراد نے کی مقصد یہ تھا کہ فقیر آف علنگر کو حاجی صاحب کے خلاف کر کے ان دونوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ چنانچہ جب فقیر آف علنگر کو یہ کہا گیا تو وہ آگ بگولا ہو گئے وہ اٹھے اور اپنے لشکر کو لے کر گندھاب سے سانگرمڑھ کے راستے غلنئی کے مقام پر پہنچے۔

۱۔ قلمی جہاد نامہ قاری عبدالمستعان ص ۱۵۶

۲۔ رپورٹ رائل ایئر فورس اپریل ۱۹۲۷ء پشاور آرکائیو۔

"مارک زئی کے جن لوگوں کو انگریزوں نے روپے اور دولت کی لالچ دیکر حاجی صاحب کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے بھیجا تھا وہ مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت کرنے کے بغیر ہی واپس شبقدر چلے آئے تو انگریز حکام نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے مجاہدین سے مقابلہ کیوں نہیں کیا اور حاجی صاحب ترنگزئی کے لشکر کو بغیر مقابلے کے کیوں جانے دیا۔ تو انھوں نے حکام سے کہا کہ کیا مجاہدین کے لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے اگر ہمارا کوئی آدمی مارا جاتا تو کیا حکومت اس مرنے والے کے پسماندگان کی کوئی معقول مدد کرنے کو تیار تھی؟ اگر حکومت ان معاملات میں کوئی مناسب قدم اٹھانے کے لئے تیار ہے تو پھر ہم حاجی صاحب کے لشکر سے لڑنے کو تیار ہیں۔ حکام نے ان لوگوں کو کہا کہ اس وقت جرگہ کرنے کا وقت نہیں ہے کہ ان معاملات پہ کوئی تصفیہ کیا جائے لہٰذا اگر آپ لوگ حکومت کے وظیفہ خوروں کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو حاجی صاحب کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حاجی صاحب کی لشکرکشی کا مقصد اسوقت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے خلاف تادیبی کاروائی عمل میں لائے جو انگریزوں سے وظیفہ لے رہے ہیں یا انگریزوں کی حمایت اور معاونت کر رہے ہیں انگریز حکام اس معاملے میں اپنے حامیوں کی خاموشی دیکھتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ اور اس مقصد میں کامیابی کے لئے نئے نئے منصوبے بنائے گئے۔ بہرحال انہیں اس وقت تک نہ تو حاجی صاحب کے لشکر کا مقابلہ کرنے میں کامیابی ہوئی اور نہ ہی وہ حاجی صاحب اور ان کے خلفاء اور علماء و مشائخ میں تفرقہ ڈالنے میں کامیاب ہوئے۔ اپر اور لوئر مہمندوں میں انگریزی حکام نے جو نفاق کی خلیج حائل کرنے کی کوشش کی اس میں بھی حاجی صاحب کے مصمم عزم اور بہترین جنگی اور سیاسی منصوبوں کے سامنے انگریز حکام کو کوئی کامیابی نہ ہو سکی اس ضمن میں شبقدر کے محاذ پر متعین ڈسٹرکٹ آفیسر ایف سی نے چیف کمشنر کو رپورٹ دیتے ہوئے لکھا۔

"مہمندوں کے علاقے کے حالات کے متعلق یہ بات بلا کسی شک و شبہ کے کہی جا سکتی ہے کہ حاجی ترنگزئی نے لوئر مہمند کے ہمارے معتمد قبائلیوں کی فوج اور طاقت کو کچل کر مہمندوں کے علاقے میں اپنی پوزیشن کو بہت مضبوط بنا دیا ہے جس کی وجہ سے ہماری پولیٹیکل چالوں کے باوجود اسے بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس نے لوئر اور اپر مہمندوں کے درمیان نفاق پیدا کرانے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے اور اب وہ ان دونوں کا ایک مشترک لشکر تیار کر کے نحقی کے درے پہ ہمارے مورچوں پہ کامیاب حملے کر

سکتا ہے۔ اس نے لوئر اور اپر مہمندوں کو متحد کر کے ایک عظیم طاقت پیدا کر لی ہے ان حالات میں وہ متنی سے غلنئی تک تمام علاقے میں ہمارے فوجیوں کو اور ہمارے معاونوں کو روندنے کی پوری طاقت رکھتا ہے۔ ہماری فوجوں کی ناکامی اور ہمارے معتمد ساتھیوں کی ناکامی سے ہمیں پوری طرح یہ تاثر ملتا ہے کہ قبائلی علاقے میں حاجی صاحب کا مذہبی اثر ابھی تک بہت ہی زیادہ ہے جس کی وجہ سے وہ قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے اثر و نفوذ کو قائم ہونے میں بہت بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ قبائلی علاقوں میں ہمارے معتمد افراد کی کامیابی اور ہمارے اثر کو پھیلنے کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ قبائلی علاقوں کے مذہبی افراد کو کچلنے اور ختم کرنے کے لئے مؤثر اور ٹھوس عملی اقدامات کئے جائیں۔ اب وہ وقت قریب آچکا ہے کہ گورنمنٹ کو مہمندوں کے علاقے میں فوجی کارروائی کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے کیونکہ اگر اس معاملے میں تاخیر کی گئی تو اس کا نتیجہ گورنمنٹ کے لئے مفید نہ ہوگا لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مہمندوں کے علاقے میں ہماری سرحدوں کے ساتھ ساتھ ایف سی یا خاصہ داروں کی چوکیاں قائم کی جائیں۔ یہ چوکیاں ان قبیلوں کے علاقوں میں قائم کی جائیں جو ہمارے مددگار ہیں یا جن کی ہم مدد کر سکیں اور ان کا تحفظ بھی کر سکیں۔ ان چوکیوں کے قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی جیبوں میں کافی روپے بھی ڈال دیئے جائیں جن کے علاقوں میں یہ چوکیاں قائم کی جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ فی الحال گنداب، نحقی، کڑپہ اور انذری میں یہ چوکیاں قائم کر کے ان میں خاصہ دار مقرر کئے جائیں جو اپر مہمندوں کی جہاں حاجی ترنگ زئی رہتے ہیں نقل و حرکت پر کڑی نگرانی کر سکیں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ گنداب سے نحقی تک ایک سڑک بھی تعمیر کی جائے تاکہ ہماری فوجوں اور ہمارے معاونین کو آنے جانے میں آسانی ہو اور مجاہدین کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلحہ اور راشن کی سپلائی میں آسانی پیدا ہو۔ ملک انبیر کو جس نے حاجی صاحب کے لشکر کی مدافعت کی ہے اسے اپنا ہمنوا اور معاون بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اسے معقول انعام دیا جائے۔[1]

حاجی صاحب کے متعلق سرکاری رپورٹ کا خلاصہ

جن لوگوں کو انگریزوں نے روپیہ اور دولت دیکر خریدنا چاہا وہ حاجی صاحب کے سمجھانے سے ایسے سمجھے کہ انہوں نے انگریز حکام کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اس سلسلے میں

۱۔ رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر ایف سی شبقدر فائل نمبر ۳۰ صـ ۶۴ پشاور آرکائیو۔

ڈپٹی کمشنر پشاور مسٹر ای ایچ گرفتھ نے اپریل ۱۹۲۷ء کو چیف کمشنر پشاور سر نارمن بولٹن کے ذریعے حکومت ہند کو جو رپورٹ بھیجی اس کا خلاصہ یہ تھا۔

حاجی صاحب ترنگ زئی کا قبائل میں بہت ہی اثر و نفوذ ہے اس نے ہمارے حامی قبائل کے دلوں سے ہمارے اثر کو مٹانے کے لئے انتہائی کوشش کی ہے اور اپر مہمندوں کو ہمارے خلاف کرنے میں بہت زیادہ کردار ادا کیا ہے۔ میں نے اپنے دو سالہ دور میں یہ اندازہ کیا ہے کہ مثلاً موسیٰ خیل کے قبائلی سردار جو ہمارے وظیفہ خوار اور معاون تھے انہوں نے بھی ہمیں چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ اب وظیفہ لینے کے لئے ہمارے پاس نہیں آتے اسی قبیلہ کا بہت زیادہ طاقتور ملک سلامت خان حاجی ترنگ زئی کا دل و جان سے معتقد ہے دوسرے قبائلی سردار جو اکثر پشاور میں اپنے کاروبار کے سلسلے میں آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ ہمارے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ اب بالکل نہیں آتے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امیر افغانستان امان اللہ خان کے خلاف جب منگل قبائل نے بغاوت کی حاجی ترنگزئی نے منگل قبائل کی بغاوت کو فرو کرنے میں اہم کردار ادا کیا جس کے صلے میں حکومت افغانستان کی طرف سے حاجی ترنگ زئی کے مجاہدین اور معاون قبائیلوں کے وظیفے مقرر کئے گئے اپر مہمندوں کے قبیلوں کی طرح لوئر مہمندوں کے داویزئی، اتمان زئی، کمالی اور حلیمزئی نے بھی اس بغاوت کو فرو کرنے میں حاجی ترنگ زئی کے لشکر میں شامل ہو کر امیر افغانستان کی حمایت کی اس نے قبائل کو شکست دیکر امیر کی حکومت کا تختہ الٹنے سے بچایا۔ منگل قبیلے کی بغاوت فرو کرنے کے بعد حاجی صاحب نے اپر مہمند اور لوئر مہمند کے تمام قبیلوں سے کہا کہ وہ انگریزوں کی اس سازش کو دیکھ کر قرآن پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کریں کہ وہ انگریزوں سے نہ تو وظیفہ لیں گے اور نہ ہی انگریزوں کی حمایت کریں گے۔ حاجی صاحب کے اس اقدام پر تمام قبائل نے حاجی صاحب سے قرآن پر یہ عہد کیا کہ وہ انگریزوں کی طرف سے ملنے والی لنگی اور وظیفے اور دوسری مراعات کا بائیکاٹ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ جب یہ قبیلے منگل کے علاقے سے واپس آئے تو ان کو کہا گیا کہ چونکہ انہوں نے حاجی ترنگ زئی کے لشکر میں شامل ہو کر امیر کی حمایت میں کردار ادا کیا ہے۔ لہٰذا انگریزوں کی طرف سے انہیں آئندہ کوئی وظیفہ یا لنگی نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ کچھ لوگ شبقدر کے پولٹیکل حکام کا یہ جواب سن کر پشاور آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ وہ آئندہ حاجی صاحب کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھیں

گے چنانچہ ۱۹۲۶ء میں خزاں کے موسم میں مہمند قبیلے کے تین سردار آئے اور انہیں ان کی یقین دہانی پر وظیفے دے دیئے گئے۔ حاجی ترنگ زئی کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ ان لوگوں کی عہد شکنی اور انگریزوں کی معاونت کرنے کا یقین دلانے پر سخت برہم ہوتے چنانچہ مجاہدین نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو سبق سکھایا جائے تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کرکے انگریزوں کی طرفداری یا حمایت یا معاونت کے متعلق خیال بھی دل میں پیدا نہ کرسکیں۔ چنانچہ مجاہدین نے ان لوگوں پر فوج کشی کی۔ ایک دفعہ لشکر کی قیادت حاجی صاحب ترنگزئی نے کی اور دوسری دفعہ ان کے بڑے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر نے کی۔ مجاہدین نے ان سرداروں کے گھروں کو جلا کر خاک کا ڈھیر بنایا جنہوں نے انگریزوں کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر ان سے وظیفے حاصل کئے تھے۔

مجاہدین نے اعلان کیا کہ یہ لوگ حکومت کی اولاد ہیں۔ حاجی ترنگ زئی نے بچہ ڈھنڈ ملا کو حکم دیا کہ وہ اعلانیہ اعلان کردیں کہ جن لوگوں نے انگریزوں کو اپنی حمایت کا یقین دلایا ہے ان کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے ان لوگوں میں سے اگر کوئی مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اس فیصلے کا یہ اثر ہوا کہ جب وظیفہ خور آدمی کے گھر کا کوئی آدمی مرجاتا تھا تو اس کا جنازہ پڑھنے اور اس کو دفنانے کے لئے بڑی مشکل سے کوئی انتظام ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ لاش کئی کئی دن پڑی رہتی تھی۔

ملک عمر اور عبداللہ جان مصر تھے کہ انگریزوں سے وظیفے لیکر انگریزوں کی ہر ممکن حمایت کی جائے لہٰذا حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ اس سلسلے میں جو قصور بھی ہے وہ ملک عمر اور عبداللہ جان اور ان کے ہمنوا ساتھیوں کا ہے۔ جنہوں نے انگریزوں سے مالی امداد لینے اور اس کے بدلے ان کی ہر ممکن مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے لہٰذا عید کے بعد ہمارا لشکر لوئر مہمندوں کے علاقے میں آکر ان سرداروں کے خلاف تادیبی کارروائی کریگا جو انگریزوں کی معاونت کے لئے اصرار کررہے ہیں اور قبائلیوں کو انگریزوں کی مدد اور مجاہدین کی مخالفت پر اکسا رہے ہیں۔ جب انگریزوں کے معتمد ساتھیوں کو یہ خبر پہنچی کہ عید کے بعد مجاہدین کا لشکر ان کی سرکوبی کے لئے آئے گا تو وہ انگریزی حکام کے پاس آئے اور کہا کہ اپر مہمندوں کے خلاف سخت اور ٹھوس قدم اٹھایا جائے تاکہ وہ لوئر مہمندوں پر انگریزوں کی حمایت کرنے کے سلسلے میں تادیبی کارروائی کے لئے

کوئی لشکر کشی یا اقدام نہ کر سکیں۔ انگریز حکام نے فوری طور پر مٹائی موسیٰ خیل اور صافی علاقوں پر بھاری جرمانہ عائد کیا جو حاجی ترنگ زئی کے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر کے لشکر میں شامل ہو رہے تھے۔

حاجی ترنگ زئی کا اثر قبائل کے علاوہ چمرکنڈ کے مجاہدین میں بھی بہت زیادہ تھا ان مجاہدین میں جو عرصے سے نفاق چلا آ رہا تھا اسے دور کر کے ان مجاہدین کو متحدہ طاقت بنانے میں بھی حاجی ترنگ زئی کا ہی گہرا ہاتھ ہے۔ قبائلی علاقوں کے علاوہ حاجی ترنگزئی اگر افغانستان کے علاقے کا باشندہ نہیں ہے تاہم تمام افغانستان میں اسے انتہائی احترام اور عزت سے دیکھا جاتا ہے۔ گویا قبائلی علاقے اور پڑوسی ملک میں بھی وہ ایک بلند حیثیت اور مقام رکھتا ہے[1]۔ برطانوی اثر و نفوذ کے خلاف اس کا ہر قدم انتہائی خطرناک ہے کیونکہ ایک مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے وہ بہت ہی قابل احترام ہستی ہے۔ آفریدی قوم کے جرگے نے بھی اس کے پاس آ کر ہر قسم کی حمایت کا یقین دلایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آفریدیوں میں حکومت برطانیہ کے خلاف جو نفرت کی آگ بھڑک رہی ہے اسے بھی سلگانے میں حاجی ترنگ زئی نے اہم کردار ادا کیا ہے کیونکہ ہندوستان کے سرکردہ علماء اور سیاسی لیڈروں کے علاوہ سرحد کے تمام لوگ اور قبائلی خاص کر حاجی ترنگ زئی کا بہت ہی احترام کرتے ہیں۔ ہم حاجی ترنگ زئی کو اس طرح ناکام بنا سکتے ہیں کہ تمام ان قبائلی لیڈروں کو اپنا ہمنوا بنانے کے علاوہ وہ قبائلی جو ہمارے مقبوضہ علاقوں میں رہائش پذیر ہیں یا کاروبار کرتے ہیں ان سے بھی ہم یہ کام لے سکتے ہیں کہ وہ اپنے ان عزیز و اقارب کو جو قبائلی علاقوں میں رہتے ہیں وہ انہیں حاجی ترنگزئی کے خلاف کریں۔ اس طرح ہمیں کامیابی کے کچھ امکانات نظر آتے ہیں، حاجی ترنگ زئی کا مسکن صافی مہمندوں کے علاقے میں ہے یہ لوگ حاجی ترنگ زئی کے اشاروں پر مرجانا فضیلت سمجھتے ہیں بہتر یہ ہے کہ بابڑہ مُلّا اور حاجی ترنگ زئی کے درمیان کسی طرح نفاق اور مخالفت پیدا کر دی جائے۔ اس طرح اس صافی قبیلے کے لوگ دو دھڑوں میں تقسیم ہو جائیں گے جونہی ایسا ہوا ہم حاجی ترنگ زئی کی جہاد سکیم کو ناکام بنانے میں اور مہمندوں

۱۔ پشاور آرکائیو ریکارڈ فائل نمبر ۳۰ صفحہ ۸۳ تا صفحہ ۸۶ ڈی سی ریکارڈ

کے علاقے پر کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ صافی مہمندوں کو وارننگ دی جائے کہ اگر انہوں نے حاجی صاحب کے اشارے پر انگریزوں کی مخالفت ترک نہ کی اور تحریک جہاد میں شامل رہ کر انگریزوں کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو ہوائی جہازوں کی بمباری سے ان کے گھروں کو اور ان کی آبادیوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اس وارننگ کا یہ نتیجہ بھی ہو سکتا ہے کہ صافی قبیلہ کے لوگ اپنے گھروں کو بچانے کی خاطر حاجی ترنگزئی کو اپنے علاقے سے نکال دیں گے۔

حاجی صاحب کو نکالنے کے لئے ڈپٹی کمشنر نے چیف کمشنر کو یہ بھی مشورہ دیا کہ اجازت دی جائے کہ صافی مہمندوں کے جو افراد پشاور میں مقیم ہیں یا کاروبار کرتے ہیں ان سے ضمانت لی جائے اور انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ صافی کے علاقے کے مہمندوں کو کہیں کہ وہ حاجی صاحب ترنگزئی کو اپنے علاقے سے نکال دیں۔[1]

انگریز قبائل کے ضمیر کو خرید کر تحریک جہاد کو ناکام بنانا چاہتے تھے لہٰذا جب انگریزوں نے دیکھا کہ حاجی صاحب ان سیاسی کوششوں کو ناکام بنانا چاہتے ہیں تو انگریزوں نے قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانا شروع کر دیا تاکہ باہمی خانہ جنگی سے ان کی طاقت کا خاتمہ ہو سکے اور حاجی صاحب ترنگزئی کو اپنے منصوبوں میں ناکامی ہو، چنانچہ انگریزوں نے مہمندوں کے علاقے کے چند آدمیوں کو بھاری بھاری رقمیں دیکر اپنا ہمنوا بنایا۔ اور ان کے ذریعے مہمند قوم میں تفرقہ بازی کا بیج بونا شروع کر دیا۔ حاجی صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے پہلے تو ایسے لوگوں کو انگریزوں کی ان سیاسی چالوں اور شعبدہ بازیوں کے نتائج سے آگاہ کیا مگر بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ دولت کی لالچ ایسے لوگوں کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی ہے اور وہ سمجھانے سے نہیں سمجھ سکتے تو انہوں نے انہیں مرعوب کرنے کی اور اس گھناؤنے کردار سے باز رکھنے کی خاطر یہ کہا کہ جو شخص انگریزوں کی مالی مدد لے گا، یا انگریزوں کا طرفدار اور مددگار پایا جائے گا اس کے گھر کو جلا کر خاک کر دیا جائے گا۔ بظاہر ان لوگوں نے حاجی صاحب کی نصیحت کو مان لیا مگر در پردہ وہ دولت کی لالچ اور حرص میں مسلسل انگریزوں کے مخبر اور معاون بن کر مجاہدین کی پل پل کی خبریں انگریزی حکام کو پہنچاتے رہے۔

نومبر ۱۹۲۷ء میں حاجی صاحب کو یہ خبر ملی کہ شبقدر کے مقام پر انگریز حکام اپنے حواریوں

۱۔ مہمند سپیشل ایجنسی فائل نمبر ۳۰ - صفحہ ۸۸ پشاور آرکائیو۔

کو وظیفے دے رہے ہیں اور انگریزوں کے یہی خواہ شبقدر میں انگریزی حکام کے پاس وظیفے لینے کے لئے پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی مجاہدین طیش میں آگئے۔ حاجی صاحب نے ایک لشکر تیار کیا تاکہ اپنے گھر کے دشمن کو دشمنی سے باز رکھا جائے تاکہ حقیقی دشمن کا مقابلہ بآسانی ہو سکے۔ حاجی صاحب کے لشکر میں صافی مہمند اور بائزئی قبیلے کے افراد شامل تھے۔ اس لشکر نے ان تمام لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دی جو انگریزوں سے وظیفہ حاصل کرنے اور مجاہدین کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے شبقدر میں انگریزوں سے مال و دولت وصول کرنے گئے ہوئے تھے۔ جن لوگوں کے گھر جلائے گئے ان میں داویزئی۔ اتمان زئی۔ کمالی حلیمزئی کے ان سرداروں کے گھر بھی تھے جنہوں نے انگریزوں کی حمایت کا اعلان کر دیا تھا اور جنہیں انگریز اعتمادی سردار کہتے تھے۔

انگریزوں نے یہ چال چلی کہ اپنے امدادی سرداروں سے کہا کہ وہ ان قبیلوں کے خلاف بھرپور جنگ شروع کردیں جو حاجی صاحب ترنگزئی کے لشکر میں شامل ہیں یا جو تحریک جہاد کی پالیسی میں حاجی ترنگ زئی کے ہمنوا ہیں اس سلسلے میں انگریزوں نے ان اعتمادی سرداروں کو بری اور فضائی مدد دینے کا پورا پورا یقین دلایا۔ دوسری طرف انگریزی حکام نے انتقامی کارروائی کے طور پر ۱۹۲۷ء کے شروع میں صافی اور مٹائی موسیٰ خیل مہمندوں کے رشتہ داروں کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا جو انگریزی علاقے میں رہائش رکھتے تھے اور کاروبار کرتے تھے۔

اس اقدام کے علاوہ ان قبیلوں پر دو ہزار روپے کا جرمانہ بھی عائد کر دیا گیا مگر مجاہدین انگریزوں کی اس کارروائی سے ذرا بھر بھی ہراساں نہ ہوئے۔ حالانکہ انگریزی حکام کا خیال تھا کہ حاجی ترنگ زئی کے حامی قبائل اپنے رشتہ داروں کو جیل سے چھڑانے اور جرمانہ معاف کرانے کے لئے ہم سے رجوع کریں گے اور اس طرح ہم آسانی کے ساتھ ان لوگوں کو حاجی صاحب سے الگ کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر بہادر اور غیور مجاہدین نے انگریزوں کی اس سفاکانہ چالوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لئے باقاعدہ ایک بھاری لشکر منظم کرنا شروع کر دیا۔ حکام کو جب مجاہدین کے اس بھاری لشکر کی اطلاع ملی تو انہوں نے چارسدہ اور مردان میں سکونت رکھنے والے چند مہمندوں کو قبائلی علاقوں میں بھیجا کہ وہ اپنے عزیز و اقارب اور اپنے اپنے قبیلوں کو حاجی صاحب کے لشکر میں شامل ہونے سے روکنے کے لئے اپنا ذاتی اثر و رسوخ استعمال کریں۔ مگر انگریزی حکام اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ قبائلی مجاہدین نے ان لوگوں

کو دو ٹوک الفاظ میں کہا کہ ہم حاجی صاحب ترنگ زئی کے اشارے پر اپنی جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور ہم جہاد سے کسی صورت بھی ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ اس سکیم کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے اصول پر عمل پیرا ہو کر یہ حربہ اختیار کیا کہ لوئر مہمندوں کو اپر مہمندوں کے خلاف اکسا کر انہیں کہا کہ وہ متحد ہو کر پوری قوت کے ساتھ اپر مہمند کے ان لوگوں کا مقابلہ کریں جو حاجی صاحب ترنگ زئی کے لشکر میں شامل ہو کر نیچے کی طرف آرہے ہیں۔

حاجی صاحب کا پروگرام یہ تھا کہ ۳ اپریل کو عید کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے دن کنڈاؤ کوئی کے راستے لشکر کو لیکر نیچے کی طرف بڑھیں۔ نقیر آف علنگر بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر حاجی صاحب کے پاس پہنچ چکے تھے۔ ۵ اپریل تک حاجی صاحب کے لشکر میں آٹھ ہزار صافی اور ایک ہزار مٹائی موسیٰ خیل کے جوان پہنچ چکے تھے۔ کڈہ خیل کے ۱۰ نوجوان ملک محامل خان کی زیر قیادت اور ایک بھاری لشکر عیسیٰ خیل کے نوجوان الیاس خان برہان خیل کے بھائی صفدر کی کمان میں تھے اس لشکر میں سرکردہ قبائلی سردار بھی تھے۔ جن میں برہان خیل کے سید عمر۔ عیسےٰ خیل کے شہباز خان اور نمار دین تھے۔ اب انگریزوں نے یہ چال چلی کہ لوئر مہمندوں میں سے تارک زئی اور حلیمزئی قبیلے کے چھ سو آدمیوں کو مسلح کر کے لکئی کے مقام پر جمع کیا۔ کمالی حلیمزئی کے کچھ آدمیوں کو بھی ہتھیار دیکر حاجی صاحب کے متوقع لشکر کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ۵ اپریل کی رات ان لوگوں نے لکئی میں گذاری دوسری صبح ان لوگوں نے احتجاج کیا کہ رات کو کمالی حلیمزئی قبائل کے لوگوں نے انہیں نہ تو کھانے کے لئے کچھ خوراک دی اور نہ ہی سونے کے لئے بستر وغیرہ دیئے۔ چنانچہ یہ لوگ برہان خیل کے علاقے میں چلے گئے۔ بعد میں انگریزوں کے حامی تھوڑی سی تعداد میں اکٹھے ہو کر بڈھنڈ میں جمع ہوئے۔ کمالی اور اتمان زئی قبیلوں کے ان سرداروں کے خلاف جو انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے۔ چھوٹے چھوٹے سرداروں نے متفقہ طور پر ان کے خلاف کاروائی کا فیصلہ کیا چنانچہ ۵ اپریل کو ان لوگوں نے انگریزوں کے حواری ملک عمر اور عبداللہ جان کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور قلعے پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ رات بھر دونوں طرف سے گولیاں برستی رہیں ان کے گھروں کو انہی کے قبیلے کے افراد نے آگ لگا دی کہ وہ انگریزوں کی حمایت کیوں کر رہے ہیں[۱]

---

[۱] فائل نمبر ۳۱ پولیٹیکل ریکارڈ پشاور آرکائیو ص ۲۷۔ ڈی سی ریکارڈ

بخدھنڈ سے جب انگریزوں کے حواریوں کو نکالا گیا تو وہ اپنے اہل وعیال سمیت پنڈیالی کے راستے انگریزی علاقے میں داخل ہوئے اور مٹہ مغل خیل میں آکر مقیم ہو گئے۔ مٹہ مغل خیل کے خان بہادر عبدالجبار خان نے انگریزوں کے ان معاونین کو ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائیں۔

گورنمنٹ نے پولیٹیکل فنڈ سے ان لوگوں کو بھاری مالی مدد دی۔ ملک عمر خان نے سرکار کو کہا کہ جن قبائلی سرداروں نے ہمارے خلاف یہ اقدام کیا ہے ان کے یہ ارادے تھے کہ ہم انگریزوں سے اور ان کے حواریوں سے ضرور انتقام لیں گے اسکے علاوہ انکا یہ اہم مطالبہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ نے قبائلی علاقے کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ پورا کیا جائے حاجی صاحب مجاہدین کا لشکر لیکر کنڈوکوئی سے پہاڑیوں کے راستے روانہ ہوئے۔ حاجی صاحب نے لشکر کو حکم دیا کہ وہ نحقی کنڈاؤ کی طرف بڑھیں، مجاہدین نعرے لگاتے ہوئے ہاتھوں میں جہاد کا پرچم بلند کئے ہوئے نحقی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ انگریزوں کے معاون لوگوں نے اس لشکر کو دیکھتے ہی انگریزوں سے مدد کی درخواست کی اور خود بھی مسلح ہو کر مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ ملک گل میر سارا نگی میں اپنے چالیس آدمیوں کے ساتھ موجود تھا اسے بھی کہا گیا کہ وہ ان کے ساتھ شامل ہو جائے تاکہ نحقی پر ایک مورچہ بنا کر حاجی صاحب ترنگزئی کے لشکر کا مقابلہ کیا جائے۔

حاجی صاحب کا لشکر جب نحقی پہنچا تو انگریزی فوج اور انگریزوں کے معاونین نے مجاہدین کا مقابلہ شروع کیا۔ مجاہدین نے بڑی بہادری سے دشمنوں کو مار بھگایا۔ یہ لڑائی ۷ر اپریل کو ہوئی اس میں حاجی صاحب کا ایک خلیفہ بھی شہید ہوا۔ ملک لی خان کدہ خیل کا ایک قریبی عزیز بھی اس میں کام آیا۔ مجاہدین کا مقابلہ ایک طرف انگریزی فوج کر رہی تھی اور دوسری طرف انگریزوں کے حواری کر رہے تھے۔ انگریزوں کے حامی اور مددگاروں میں ملک امیر۔ حامد خان۔ عزت خان۔ ولی جان۔ اللہ محمد۔ ملک وہاب گل، شیر جنگ اور ملک امیر کے بیٹے کے علاوہ ملک عنایت اللہ تھے۔ یہ بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ اس جنگ میں ملک میر جمال خادیزئی جنگ کی رات نستی خیل کے مقام پر اپنے سو آدمیوں کو لیکر ملک امیر کے ساتھ مل گیا اور حاجی صاحب کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔[۲]

حاجی صاحب ترنگزئی جنگ میں خود بھی مجاہدین کی کمان کر رہے تھے۔ چھ

۱۔ پولیٹیکل بیکانیر ڈائری نمبر ۲ پشاور آرکائیو ۱۹۱۲ تا ۱۹۱۵

اور سات اپریل کی رات کو حاجی صاحب نے یوسف خیل کے علاقے میں گذاری مجاہدین نے دشمنوں کو زبردست شکست دی۔ باجوڑی اور موسے خیل کے مجاہدین نے اس جنگ میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر کے حاجی صاحب سے خراج تحسین اور دعا حاصل کی [1]

حاجی صاحب نے کستی میاں کو ملک امیر کے پاس بھیج کر یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ انگریزوں کا ساتھ دینے سے انکار کرے اور مجاہدین کا ساتھ دیکر اپنا اسلامی فرض ادا کرے۔ حاجی صاحب نے ملک امیر کو دعوت دی کہ وہ ایک جرگے میں حاضر ہو جس میں ہم مسلمان بجائے آپس میں لڑنے کے متفقہ طور پر اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف محاذ قائم کریں۔ ملک امیر نے اپنے قلعے سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور کستی میاں کو کہا کہ اگر حاجی صاحب ترنگزئی مجھ سے باہمی بات چیت کرنا چاہتے ہیں تو وہ اکیلے قلعے میں آئیں ان کے ساتھ کوئی دوسرا قلعے میں نہ آئے [2] حاجی صاحب کو شتی خیل کے مقام پر اس وقت یہ پیغام پہنچایا گیا جب وہ علماء و مشائخ کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ حاجی صاحب نے ملک امیر کا جواب سن کر کہا افسوس ہے کہ یہ شخص مسلمان ہو کر اپنے اسلامی اصولوں کو سمجھنے سے قاصر ہے میرا ایک خلیفہ بھی اسی کی شہ پر شہید ہو چکا ہے مگر باوجود اس کے ہماری پھر بھی یہ آرزو ہے۔ کہ ہم تمام آپس میں الجھنے کی بجائے اپنے مشترکہ دشمن کا کیوں نہ ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

ملک امیر کے جواب سے لشکری سخت طیش میں آئے مگر حاجی صاحب مجاہدین کو صبر و ضبط کی تلقین کر رہے تھے پھر بھی چند پرجوش مجاہدین نے ملک امیر کے ایک گھر کو آگ لگا کر اسے خاک کا ڈھیر کر دیا تاکہ وہ مجاہدین کے غیض و غضب سے آگاہ ہو کر انگریزوں کی حمایت کرنا چھوڑ دے حاجی صاحب نے اس خیال سے کہ مجاہدین ملک امیر اور دوسرے انگریزوں کے حامی قبائل کو مزید نقصان نہ پہنچائیں لشکر کو لیکر شتی خیل سے روانہ ہوئے اور رات کو بادسیاہ کے مقام پر پہنچے مجاہدین کے جوش و جذبے کو دیکھ کر ملک امیر۔ ملک حامد خان اور ملک عزت خان نے بظاہر حاجی صاحب کے ساتھ یہ وعدہ کر لیا کہ وہ آئندہ انگریزوں کی حمایت نہیں کریں گے۔

۱۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان ص ۱۲۶

۲۔ ڈی۔ سی ریکارڈ فائل ۳۰ ص ۶ پشاور آرکائیو۔

دوسرے دن حاجی صاحب نے گنداب کے نزدیک سانگھڑ کے مقام پر ایک جرگہ منعقد کیا۔ اس جرگے میں حلیمزئی قبائل اور حاجی صاحب کا پورا لشکر موجود تھا۔ حاجی صاحب نے جرگے کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرا کام خدا کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچانا ہے تاکہ آپ لوگ اسلام کی عظمت اور برتری کے لئے اسلام کے خادم کی حیثیت سے زندگی گذاریں اسلام کے اصولوں کو اپنائیں۔ اسلام کی خاطر زندہ رہیں اور اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کریں یہی اصل زندگی ہے[1]"

حاجی صاحب نے جرگے کے سامنے یہ بھی کہا کہ گندھاب کا علاقہ چونکہ انگریزوں کی آماجگاہ بنا جا رہا ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں گندھاب کے لوگوں کے ساتھ مستقل رابطہ قائم رکھوں اور انہیں اسلام کے زرین اصولوں سے روشناس کراؤں[2] اس جرگے میں تارک زئی قبیلے کے ملک گلامیر اور نادر شاہ بھی موجود تھے جنہوں نے کہا کہ وہ حاجی صاحب کے نظریات اور خیالات سے بالکل متفق ہیں اور جس طرح حاجی صاحب کہیں گے۔ وہ اس کی ہر صورت تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھیں گے۔ ملک گلامیر نے حاجی صاحب سے کہا کہ ہمارے قبیلے کی زبردست خواہش ہے کہ آپ ہمارے علاقے مچنی میں رہائش اختیار کریں تاکہ ہمارا قبیلہ آپ سے روحانی فیض حاصل کر سکے ہم آپ کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف ہر ممکن قدم اٹھائیں گے۔ فقیر آف علی نگر بھی حاجی صاحب کی قیادت میں جہاد میں مصروف تھے ان کے سینکڑوں مرید بھی حاجی صاحب کے اشارے پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ فقیر آف علنگر انگریزوں کے خلاف جہاد کو اپنا قومی اور اسلامی فرض سمجھتے تھے۔

انگریزی وظیفہ خوروں کیخلاف جدوجہد

فروری ۱۹۲۷ء کو حاجی صاحب نے اتمان زئی داویزئی کمالی اور مٹائی موسیٰ خیل

۱۔ قلمی ڈائری۔ قاری عبدالمستعان صد۲۷

۲۔ فائل نمبر۳۰۔ پشاور آرکائیو صد۱۶ ڈی سی ریکارڈ

کے قبیلوں کو کہا کہ ان میں کوئی قبیلہ بھی انگریزوں کا وظیفہ نہ لے اور اگر انگریزوں کا وظیفہ لیا تو اسلام کے مجاہدین وظیفہ خوروں کے ساتھ باقاعدہ جہاد کریں گے۔ انگریز ڈپٹی کمشنر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے چیف کمشنر کو لکھا کہ "مجھے اجازت دی جائے کہ جو قبیلے ہمارے وظیفہ خور افراد کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کریں گے ان کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے۔ تاکہ حاجی صاحب ترنگزئی کے اثر کو ان قبائلیوں کے دلوں سے دُور کر دیا جائے"[1]

انگریز حکام نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب ہمارے وظیفہ خوار لوگوں کو ہمارے خلاف اکسا رہے ہیں تو انہوں نے اعلان کیا کہ جو لوگ ہمارے وظیفہ خوار قبائیلیوں کو تنگ کریں گے ان کے رشتہ داروں کو جو مقبوضہ علاقوں میں رہتے ہیں گرفتار کر کے سخت ترین سزائیں دی جائیں گی۔[2] انگریزوں نے ۱۹۲۷ء میں اپر مہمند اور لوئر مہمند کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی زبردست مہم شروع کی اس مہم کی کامیابی کے لئے بعض لالچی لوگوں کو بھاری بھاری رقمیں دی گئیں جو قبیلے بھاری رقمیں لے کر انگریزوں کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے تھے انہیں انگریز "ایشور ڈ کلان" اعتمادی قبیلہ کہتے تھے۔ حاجی صاحب نے انگریزوں کے ان حامی قبائل کے خلاف زبردست جدوجہد شروع کی۔ اور قبائلی سرداروں کے ذریعے ایسے لوگوں پر دباؤ ڈالا جانے لگا کہ وہ انگریزوں کی طرف سے کسی قسم کا وظیفہ یا رقم حاصل کر کے اپنے ضمیر کو فروخت نہ کریں حاجی صاحب کی یہ جدوجہد جب کارگر ہونے لگی تو پشاور کے ڈپٹی کمشنر گرفتھ نے چیف کمشنر کو لکھا۔

> "حاجی ترنگ زئی ہمارے اعتمادی قبائل کو ہم سے متنفر کرنے میں انتہائی کوشش کر رہے ہیں اور ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ وہ کوئی رقم یا وظیفہ انگریزوں سے وصول نہ کریں۔"[3]

۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء کو ڈپٹی کمشنر نے چیف کمشنر کو مطلع کیا کہ حاجی صاحب ترنگزئی نے صافی قبائل اور دوسرے مہمند مجاہدین کو ساتھ لے کر انمان زئی، داویزئی اور کمالی حلیم زئی قبیلے کے ان لوگوں کے گھروں کو جلا دیا ہے جو ہمارے وظیفہ خوار اور ہمارے معاون تھے۔[4] حاجی

۱۔ خط گرفتھ ڈپٹی کمشنر برائے چیف کمشنر صلا مورخہ ۷ فروری ۱۹۲۷ء پشاور آرکائیو

۲۔ گرفتھ رپورٹ ص۱۷ بنڈل نمبر ۹ فائل نمبر ۳۰ " " "

۳۔ گرفتھ کا خط چیف کمشنر کے نام سیریل نمبر ۱۲۷۶ بنڈل نمبر ۹ " " "

۴۔ " " " " " " " " "

صاحب نے یہ قدم اٹھانے سے پہلے ان لوگوں کو بار بار کہا کہ وہ انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ نہ رکھیں اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی کوئی رقم وصول کریں۔ مگر باوجود بار بار کہنے کے ان ضمیر فروشوں نے روپے اور دولت کی لالچ میں آکر مجاہدین کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے انگریزوں سے رابطہ قائم کیا تو پھر ان کے گھروں کو جلا یا گیا تاکہ دوسرا کوئی شخص آئندہ اس قسم کی جرأت نہ کرنے پائے۔

باوجود ان کوششوں کے انگریز اپنی سازشوں میں یہاں تک کامیاب ہوئے۔ کہ مہمندوں کے مختلف قبیلوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر کے ان میں باہمی خانہ جنگی شروع کرا دی اس خانہ جنگی سے انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد صرف یہ تھا کہ مہمند جو حاجی صاحب ترنگزئی کی زیر قیادت متحد ہو کر جہاد کر رہے ہیں انہیں منتشر کر کے حاجی صاحب کی سکیم کو ناکام بنا کر مہمندوں کے علاقے کو قبضے میں کر لیا جائے۔ اس مذموم سازش کے تحت ۶، اپریل ۱۹۲۷ء کو جب حاجی صاحب کا لشکر کمالی کے علاقے میں پہنچا تو وہاں انگریزوں کے کچھ حامیوں نے حاجی صاحب کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ دست بدست لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی دن کے ۳ بجے سے شام کے پانچ بجے تک جاری رہی جس میں حاجی صاحب کا ایک خلیفہ شہید ہوا۔ کندی خیل حلیمزئی قبیلے کا ایک آدمی بھی ہلاک ہوا جو انگریزوں کا وظیفہ خور اور ان کا حامی تھا۔

حاجی صاحب کے لشکر نے وچہ جوہڑ کے گاؤں پر قبضہ کر لیا تاکہ وہاں کے انگریزی وظیفہ خوروں کو عبرت ناک سبق سکھایا جائے۔ اس کش مکش میں مجاہدین نے گاؤں کو آگ لگا دی جس سے گاؤں جل کر تباہ ہوا۔ اس گاؤں کو جلانے کے بعد مجاہدین کا لشکر ملک امیر کے گاؤں شتی خیل پہنچا، جہاں ۶، اور ۷، اپریل کی رات کو مجاہدین کے لشکر اور انگریزی وظیفہ خواروں کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔ حاجی صاحب یہ نہیں چاہتے تھے کہ قبائل باہمی خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر اپنے اصلی دشمن انگریز کے مقاصد کی تکمیل کریں لہٰذا حاجی صاحب نے قاری عبدالمستعان کو دوسرے دن ملک امیر کے پاس بھیجا کہ وہ انگریزوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے مجاہدین کا ساتھ دے اور جو لوگ انگریزوں سے مواجب لیکر ان کی حمایت کر رہے ہیں وہ انگریزوں کی حمایت کرنا چھوڑ دیں"۔ حاجی صاحب نے ملک امیر کو پیغام بھیجا کہ مجاہدین نے قسم کھا رکھی ہے

کہ وہ ہر حالت میں انگریزی وظیفہ خوروں کے گھروں کو جلائیں گے چونکہ ملک امیر بھی انگریزوں سے وظیفہ لے کر مجاہدین کو ناکام بنا رہا ہے لہٰذا مجاہدین بھی اپنی قسم کو پورا کرنے کے لئے اس کے گھروں کو اور اس کے گاؤں کو جلائیں گے۔ ملک امیر نے مجاہدین سے خوف زدہ ہو کر حاجی صاحب کو پیغام بھیجا کہ مجاہدین اپنی قسم پورا کرنے کے لئے اس کے ایک گھر کو آگ لگا دیں۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حاجی صاحب اپنے لشکر کو لیکر جنوب کی طرف ملک عزت خان، حامد خان اور عنایت اللہ خان کے گاؤں میں پہنچے وہاں بھی مجاہدین نے ایک ایک گھر کو آگ لگا کر اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ انگریزوں کے ہر وظیفہ خور اور حامی کا یہی حشر کریں گے۔ ۸ اپریل ۱۹۲۷ء کو حاجی صاحب نے ڈاگ کے مقام پر حلیم زئی قبیلے کے لوگوں کا ایک جرگہ بلایا اس جرگے میں تارک زئی قبیلے کے چار سردار ملک گل میر سمیت اور برہان خیل قبیلے کے تین سردار حاضر ہوئے، حاجی صاحب نے اس جرگے میں یہ اعلان کیا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرنے آپ لوگوں کے پاس آئے ہیں لہٰذا آپ میں سے جو لوگ انگریزوں کی حمایت کر رہے ہیں یا انگریزوں سے وظیفہ لے کر انگریزوں کی مدد کر رہے ہیں وہ اس ضمیر فروشی کو چھوڑ کر صحیح اسلامی راہ اختیار کریں، اور مجاہدین اسلام کے خلاف ہونے والی کسی بھی سازش میں شریک نہ ہوں، حاجی صاحب نے اس جرگے میں یہ بھی کہا کہ اگر وہ انگریزوں سے رقم لیتے ہیں یا وظیفہ لیتے ہیں تو لیں مگر اس کے بدلے وہ انگریزوں کی حمایت یا مجاہدین کی مخالفت کسی صورت بھی نہ کریں حاجی صاحب نے لونڑ مہمندوں کے ان افراد کے رویے پر افسوس کا اظہار کیا جنہوں نے محض انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر ان کے مجاہدین پر حملہ کیا اور ان کے ایک خلیفہ کو شہید کیا۔ اس جرگے میں قبائلی سرداروں نے حاجی صاحب کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا اور ان لوگوں کے خلاف مناسب اقدام کرنے کا فیصلہ کیا جنہوں نے انگریزوں کی سازش کے جال میں پھنس کر مجاہدین کے لشکر پر حملہ کیا۔ جرگے کے خاتمے کے بعد حاجی صاحب کا لشکر نحقی کے درے کے راستے گنڈھاب کی طرف روانہ ہوا۔ اس لشکر میں مٹائی، موسیٰ خیل۔ کڈہ خیل، حاضی۔ باجوڑی۔ اتمان زئی۔ داویزئی کمالی حلیم زئی کے مجاہد ہزاروں کی تعداد میں شامل تھے۔ مٹائی قبیلے کی رہنمائی زر خان کڈہ خیل کی قیادت محمد اصل خان

۱۔ گرفتھ رپورٹ برائے چیف کمشنر ص ۲۵ سیریل نمبر ۲۶۱ بنڈل نمبر ۹ پشاور آرکائیو

باجوڑی قبیلے کی قیادت فقیرآف علنگر کر رہے تھے۔ اور اجتماعی طور پر یہ تمام لشکر حاجی صاحب کی زیر قیادت گندھاب کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ گندھاب پہنچ کر انگریزی فوج کا راستہ روکے جو گندھاب سے آگے بڑھ رہی ہے[۱]۔ ۷ اپریل ۱۹۲۷ء کو ڈپٹی کمشنر نے چیف کمشنر کو مجاہدین کے لشکر کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا۔

"حاجی صاحب کو بائیزئی اور خادیزئی قبیلوں کی زبردست حمایت اور امداد حاصل ہے۔ مجاہدین کا لشکر گندھاب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس لشکر سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ گندھاب کے حلیمزئی کے وہ لوگ جو ہمارے معاون ہیں وہ اس لشکر کی زد میں ہوں گے نیز ہماری حکومت کو بھی اس لشکر سے سخت خطرہ لاحق ہے لہٰذا اگر اس وقت ان علاقوں پر زبردست بمباری کی جائے جن کے لوگ حاجی ترنگزئی کی مدد یا حمایت کر رہے ہیں یا اس کے لشکر میں شامل ہیں۔ اس میں ذرا سی دیر بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی[۲]۔" حاجی صاحب ۳ اپریل کو عید کی نماز ادا کرنے کے بعد مجاہدین کا لشکر لے کر روانہ ہوئے تھے اور ۸ دن کے بعد بخذ ھنڈ کے مقام پر پہنچے۔ حاجی صاحب کے ساتھ ان کے خلیفہ مرید اور بےشمار ہندوستانی مجاہدین کے علاوہ قبائلی مجاہدین تھے۔
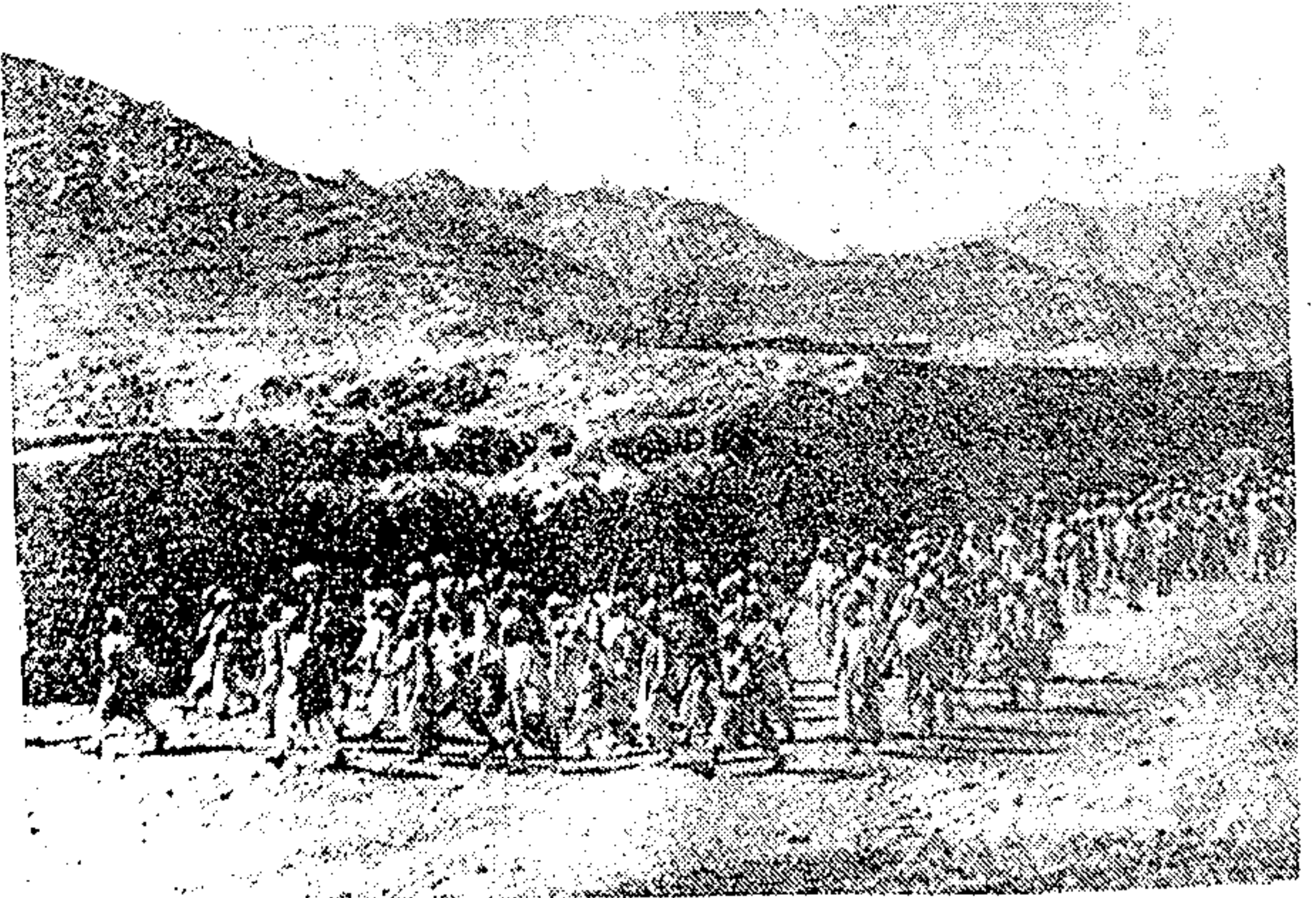
(۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو انگریزوں کی طرف سے مصالحت کی پیش کش کے سلسلے میں قبائلیوں کا جرگہ)

۱۔ رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر فرنٹیر کنسٹبلری صـ۲۸ سیریل نمبر ۱۴۲ پشاور آرکائیو
۲۔ ؍؍ ڈپٹی کمشنر پشاور صـ۳ بنڈل ۹ سیریل ۱۴۲ ؍؍ ؍؍

حاجی صاحب کے خلاف انگریزوں کی سازش

انگریزوں نے حاجی صاحب کی تحریک جہاد کو ناکام بنانے کے لئے مندرجہ ذیل حربے اختیار کئے

۱۔ حاجی صاحب اور قبائلی علماء و مشائخ کے درمیان اپنے مخصوص آدمیوں کے ذریعے پھوٹ ڈال کر ایک کو دوسرے کا دشمن بنا دیا گیا۔

۲۔ حاجی صاحب اور حاجی صاحب کے بیٹوں کو ختم کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔

۳۔ قبائلی علاقے میں حاجی صاحب کا وقار ختم کرنے کی سیاسی چالوں کی ایک مہم کا آغاز کیا گیا۔ حاجی صاحب کو قبائلی علاقے سے نکالنے کے لئے کئی قبائلیوں کو بھاری رقمیں دینے کی پیشکش کی گئی۔

ان مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے انگریزوں کو ایسے مسلمانوں کی ضرورت تھی جو حاجی صاحب کے مشن کو ناکام بنا سکیں۔ اس سلسلے میں انگریز حکام نے اپنے مخلص ساتھیوں کی مدد مانگی جو مہمندوں کے علاقے میں حاجی صاحب ترنگ زئی کی تحریک جہاد کو ناکام بنانے میں انگریز سرکار کی پوری اور کامیاب مدد کر سکیں جب انگریزوں نے اپنے بہی خواہوں کو آزمائش میں ڈالا تو شیر بہادر خان ساکن چمکنی، بشیر احمد ولد خان صاحب ملک آفریدی خان ساکن ملاگئی پشاور، سلطان محمد خان ساکن دیہہ بہادر صاحبزادہ عبدالودود ساکن مانکی شریف مقیم تنگی، خان بہادر رسالدار میجر محمد اکرم ساکن منھرا ضلع پشاور، سید جعفر خان سابق میونسپل کمشنر پشاور ساکن محلہ گل بادشاہ پشاور خان بہادر میاں مشرف شاہ، محمد زمان خان ساکن ملازئی تحصیل سرحد کے انگریز حکام کو لکھا کہ وہ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ مہمندوں کے علاقے میں انگریزوں کے خلاف جو کاروائیاں شروع ہیں۔ ان کاروائیوں میں ہم انگریز حکومت کی ہر ممکن مدد کریں لہٰذا ہمیں خدمت کا موقع دیکر ممنون فرمایا جائے۔[۱]

چنانچہ انگریز حکمرانوں نے ۲۹ اپریل ۱۹۲۰ء کی ایک سرکاری چٹھی کے مطابق ایک خصوصی پوسٹ کی منظوری دیتے ہوئے اس پوسٹ پر خان بہادر قلی خان کو ۴۰۰/- روپے ماہوار تنخواہ پر تقرری

۱۔ اصل درخواستیں منسلکہ فائل نمبر ۳ II ڈی سی ریکارڈ بنڈل نمبر ۹ صفحہ ۱۳ تا صفحہ ۲۱ پشاور آرکائیو

سے احکامات نافذ کئے۔

خان بہادر قلی خان کی ابتدائی تقرری صرف تین ماہ کیلئے کی گئی اور انہیں سپیشل پوسٹ پر شبقدر کے مقام پر متعین کیا گیا تاکہ وہ اپنے مخصوص تجربے سے حکومت کو مدد دے سکیں

خان بہادر قلی خان کی تقرری کے بعد حالات مزید بگڑ گئے جس سے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے۔

۱۔ حاجی صاحب اور قبائل کے علماء و مشائخ کے درمیان نفاق کا بیج بو کر مجاہدین کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی گئی۔

۲۔ حاجی صاحب اور ان کے بیٹوں کو قتل کرنے کے لئے چند افراد کو آمادہ کیا گیا۔

بلکہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ بائزئی مہمندوں کے سردار حاجی صاحب کے بڑے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر کے اس قدر خلاف ہوگئے کہ انہوں نے ایک کانفرنس کرکے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ہو بادشاہ گل کو ختم کردیا جائے اور انگریزوں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کئے جائیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ بادشاہ گل کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس جرگے میں سپنکی تنگی کا ایک شخص حبیب اللہ بھی موجود تھا جس نے فوری طور پہ جاکر حاجی صاحب کو اس جرگے کے فیصلے سے مطلع کیا۔ حاجی صاحب سمجھتے تھے کہ یہ سب انگریزوں کی سازشوں سے ہو رہا ہے لہٰذا انہوں نے کہا "تمام طاقت خدا کے ہاتھ میں ہے وہی زندگی لینے والا اور وہی زندگی دینے والا ہے۔ ہم موت سے نہیں گھبراتے ہم آخری سانس تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں گے ہم اگر لڑ رہے ہیں تو خدا کے اسلام کی سربلندی کے لئے لڑ رہے ہیں لہٰذا ہمارا حافظ و نگران بھی خدا ہی ہے"[۱]

جن لوگوں نے حاجی صاحب ترنگزئی کی تحریک جہاد کو ناکام بنانے کے لئے انگریزوں کی بھرپور مدد کی ان کے لئے ڈپٹی کمشنر پشاور نے ۱۱ جولائی ۱۹۲۷ء کو ایک خط نمبر ۵۷۹۵ کے ذریعے حکومت سے سفارش کی کہ ان میں سے فضل الرحمان خان ساکن تنگی شبقدر۔ خان بہادر عبدالخالق خان ساکن گلبیلہ اور خلیل الرحمان خان ساکن خٹکی کو انعامات اور سندات دی جائیں جس کے جواب میں ایچ۔ اے۔ ایف میٹکاف سیکرٹری برائے چیف کمشنر سرحد نے سرکاری

۱۔ قلمی جہاد نامہ قاری عبدالستعان ص ۲۵۲ اور پولیٹیکل ڈائری نمبر ۹ ڈی سی ریکارڈ ضلع فائل نمبر ۳ II

خط نمبر PC-574 کے تحت مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۷ء کو لکھا کہ ان افراد کو ان کی شاندار خدمات کے اعتراف کے طور پر آئندہ پشاور میں ہونے والے شاہی دربار میں سندات اور انعامات دیئے جائیں گے۔[۱]

۲۰ جون ۱۹۲۷ء کو گندا ؤ اور پنج پاؤ حلیمزئی قبیلے کے عنایت اللہ خان۔ امیر خان جمید خان۔ عزت خان۔ اللہ محمد۔ وہاب گل۔ منڈر اور طماش نے اپنی اپنی مہروں اور انگوٹھے کے نشانات کے ساتھ ڈپٹی کمشنر پشاور کو ایک درخواست پیش کی جس میں یہ التجا کی گئی کہ:۔

"ہمارے آباؤ اجداد شروع سے خدمت سرکار دولت مدار کرتے چلے آئے ہیں ہماری اس خدمت گذاری کی وجہ سے مہمند قوم کے علیئے خیل۔ بائیزئی صافی، خوائزئی اور باجوڑ کے لوگ ہمارے سخت دشمن بن چکے ہیں اور وہ ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ وہ ہم پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم انگریزوں سے مواجب کیوں لیتے ہو۔ انہوں نے اپریل ۱۹۲۷ء میں ہمارے گھروں کو بھی جلایا ہے اس کے علاوہ ابھی جون میں حاجی صاحب کا دس ہزار کا لشکر ہمارے گاؤں میں خیمہ زن ہوا اور پانچ دن تک ہم انہیں خوراک کھلاتے رہے اس طرح تقریباً چالیس ہزار روپیہ ہمارا نقصان ہوا ہے اس لئے ہم بذریعہ درخواست ہذا ملتمس ہیں کہ ہمیں آئے دن کی تکلیفوں سے بچایا جائے اور فوجی مدد کے ذریعے حاجی صاحب ترنگزئی سے ہمیں نجات دلائی جائے۔"[۲]

یہ تھے وہ حالات جن کی وجہ سے مجاہدین کو اپنے مقصد میں باوجود انتہائی عملی جدوجہد کے کامیابی نہ ہو سکی۔ اس حلقے میں انگریزوں کی مدد کرنے کے صلے میں حکومت نے کئی افراد کو اعلیٰ سندیں اور انعام و اکرام سے نوازا۔ ظاہر گل ڈی ایس پی سردار جگجیت سنگھ ایس آئی شبگرام، مراد علی خان نائب تحصیلدار آبپاشی شبقدر، محمد عظیم خان پولیٹیکل محرر شبقدر کو نقد انعام اور تعریفی سندات عطا کی گئیں۔[۳]

۱۔ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو فائل نمبر ۳ بنڈل نمبر ۹
۲۔ اصل درخواست منسلکہ فائل نمبر ۳ بنڈل نمبر ۹ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔
۳۔ پشاور آرکائیو۔ ص ۴۸ ڈی سی ریکارڈ بنڈل ۹

خان بہادر قلی خان کی رپورٹ

۵ جولائی ۱۹۲۷ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور نے ایچ اے ایف مٹکاف سیکرٹری برائے چیف کمشنر صوبہ سرحد کو ایک خفیہ خط لکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے خان بہادر قلی خان کے ساتھ اپنی چھٹی کے دوران مہمندوں کے علاقے میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے تین بیٹے ہیں اور تینوں بادشاہ گل کے نام سے مشہور ہیں ابھی حال ہی میں مہمندوں کے علاقے میں حاجی ترنگ زئی کے ساتھ ان کا بیٹا بادشاہ گل دوم شامل تھا۔ یہ بادشاہ گل جلال آباد میں تھا۔ اور وہاں سے دس پندرہ دن پہلے یہ لکاڑے میں حاجی ترنگ زئی کے پاس آیا تھا۔ سننے میں آیا ہے کہ پچھلی مہم کی ناکامی پر وہ بہت اضطراب میں ہے اور وہ اس مہم کی ناکامی کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس نے مہمندوں کے تمام قبیلوں کو خطوط لکھے ہیں کہ وہ لکاڑے کے مقام پر جمع ہو جائیں تاکہ ایک جرگے میں یہ فیصلہ کیا جائے کہ مہمند انگریزوں سے کیا چاہتے ہیں اور کس قسم کی شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں مگر مجھے پٹھانوں کی جبلت کا پوری طرح احساس ہے اور مجھے معلوم ہے کہ حاجی صاحب کا ابھی تک مہمندوں اور پٹھانوں پر بہت گہرا اثر ہے اور وہ اب بھی اس بات کیخلاف ہے کہ مہمند انگریزوں سے وظیفہ اور مراعات نہ لیں۔

بادشاہ گل کے خط کے جواب میں لوئر مہمندوں کے قبیلوں نے جواب دیا کہ ڈپٹی کمشنر چھٹی سے جب واپس آجائیں تو اس وقت وہ اس خط کا جواب دیں گے جب تک وہ واپس نہیں آتے ہم کسی قسم کا جواب دینے سے معذور ہیں۔

اب جبکہ میں چھٹی سے واپس آچکا ہوں لہٰذا اب اگر میں لوئر مہمندوں کے سرداروں کو کہتا ہوں کہ وہ بادشاہ گل کو صاف جواب دے دیں کہ ہم جرگے کے لئے تیار نہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بادشاہ گل زبردستی لوئر مہمندوں میں آئیں گے اور ان کے ساتھ خواہ مخواہ جرگہ منعقد کر کے کسی بات کا فیصلہ کریں گے۔ اس صورت میں بادشاہ گل اکیلا نہیں بلکہ اس کے ساتھ معقول لشکر بھی ہوگا۔ اس صورت میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ مہمندوں کی ناکہ بندی کے مسئلے کو ضرور چھیڑے گا اور یہ کہے گا کہ انگریزوں کو کہا جائے کہ وہ مہمندوں

کی ناکہ بندی اور گھیراؤ ختم کر دیں اور خاصہ داروں نے جو مہمندوں کا گھیراؤ کر رکھا ہے اس کے متعلق بھی ضرور سوال اٹھائیں گے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہ ان معاملات کے تصفیے تک گنداب کو مرکز بنا کر یہیں بیٹھا رہے گا۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بادشاہ گل گورنمنٹ سے یہ مطالبہ بھی کریگا کہ گورنمنٹ آئندہ قبائلی علاقوں میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔ میرا خیال یہ ہے کہ لوئر مہمندوں کو کہا جائے کہ یہ ان کی مرضی پر ہے کہ وہ حاجی ترنگ زئی کے پاس جرگے کیلئے جانا چاہتے ہیں یا نہیں مگر یہ بات ان پہ واضح کر دی جائے تو بہتر ہے کہ گورنمنٹ ان کے ذریعے حاجی ترنگ زئی یا اس کے بیٹے کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت نہیں کرنا چاہتی اور نہ ہی ان کے مطالبات کو حکومت تسلیم کرنے پر تیار ہے کیونکہ یہ لوگ انگریز حکومت کے خلاف سینہ سپر ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حاجی ترنگ زئی نے بادشاہ گل کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر تیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ وہ انگریزی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرے۔"[1]

خان بہادر قلی خان اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ شبقدر نے جولائی ۱۹۲۷ء کو حاجی صاحب ترنگزئی کی انگریز حکومت کے خلاف عملی جدوجہد کی جو رپورٹ پیش کی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

"میں تارک زئی، حلیم زئی، برہان خیل، عیسےٰ خیل قبائل کے متعلق پہلے ایک رپورٹ پیش کر چکا ہوں۔ مزید وضاحت کی جاتی ہے کہ اپر مہمندوں کا ایک لشکر جو چھ سو یا سات سو افراد پر مشتمل تھا اس میں زیادہ تر خویزئی اور اتمان خیل مہمند تھے یہ لشکر گنداب میں پہنچ کر حاجی ترنگ زئی کی آمد کا انتظار کرنے لگا تاکہ وہ آکر لشکر کی کمان اپنے ہاتھ میں لیں تاکہ انگریزی فوجوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ حاجی ترنگزئی ۳ جون ۱۹۲۷ء کو جمعہ کے دن بہت بڑا لشکر لیکر گندھاب میں پہنچے اس لشکر میں اتمان زئی، کمالی اور صافی مہمندوں کے قبیلے کے افراد شامل تھے۔ افراد کی تعداد کم ازکم ایک ہزار تھی اتمان خیل کا قبیلہ جہاد کے لئے بہت زیادہ پرجوش تھا۔ حاجی صاحب کے ساتھ سرتور فقیر کا لشکر بھی آکر شامل ہو گیا تھا مجاہدین کے دلوں میں جہاد کیلئے اتنا جذبہ اور جوش تھا کہ انگریز فوجیں ہوائی جہازوں سے بمباری کر رہی

۱۔ رپورٹ خان بہادر قلی خان تھانہ نمبر ۳۰ پارٹ II ص ۴۳

تھیں مگر یہ مجاہد اس بمباری اور آگ کے طوفان میں انتہائی جرأت
اور بہادری سے ثابت قدم رہ کر یا تو اسلام کی خاطر جان دے دینا اپنی سعادت
سمجھتے تھے یا پھر فتح حاصل کر کے انگریزوں سے ملک آزاد کرانا اپنی زندگی کا
مقدس نصب العین سمجھتے تھے۔"[1]

حاجی صاحب نے مجاہدین سے کہا کہ وہ بمباری کی قطعاً پرواہ نہ کریں حاجی صاحب نے عیسے خیل بائیزئی کے ایک دستے کو ملا سلطان کی قیادت میں شبقدر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ مجاہدین کے اس دستے نے شبقدر پہنچ کر انگریزی فوجوں پر زبردست فائرنگ شروع کر دی۔ مجاہدین کا یہ حملہ دن کے دو بجے شروع ہوا۔ اور تمام رات مجاہدین مورچوں میں بیٹھ کر شبقدر کے قلعے پر فائرنگ کرتے رہے مجاہدین کا پروگرام یہ تھا کہ قلعہ کے برج کو آگ لگا کر برطانوی فوج کو شکست دیکر قلعہ کے اسلحہ خانے سے مجاہدین کے لئے اسلحہ حاصل کیا جائے۔ اس پروگرام کے تحت مجاہدین بڑی ہمت اور جرأت سے قلعہ پر فائرنگ کرتے رہے۔ اس فائرنگ میں انگریزی فوج کو زبردست ہراساں کیا گیا۔ قلعے کے برج کے دو محافظوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ مجاہدین کی زبردست فائرنگ سے انگریزی فوج میں زبردست بھگدڑ مچ گئی۔ قلعہ کے کمانڈر نے فوری طور پر شبقدر کے اردگرد اپنے حامیوں میں اسلحہ تقسیم کر دیا کہ لشکر کا مقابلہ کیا جا سکے۔ مجاہدین نے سبحان خوڑ اور مانسوکہ گاؤں کے فوجی برجوں پر تابڑ توڑ حملے کئے۔ ان مقامات پر مجاہدین اور برطانوی فوجوں کی دست بدست لڑائی ہوئی جب انگریز کمانڈر نے دیکھا کہ مجاہدین کا مقابلہ مشکل ہے تو اس نے اپنے دستوں کو آرڈر دیا کہ کوئی سپاہی فائر نہ کرے "تاکہ مجاہدین یہ سمجھیں کہ فوج کے پاس گولہ بارود ختم ہو گیا ہے یہ سوچ کر جونہی وہ آگے بڑھیں تو دست بدست ان سے لڑائی لڑی جائے۔ اور پستول استعمال کئے جائیں۔"[2]

چنانچہ شنکر گڑھ، مچنی، کڈائی وغیرہ تمام گاؤں میں دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ ادیزئی کے پل پر برطانوی دستہ متعین کر دیا گیا۔ اس جگہ انگریز کے حامی افراد بھی انگریزوں کی مدد کے لئے بھاری تعداد میں موجود تھے۔ پشاور میں فوراً افواہ پھیل گئی کہ مجاہدین شبقدر کو فتح کرنے کے بعد عنقریب پشاور پہنچنے والے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی انگریز کے حامی اور وفادار لوگوں نے انگریزوں کی مدد کرنا اپنا

۱۔ رپورٹ قلی خان فائل نمبر ۳۲ صفحہ ۳۴ پارٹ II پشاور آرکائیو
۲۔ " " " " صفحہ ۴۴ " " "

اہم فرض سمجھا۔ کہا جاتا ہے خلیل خان نے سینکڑوں آدمیوں کو انگریزوں کی مدد کرنے کے لئے بھیجا اور اپنے آدمیوں کو کہا کہ کئی آدمیوں کو ناگمان کے پل کے دفاع کے لئے بھیجیں اور اپنے آدمیوں کو کہا کہ کسی بھی مجاہد کو ناگمان سے آگے نہ آنے دیا جائے۔

دوسری طرف گندھاب میں مجاہدین کا لشکر اس کوشش میں تھا کہ وہ کسی طرح انگریزی فوج کا محاصرہ توڑ کر پشاور کی طرف بڑھے۔ مجاہدین بے جگری کے ساتھ انگریزی فوج کا محاصرہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گندھاب کے محاذ پر حاجی صاحب مجاہدین کی خود کمان کر رہے تھے۔ مجاہدین گندھاب سے داؤد زئی اور دوآبہ کی طرف بڑھ کر وہاں سے آگے پشاور کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ انگریزوں نے مجاہدین کے پرعزم اور مجاہدانہ عزائم اور بلند ہمت کو دیکھ کر گھبرا کر متھ، کتوزئی، ٹبگرام، شبقدر، کانگڑہ، سریخ اور دوسرے تمام اردگرد کے گاؤں میں اسلحہ تقسیم کر کے لوگوں کو کہا کہ وہ اس آڑے وقت میں انگریزوں کی مدد کریں اور مجاہدین کے حملوں سے انگریزوں کو بچائیں جس کے صلے میں انہیں بھاری انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ ۶ جولائی ۱۹۲۷ء سے ۱۱ جولائی ۱۹۲۷ء تک مجاہدین مسلسل دن رات انگریزی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ اگر صرف انگریزی فوجوں کا مقابلہ ہوتا تو مجاہدین کامیاب ہو گئے ہوتے مگر افسوس کہ ان کے مقابلے میں وہ لوگ آچکے تھے جن کے دل دنیاوی مال و دولت کی حرص میں سیاہ ہو چکے تھے اور جنہیں نہ تو اپنی غلامی پر افسوس آتا تھا اور نہ ہی انہیں اسلام کی عظمت کا احساس تھا بلکہ وہ بھی مسٹر شارپ ایف سی کمانڈنٹ کی قیادت میں مجاہدین کے ساتھ جنگ کرنا گویا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے اس سلسلے میں خان بہادر قلی خان حکومت کو رپورٹ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حکومت کے ان وفادار بہی خواہوں نے راتوں کو نیند نہیں کی۔ اور نہ ہی دن کو آرام کیا بلکہ وہ دن رات اسی کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح حملہ آوروں کو برطانیہ کے مقبوضہ علاقوں میں داخل نہ ہونے دیں۔ انہوں نے اپنے گھروں کو چھوڑ دیا تھا اور حملہ آوروں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے [1]"

۱۔ رپورٹ خان بہادر قلی خان اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ شبقدر فائل نمبر ۳۱ پارٹ II ۶/۴۷ پشاور آرکائیو

حاجی صاحب کا ایک اہم خط

عالیجاہ عزت پایگاہ ملک نعمت اللہ خان سلامت بودہ باشند۔

السلام علیکم! بعد از دعا و سلام واضح خاطر شما باد کہ ایں فقیر خیر خواہ اسلام برائی فیصلہ ایں معاملہ از ہمہ اقوام و طوائف مہمند و شنواری و اتمان خیل و خواہ زئی ماموند و صافیتہ و ماموند و سالارزئی و چارمنگ سفید ریشان و معتبران خواستہ است۔ یوم مقررہ روانگی امروز یوم یکشنبہ بود۔ مگر دیروز یک خط بحیثیت مجموعی از بابت ہمہ سفید ریشاں عیسے خیل و راہین پنڈیالی آمدہ۔ و اعذار عجز خود دراں مندرج نمودہ اند۔ چونکہ فکر میکنم شمایان قوم حلیمزئی ہم آں اعذار دارید چراکہ از ہمہ اقوام و طوائف سفید ریشان و معتبران میبایند ہمراہ شان ضرور بالضرور کشران ہا ایشان میباشند لہٰذا ایں فقیر خیر خواہ ہمہ اہل اسلام آمدن خود در آنجا معطل کردہ۔ چراکہ شمایاں مردم بسیار تکلیف عاید بشود بجائی خود ایں باعث ارجمند مشر بادشاہ گل جان را مقرر نمودہ مگر ہمراہ برخوردار ہم بسیار لشکر جمع بشود۔ ازیں سبب تکلیف شمایاں مردم الوہی بہ تان نگاشتہ می آید۔ اگر بجائی فقیر طی کردن ایں معاملہ کردہ میتوانید بجلدی بیائید کہ فیصلہ کردہ شود۔ از ہمہ اطراف و اکناف اقوام مدعوہ امروز روانہ بشوند باز دراں صورت لشکر کلاں جمع بشود۔ و دراں لشکر باز ہیچ قطع معاملہ صورت نہ بندد۔ ازیں باعث ارجمند بادشاہ گل جان را دو سہ روز معطل میکنم تاکہ جواب باصواب شمایان بجلدی بیاید۔

فقط والسلام

۱۸ ذی الحج ۱۳۴۵

حاجی الحرمین شریفین ترنگزئی

۱۷ جون ۱۹۲۷ء

مہر

فقیر حاجی فضل واحد عفی عنہ

مذکورہ خط خفیہ محکمہ نے قبضے میں کرلیا اور اصل مکتوب الیہ تک نہ پہنچ سکا۔

۱۔ اصل خط منسلک خفیہ ریکارڈ فائل نمبر ۳۰ پارٹ II صفحہ ۳۳ پشاور آرکائیو

مجاہدین کا شبقدر پر نیا حملہ

۳ جون ۱۹۲۷ء کو حاجی صاحب مجاہدین کا لشکر لے کر شبقدر کی طرف بڑھے فقیر آف علنگر پہلے سے لشکر لیکر شبقدر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حاجی صاحب کے ساتھ تقریباً ایک ہزار مجاہدین تھے۔ اس لشکر میں انمان زئی، کمالی اور صافی مہمندوں کے مجاہدین تھے۔ یہ لشکر ۱۴ جون کو گنداب میں پہنچا یہاں سے یہ لشکر شبقدر کی طرف بڑھا۔ شبقدر کے قریب پہنچ کر مجاہدین نے انگریزی فوجوں اور پکٹوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ رات بھر مجاہدین انگریزی فوجوں پر فائرنگ کرتے رہے انگریزی فوج شبقدر کے قلعے کے اندر سے اور خاصہ دار اپنے مورچوں سے صبح تک مجاہدین پر گولہ باری کرتے رہے۔ مجاہدین کا مقصد یہ تھا کہ ۱۹۱۹ کی طرح قلعہ کی فوجوں کو شکست دیکر اسلحہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ مجاہدین نے انگریزی فوج کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ انگریزی جرنیلوں نے جب دیکھا کہ مجاہدین کا دباؤ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے ارد گرد سے کمک منگوانے کے علاوہ شبقدر کے ارد گرد گاؤں میں اسلحہ تقسیم کر دیا اور لوگوں کو کہا کہ وہ حکومت کی مدد کریں اور مجاہدین کو اپنے علاقوں میں داخل نہ ہونے دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز کے حامی لوگوں نے اور کچھ دولت کی لالچ میں آنے والے لوگوں نے مجاہدین کا مقابلہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے مجاہدین اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ ایک ایسا موقع تھا کہ اگر انگریزوں کے حواری مجاہدین کے مقابلے کے لئے نہ آتے تو مجاہدین شبقدر پر باسانی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے گورنمنٹ نے مجاہدین کے اس حملے سے بچانے کے صلے میں تارک زئی کے ان لوگوں کو جنہوں نے انگریزوں کی مدد کی تین ہزار روپے حلیمزئی قبیلے کے جن لوگوں نے مجاہدین کی مدافعت کی انہیں دو ہزار روپے اور حلیمزئی کے حامی اور مددگار افراد کو پانچ سو روپے انعام دینے کا اعلان کیا۔ کے بی عبدالجبار خان ساکن مٹہ، فضل الرحمان خان ساکن شبقدر، خان صاحب عبداللہ جان ساکن بٹگرام کو اس جنگ میں مدد دینے کے صلے میں ان کی شاندار خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انعام و اکرام دینے کا اعلان کیا گیا۔ دوآبہ کے خان میاں آفتاب گل اور جان محمد خان کو پانچ پانچ سو روپے کے انعامات دینے کا اعلان کیا گیا۔ ابازئی کے سردار خان اور میاں یحییٰ گل کو مجاہدین کے متعلق اطلاعات فراہم کرنے

پر یعنی مخبری کرنے پر پانچ پانچ سو روپے بطور انعام کے دیئے گئے۔ مجاہدین کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے مچنی دلہ زاک نہر کو کاٹ کر راستہ روکنے پر محکمہ انہار کے نائب تحصیلدار مراد علی خان کو بھی عمدہ خدمت سرانجام دینے پر انعام دیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر نے ان تمام افراد کو گورنمنٹ کی طرف سے اعلیٰ سندات اور انعامات دینے کی سفارش کی جسے حکومت نے منظور کرتے ہوئے لکھا کہ "ان لوگوں کو پشاور میں عنقریب منعقد ہونے والے شاہی دربار میں یہ سندیں اور انعامات دیئے جائیں گے"۔[۱]

مجاہدین کی اس لشکرکشی اور انگریزی فوجوں کی تباہی اور بربادی کے بعد حکومت نے یہ چال چلی کہ معتمد قبائلیوں کے وظیفوں کی رقموں میں اضافہ کرنے کا اعلان کیا تاکہ جو قبیلے حکومت کے معتمد نہیں ہیں وہ بھی روپوں کی اس بارش کو دیکھ کر حکومت کے وفادار بن جائیں۔ اس سلسلے میں حکومت نے مٹائی موسیٰ خیل قبیلے کے سرداروں کو کہا کہ حکومت ان کے وظیفے کی رقموں میں معقول اضافہ کرنا چاہتی ہے مگر اسکے لئے قبیلے کو یہ عہد کرنا ہوگا کہ اس کا کوئی فرد حکومت کے خلاف مجاہدین کے ساتھ تعاون نہیں کریگا۔ بلکہ مجاہدین اگر حکومت کے خلاف لشکرکشی کریں تو اس قبیلے کے افراد بہادری اور ہمت کے ساتھ حکومت کی فوجوں کے شانہ بشانہ لڑ کر مجاہدین کا مقابلہ کریں گے۔

۱۹۲۸ء کی جدوجہد

حاجی صاحب نے ۱۲ جنوری ۱۹۲۸ء کو موسیٰ خیل قبیلے کے علاقے میں ایک عظیم جرگہ منعقد کیا اس جرگے میں چکنور ملا بھی موجود تھے۔ جرگے میں یہ اعلان کیا گیا کہ وہ لوگ جو انگریزوں سے وظیفے اور انعامات و اکرامات لے رہے ہیں وہ ضمیر فروشی کو چھوڑ دیں۔ حاجی صاحب نے جرگے سے مخاطب ہو کر کہا کہ "آپ سب اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں لہٰذا دل سے بھی اپنے آپ کو مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔ ایک صحیح العقیدہ مسلمان کبھی بھی ضمیر فروش

۱۔ چٹھی چیف کمشنر صوبہ سرحد برائے ڈپٹی کمشنر پشاور نمبر ۴۷۹۷-P.C مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۷ء بستہ نمبر فائل نمبر ۳۰ صفحہ ۵۱ پشاور آرکائیوز

نہیں ہوسکتا۔ آپ لوگوں کو بار بار منع کیا گیا ہے کہ انگریز کے اس جال میں نہ پھنسیں کبھی شکار کو جال میں پھانسنے کے لئے اس جال کے اندر جس طرح پرندے کے نفس کو مطمئن کرنے کیلئے دانے دغیرہ ڈال دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ ان دانوں کی حرص اور لالچ میں جونہی جال کے اندر قدم رکھے وہ اس میں پھنس جائے یہی حال انگریزوں کی بخشش کا انعام و اکرام کا اور وظیفوں کا ہے۔ انگریز اس جال میں لوگوں کے ضمیر خرید لیتے ہیں۔ اس جال میں آپ کو پھانس کر آپ کی آزادی کو ختم کر کے آپ کو غلامی کے پنجرے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کیا جا رہا ہے آپ لوگ موت کو ترجیح دیں مگر اپنی آزادی کو کبھی بھی اس دولت اور انعام واکرام کے بدلے ختم نہ کریں۔ میں آپ لوگوں کو بار بار انگریزوں کے وظیفوں کے خطرناک نتائج سے آگاہ کر چکا ہوں آج پھر بھی آپ لوگوں کو متنبہ کر رہا ہوں کہ آپ انگریزی حکام سے کسی قسم کا وظیفہ یا انعام واکرام نہ لیں۔ اگر پھر بھی دولت کے لالچی لوگ باز نہ آئے۔ تو ان منافق لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہیں اس جرگے میں حاجی صاحب موسیٰ خیل قبیلے کو سمجھانے کے بعد مٹائی پہنچے آپ کے ساتھ ساتھ علماء و مشائخ کا ایک وفد بھی تھا مٹائی کے مقام پر بھی آپ نے ایک بہت بڑے جرگے سے خطاب کیا اور حسن خیل قبیلے کے لوگوں کو بھی انگریزوں کے وظیفوں اور انعامات کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ جن لوگوں نے بار بار سمجھانے کے بھی انگریزوں سے انعامات اور وظیفے کی رقم لی ان سے اجتماعی طور پر سات ہزار روپے جرمانہ وصول کیا گیا۔

خان آف خار اور نواب دیر نے حاجی صاحب کو ختم کرنے اور ان کی تحریک کا نام و نشان مٹا کر انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکے اور جب بھی انہوں نے حاجی صاحب کے خلاف لشکر کشی کی انہیں ہر بار شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ باوجود اس کے نواب دیر۔ اور خان آف خار کو انگریزوں کی طرف سے اسلحہ کی گولہ بارود اور ملٹری کے دستوں کی مدد بہم پہنچائی جا رہی تھی مگر خدا نے انہیں قدم قدم پر ناکام کیا۔

جون ۱۹۲۰ء میں امیر افغانستان نے حاجی صاحب کو دعوت دی کہ وہ جلال آباد تشریف لائیں تاکہ جہاد کے موضوع پر تبادلہ خیال کیا جاسکے حاجی صاحب امیر کی دعوت کو قبول کرتے ہوتے اپنے چھوٹے صاحبزادے بادشاہ گل دوم اور کئی علماء

اور مشائخ کے ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے جلال آباد تشریف لے گئے۔ اور اگست ۱۹۲۸ء کو غازی آباد واپس تشریف لائے۔

جنوری ۱۹۲۰ء کے آخری ہفتے میں موسیٰ خیل کے علاقے کے علماء و مشائخ اور قبائلی سرداروں کا ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ جو شخص بھی انگریزی حکومت سے وظیفہ یا مراعات حاصل کر کے تحریک جہاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریگا اس کے گھر کو جلا کر راکھ بنا دیا جائیگا کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو انگریزوں کے روپے اور دولت سے خریدے ہوئے افراد کے ضمیر سے اسلامی مفاد کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اس جرگے میں انگریزوں کی طرف سے چند آدمیوں کو بظاہر حاجی صاحب کا معتقد بنا کر بھیجا گیا مگر انہیں یہ سکھا کر بھیجا گیا کہ جونہی حاجی صاحب کوئی اعلان کریں تو فوراً اس قسم کی بات کی جائے جس سے جرگہ افراتفری کا شکار ہو جائے۔ چنانچہ ان افراد نے کہا کہ یہ عثمان خیل قبیلے کا جو لشکر موسیٰ خیل کے وظیفہ خوروں کے خلاف ہمارے علاقے سے گذر کر جائے گا ہم اسے اپنے علاقے سے گذرنے کی اجازت نہیں دیں گے[۱]"۔ حاجی صاحب نے جب حالات کا رخ دیکھا تو جرگے میں اعلان کیا کہ ہم اس وقت ان لوگوں کو صرف وارننگ دیتے ہیں کہ وہ اپنے کردار پر نظر ثانی کریں اور قومی مفاد کو نقصان پہنچانے کے لئے انگریزوں سے کسی قسم کی مالی امداد نہ لیں"۔ حاجی صاحب نے علاقے کے علماء سے کہا کہ وہ اپنے علاقوں میں لوگوں کو اسلامی اصولوں اور اسلام کے احکامات سے روشناس کرائیں تاکہ لوگ اسلام کی خاطر دنیا کی دولت اور حرص کو جگہ نہ دیں بلکہ اسلام کی خاطر وہ بڑی سی بڑی قربانی کرنے کے لئے ہر وقت کمربستہ ہو جائیں"[۱]

حاجی صاحب نے موسیٰ خیل قبیلے سے کہا کہ وہ اسلام کے احکامات پر عمل کرنے کو دنیا کی ہر چیز پر مقدم سمجھیں۔ حاجی صاحب نے قبائل میں باہمی جھگڑوں اور خونریزیوں کو ختم کرانے کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔ ان قبائل کو جرگے منعقد کر کے ان کی باہمی چپقلشوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ صدیوں پرانی دشمنیوں کو ختم کرانے کے لئے جدوجہد کی۔ سمجھانے بجھانے کے باوجود جو قبیلے پھر بھی کسی بات پر طیش میں آکر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو جاتے تھے اور ایک دوسرے کو جانی یا مالی نقصان پہنچاتے تھے حاجی صاحب ان کی سرزنش کرتے تھے خلاف ورزی کرنے والے قبیلے پر بھاری بھاری جرمانہ عائد کیا جاتا تھا تاکہ وہ آپس کے باہمی تنازعات کو مٹا کر ایک ہو جائیں۔ حاجی صاحب کی ہر ممکن کوشش رہتی تھی

۱۔ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیوز فائل ۳۵۴ پارٹ II بنڈل ۲۱

کہ قبائل اپنی صدیوں پرانی قبائلی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر ایک فولادی طاقت بن جائیں یہی ایک ایسا طریقہ تھا جس سے وہ ان بہادر قبائلیوں سے اسلام کا دفاع کرانا چاہتے تھے۔ جب کوئی قبیلہ عائد شدہ جرمانہ ادا نہیں کرتا تھا تو مجاہدین اس قبیلے کا اس وقت تک محاصرہ کرتے جب تک وہ مقررہ جرمانہ عائد نہ کرتا۔ فروری ۱۹۲۸ء میں ایک واقعہ ایسا ہوا کہ قندھاری قبیلے پر ایک دوسرے قبیلے کے ساتھ لڑائی کر کے اسے نقصان پہنچانے کی وجہ سے حاجی صاحب نے قندھاری قبیلے پر سات ہزار روپیہ کا جرمانہ عائد کیا مگر اس قبیلے نے بجائے سات ہزار کے صرف تین ہزار روپے جرمانہ ادا کیا اور باقی جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ حاجی صاحب نے تمام قبائل کے سرداروں کو اکٹھا کر کے کہا کہ "میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ آپ لوگوں کی اصلاح کے لئے کر رہا ہوں تاکہ آپ لوگ باہمی لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ کر اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر ایک مٹھی بن جائیں۔ یہ جرمانہ جو عائد کیا جاتا ہے اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ لوگ اپنے لڑائی جھگڑوں کو ختم کر دیں۔ یہ جرمانہ اجتماعی طور پر کیا جاتا ہے۔ کسی ایک فرد سے وصول نہیں کیا جاتا بلکہ معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے تمام قبیلے پر عائد کیا جاتا ہے اگر آپ لوگ لڑائی جھگڑے چھوڑ کر سب بھائی بھائی ہو جائیں تو اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ آپ اپنے مشترکہ دشمن کے سامنے فولادی دیوار بن جائیں گے۔ دشمن آپ کا کبھی بھی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اگر آپ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے اور ایک دوسرے کو اپنی بندوقوں کا نشانہ بناتے رہے تو پھر آپ خود ہی سوچیں کہ آپ اپنے مذہبی ملکی اور قومی دشمن کا کس طرح مقابلہ کر سکیں گے؟" اگر آپ میں سے کوئی قبیلہ باہمی صلح کے معاہدے کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے ہر حالت میں وہ جرمانہ ادا کرنا پڑے گا جو اس پر عائد کیا جاتا ہے بصورت دیگر اگر آپ میری بات نہیں مانتے اگر آپ اپنی اصلاح نہیں چاہتے اگر آپ اسی طرح صدیوں پرانی طرز زندگی کو ہی زندگی سمجھتے ہیں تو پھر میں آئندہ تمہارے کسی لڑائی جھگڑے کے درمیان آنے کو تیار نہیں ہوں[۱]۔"

حاجی صاحب کی یہ باتیں سن کر جرگے والوں نے متفقہ طور پر حاجی صاحب سے کہا کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں ہماری ہی اصلاح کے لئے کر رہے ہیں ہم آپ کے ہر حکم پر عمل کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں چنانچہ اس کے بعد قندھاری قبیلے نے بقیہ جرمانہ بھی وہیں جرگے

۱۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمنان ص ۲۶۸

میں ہی حاجی صاحب کے حوالے کر دیا۔

یہ بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ جرمانے کی رقم نقصان اٹھانے والے قبیلے کے افراد میں بحصہ مساوی تقسیم کی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ سات ہزار روپے کی رقم اسی وقت جرگے میں ہی نقصان اٹھانے والے قبیلے میں بحصہ مساوی تقسیم کی گئی۔

شرعی حدود سے تجاوز کرنے پر یا احکام شرع کے خلاف کسی بھی فرد سے یا قبیلے سے جب کوئی حرکت سرزد ہوتی تھی تو اس شخص یا قبیلے پر شرعی قوانین کے مطابق جرمانہ عائد کیا جاتا تھا جرمانے کی وہ رقم بیت المال میں جمع کی جاتی تھی جس سے مجاہدین کے لئے اسلحہ اور گولہ بارود اور لنگر کا انتظام چلایا جاتا تھا جس سے مجاہدین کے لئے کھانے اور رہائش کا انتظام کیا جاتا تھا[۱]

حاجی صاحب پر فائرنگ

حاجی صاحب کی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے انگریز حکام نے بے پناہ دولت خرچ کی اسی دولت کی وجہ سے ضمیر فروش لوگوں نے انگریزی حکام سے خفیہ مراسم قائم کر رکھے تھے۔ ایک طرف وہ انگریز دل کو حاجی صاحب کی نقل و حرکت کی اطلاع دیتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ انگریزی حکام کے اشارے پر قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کرنے کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ نیز ان کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ جب یہ لوگ فضا کو اپنے حربوں سے ہموار دیکھتے تھے تو بعض قبیلوں کو حاجی صاحب کے خلاف صف آراء کر دیتے تھے۔ ایسے کئی واقعات رونما ہوتے مگر ایک واقعہ اپریل ۱۹۲۸ء میں رونما ہوا۔ ہوا یوں کہ انگریز کے پروردہ چند افراد نے موسیٰ خیل قوم کے چند افراد کو حاجی صاحب کے خلاف ورغلایا اور پھر ایک چھوٹا سا جرگہ منعقد کر کے سب سے حلف لیا کہ وہ حاجی صاحب کے خلاف ایک منظم تحریک چلا کر حاجی صاحب کو علاقے سے نکال دیں۔ تاکہ انگریز ہمارے علاقے کو قبضے میں کر کے ہمیں مال و دولت دیں اور ہمارے علاقے میں سڑکیں وغیرہ بنا کر ہماری سفری مشکلات کو دور کریں۔ موسیٰ خیل کے سردار عبدالرسول اور سید خان جو حاجی صاحب کے ہمنوا تھے ان کے خلاف بھی یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان دونوں سرداروں

۱۔ قلمی جہاد نامہ حاجی صاحب ترنگ زئی از قاری عبدالمستعان صفحہ ۵۴

کے خلاف بھی ہر ممکن قدم اٹھایا جائے یہ تمام سکیم ملک سلامت خان، ملک پائو کے خان ملک محمد شمند خان۔ ملک محمد قبول خان۔ ملک نشیم خان۔ ملک یار محمد خان۔ ملک بہادر خان۔ ملک شملا خان۔ ملک سکندر خان اور ملک محمد شریف کی سازش سے تیار ہوئی۔ جنہوں نے اپریل ۱۹۲۸ء میں اپنے دستخطوں سے ڈپٹی کمشنر پشاور کو فارسی زبان میں ایک خط لکھا کر اپنی ہر ممکن حمایت اور کارگزاریوں کی تفصیل بتاتے ہوئے یہ لکھا کہ ہم حکومت کے ساتھ ہر ممکن تعاون کر کے حکومت کے مخالفین کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ صرف ہمیں ہدایات دی جائیں اور ہماری امداد کی جائے[1]۔

حاجی صاحب کو جب مذکورہ سکیم کا پتہ چلا کہ ان لوگوں نے چند افراد سے قرآن پر حلف لئے ہیں اور ملک سلامت انگریزوں کے چند بہی خواہوں کو لے کر مٹائی موسیٰ خیل میں پہنچ چکا ہے تو حاجی صاحب نے مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے انگریزوں کے ان حامی افراد کو عبرتناک شکست دی۔ اسی قسم کے افراد نے ایک دفعہ حاجی صاحب پر چھپ کر فائرنگ کی۔ گولیاں حاجی صاحب کے جسم پر لگیں مگر خدا کی قدرت کہ ان گولیوں سے حاجی صاحب کی قمیض میں ہی سوراخ ہو گیا۔ مگر حاجی صاحب کے بدن کو خراش تک نہ آئی۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حاجی صاحب موسیٰ خیل کے علاقے میں تبلیغ اسلام میں مصروف تھے اور ایک اجتماع میں لوگوں کو اسلام کے زریں اصولوں سے روشناس کرا رہے تھے کہ ایک شخص عبداللہ جان موسیٰ خیل نے اور اس کے چند آدمیوں نے جرگے پر فائرنگ شروع کر دی جس سے حاجی صاحب کو گولیاں لگیں مگر قدرت نے انہیں بال بال بچا لیا۔ حاجی صاحب نے اپریل ۱۹۲۸ء میں بھی اپنی گولیوں سے چھلنی قمیض ملا بابڑہ کے بیٹے اور ملا چکنور کو بھیج کر ان سے کہا کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے مولویوں کو کہیں کہ وہ اپنا فرض ادا کریں[2] اور لوگوں کو اسلامی احکامات سے آگاہ کریں تاکہ لوگ اس قسم کی حرکتیں کر کے اسلام کے مفاد کو نقصان نہ پہنچائیں اگر انگریزوں کے اشاروں پر ایسا ہی ہوتا رہا۔ اور مولوی سوئے رہے

۱۔ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو فائل نمبر ۴۵۳ پارٹ II بنڈل نمبر ۲۰

۲۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ محررہ ۲۶ اپریل ۱۹۲۸ء پشاور آرکائیو

اور انہوں نے لوگوں کے ضمیروں کو پاک صاف کرنے کی کوشش نہ کی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور پھر اسلام کی تبلیغ کرنا ہمارے لئے بہت ہی مشکل ہو جائے گا۔

انگریز کے حواریوں نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں تو وہ انگریزوں سے فوجی مدد کی درخواست کرنے کے لئے پشاور پہنچے اور ڈپٹی کمشنر پشاور کو ایک درخواست پیش کی کہ حاجی ترنگ زئی کے خلاف فوجی مدد دی جائے انگریزی حکام اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے اسی قسم کی راہیں نکال کر ملٹری اپریشن کرتے تھے تاکہ دنیا کو یہ بتایا جاسکے کہ ہم نے جو کچھ کیا یا جو کچھ کر رہے ہیں وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ علاقے کے لوگوں کی خواہشات اور مرضی کے مطابق کر رہے ہیں۔ چنانچہ مجاہدین کے خلاف ایک فوجی دستہ بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ اس فوجی دستے نے مہمندوں کے ان علاقوں میں جہاں حاجی صاحب کے مجاہدین رہائش پذیر تھے یا جن علاقوں کے لوگ حاجی صاحب کی تحریک جہاد میں شامل تھے۔ ان علاقوں پر اندھا دھند توپوں کی بمباری کی مگر مجاہدین نے انہیں زبردست شکست دے کر انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔

جون ۱۹۲۸ء میں حاجی صاحب امیر کابل کی دعوت پر جلال آباد تشریف لے گئے ان کے ساتھ ان کے خلفاء اور مشائخ اور مجاہدین کی کثیر تعداد بھی ان کے ساتھ ہی جلال آباد گئی جہاں والیٔ افغانستان کے حکم سے ۸۰ لاریوں کا انتظام کیا گیا تھا تاکہ حاجی صاحب کو انتہائی عزت اور شان کے ساتھ دربار میں لایا جائے[۱]

اگست ۱۹۲۸ء کو حاجی صاحب کابل سے واپس تشریف لائے آپ کو امیر افغانستان نے جشن تخت نشینی کے لئے خاص کر مدعو کیا تھا اور اس جشن میں برکت اور فیوض کے لئے خاص کر شاہی مہمان بنایا تھا۔ حاجی صاحب کے لئے شاہی مہمان خانے میں ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا مگر حاجی صاحب نہ تو اس سے پہلے کبھی اور نہ اس کے بعد کبھی شاہی مہمان خانے میں ٹھہرے بلکہ وہ جب بھی کابل گئے انہوں نے بجائے اس کے کہ شاہی مہمان

۱۔ پولیٹیکل ڈائری محررہ ۲۸/۶/۳/۲۳ پشاور آرکائیو فائل ۵۳/۴

خانے میں قیام کریں انہوں نے اپنے کسی مرید کے ہاں ہی قیام کرنا مناسب سمجھا۔ آپ جہاں بھی ٹھہرتے تھے اور جتنے دن تک وہاں قیام کرتے تھے آپ کے پاس امیر کے علاوہ سرکاری حکام خود ہی آپ کے پاس سلام و آداب کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

جولائی ۱۹۲۸ء میں کابل سے واپس آنے وقت امیر افغانستان اور وزیر خارجہ نے کئی بار حاجی صاحب سے ملاقات کی ان ملاقاتوں میں حاجی صاحب نے بار بار وضاحت کی کہ انگریزوں کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف یہی ایک طریقہ ہے۔ کہ مجاہدین کی ہر ممکن مدد کی جائے تاکہ انگریزوں کی کمر ہمت کو توڑ کر انہیں واپس اپنے ملک بھیجنے پر مجبور کیا جائے۔ امیر افغانستان نے اپنے ذاتی معاون کے ذریعے حاجی صاحب کو کہا کہ برطانوی مخالفت کرنے والے جتنے بھی قبائلی سردار ہیں انہیں کابل کی حکومت ہر قسم کی مالی امداد فراہم کریگی۔ اگر وہ کابل آئیں تو انہیں ہر قسم کی مراعات دی جائیں گی۔ اور جو لوگ برطانیہ کی حمایت کرنے سے باز نہ آئیں انہیں طاقت کے ذریعے مجبور کیا جائے کہ وہ برطانوی حمایت کرنے سے باز آجائیں[1]

حاجی صاحب کی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے انگریزی حکام نے ملک امبیر کو ہر ممکن مدد دی تاکہ وہ مجاہدین کے لشکر کا مقابلہ کر کے حاجی صاحب کی قوت اور طاقت کو ختم کر دے۔ حاجی صاحب نے اگست ۱۹۲۸ء میں ملک امبیر کو وارننگ دی کہ اس نے ابھی حال ہی میں حلیمزئی قبیلے کے ایک ایک گاؤں کو تباہ و برباد کیا ہے اس کی یہ حرکت کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں ہے لہٰذا وہ اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جائے۔ حاجی صاحب کی یہ وارننگ ملنے پر انگریزی حکام نے ملک امبیر کو کہا کہ وہ حاجی صاحب پر لشکر کشی کرے اس کی ہر ممکن مدد کی جائے گی چنانچہ ملک امبیر نے ایک بھاری لشکر تیار کیا اور حاجی صاحب کے خلاف اعلان جنگ کر دیا حاجی صاحب کی مجبوری یہ تھی کہ ایک طرف انہیں انگریزوں کی بری اور فضائی طاقت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اور دوسری طرف انہیں ان لوگوں کا مقابلہ کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا جو انگریزوں کی حمایت میں انگریزی حکام کی شہ پر مجاہدین کے خلاف صف آرا ہو جاتے تھے ملک

۱۔ پولیٹیکل رپورٹ تقی خان اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ شبقدر مورخہ ۲۵ ۸ ۲۸ فائل ۴۵۳ پارٹ I بنڈل ۲ پشاور آرکائیو

انبیر نے حاجی صاحب کو پیغام بھیجا کہ وہ مہمندوں کے علاقے میں انگریزوں کے خلاف کسی قسم کی سرگرمی نہ کریں اور نہ ہی اسلامی تبلیغ کریں۔ حاجی صاحب نے ملک انبیر کے اس پیغام کے جواب میں مجاہدین کا مسلح لشکر تیار کیا اور گندھاب کی طرف مارچ کیا جنہوں نے گندھاب پہنچ کر مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچانے والے ان افراد کی پوری طرح سرزنش کی جو انگریزوں کے اشارے پر ناچ رہے تھے ملک انبیر نے جب دیکھا کہ مجاہدین اس کے گھر کو جلا کر خاکستر کر دیں گے تو اس نے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ وہ میری غلطیوں کی سزا کے طور پر میرے ایک گھر کو آگ لگا دیں مگر میرے باقی گھروں کو چھوڑ دیں۔ میں آئندہ مجاہدین کے خلاف یا اسلام کی تبلیغ اور تلقین و ہدایت کے خلاف کبھی بھی اپنی زبان نہیں کھولوں گا۔[۱]

انگریزوں کی طرف سے بلائے جانے والا مجاہدین کا مصالحتی جرگہ

۱۔ مہمند رپورٹ فائل ۵۳ بنڈل ۲ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۸ء پشاور آرکائیو

امان اللہ خان کیخلاف انگریزوں کی سازش

امان اللہ خان نے جب انگریزوں کی گرفت سے افغانستان کو آزاد کرا لیا تو انگریزوں نے دورخی سیاست کے داؤ پیچ سے امیر کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرکے امیر کو دعوت دی کہ وہ اپنی ملکہ کے ساتھ خیرسگالی کے جذبے کے تحت یورپ کا دورہ کریں امیر نے دورے کی دعوت قبول کر کے مع ملکہ کے یورپ کا دورہ کیا چونکہ پختون قوم پردے کے معاملے میں انتہائی حساس ہے اس لیے جونہی امیر امان اللہ اور ملکہ ثریا یورپ میں سیر و تفریح کے لیے پہنچے تو انگریزوں نے ایک خطرناک سازش کے تحت امیر اور ملکہ کے اعزاز میں دعوتی تقریبات منعقد کرا کر ان میں ملکہ ثریا کے مختلف انداز سے فوٹو لے کر اس کی کاپیاں تمام ہندوستان میں اور افغانستان میں تقسیم کرائیں۔ اس طرح ہندوستان کے باشندوں اور پختون علاقے کے پختونوں کو امیر سے متنفر کرا کر چند ضمیر فروشوں کی مدد اور تعاون سے ایک انتہائی غریب سقے کو ہر قسم کی مدد دیکر کابل کے تخت پر بٹھانے کا انتہام کیا سقے کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ آسانی کے ساتھ انگریزوں کا ہر حکم بجا لائے گا اور جب حالات سازگار ہو جائیں گے تو اسے آسانی کے ساتھ کابل کے تخت سے ہٹا کر کابل کو اپنے قبضۂ اقتدار میں کر لیا جائے گا اور اسی طرح پورے افغانستان پر برطانوی پرچم لہرایا جائے گا اس سلسلے میں تحریک آزادی کے ایک مجاہد صحافی مولانا خان میر ہلالی نے قلمی جہاد کرتے ہوئے اپنے ہفت روزہ اخبار ہمدرد افغان کی ۸ اپریل ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں اس سازش کا انکشاف کرتے ہوئے لکھا[1]

جب اعلیٰ حضرت غازی سفر یورپ کے لئے تشریف لے گئے تو سب سے اول ٹائمز آف انڈیا نے اعلیٰ حضرت ملکہ ثریا بیگم کی عریاں تصاویر شائع کیں اور ان تصویروں کو ہزاروں کی تعداد میں سرحد، سوات، بنیر، لنڈیکوتل اور تمام افغانستان میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد فرانس اور لندن سے بھی ملکہ صاحبہ کی خودساختہ تصویریں منگوا کر انہی اطراف واکناف میں تقسیم کی گئیں اور لوگوں کو بخوشی

۱۔ ہفت روزہ ہمدرد افغان مورخہ ۸ اپریل ۱۹۲۹ء صہ ۳

ذہن نشین کرایا گیا کہ یہ ملکہ افغانستان ہے جو پیرس اور لندن میں انگریزوں کے ساتھ دوش بدوش پھر رہی ہے غرضیکہ جس قدر ہو سکا شاہ غازی کے خلاف تمام اقوام کو ابھارا گیا اور اس اسلام کش پروپیگنڈے میں سب سے زیادہ ترلنڈی کوتل کے ایک شنواری خان بہادر اور اس کی ذرّیت نے نمایاں حصّہ لیا یہ بھی زبان زد خلائق ہے کہ شاہ غازی کی غیر موجودگی میں سر فرانسس ہمفریز المعروف بہ سر ہمفری شاہ مرید حضرت شور بازار کی لیڈی صاحبہ اکثر اُمرا و وزراء کے مکان میں رات کے وقت خفیہ طور پہ جایا کرتی تھیں اور اُن کی عورتوں کو نقرئی ہار جواہرات اور زیورات پیش کیا کرتی تھی پھر اُن کو اپنے ہاں دعوت طعام دیکر اختلاط کیا کرتی تھی۔ سر ہمری خود بھی اُمرا و وزراء کے ساتھ ہمنوالہ وہم پیالہ رہا کرتے تھے۔ ہمفری صاحب کے خلیفہ اوّل شیخ محبوب علی صاحب کو یہ اختیار تھا کہ ایک لاکھ روپیہ ماہوار ویسا خرچ کریں جس کا کوئی حساب نہ ہوگا اور ایک ہزار روپیہ صرف روزانہ چائے نوشی کے لئے خرچ کرنے کی اجازت تھی۔

اعلیٰ حضرت کے مراجعت فرما وطن ہونے کے بعد وہ آتش فساد جو پہلے سے سلگ رہی تھی بھڑک اٹھی اور اٹھی بھی تو کہاں سے ؟

سمت مشرقی میں جہاں شنواریوں کے عزیز رہتے ہیں۔ ادھر آتش بغاوت کے شعلے بلند ہوئے ادھر سے کرنل لارنس یا پیر کرم شاہ اپنی شیطانی تحریک کے پورا کرنے کے لئے سمت مشرقی میں جا پہنچے اور اپنی ابلیسانہ حرکات سے مسلمانوں کو شاہ امان اللہ خان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا انہی ایام میں یورپ کے برطانوی حلیف حکومتوں کے اخبارات نے بھی یہی لکھا کہ افغانستان کی تباہی میں حکومت برطانیہ کا ہاتھ ہے لیکن سر ڈنیس برے فارن سیکرٹری نے حکومت ہند کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ حکومت ہند شورش افغانستان میں قطعاً غیر جانبدار ہے ہم پر الزام چسپاں کرنے والے مستوجب سزا ہوں گے۔

حکومت ہند کے اس راگ کے بلند ہونے کے بعد برطانیہ سفارت خانہ کابل کا انخلا شروع ہوا حکومت ہند کے طیاروں نے باوجود ادعائے غیر جانبداری کے بچہ سقہ کے ایجنٹوں کو ہندوستان پہنچایا تاکہ ہندوستان کے وہ جذبات جو غدّار ملک و ملّت" پیر" محمد صادق اور بچہ سقہ کی اسلام فروشانہ سرگرمیوں کے خلاف پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ بندگان زر چند ضمیر فروشوں کو اپنے ساتھ ملا کر شاہ غازی کے خلاف پروپیگنڈہ کریں۔ محمد قاسم۔ محمد معصوم پر حضرت مذکور امام الدین چار بکاری

خلیفہ مشر احمد جیات اور اسی وضع قماش کے اسلام فروش طول و عرض ہند میں پھیل گئے ملک میر اکبر خان کے آدمیوں نے جلال آباد سے شاہ غازی کی نو تو پیں حضرت جان ڈرائیور کی لاری میں ڈال کر پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر تک پہنچائیں۔ غیر جانبدار حکومت کے سرگرم رکن چیف کمشنر بہادر نے میاں گل نامی شنلواری کو اس خدمت کے صلے میں مبلغ چالیس روپے (۴۰) انعام دیا۔

مہمندوں نے شاہ غازی کی حمایت کا اعلان کیا۔ تو اسی غیر جانبدار حکومت نے ان کے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ایک ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر روزانہ اسی غرض کے لئے روز شبقدر جاتے تھے۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے مہمندوں کو شاہ غازی کی حمایت سے باز رکھا جائے۔ غیور آفریدیوں نے بھی ببانگ دہل اعلان کیا۔ کہ جب تک شاہ غازی زیب فرمائے تخت کابل نہ ہوں اس وقت تک ہم دم نہ لیں گے۔ پولیٹیکل ایجنٹ خیبر نے امکانی کوشش کی کہ یہ قوم اس ارادہ سے باز آجائے جب وہ کسی حیلہ و لالچ سے باز نہ آئے تو ان کے روکنے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا۔ یعنی شیعہ سنی فساد بپا کرا دیا گیا۔ یہ دونوں فرقے تیراہ میں برسرپیکار ہو گئے۔ دوسری طرف غیر جانبدار حکومت نے ایک غیر سیاسی طبی وفد کو قندھار جانے سے روک دیا یہی نہیں بلکہ بڈہ کانفرنس میں جمعیتہ العلمائے سرحد کے ممتاز علماء کو جو اس مذہبی اجلاس میں شریک ہونے کے لئے جا رہے تھے (تاکہ مسلمان اس کشت و خون سے بچ جائیں اور افغانستان میں امن قائم ہو سکے۔) انہیں بھی روک دیا گیا۔

بچہ سقہ ایک معمولی ان پڑھ آدمی تھا قدرت کا کرشمہ تھا کہ انگریزوں نے اپنی مقصد براری کے لئے اسے پستی سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا۔ تخت شاہی پر قابض ہونے کے بعد انگریز اس کے مشیر تھے۔ انگریز جس طرح چاہتے اس سے کام لیتے تھے۔ اس کا نام حبیب اللہ تھا جو سمت مشرقی افغانستان کے قماربازوں کا سرغنہ تھا اس کے باپ کا نام عظیم اللہ تھا۔ تخت کابل پر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنی قوم اپنے محلے کے افراد کو جو تمام کے تمام ان پڑھ جاہل اور عادی مجرم تھے اپنا درباری مقرر کیا۔ ان میں عہدے تقسیم کئے۔ بچہ سقہ اور اس کے تمام عہدیداروں کو انگریزوں نے پشاور سے پوری ٹریننگ دے کر بھیجا تھا۔ ان عہدیداروں میں ایک شخص خوجہ جان چار یکاری مع اپنے دوسرے عہدیداروں کے پشاور میں خستہ حال زندگی بسر کر رہا تھا اسے بچہ سقہ نے مشر کبیر اور اس کے ایک بیٹے کو وزیر دربار شاہی اور دوسرے بیٹے کو وزیر خارجہ مقرر کیا۔۔۔ ایک شخص عبدالقادر چار یکاری جو پشاور میں آکر انگوروں کی تجارت کرتا تھا جس کی بہن بچہ سقہ کے نکاح میں تھی اسے وزیر تجارت بنایا گیا۔ غرضیکہ درباریوں وزیروں اور حاکموں میں اکثر وہی لوگ تھے

جو بچہ سقہ کے رشتہ دار، دوست یا پھر پشاور میں تجارت کرنے والے تھے۔ غرضیکہ بچہ سقہ کا یہ دور افغانستان کی تاریخ کا تاریک ترین دور تھا۔[1]

امیر امان اللہ خان اور ملکہ ثریا کی تصاویر کی نمائش سے کئی علماء اور سیدھے سادے مسلمان امیر کے خلاف ہو گئے۔ حتیٰ کہ مشہور مجاہد ملا چکنور نے بھی امیر امان اللہ خان کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر کے بچہ سقہ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ چکنور ملا نے امیر امان اللہ خان کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے کے بعد اس کی توثیق کے لئے علماء کے ایک وفد کو جب حاجی صاحب کے پاس غازی آباد بھیجا تو ان علماء نے غازی آباد میں ایک جرگہ منعقد کرایا اور اس جرگے میں ان علماء نے کھڑے ہو کر تقریریں کیں۔ جب ان کی تقریریں ختم ہو گئیں تو حاجی صاحب نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ میں عالم نہیں بلکہ عالموں کا خادم ہوں لہٰذا ایک بات تبلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ امان اللہ خان میں ہماری طرح کچھ خامیاں ہوں گی۔ مگر سو فی صدی وہ کافر نہیں ہے۔ اگر آپ لوگ کہتے ہیں کہ وہ سو فیصد کافر ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ نصف کافر سو فی صد کافروں سے بھی بہتر ہے اگر آپ لوگ کہتے ہیں کہ امان اللہ خان بھی سو فیصد کافر ہے تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دیسی کافر ہے ولایتی کافر یعنی روس اور انگریز سے پھر بھی بہتر ہے کیونکہ اس کے باپ دادا کو ہم بھی جانتے ہیں اور وہ ہمارے باپ دادا کو بھی جانتا ہے تو کم از کم ہم پر تو وہ رحم کریگا مگر روس اور انگریزوں سے یہ امید نہیں کہ وہ ہم پر رحم کریں گے۔[2]

۱۔ قلمی روزنامچہ از قاری عبدالمستعان ص ۴۲۷

۲۔ ہفت روزہ ہمدرد افغان پشاور مورخہ ۸ راپریل ۱۹۲۹ء ص ۳

سرحدی علماء کا وفد حاجی صاحب کی خدمت میں

نومبر ۱۹۲۸ء میں امیر افغانستان غازی امان اللہ خان کی حکومت کے خلاف ایک منظم سازش کے تحت افغانستان اور ملحقہ قبائلی علاقوں میں ایک تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ افغانستان میں کسی ایسے شخص کو برسر اقتدار لایا جائے جو حکومت برطانیہ کا حامی اور معاون ہو تاکہ ہندوستان کے سرحدی اضلاع اور قبائلی علاقوں میں انگریز اپنی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے میں بغیر کسی مدافعت کے کامیاب ہو سکیں۔ اس تحریک کے نتیجے میں ۲۹ نومبر ۱۹۲۸ء کو جلال آباد پر حملہ کر کے مکتبہ رشیدیہ۔ سراج العمارۃ۔ باغ کوکب، باغ بیمثال اور ان جیسی دیگر پرشکوہ عمارتوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ امان اللہ خان کے خلاف جو سازش تیار کی گئی تھی، اس میں سب سے زیادہ اہمیت اس بات کو دی گئی تھی کہ امان اللہ خان جدید تعلیم اور جدید مغربی لباس کے حامی ہیں اور ان کی ملکہ ثریا مغربی لباس پہنتی ہیں اور مغربی طرز زندگی کی ہمنوا ہیں۔[1] غازی امان اللہ خان نے ۸ جنوری ۱۹۲۹ء کو ایک فرمان جاری کر کے اس پروپیگنڈے کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یہ تمام افواہیں ملک و ملت کے دشمنوں نے پھیلائی ہیں تاکہ اس مستحکم اسلامی حکومت کو ختم کیا جا سکے"۔[2] باوجود اس کے کہ امان اللہ خان نے بار بار اعلانات کئے کہ قوم اس باغیانہ تحریک کے پس پردہ مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کرے مگر یہ تحریک چونکہ ایک سازش کے تحت چلائی جا رہی تھی اس لئے غازی امان اللہ خان کی کوششیں بار آور نہ ہو سکیں۔ علمائے سرحد نے اس سازش کو بھانپتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد قبائلی علاقوں کے راستے افغانستان بھیجا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو اس سازش سے آگاہ کر کے غازی امان اللہ خان کی حکومت کے استحکام کیلئے کوشش کی جائے۔ چنانچہ مجلس خلافت پشاور اور علمائے سرحد کی متفقہ کوششوں اور رائے سے ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں مولانا شاہ رسول ساکن بالا گڑھی مردان، مولانا عبدالقہار

۱۔ روداد وفد از عبدالرحیم پوپلزئی ص۲ مطبوعہ سرحد برقی پریس (۲) فرمان غازی امان اللہ خان ص۱ مطبوعہ سرحد برقی پریس

صاحب ساکن نوشہرہ، مولوی شائستہ گل صاحب ساکن متہ مردان، مولوی امین الحق صاحب ساکن تورو مردان، مولوی شاکر اللہ صاحب ساکن نوشہرہ مولوی اسرائیل صاحب ساکن اتمان زئی چارسدہ، مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ساکن پشاور، حاجی عبدالمالک ساکن کانوڈھیری مردان، خان محمد اکرم خان ساکن دیہہ بہادر پشاور، مولوی عبداللہ میاں ساکن مازارہ پشاور سید محمد یوسف ساکن مردان اور رحیم بخش غزنوی ساکن پشاور شامل تھے۔

سرحد صوبائی خلافت کمیٹی کے جنرل سیکرٹری نے ڈپٹی کمشنر مسٹر مٹکاف کو تحریری طور پر درخواست دی کہ ''علماء کا ایک مذہبی اجلاس ۱۷ مارچ ۱۹۲۹ء کو قبائلی علاقے میں ہڈہ کے مقام پر ہو رہا ہے۔ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ اس مذہبی معاملے میں خاص رعایت کرتے ہوئے وفد کو ہڈہ جانے کی اجازت دی جائے۔'' پروگرام ہڈہ جانے کا یا ہڈہ میں کسی جلسے میں شمولیت کا نہیں تھا بلکہ وفد کا یہ پروگرام تھا کہ قبائلی علاقے میں غازی امان اللہ کے حق پر فضا ہموار کرتے ہوئے افغانستان جا کر وہاں ان لوگوں کو جو بیرونی پروپیگنڈے اور سازش کے جال میں پھنس کر امیر امان اللہ خان کے خلاف ہو گئے ہیں انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے۔ حکومت سرحد نے اپنے خط نمبر ۴۷ محررہ ۱۱ مارچ ۱۹۲۹ء کے تحت وفد کو مطلوبہ اجازت نامہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ پاسپورٹ کی ناکامی کے بعد علمائے سرحد نے ۷ اپریل ۱۹۲۹ء کو مسجد قاسم علی خان، پشاور میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا اور فیصلہ کیا کہ علماء کا وفد بہر صورت قبائلی علاقے سے ہوتا ہوا افغانستان میں جا کر حالات کو سازگار کرنے کی کوشش کریگا۔ چنانچہ ۲۰ اپریل کو پشاور میں خلافت پارٹی کے دفتر میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا، جس میں مولانا شاہ رسول کو وفد کا قائد اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ناظم وفد مقرر کیا گیا ۲۱ اپریل کو یہ وفد شبقدر فورٹ کے راستے قبائلی علاقے میں پہنچا۔ حاجی صاحب ترنگزئی کو جب علماء کے اس وفد کے قبائلی علاقے میں آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت بادشاہ گل فضل اکبر کو مجاہدین کے ایک بہت بڑے وفد کے ہمراہ علماء کے استقبال کیلئے تختی کے مقام پر بھیجا تاکہ اس وفد کا شایان شان طریقے سے استقبال کیا جائے۔ بادشاہ گل صاحب نے مجاہدین

۱۔ روداد وفد از عبدالرحیم پوپلزئی ص۵۶

کے ہمراہ خادی خان کے گاؤں میں جاکر وفد کا انتہائی عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا حاجی صاحب نے قاری عبدالمنعان کی زیر قیادت بھی بہت سے مجاہدین کو وفد کے استقبال کے لئے بھیجا ان دونوں استقبالیہ وفود کے بھیجنے کے بعد حاجی صاحب خود بھی مجاہدین کی ایک جمعیت کے ساتھ علمائے سرحد کے وفد کے استقبال کے لئے آن پہنچے حاجی صاحب نے وفد کا شاندار طریقے سے خیر مقدم کیا اور انہیں لے جاکر اپنی مسجد میں ٹھہرایا مولانا عبدالرحیم پوپلزئی لکھتے ہیں مسجد کو نہایت آراستہ کیا گیا تھا اور اس میں جا بجا "سلام" اور "مرحبا" اور "ہر کلہ راشہ" کے خوشخط کتبے لگے ہوئے تھے[1] یہاں سرحد آزاد کے اکثر جوانب و اطراف سے علماء و مشائخ و خوانین وفد کی خبر سن کر جوق در جوق تشریف لائے۔ دوسرے دن ظہر کے بعد عام جلسہ ہوا جس میں شورش افغانستان کی خطرناک اہمیت کو بیان کرتے ہوتے وفد کی غرض و غایت کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ علمائے سرحد آزاد سے عموماً اور جناب حاجی صاحب ترنگ زئی سے خصوصاً وفد کے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے قومی و فعلی امداد کی استدعا کی گئی۔

۲۵ اپریل کو حاجی صاحب ترنگزئی کی طرف سے ان کے میر منشی قاری عبدالمنعان نے وفد کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے کہا

"آپ کی تشریف آوری پر بیحد تشکریہ اور فخر و سعادت مندی کا اظہار اور تعظیم کا ہدیہ پیش کرتے ہوئے آپ جیسے جلیل القدر اور ستودہ صفات حضرات کی خدمت میں یہ عرض بطور سپاسنامہ منجانب حضرت اقدس آقائے بزرگوار کریم النفس حاجی صاحب ترنگزئی سلمہ اللہ تعالیٰ اور ہر سہ بادشاہ گل صاحبان اور مولوی محمد حافظ و اعظم حاجی محمد ایوب خان مہاجر پیش امام صاحب و دیگر برادران صاحبان باشندگان غازی آباد و سادات کرام و علمائے عظام و سفید ریشان و ملکان و خوانین و رئیسان قوم صافی علاقہ مہمند و باجوڑ و کالتاً و منجانب عاجز راقم الحروف اصالتاً پیش کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کی تشریف آوری اور قدم رنجہ فرمائی پر ہم سب کو اس قدر بیحد خوشی و راحت حاصل ہوئی ہے جو گذشتہ چودہ سالوں سے یعنی جب سے حاجی صاحب نے پشاور سے ہجرت کی ہے ایسی خوشی کبھی حاصل

۱۔ روداد وفد از مولانا عبدالرحیم پوپلزئی صہ۱ مطبوعہ برقی پریس پشاور

حاصل نہیں ہوئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو اسلام کے اہم مقاصد میں مذہب و ملت کی ترقی کے لئے اعلیٰ پیمانے پر کامیاب و سرفراز فرمائے۔ امین ۱۵ ذیقعد یوم جمعہ ۱۳۴۷ھ

مولانا عبدالرحیم فرماتے ہیں "۲۷ اپریل کو وفد صبح ۱۰ بجے کے قریب حاجی صاحب سے رخصت ہوا تو جناب حاجی صاحب جناب بادشاہ گل صاحب، قاری عبدالمستعان مولوی حافظ محمد ایوب صاحب اور دیگر مشائخ نے بہت دور تک وفد کو رخصت کرنے کے لئے مشایعت کی"[1]

۲۵ اپریل کو جرگہ منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر ایک تحریر تیار کی گئی جس پر علماء آزاد قبائل نے دستخط کئے علمائے سرحد نے اس تحریر پر آزاد قبائل کے علماء سے اس لئے دستخط کرائے تھے تاکہ وفد آزاد قبائل اور افغانستان میں جا کر یہ تحریر ان لوگوں کو بتائے جو امیر امان اللہ خان کے خلاف غلط پروپیگنڈے کا شکار ہو کر امیر کے خلاف باغیانہ تحریک میں شامل ہو چکے ہیں تاکہ امیر کے خلاف کئے جانے والے پروپیگنڈے کے اثر کو زائل کیا جا سکے تحریر مندرجہ ذیل تھی[2]

"ما مردم خدام دین مبین باشندگان سرحد آزاد مہمند وغیرہ ہم دین مبین اسلام کے خادم جو سرحد آزاد مہمند وغیرہ کے رہنے والے ہیں برائے کافۂ اہل اسلام و وفد علمائے سرحد خصوصاً اقرار می کنیم۔ تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور علمائے سرحد کے وفد کے سامنے خصوصاً اقرار کرتے ہیں۔

کہ شہریار غازی امان اللہ خان بادشاہ افغانستان

کہ شہریار غازی امان اللہ خان شاہ افغانستان

قبل از شورش افغانستان صحیح و صادق مسلمان بود

افغانستان کی بغاوت سے پہلے صحیح اور سچے مسلمان تھے

واکنوں نیز صحیح و صادق مسلمان است

اور اب بھی صحیح و صادق مسلمان ہیں۔

چراکہ نزد مایان ہیچ وجہ شرعی بر کفر او موجود نیست

۱۔ روداد وفد از مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ص۲۲ (۲) روداد وفد از مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ص۱۹

کیونکہ ہمارے نزدیک شرعی لحاظ سے ان کے خلاف کفر کی کوئی وجہ نہیں

مولانا عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں کہ وفد نے حاجی صاحب سے یہ عرض کی کہ وہ بنفس نفیس خود یا ان کے بڑے صاحبزادے حضرت بادشاہ گل فضل اکبر تا بحدود سرحد آزاد وفد کے ساتھ دورہ کریں نیز اس وفد کے موجودہ مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوتے امیر امان اللہ خان کے حق میں تبلیغ و اشاعت بھی کریں[1]

حاجی صاحب ترنگزئی کے روزنامچہ نویس قاری عبدالمستعان ساکن اکبر پورہ پشاور اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ

"حاجی صاحب علمائے ہند کے وفد کی رائے سے متفق تھے مگر انہوں نے امیر امان اللہ خان کے حق میں وفد کے ساتھ ان کے ساتھ دورہ کرنے سے معذرت چاہتے ہوئے کہا" اس وقت انگریز سیاسی لحاظ سے افغانستان میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے دوسری طرف انگریز اپنی طاقت کے ذریعے قبائل کو کچل کر قندھار اور کابل پر فوجی لحاظ سے برسر اقتدار آنا چاہتا ہے سیاسی محاذ پر آپ دورہ کرکے انگریز کی سیاسی سازش کا اثر دور کریں مجاہدین کو اپنے عملی محاذ پر کام کرنے دیں اس محاذ سے میری عدم موجودگی انگریزی فوجوں کو آگے بڑھنے کا باعث بن سکتی ہے بہتر یہ ہے کہ اس وقت ہم دونوں محاذوں پر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر کام کریں تاکہ دشمن اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس لئے وفد آپ سیاسی کوشش کریں اور مجھے عملی کوشش کیلئے چھوڑ دیں"[2]

۱۹۲۵ میں بریگیڈیئر آکنلیک اور بریگیڈیئر الیگزینڈر

نخشی کی وادی میں مجاہدین کے تعاقب میں

۱۔ روداد وفد از مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ص۱۸ (۲) روزنامچہ از قاری عبدالمستعان ص۵۷

امان اللہ خان کی بحالی کیلئے جد و جہد

حاجی صاحب ترنگزئی امان اللہ خان کی تخت سے معزولی کو انگریزوں کی ایک زبردست سازش سمجھتے تھے آپنے امان اللہ خان کے خلاف ہونیوالی اس سازش کا ہر ممکن مقابلہ کیا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے جب امان اللہ خان کو تخت سے معزول کر دیا گیا تو حاجی صاحب نے ایک جرگہ منعقد کیا اور اس جرگے سے خطاب کرتے ہوئے حاجی صاحب نے قبائلی مجاہدین سے کہا کہ وہ اس سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں میں عید کے دوسرے دن ہی ایک عظیم لشکر کی خود ہی کمان کرتے ہوئے کابل کی طرف چلوں گا تاکہ امان اللہ خان کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے افراد کو کچل کر امان اللہ خان کو دوبارہ کابل کے تخت پر بحال کیا جا سکے۔[1]

جنرل نادر خان کا بھائی غازی آباد پہنچا اور اس نے حاجی صاحب اور ان کے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر سے ملاقات کر کے ان سے مدد کی درخواست کی کہ بچہ سقہ کے خلاف ان کی مدد کی جائے مگر حاجی صاحب پر یہ واضح ہو چکا تھا کہ امان اللہ خان کی معزولی میں نادر خان کا بھی ہاتھ ہے لہٰذا حاجی صاحب نے نادر خان کے بھائی ہاشم خان کو کہا کہ نادر خان جب تک امان اللہ خان کا ایک فرمان اس سلسلے میں ہمیں نہیں دیتا اس وقت تک ہم نادر خان کی کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے۔[2] حاجی صاحب نے ہاشم خان کو یہ بھی کہا کہ عید کے دوسرے دن قبائلی مجاہدین کا ایک جرگہ منعقد کیا جا رہا ہے جس میں اس معاملے میں متفقہ لائحہ عمل تیار کرنے کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا جائے گا کہ ہم کس طرح امان اللہ خان کو دوبارہ تخت نشین کرائیں۔

۱۔ رپورٹ ایچ اے ٹی کاف ڈپٹی کمشنر پشاور نمبر ۴۵۱ بنڈل نمبر ۱۹ ڈائری نمبر ۳۶
۲۔ " " " " " ۳۵۱ " " ۳۷

ہاشم خان کی آمد:- جنرل نادر خان کا بھائی ہاشم خان مارچ ۱۹۲۹ء میں لالپورہ میں آیا اور حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل اور بائیزئی اتمان خیل اور لالپورہ کے خوگہ خیل سرداروں سے کہا کہ مجھے میرے بھائی نادر خان نے اس لئے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ لوگ بچہ سقہ کے خلاف ہماری مدد کریں جرگہ میں بادشاہ گل فضل اکبر اور مہمند قوم کے سرداروں نے ہاشم خان کو کہا کہ نادر خان امان اللہ خان کو تخت پر بحال کرنے کے لئے نہیں بلکہ خود تخت پر قبضہ کرنے کے لئے لڑائی لڑ رہا ہے لہٰذا ہم اس وقت تک نادر خان کی مدد نہیں کر سکتے جب تک نادر خان امان اللہ خان کو تخت پر بحال کرنے کے لئے اپنی طرف سے اعلان نہ کرے۔ آخر کار جب افغانستان میں باہمی اقتدار کی جنگ شروع ہوئی تو حاجی صاحب نے مہمند قبائل کے سرداروں کو مدعو کیا کہ وہ بڈے ملا صاحب کے مزار پر جمع ہوں تاکہ ایک متفقہ جرگہ منعقد کرکے کوئی مناسب قدم اٹھایا جائے کہ افغانستان کی اقتدار کی جنگ میں مجاہدین کو کیا قدم اٹھانا چاہیئے۔

مارچ کے آخری ہفتے میں حاجی صاحب کی دعوت پر قبائل کے علما و مشائخ اور مہمند قوم کی شاخوں کے سرداروں کا ایک عظیم اجتماع بڈے صاحب کی زیارت پر منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں خوگیانی اور شنواری قبائل کے سرداروں نے بھی شرکت کی۔ جنرل نادر خان کا بھائی ہاشم خان بھی چونکہ قبائل کی حمایت حاصل کرنے کے لئے حاجی صاحب کے پاس آیا ہوا تھا اس لئے اس نے بھی اس جرگے میں شرکت کی۔ تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ قبائل مشترکہ طور پر کیا فیصلہ کرتے ہیں جرگے نے متفقہ طور پر امان اللہ خان کی حمایت کا اعلان کیا۔ اور بچہ سقہ کو تخت افغانستان پر بٹھانا انگریزوں کی ایک زبردست سازش قرار دی گئی۔ اور ان قبیلوں کی مذمت کی گئی جو اس سازش کا شکار ہو کر امان اللہ خان کی مخالفت کر رہے ہیں یا جو بچہ سقاؤ کی حمایت کر رہے ہیں حاجی صاحب نے ان قبائل کو متنبہ کیا کہ وہ دشمن کی سازش کے جال میں پھنس کر مسلمان قوم میں انتشار پیدا کرکے افغانستان کی اسلامی حکومت کو کمزور کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے اس سلسلے میں جرگے میں یہ اعلان کیا کہ وہ شنواری قبیلے کے علاقے میں جا کر ان لوگوں کو اصل حقائق سے آگاہ کریں گے۔ جو انگریزوں کی سازش کا شکار ہو کر امان اللہ

خان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

جب امان اللہ خان نے مجبوراً ملک چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تو حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ چونکہ بچہ سقہ انگریزوں کی سازش سے برسر اقتدار لایا گیا ہے۔ لہٰذا امان اللہ خان کی جگہ نادر خان کی حمایت کی جائے۔ مگر حلیمزئی قبائل اس بات پر مصر تھے کہ جس طرح بھی ہو امان اللہ خان کو دوبارہ برسر اقتدار لایا جائے۔ امان اللہ خان نے قومی انتشار کو ختم کرنے کے لئے یہی بہتر یہی سمجھا کہ وہ تخت سے دستبردار ہو جائے۔

۲ر اپریل ۱۹۲۹ء کو ہاشم خان غازی آباد آیا اور حاجی صاحب سے التجا کی کہ بچہ سقہ کے مقابلے میں نادر خان کی مدد کی جائے۔ حاجی صاحب نے ہاشم خان کو صاف دو ٹوک الفاظ میں کہا کہ مجاہدین امان اللہ خان کو دوبارہ تخت نشین کرا کر انگریزوں کی تمام سازش کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا مجاہدین امان اللہ خان کو دوبارہ برسر اقتدار لانے کے لئے پوری کوشش کریں گے۔[1]

کابل میں یہ حالت تھی کہ جو شخص بھی امان اللہ خان کی حمایت میں کوئی لفظ زبان سے نکالتا تھا اسے توپ کے منہ کے سامنے رکھ کر اڑا دیا جاتا تھا۔ کابل کے تین علما کو امان اللہ خان کے حق میں تقریر کرنے کے جرم میں توپ سے اڑا یا گیا۔[2]

جون ۱۹۲۹ء کو مہمند قبائل نے جب یہ سنا کہ امان اللہ خان کابل سے بھاگ کر ہندوستان کے راستے باہر جا رہا ہے تو مجاہدین سخت دل برداشتہ ہوئے۔ امان اللہ خان کے جانے کے بعد اب یہی ایک صورت تھی کہ مجاہدین یا تو انگریزوں کی سازش سے برسر اقتدار آنے والے بچہ سقاؤ کی حمایت کریں یا پھر نادر خان کی حمایت کریں۔ حاجی صاحب نے قبائلی علاقے کے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ بچہ سقہ کے مقابلے میں جنرل نادر خان کی ہر ممکن مدد کریں۔

حاجی صاحب نے حاجی عبدالرزاق کو بھی کہا وہ مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے بچہ سقہ کے مقابلے کے لئے کابل پہنچیں۔

۱۔ پشاور پولیٹیکل ڈائری ۱۵ء فائل ۳۵۱/۴ پشاور آرکائیو

۲۔ ر ر ر ر ر ر ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

۱۴ر ستمبر ۱۹۲۹ء کو حاجی صاحب اپنے دو سو مسلح مجاہدین کے ہمراہ کا گا کے مقام پر پہنچے جہاں نادر خان کا بھائی ہاشم خان مقیم تھا۔ حاجی صاحب نے ہاشم خان سے کہا کہ انگریزوں نے مجاہدین کی معاشی ناکہ بندی کر رکھی ہے راشن وغیرہ کے آنے پر پابندی ہے۔ انگریزوں کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین تنگ آ کر انگریزوں کی حمایت کا اعلان کر دیں اور حاجی صاحب ترنگ زئی کا ساتھ چھوڑ دیں۔ لہٰذا اس وقت ضروری ہے کہ افغانستان مجاہدین کو راشن کی سپلائی میں پوری مدد دے۔ اس کے ساتھ ہی بچہ سقہ حبیب اللہ کے خلاف لڑتے ہوئے جو مجاہدین شہید ہوئے ہیں ان کی لاشوں کو بحفاظت ان کے گاؤں تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔ یہ لشکر کامہ کے مقام پر جمع تھا اور بادشاہ گل کے آنے کا منتظر تھا

لوئی اگرہ کا فضائی منظر

غازی امان اللہ خان کے خلاف جب انگریزوں نے سازشوں کے جال بچھا کر بچہ سقاؤ کو اقتدار پر بٹھانے کے لئے تگ و دو شروع کی تو جہاں مجاہدین نے حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں جہاد بالسیف کا آغاز کیا وہاں اسلام دوست اہل قلم نے بھی قلمی جہاد کر کے نوجوانوں کے دلوں کو گرمایا اس سلسلے میں سرحد کے ایک مایہ ناز شاعر اور دانشور جناب محمود الحسن کوکب نے جس انداز سے غازی امان اللہ خان کے لئے قلمی جہاد کیا اس کی ایک مثال ان کی یہ فارسی نظم ہے جس میں انہوں نے غازی امان اللہ خان کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مخالفین کو کچلنے کے لئے دلی اظہار کیا۔

شہنشہا فلکِ نیلگون بکامِ تو باد ۔۔۔ مدام اشہب دورِ سپہر رامِ تو باد

متاعِ خرمنِ جانِ حسود بد باطن ۔۔۔ نصیب برق دم تیغ بے نیامِ تو باد

عدوّ ملت و ملکِ تو بچّہ سقہ ۔۔۔ مدام بستۂ فتراک انتقامِ تو باد

کسے کہ سرکشد از حکم تو جہان دارا ۔۔۔ سرش چو آہوئے وحشی بزیر دامِ تو باد

نظام شمس و قمر تا کہ قائست شاہا ۔۔۔ زمانہ معتقدِ حسنِ انتظامِ تو باد

امین ملت بیضا امیر امان اللہ ۔۔۔ عروس دہر کنیز و ملک غلامِ تو باد

مقام ارفع و اعلےٰ کہ گنجد اندر وہم ۔۔۔ ازاں بلند ترا شاہ دین مقامِ تو باد

بیا بہ کابل و بر تخت جلوہ فرما شو ۔۔۔ ہمیشہ سکۂ فتح و ظفر بنامِ تو باد

تمام عمر شہا کوکبِ ثنا گستر

ثنا گر تو ثنا خوانِ تو غلامِ تو باد!

افغان برطانوی معاہدہ اور مجاہدین کا ردعمل

فروری ۱۹۱۹ء میں افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد جب غازی امان اللہ خان تخت نشین ہوئے تو اس بیدار مغز حکمران نے افغانستان سے انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ انگریزوں نے افغانستان کے علاقے ڈکہ کی سرحد پر ناجائز تصرف کرتے ہوئے وہاں پانی کے حوض اور کارخانے وغیرہ بنا لئے تھے امان اللہ خان نے افواج افغانستان کو حکم دیا کہ وہ اپنے علاقے کی ہر ممکن حفاظت کرے اور برطانوی حکمرانوں سے جواب طلبی کی کہ افغانستان کی سرحدات پر ناجائز تصرف کیوں کیا گیا ہے اور سرحد بندی کی خلاف ورزی کیوں کی گئی ہے؟ بجائے اس کے کہ انگریز حکمران کوئی معقول جواب دیتے انگریزی فوجوں نے ڈکہ کی سرحد پر متعین افغانستان کے فوجیوں پر اکاد کا حملے شروع کردئے۔ جب انگریز فوجوں نے افغانستان کی سرحد پر فوجی کارروائیوں میں اضافہ کردیا تو امیر امان اللہ خان نے انگریزوں کے اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے حاجی صاحب ترنگزئی سے تعاون کی درخواست کی[1]۔ امیر کی یہ درخواست پہنچتے ہی حاجی صاحب نے اپنے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر کی کمان میں ہزاروں مسلح مجاہدین کو فوری طور پر ڈکہ کے محاذ پر بھیجا اور اس کے چار دن کے بعد مزید مجاہدین لے کر خود بھی ڈکہ کے مقام پر پہنچے۔ افغانستان کی فوجیں انگریز فوجوں کے مقابلے میں پسپا ہو رہی تھیں۔ اور انگریز افغانستان کے علاقے میں کافی اندر تک پیش قدمی کر چکے تھے۔ جونہی حاجی صاحب مجاہدین کو لے کر محاذ جنگ پر پہنچے تو ڈکہ کے پہاڑ اور ارد گرد کی وادیاں اللہ اکبر کے نعروں سے گونجنے لگیں مجاہدین نے انگریز فوجوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کردئے۔ انگریزی فوج مجاہدین کے حملوں کی تاب نہ لاسکی اور مسلسل پیچھے ہٹنے لگی۔ حاجی صاحب اور ان کے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر کی کمان میں لڑنے والے مجاہدین نے آخر کار انگریزوں کو زبردست شکست دی۔ یہ جنگ افغانستان کی تاریخ میں جنگ استقلال کے نام سے مشہور ہے۔ اس

---

[1] قلمی جہاد نامہ حاجی صاحب ترنگزئی ص ۵۵ از قاری عبد المستعان

جنگ میں حاجی صاحب اوران کے مجاہدین کی بے مثال شجاعت اور جانثاری سے ہی امیر امان اللہ خان نے انگریزوں پر فتح حاصل کی۔ افغانستان ایک عرصے سے انگریزوں کی سیاست کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ اور امیر افغانستان کو انگریزوں کے اشاروں پر ناچنا پڑتا تھا۔ انگریز ہی افغانستان کے کرتا دھرتا تھے۔ امیر محض برائے نام حکمران تھا بلکہ یوں کہا جائے تو حقیقت ہے کہ امیر افغانستان کے پردے میں انگریز ایک عرصہ سے افغانستان پر حکومت کر رہے تھے مگر امیر امان اللہ خان کی کوششوں اور حاجی صاحب ترنگزئی کی مجاہدانہ قیادت اور افغانستان کے آزادی پسند عوام کی جدوجہد کی بناء پر آخرکار افغانستان کو اسی جنگ استقلال کے نتیجے میں انگریزوں کے پنجے سے نجات حاصل ہوئی۔ اور افغانستان کو آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع ملا۔ اس جنگ کے نتیجے میں انگریزوں سے وہ علاقہ بھی امیر افغانستان نے حاصل کر لیا جو انگریزوں نے اپنے قبضے میں لے رکھا تھا۔ اس سے پہلے امیر کو تاج برطانیہ سے وفاداری کے طور پر جو ۲۲ لاکھ روپیہ سالانہ بطور وظیفہ دیا جاتا تھا۔ جنگ آزادی کے بعد وفاداری کے اس وظیفے کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔

انگریزوں کو جب جنگی محاذ پر شکست ہوئی تو سیاسی چال کے تحت صلحنامے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ اور اس بات پر زور دیا جانے لگا کہ حکومت افغانستان انگریزوں کے ساتھ دوستانہ ماحول میں صلح کا عہدنامہ کر لے چنانچہ صلح کی گفت وشنید شروع ہوئی۔ غازی امان اللہ خان نے بھی صلح کو جنگ پر ترجیح دی تاکہ افغانستان ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوسکے چنانچہ انگریزوں کی طرف سے جب صلح کی گفت وشنید کا آغاز ہوا تو صلحنامہ کی اصول وشرائط طے کرنے کے لئے سردار علی احمد خان کی سرکردگی میں ایک وفد راولپنڈی گیا جہاں انگریزی وفد کے سامنے اظہار رائے کرتے ہوئے سردار علی احمد خان نے کہا:

> "ابتدائے جنگ انگریزوں کی طرف سے ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں افغانستان پر اپنا دفاع لازمی تھا اب صلح کی تحریک بھی دولتِ برطانیہ کی طرف سے ہوئی تو ہمارا وفد ہندوستان آیا ہے۔"[۱]

---

[۱] افغانستان جدید از ایم ایم فاضل ص ۱۳۱

بہرحال مختلف امور پر بحث وتمحیص کے بعد ۸ راگست ۱۹۱۹ء کو افغانستان اور انگریزوں کے درمیان عارضی صلحنامے پر دستخط ہو گئے جس کے تحت انگریزوں نے، افغانستان کی آزادی کو تسلیم کیا۔ اور یہ اعلان کیا کہ آئندہ کے لئے افغانستان تمام امورِ داخلی وخارجی میں خود مختار ہو گا۔ یہ صلحنامہ عارضی کیا گیا تھا۔ بعد میں ۲۱ رنومبر ۱۹۲۱ء کو اس صلحنامہ کی باقاعدہ توثیق کی گئی۔

حاجی صاحب یہ چاہتے تھے کہ انگریز اس بات کا بھی اقرار کریں کہ جس طرح انگریزوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ آئندہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دیں گے اسی طرح انگریزوں سے یہ شرط بھی منوائی جائے کہ وہ قبائلی علاقوں میں اپنی پیش قدمی روک دیں، اور قبائلی علاقوں پر قبضے کی کوششیں ترک کر دیں۔ اس سلسلے میں حاجی صاحب کے حکم سے ایک محضر نامہ تیار کیا گیا جس پر قبائلی علاقے کے تمام علماء ومشائخ اور چمرکنڈ کے مجاہدین نے دستخط کئے۔ اس محضر نامہ میں حکومت افغانستان سے کہا گیا کہ جنگ کے وقت تو قبائل نے انگریزوں کا مقابلہ کر کے افغانستان کو انگریزوں کے پنجے سے نجات دلائی مگر جب صلح کا معاہدہ طے ہو رہا تھا تو اس وقت انگریزوں سے قبائلی علاقہ کے تحفظ کے لئے کوئی شرط نہیں منوائی گئی۔ لہٰذا ہم مجاہدین آزادی یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا اس معاہدہ صلح سے کوئی سروکار نہیں اور ہم آخر وقت تک انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے عملی جدوجہد کرتے رہیں گے۔ انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے ہم ہر قسم کی قربانی دیں گے لہٰذا حکومت افغانستان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہماری آزادی کی جدوجہد کو روکنے کے لئے ہم پر کسی قسم کا دباؤ ڈالے۔ اس محضر نامے پر مندرجہ ذیل قبائلی زعماء کے دستخط ثبت ہیں۔

مولوی عبدالکریم منجانب مجاہدین چمرکنڈ۔ مولوی محمد بشیر نائب صدر مجاہدین چمرکنڈ۔ فضل اکبر بادشاہ وکیل حاجی صاحب ترنگزئی۔ قاری عبدالمستعان خلیفہ حاجی صاحب ترنگزئی۔ فضل شاہ بادشاہ فرزند حاجی صاحب ترنگزئی۔ محمد اعظم برادر حاجی صاحب ترنگزئی۔ مولوی عبداللہ وکیل مہاجرین صوبہ سرحد۔ شجاع خان وکیل ملا بابڑہ۔ مولوی امیرالدین وکیل قبائل باجوڑ۔ سرفراز احمد خان وکیل قبیلہ عثمان خیل مہمند۔ مولوی عبیداللہ وکیل قبیلہ خواجہ زئی مہمند۔ مولوی عبدالحمید ادرمیاں چار وکیل قبائل مہمند۔ ملک محمد امین۔

وملک ماموند معتبرین قبائل مہمند ۔ حافظ محمد وکیل قوم صافی وشنواری علاقہ سرکر ۔ ملا عبداللہ و قاضی میر حیدر وکیل قبائل اتمان خیل ۔ محمود میاں صاحبزادہ وکیل قبائل اورکزئی ۔ ملا سید اکبر ۔ ملا سید امیر ۔ ملا صاحب اکاخیل اور فقیر سید جلال صاحب وکیل قبائل آفریدی ۔ ملا اخوند زادہ وکیل قوم وزیر ۔ ملا سید کمال وکیل قوم محسود [۱]

حاجی صاحب ترنگزئی کا مقرر کردہ ایک وفد یہ محضر نامہ لے کر امیر امان اللہ خان کے پاس گیا۔ امیر نے محضر نامہ کو پڑھ کر وفد کے ذریعے حاجی صاحب کو پیغام بھجوایا کہ قبائل اپنی جدوجہد کے لئے آزاد ہیں ۔ وہ انگریزوں کے خلاف جو قدم بھی اٹھائیں حکومت افغانستان ان کے کسی اقدام کی مخالفت نہیں کرے گی [۲]
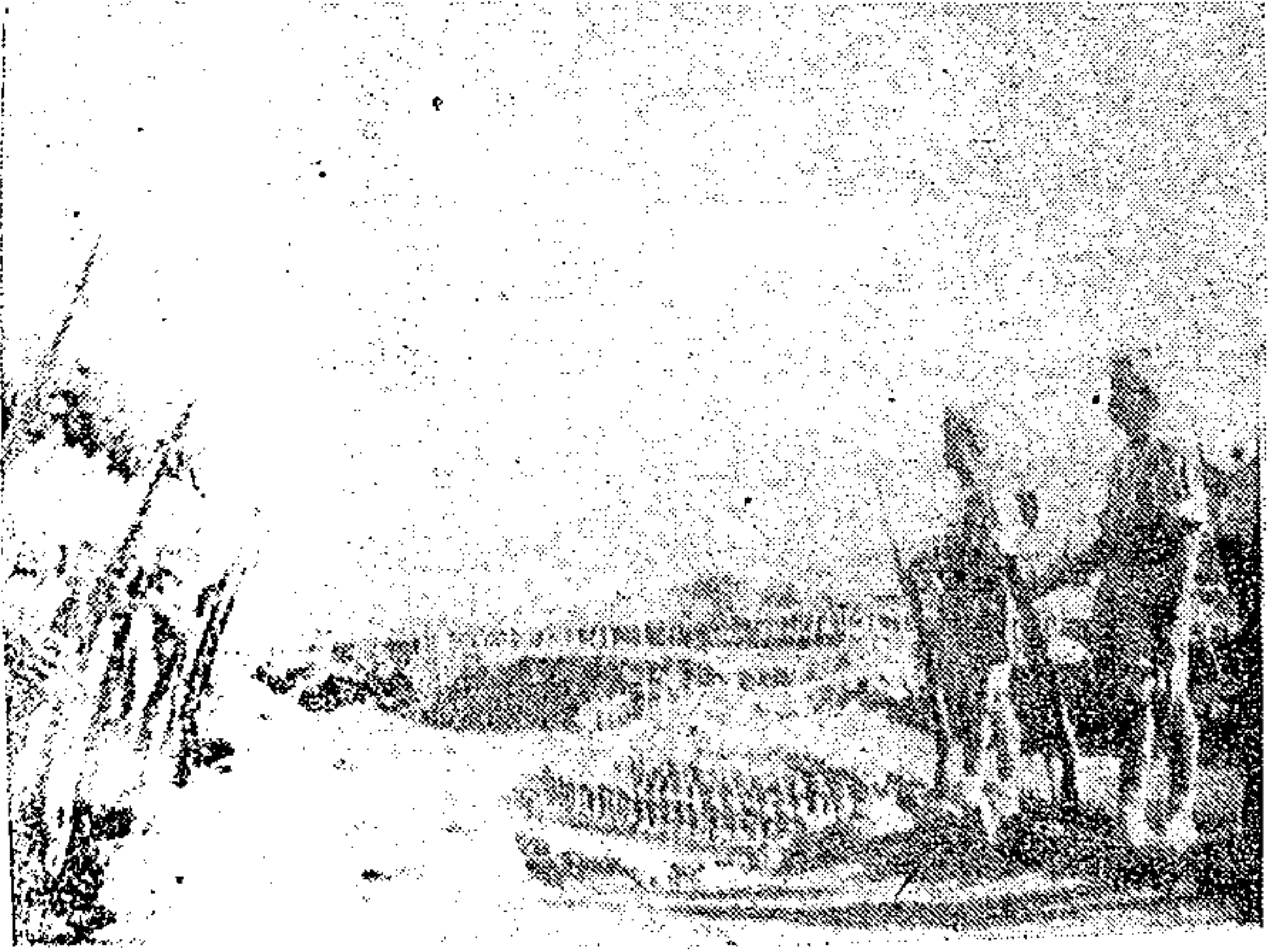
۱۹۲۵ء کے ایک مصالحتی جرگے میں گورنر سرحد کی آمد پر حفاظتی اقدامات

---

[۱] قلمی دستاویز نقل محضر نامہ ملکیت قاری عبدالمستعان ۔
[۲] قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمستعان ۔

حاجی صاحب اور سانحہ قصہ خوانی

۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو پشاور کے مشہور بازار قصہ خوانی میں انگریزوں نے نہتے شہریوں پر مشین گنوں اور بندوقوں سے اندھا دھند فائرنگ کر کے اس بازار کو آزادی کے متوالوں کے خون سے رنگین کیا۔ اس خونین ڈرامے کے بعد پشاور کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ پورا شہر دو دن تک پولیس اور فوج کے محاصرے میں رہا۔ ہر گھر کے دروازے پر مسلح فوجی سنگین تانے کھڑا تھا۔ دو دن تک بچے گھروں میں کھانے کے لئے دودھ کے لئے چیختے چلاتے رہے۔ پیاسے پانی کو ترستے رہے مگر کسی بھی شخص کو گھر سے نکل کر نہ تو بازار سے سودا سلف لانے کی اجازت تھی اور نہ ہی کسی ماشکی کو کسی گھر میں پانی بھر کر لے جانے کی اجازت تھی۔ دو دن تک نہ تو کسی بیمار کو ہسپتال لے جانے کے لئے گھر سے نکلنے دیا جاتا تھا اور نہ ہی کسی مُردے کو دفن کرنے کے لئے یا اس کا جنازہ پڑھنے کی اجازت تھی شہر پر ایک سناٹے کا عالم طاری تھا۔ بے رحمانہ فائرنگ سے جو لوگ شہید ہوئے انہیں فوج ٹرکوں میں بھر بھر کر نہ معلوم کہاں کہاں لے گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان لاشوں کو اٹک کے دریا میں جا کر پھینکا گیا بعض کہتے ہیں کہ یکہ توت دروازے کے باہر کھیتوں میں بڑے بڑے گڑھے کھود کر ان میں ان لاشوں کو ڈال کر اوپر سے زمین کو ہموار کر دیا گیا۔ بہر حال سرکاری رپورٹ سے بھی کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان لاشوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا انہیں لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے دو دن تک شہر کے بازاروں میں، شہر کے گلی کوچوں میں جگہ جگہ اور ہر ایک گھر کے دروازے پر مسلح فوجی کھڑے تھے جب لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا تو ۲۴ اپریل کی رات کو شہر سے فوجوں کو فوراً ہٹا دیا گیا۔ پولیس کو بھی ہٹا دیا گیا یہ ھ... ظم منصوبہ تھا تاکہ شہر میں لوٹ مار شروع کرا دی جائے۔ سرحد خلافت کی صوبائی کمیٹی نے جب یہ حالت دیکھی اور اسے کہیں سے اس مکمل منصوبے کی تفصیلات ملیں تو راتوں ہی رات شہر کا کنٹرول خلافت کے رضاکاروں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ٹریفک

کا انتظام گلی کوچوں کی حفاظت مکانات اور دوکانوں کی حفاظت کیلئے رضا کار جگہ جگہ کھڑے کر دیئے گئے سرکاری حکام نے صاف اعلان کر دیا کہ پولیس شہر کی حفاظت کرنے سے قاصر ہے۔[1]

ان تمام حالات کی اطلاع حاجی صاحب کو پہنچی تو حاجی صاحب نے تمام مہمندوں آفریدیوں، باجوڑیوں، سواتیوں اور سرحد کے تمام قبائلیوں کو اپنے خلفاء کے ذریعے فوری طور پر پیغامات بھجوائے کہ وہ انگریزوں کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلح ہو کر جہاد کے لئے میدان میں نکلیں اور پشاور پر حملہ کریں۔ قبائلی علماء کو پیغام بھیجا گیا کہ وہ بھی علم جہاد بلند کرتے ہوئے مجاہدین کو ساتھ لے کر انگریزوں کو عبرت ناک شکست دینے کے لئے میدان عمل میں نکلیں۔ حاجی صاحب کا پیغام پہنچتے ہی مختلف اطراف سے مجاہدین حاجی صاحب کے پاس پہنچنا شروع ہو گئے، یہاں تک کہ مجاہدین کا ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا۔ ان مجاہدین کے ہاتھوں میں سبز اور سفید پرچم تھے فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہی تھی، اور سرحدی عوام پر انگریزوں کے بے پناہ مظالم کا انتظام لینے کے لئے ان کے دل اور سینے جوش انتقام سے لبریز تھے۔ حاجی صاحب نے گندھاب پہنچ کر مہمندوں کا ایک عظیم لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کے ایک حصے کی قیادت اپنے بڑے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر کے حوالے کر کے انہیں حکم دیا کہ وہ شہید میانہ کے مقام پر جا کر مورچہ بندی کریں۔ یہ جگہ مٹہ مغل خیل سے چند میل کے فاصلے پر مہمند بارڈر پر تھی، حاجی صاحب نے خود گندھاب میں مرکز قائم کیا تاکہ جوں جوں قبائلی مجاہدین کے لشکر پہنچتے جائیں وہ ان مجاہدین کے لشکروں کو مختلف مورچوں پر بھیج سکیں منصوبہ یہ تھا کہ سواتی اور باجوڑی لشکر مردان کی طرف سے اور مہمندوں کا لشکر شبقدر کی طرف سے پشاور پر حملہ آور ہوں۔ محسود اور وزیر قبائل کو یہ پیغامات بھجوائے گئے کہ محسود قوم ڈیرہ اسماعیل پر اور وزیر قوم بنوں پر اور آفریدی مجاہد جمرود اور کوہاٹ پر حملہ آور ہوں تاکہ انگریز فوجوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ان کا صفایا کیا جا سکے۔[2]

۱۔ رپورٹ ڈپٹی کمشنر پشاور ۱۵ مئی ۱۹۳۰ء ص ۴۳ فائل ۱۵/۱۵ پشاور آرکائیو

۲۔ قلمی جہاد نامہ قاری عبدالمستعان ص ۴۳-۴۳

حاجی صاحب کا پیغام پہنچتے ہی تمام قبائلیوں نے جرگے منعقد کئے اور فیصلہ کیا کہ وہ انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے کے لئے حاجی صاحب کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہوئے اس جہاد میں شرکت کر کے اپنا اسلامی اور قومی فرض ادا کریں گے چنانچہ انتظامی اضلاع کے ساتھ ساتھ سرحدوں پر مجاہدین نے مورچہ بندی شروع کر دی ان مجاہدین کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام اضلاع کے سرحدی دیہاتیوں نے اپنے ذمے لیا۔ چنانچہ کتوزئی متہ، دوآبہ، رستم، متھرا وغیرہ کے دیہاتی مجاہدین کے لئے دن بھر کھانا پکاتے اور راتوں کو خفیہ راستوں کے ذریعے انگریزی فوجیوں اور پولیس والوں سے بچتے بچاتے مجاہدین تک پہنچاتے تھے۔ کئی دیہاتیوں پر کھانے لے جاتے ہوئے فوجیوں نے اور پولیس والوں نے گرفتار کر کے ان پر مقدمات چلائے —— اور انہیں کڑی سزائیں دی گئیں۔

حاجی صاحب کا پیغام جہاد پہنچتے ہی آفریدی قبائل کا ایک عظیم جرگہ خانجی اور باغ کے مقام پر منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر انگریزوں کے خلاف منظم جدوجہد کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی طرح کوٹ۔ طوطیالی اور رانیزئی کے قبائل نے بھی اپنے اپنے جرگوں میں یہی فیصلہ کیا کہ وہ قصہ خوانی بازار میں کئے گئے انگریزی مظالم کا ہر حال میں انتقام لیں گے۔[۲]

پشاور، مردان، چارسدہ، صوابی، رستم، نوشہرہ اور دوآبہ کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی قبائلی مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے انگریزی مقابلے کے لئے گندھاب پہنچ چکے ہیں تو ان علاقوں کے لوگوں میں عجیب جوش و خروش پیدا ہو گیا حکومت نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے لشکر نے سرحدوں پر مورچہ بندی شروع کر دی ہے اور وہ مقامی اضلاع پر حملہ آور ہونے والے ہیں تو حفاظتی تدابیر کے تحت مجاہدین پر بمباری کر کے انہیں تتر بتر کرنے اور پیچھے ہٹانے اور مقامی اضلاع میں سے تمام سیاسی اور سرکردہ لیڈروں اور افراد کو گرفتار کرنے کا پروگرام بنایا۔ مجاہدین کے خطرے کے پیش نظر ۴ مئی ۱۹۳۰ء کو پشاور کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔

۱۔ ڈی سی رپورٹ ص ۴۵/۴۶ فائل ۲۱۵ بنڈل ۱۶ پشاور آرکائیو

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، مردان اور سرحد کے دوسرے تمام اہم شہروں اور تحصیل ہیڈ کوارٹروں میں بھی اسی طرح کے حفاظتی انتظامات کیے گئے۔ شبقدر کے راستے پشاور پر مجاہدین کے حملے کے خطرے کے پیش نظر پشاور سے چارسدہ اور شبقدر کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ مردان کے علاقے تکڑ کا محاصرہ کر کے گھر گھر کی تلاشی لی گئی۔ تمام اسلحہ حتیٰ کہ چاقو تک بھی حکومت نے اپنے قبضے میں کر لیے۔

مجاصل خان کی آمد: ۹ مئی ۱۹۳۰ء کو محاصل خان کڈہ خیل اپنے مجاہد ساتھیوں کی معیت میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے حکم پر مٹہ مغل خیل کے مقام پر آ کر بادشاہ گل فضل اکبر کے پاس پہنچا۔ مجاہدین کے اس دستے کے آنے کی وجہ سے بایزئی اور خاویزئی کے قبیلوں کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی۔ حاجی صاحب اپنے بے شمار مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے شبقدر کے نزدیک شہباز کورونہ کے مقام پر پہنچے۔ شبقدر کے گرد و نواح کے پہاڑوں سے اللہ اکبر کے نعرے گونج رہے تھے۔ حکومت نے مجاہدین کی یلغار کو دیکھتے ہی فضا میں جہازوں کو پرواز کا حکم دیا اور ساتھ ہی مجاہدین پر بمباری کا حکم دیا گیا۔ حاجی صاحب نے مجاہدین کو صبر، حوصلے اور ہمت کے ساتھ انگریزی فوجوں کے مقابلے کا حکم دیا اور کہا کہ انگریزوں کی کمر ہمت کو صرف اسی طرح توڑا جا سکتا ہے کہ ہوائی بمباری، مشین گنوں اور توپوں کا بہادری سے مقابلہ کیا جائے۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم انگریزوں پر ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے آزادی حاصل کریں گے اور جب تک آزادی حاصل نہیں ہو گی ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔"[1]

۱۰ مئی ۱۹۳۰ء کو حکومت نے حاجی صاحب کو یہ وارننگ دی کہ وہ اپنا لشکر ۱۰ مئی کی دوپہر تک واپس لے جائیں اور لشکر کو منتشر کر دیں اور انگریزی علاقے سے اپنے مجاہدین کو پیچھے ہٹا لیں۔ ۱۰ مئی کو دن کے بارہ بجے تک اگر انہوں نے اس حکم پر عمل درآمد نہ کیا تو ۱۱ مئی کو سورج نکلتے ہی ان پر ہوائی بمباری کی جائے گی۔ چنانچہ حاجی صاحب نے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ ڈٹے رہیں اور انگریزوں کے کسی بھی حکم کی پرواہ نہ کریں۔ ۱۱ مئی کو انگریزوں نے ہوائی بمباری کر کے مجاہدین کو منتشر کرنا شروع کیا۔ مجاہدین پیچھے

۱۔ پولیٹیکل رپورٹ ۱۹۳۰ء ص۵۹ فائل ۱۵/۳ بنڈل ۱۶ پشاور آرکائیوز۔
۲۔ انڈین گروپ اپریشن آرڈر ۳ کاپی ۶ فائل ۲۵/۳ بنڈل ۱۸ " "

کرتے ہوئے پہاڑوں کی غاروں میں چلے گئے۔ حاجی صاحب نے بھی ایک پہاڑی غار میں پناہ لے لی حکومت کی اس ظالمانہ بمباری سے کئی مجاہدین شہید ہو گئے۔ جہازوں کے ذریعے ۲۰، ۲۰ پونڈ کے وزنی بم گرائے گئے[1] سرکاری رپورٹ میں تو ۱۱۲ بم بتائے گئے ہیں مگر یہ بمباری صبح ۶ بجے سے دن کے دو بجے تک جاری رہی جس میں سینکڑوں بم برسائے گئے اس ظالمانہ بمباری سے جہاں سینکڑوں مجاہدین شہید ہوئے وہاں بیشمار مال مویشی ہلاک ہوئے اور فصلوں اور مکانات کو شدید نقصان پہنچا۔ مٹہ مغل خیل اور شبقدر کے نزدیک وہ علاقہ جہاں حاجی صاحب اپنے مجاہدین کے ساتھ خیمہ زن تھے بمباری کے دھوئیں سے رات کا سماں پیدا ہو رہا تھا ہوائی بمباری کے ساتھ ساتھ توپوں سے لگاتار ۱۹ مئی ۱۹۳۰ء تک مجاہدین پر بمباری ہوتی رہی[2]۔ مٹہ کے علاقے کو اس بمباری نے تہ و بالا کر دیا تھا۔ اس ظالمانہ بمباری سے حاجی صاحب کو تو خدا نے بچا لیا مگر بادشاہ گل فضل اکبر بم کا ایک ٹکڑا ٹانگ پر لگنے سے زخمی ہو گئے مگر باوجود زخمی ہونے کے وہ ہوائی جہازوں پر مسلسل فائرنگ کرتے رہے۔ مجاہدین بھی بڑی بہادری سے اور جرأت سے بلا کسی خوف کے ہوائی جہازوں پر مسلسل بمباری کرتے رہے۔ باوجود اسکے گرد و نواح کے لوگوں کے دلوں میں جہاد کا ایک عجیب جذبہ موجیں مار رہا تھا وہ اسی جذبہ جہاد کے تحت کشاں کشاں دور دور کا پیدل سفر کر کے حاجی صاحب کے لشکر میں آ کر شامل ہوتے جاتے تھے۔

شبقدر کے گرد و نواح کے علاوہ انگریزوں نے ہوائی جہازوں سے بمباری کرتے وقت کئی گاؤں کو نشانہ بنایا[3] انگریز حکام نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حاجی صاحب کے لشکر کو شبقدر کے بالمقابل اور مٹہ مغل خیل کے علاقے سے پیچھے ہٹانے اور ناکام بنانے میں چارسدہ سے کی گئی فوجی کارروائی نے اہم کردار ادا کیا۔ دو ملٹری پلاٹون نے بڑی بہادری سے اور جرأت سے

۱۔ پولیٹیکل رپورٹ ۳۰، ۱۹ ص ۵۹ فائل نمبر ۱۵/۱۳ بنڈل نمبر ۱۶/۱ کمشنر ریکارڈ ڈسٹرکٹ آرکائیوز

۲۔ ٹیلیگرام چیف کمشنر سرحد فائل نمبر ۲۵/۴ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۳۰ء " "

۳۔ ڈی سی رپورٹ ص ۶۳ مورخہ ۲۸ جون ۱۹۳۰ء فائل نمبر ۱۵/۴ " "

ان مجاہدین کو پیچھے ہٹانے پر مجبور کیا۔ ان پلاٹون میں سے ایک نے مردان کے شمال کی طرف سے اور دوسری نے صوابی تحصیل کی طرف سے مجاہدین پر حملہ کیا۔ اور ان دونوں علاقوں میں سے حکومت کے کئی مخالفین کو گرفتار کیا گیا۔[1]

حاجی صاحب اور مجاہدین کی حوصلہ شکنی کے لئے انگریزوں نے یہ سازش کی کہ جب حاجی صاحب نے حکومت کو الٹی میٹم دیا کہ وہ چارسدہ اور پشاور پر حملہ کرنے والے ہیں اور لوگ مجاہدین کا ساتھ دیں تو حکومت نے دوآبہ کے اپنے حامی خوانین کی طرف سے حاجی صاحب کو اور مہمند قبیلے کے سرداروں کو یہ خطوط بھجوائے کہ وہ ضلع میں داخل ہونے کی کوشش نہ کریں۔[2]

چارسدہ اتمان زئی اور سرحد کے دوسرے اضلاع میں رات کے وقت مقامی لوگوں کے خفیہ اجلاس منعقد ہوتے جس میں حاجی صاحب کی ان خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا اور حاجی صاحب کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دینے کے لئے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا جاتا۔

قصہ خوانی کی فائرنگ اور سرحد میں عوام پر بے پناہ مظالم کا حال سن کر حاجی صاحب کے دل پر انتہائی گہرا صدمہ ہوا۔ آپ نے اپنے ہموطنوں کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے اور انگریزوں کے جبر و تشدد کا انتقام لینے کے لئے انتہائی سرعت سے کاروائی کی۔ قصہ خوانی میں انگریزوں کی طرف سے کھیلی جانے والی خونین ہولی کا حاجی صاحب کے دل پر اتنا گہرا صدمہ ہوا کہ آپ نے دو دن تک کھانا نہیں کھایا۔ آپ نے جونہی یہ خبر سنی تو اس کا آپ کے دل پر جو اثر ہوا اس تاثر کا اظہار کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے مقرر کردہ سی آئی ڈی نے ڈی سی پشاور کو یوں مطلع کیا۔

"حاجی صاحب ترنگ زئی کو جب قصہ خوانی بازار میں ہونے والے واقعات کی اطلاع ملی تو اس خبر کے ملتے ہی اس کی حالت

۱۔ ڈی سی پولٹیکل رپورٹ ص ۶۳ ۲۸ جون ۱۹۳۰ء رپورٹ ۱۲ پشاور آرکائیو

۲۔ " " " ص ۸۵ " " " " " ۱۶ " "

غیر ہو گئی وہ انتقامی جذبے کے جوش میں آ گیا جب اسے خبر ملی تو وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا مگر اس خبر کے ملتے ہی وہ ایک حواس باختہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ مجاہدین کو للکارا وہ اکٹھے ہوئے۔ اس کے خلفاء نے جہاد کے پرچم اٹھا لیے اور یہ قافلہ گندھاب کی طرف سرعت کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے قبائلی علاقے میں فوراً پیغامات بھجوائے کہ لوگ جلدی سے اس کے پیچھے پیچھے آئیں۔ حاجی صاحب نے گندھاب میں جا کر کیمپ لگا دیا اور مجاہدین کے جتھوں کی انتظار کرنے لگا بادشاہ گل اور محاصل خان کو ایک لشکر کی قیادت حوالے کر کے انہیں حکم دیا کہ وہ صاحب گل شہید میانہ کے مقام پر جا کر مورچہ بندی کریں اس کے ساتھ ہی حاجی صاحب نے تمام مہمندوں کے علاقے میں یہ پیغام بھجوایا کہ حکومت برطانیہ مسلمان ممالک کو ختم کرنے کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی ختم کر رہی ہے لہٰذا تمام مسلمان متحد ہو کر انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تاکہ انہیں عبرتناک شکست دی جا سکے۔ حاجی صاحب نے قبائلی علاقے میں یہ پیغام بھی بھجوایا کہ ہندوستان بھر کے مسلمان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں وہ سیاسی جنگ لڑ کر انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں اس لئے تمام قبائلی مجاہدین انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان کے خلاف بھرپور عملی جدوجہد کا آغاز کریں تاکہ ان سے آزادی حاصل کی جا سکے۔ حاجی صاحب نے لوئر مہمندوں کو بھی اپنا ہمنوا بنا کر انگریزوں کے خلاف کھڑا کر دیا ہے جو ہمارے وظیفہ خوار تھے

حاجی صاحب نے حکومت کو الٹی میٹم دے دیا ہے اور اسکے علاوہ موسیٰ خیل مہمندوں کو بھی جو ہمارے معتمد تھے ہمارے خلاف کھڑا کرنے میں کامیاب

ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ ہمارے انتہائی معتمد اور وفادار تھے حاجی صاحب کا لشکر دو ماہ تک گندھاب میں رہا۔ اس لشکر میں صافی اور اتمان خیل مجاہدین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہ دستہ حافظ کور اور صاحب

گل شہید کے علاقے میں متعین کیا گیا جو مٹہ مغل خیل اور شبقدر سے تقریباً تین یا چار میل کے فاصلے پر واقع ہیں ہم نے سڑک کی حفاظت کے لئے خاصہ داروں اور ملٹری کے نوجوانوں کو متعین کیا۔ شبقدر اور مچنی کے "قلعوں پر بھاری تعداد میں فوجیں متعین کر دی ہیں" تاکہ مجاہدین ان قلعوں پر قبضہ نہ کر سکیں مجاہدین کے لشکر پر تمام دن ہوائی جہازوں سے بمباری ہوتی رہی رات کے وقت پکتوڑئی پر سے ان پر گولہ باری کی جاتی تھی ان مجاہدین نے گورنمنٹ کی ایک لاری پر شبقدر کے نزدیک رات کے وقت حملہ کیا جس کے ڈرائیور اور کلینر ہلاک ہوئے ہوائی بمباری سے مجاہدین کا لشکر پہاڑوں کی غاروں میں پناہ لے لیتا تھا حکومت نے آخر کار مجاہدین کی رسد روکنے کا پروگرام بنایا تاکہ یہ بھوک سے نڈھال ہو کر لڑائی سے ہاتھ اٹھا کر واپس جانے پر مجبور ہو جائیں اس مقصد کے لئے ایسے لوگوں کو گرفتار کیا گیا جو مقامی اضلاع میں اپنے گھروں میں کھانا پکا کر رات کی "تاریکی میں" بچ بچا کر مجاہدین کو کھانا پہنچاتے تھے۔ آخر کار حکومت نے مجاہدین کو "تباہ و برباد کرنے کا مکمل منصوبہ بنایا چنانچہ ان غاروں میں زبردست شیلنگ شروع کر دی جن میں مجاہدین پناہ لے کر ہوائی بمباری سے اپنے آپ کو بچاتے تھے اس طرح کئی غاروں کو زبردست فائرنگ سے تباہ و برباد کیا گیا جس کی تباہی کے ساتھ ساتھ ان مجاہدین کا بھی بہت بڑا حصہ "تباہ ہوا جو غاروں میں پناہ لئے ہوئے تھے"۔[1]

بادشاہ گل فضل اکبر اور فقیر آف علی نگر اپنے چند مجاہدین کے ساتھ ایک غار میں محصور ہو گئے مگر خدا نے انہیں بچا لیا۔ ہوائی بمباری اور فوجوں کی گولہ باری کی وجہ سے مجاہدین کا بھاری نقصان ہوا۔ مجاہدین کے پاس رسد کی کمی تھی مگر باوجود رسد کی کمی کے پھر بھی وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر سنت نبوی کی پیروی میں مسلسل دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے مگر جب کئی دن کے مقابلے کے بعد گولہ بارود کم ہو گیا تو حاجی صاحب نے بہتر یہی سمجھا کہ گولہ بارود اور کارتوس وغیرہ کا انتظام کر کے ازسر نو مجاہدین کے لشکر کو تیار کیا جائے تاکہ دشمن کو شدت سے

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ڈی سی فائل نمبر ۳۱۴ بنڈل نمبر ۱۱

لڑکر تباہ و برباد کیا جا سکے۔ اسی پروگرام کے پیش نظر حاجی صاحب نے لشکر کو واپس جانے کا حکم دیا۔ حاجی صاحب لشکر کو لیکر واپس غازی آباد پہنچے کچھ دن مجاہدین کے جتھے ترتیب دینے میں صرف ہوئے افغانستان سے فوری طور پر اسلحہ خریدا گیا۔ پشاور سے خفیہ طور پر توپ کے لئے گولے اور بارود منگوایا گیا۔ چند دن کی تیاری کے بعد حاجی صاحب ایک عظیم لشکر کی قیادت کرتے ہوئے دوبارہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے حاجی صاحب ان دنوں بیمار تھے لہٰذا انہیں ایک ڈولی میں بٹھایا گیا۔ یہ ڈولی مجاہدین کے آگے آگے چار آدمی اٹھا کر لے جا رہے تھے ڈولی کے پیچھے پیچھے حاجی صاحب کے خلفاء اور علماء و فضلا کا دستہ تھا خلفا کے ہاتھوں میں سفید اور سبز پرچم تھے فضا میں اللہ اکبر کے نعروں سے ایک جوش بپا تھا حاجی صاحب کی ڈولی جس گھر میں پہنچتی اس گھر کے مرد احتراماً بندوق ہاتھ میں لے کر لشکر میں شامل ہوتے جاتے۔ حاجی صاحب نے لوگوں سے قرآن مجید پر حلف لیا کہ وہ اسلام کی خاطر اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کے لئے لشکر میں شامل ہوتے ہیں[1] اور خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے بخوشی میدان جہاد میں جاتے ہیں اور اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ جب تک دشمن کو عبرتناک شکست نہ دے دیں۔

ادھر حاجی صاحب لشکر کی تیاری میں مصروف تھے جب کہ دوسری طرف انگریز حکام اپنی سازشوں سے بعض مہمند قبائل کو حاجی صاحب سے منحرف کرانے اور جہاد کی اس مہم کو ناکام بنانے میں مصروف تھے چنانچہ اس سازش کے تحت قبائل کے بعض افراد کو روپیہ اور دولت کی لالچ میں اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ حاجی صاحب سے صاف صاف کہہ دیں کہ وہ جہاد کی اس مہم میں شریک نہیں ہوں گے۔ انگریزوں کے ان حامیوں نے حاجی صاحب کی اس مہم کو ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کیا[2] چنانچہ ان افراد نے حاجی صاحب کے سامنے صاف صاف انکار کر دیا کہ وہ جہاد

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ڈپٹی کمشنر پشاور فائل ۳۱۴ بنڈل II پشاور آرکائیو

۲۔ ״ ״ ״ ״ ص ۹ ״ ۳۱۴ ״ II ״ ״

کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے حاجی صاحب سے یہ بھی کہا کہ اگر مجاہدین آپ کی قیادت میں مخفی یا کڑپہ کے علاقوں میں آکر انگریزوں کے خلاف جنگ کریں گے تو ہم ان کی مزاحمت کریں گے[1] اس سازش کو یہاں تک کامیاب بنانے کی کوشش کی گئی۔ کہ انگریزوں کے چند حامی سرداروں کی درخواست پر خاصہ داروں کو اور چند انگریزوں کے معتمد قبائلیوں کو کندھاب بھیجا گیا تاکہ وہ وہاں پر مجاہدین کی مزاحمت کے لئے فضا کو ہموار کر سکیں۔ علیمزئی اور تارک زئی قبائل کے سرداروں نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ایک جرگہ بلایا جائے جس میں عثمان خیل کے سرداروں کو مدعو کر کے ان سے بات چیت کی جائے کہ وہ انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے معاملے میں کس حد تک حاجی صاحب کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں، چنانچہ جبہ جوہڑ کے مقام پر ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں جرگے کے سامنے بالائی مہمندوں نے مندرجہ ذیل مطالبات پیش کئے۔

۱۔ گورنمنٹ کو اسلامی حدود میں کسی قسم کی مداخلت کی اجازت نہیں ہونا چاہیئے
۲۔ حکومت کو اسلامی تبلیغ کے سلسلے میں کسی کو منع کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہونا چاہیئے۔
۳۔ جب تک مجاہدین انگریزوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کریں حکومت کو چاہیئے کہ وہ قبائلی علاقوں پر ہوائی جہازوں کی پرواز پر پابندی رکھے[2]۔

جرگے کے اس فیصلے کو انگریزوں کے چند معتمد سرداروں کے حوالے کر کے انہیں ڈپٹی کمشنر پشاور کے پاس بھیجا گیا۔ ڈپٹی کمشنر نے اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے قبائلی سرداروں سے کہا کہ وہ مجاہدین کے لشکر کو روکنے کے لئے ہر ممکن اقدامات کریں۔[3]

یہ تمام مطالبات انگریزوں کے حامی سرداروں کے پیش کردہ تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ ان مطالبات کی منظوری کے بعد ہم حاجی صاحب کو انگریزوں پر لشکر کشی کرنے

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ۹ فائل ۳۱۴ بنڈل II پشاور آرکائیوز۔
۲۔ پولیٹیکل مہمند ریکارڈ رپورٹ ڈپٹی کمشنر ۹ فائل ۳۱۴ " "
۳۔ " " " " " " " "

سے روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے خود ہی جرگہ منعقد کیا اور خود ہی یہ فیصلہ کر کے ڈپٹی کمشنر کو منظوری کے لئے پیش کیا اور پھر حاجی صاحب سے آکر کہا کہ حکومت نے ہمارے مطالبات تسلیم کر لئے ہیں اس لئے اب انگریزوں کے خلاف لشکر کشی کرنا بے معنی ہے۔ حاجی صاحب نے ان سرداروں سے کہا کہ اس جرگے کے انعقاد اور اس جرگے کے کسی بھی فیصلے سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے نہ ہی میں نے ان مطالبات کو پیش کیا ہے اور نہ ہی ہم انگریز حکومت کے کسی فیصلے سے مطمئن ہیں ہمارا تو ایک ہی مطالبہ ہے کہ برطانوی حکومت نے ہمارے ملک پر جو غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے وہ اس قبضے کو چھوڑ کر یہ ملک ہمارے حوالے کرے اور یہ لوگ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں[۱]۔ بہر حال جرگے کے یہ لوگ ڈپٹی کمشنر پشاور کا جواب لے کر اپر مہمندوں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ جہاد کی اس مہم کے ارادے کو ترک کر دیں۔ مگر حاجی صاحب اور ان کے مجاہدین نے ان سرداروں سے کہا کہ اگر انہوں نے ہمارے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو پھر وہ مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں۔ تاکہ ہم اپنے راستے کی ہر رکاوٹ کا خاتمہ کر کے خدا کے راستے میں جہاد کر کے اپنا قومی فرض ادا کر سکیں۔ حاجی صاحب محاصل خان کو ساتھ لے کر پنڈیالی تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حلیم زئی قبائل سے کہا کہ وہ مجاہدین کے لشکر کے لئے رضاکاروں کے نام درج کرائیں[۲]۔

حلیم زئی اور تارک زئی کے نوجوانوں نے خوشی اور مسرت کے ساتھ اپنے نام مجاہدین کی فہرست میں لکھوائے اور حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے حلف اٹھایا کہ وہ اسلام کی خاطر اپنی جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہرگز دریغ نہیں کریں گے۔ حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ جو لوگ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے مجاہدین کے لشکر میں شامل ہوں گے انہیں باقاعدہ اس تنخواہ سے زیادہ تنخواہ دی جائے گی جتنی کہ انگریز حکومت اپنے خاصہ داروں کو

۱۔ قلمی ڈائری محمود دسنجی ص ۳۲۱

۲۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ص ۱۰ فائل ۳۱۴ پشاور آرکائیو

دیتی ہے۔ یہ ایک وہ حربہ تھا جس کے ذریعے حاجی صاحب تحریک جہاد میں سرگرمی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور انگریزوں کی پالیسی کو ناکام بنانا چاہتے تھے۔ کیونکہ انگریزوں نے دولت کے انبار لگا کر کہیں خاصہ داروں کے رنگ میں اور کہیں لنگی اور وظیفے کے روپ میں تمام قبائل کو خریدنا شروع کر دیا تھا۔

اس صورت حال کو دیکھ کر حاجی صاحب نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ رضا کاروں کو باقاعدہ تنخواہ دی جائے گی تاکہ ایک تو وہ گھریلو اخراجات سے بے نیاز ہو کر اطمینان سے جہاد میں حصہ لے سکیں اور دوسرے یہ کہ انگریزوں کی ان سازشوں کو ناکام بنایا جائے جو روپے اور دولت کے بل بوتے پر وہ کر رہے تھے۔

مٹائی موسیٰ خیل کے سرداروں نے انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کر رکھا تھا جس کی رُو سے وہ انگریز حکومت سے بھاری بھاری انعامات اور وظیفے وصول کرتے تھے مگر جب ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو جب انگریزوں نے پشاور کے نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلا کر قصہ خوانی کے بازار میں خون کی ندیاں بہا دیں۔ تو مٹائی موسیٰ خیل کے لوگوں نے بھی اعلان کیا کہ ہم انگریزوں سے اپنے تمام معاہدے ختم کرتے ہیں اور ہم حاجی صاحب ترنگ زئی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد کی مقدس جنگ میں شریک ہونا محض اپنا قومی فرض سمجھتے ہیں۔ یہ حاجی صاحب کا کمال تھا کہ مٹائی موسیٰ خیل کے وظیفہ خوروں کو اپنے ساتھ ملا کر انگریزی محلات پر لرزہ طاری کیا۔ حاجی صاحب نے صافی قبائل اور باجوڑی قبائل کے اختلافات کو ختم کرا کر ان میں بھائی چارہ اور باہمی اعتماد پیدا کیا اور ان سے کہا کہ وہ آپس کے اختلافات مٹا کر مشترکہ دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں تاکہ ان انگریزوں کو ہم اپنے ملک سے نکال کر آزادی کی نعمت حاصل کر سکیں۔ مگر مٹائی موسیٰ خیل کے بعض بڑے بڑے وظیفہ خوروں نے حاجی صاحب سے تعاون کرنے اور انگریزوں کے خلاف کوئی مخالفانہ قدم اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ حاجی صاحب نے صافی اور باجوڑی مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ انگریزوں کے ان معاونین کو کیفر کردار تک پہنچائیں جو قومی مفاد کو اپنی ذاتی حرص اور دنیا کی لالچ کی خاطر تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں چونکہ ان وظیفہ خوروں نے انگریزوں کی مدد کی شہ پر حاجی صاحب کو اپنے علاقے سے نکلنے کی وارننگ دے دی تھی لہٰذا حاجی صاحب اپنے لشکر کو ساتھ لے کر صافی قبائل کے علاقے میں چلے گئے۔

انگریزوں نے چارسدہ اور بابڑہ کو محاصرے میں لے رکھا تھا ہر گھر کی تلاشی لی گئی اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہاں تک کہ چاقو تک بھی کسی گھر میں نہ رہنے دیا۔ لوگوں سے زبردستی یہ تحریر لی گئی کہ اگر حاجی صاحب ترنگ زئی ٹ نے حملہ کیا تو وہ انگریزوں کے خلاف کسی قسم کی حرکت نہیں کریں گے۔

حاجی صاحب کے لشکر میں مجاہدین کی تعداد دن بدن زیادہ ہوتی گئی۔ انگریز حکام نے جوں جوں مجاہدین کے جوش و خروش اور ان کی تعداد میں اضافے کا سنا تو انہوں نے مدافعانہ کاروائیوں کا فوری طور پر حکم دیا چنانچہ ہوائی جہازوں سے اندھا دھند بمباری کی گئی جس سے کئی مجاہدین شہید ہوئے۔ اس بمباری کے ساتھ ساتھ انگریز حکام نے صوابی، چارسدہ، بابڑہ، اتمان زئی اور تنگی کے علاقوں میں گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر کے وہاں کے مکینوں کو ہراساں کرنا شروع کر دیا۔[۱] مردان کے ان علاقوں میں جو قبائلی علاقے سے متصل تھے ان پر فوجوں کے ذریعے بمباری شروع کر دی گئی جس سے ان علاقوں کو بھاری نقصان پہنچا۔

انگریزوں کی سازش:۔ انگریز حکام نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کسی طرح بھی پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور وہ پشاور پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو پشاور کے چند معززین کو جو انگریزوں کے معتمد ساتھی تھے حاجی صاحب اور بادشاہ گل کے پاس جرگے کے طور پر بھیجا کہ ہم پشاور کے لوگوں کو حاجی صاحب کی کسی بھی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ وفد بھیجنے کے بعد انگریز حکام کو یہ خیال تھا کہ حاجی صاحب اپنے مجاہدین کو لیکر واپس چلے جائیں گے۔[۲] مگر انگریزوں کی یہ امید پوری نہ ہوئی تو انھوں نے ہوائی جہازوں کے ذریعے دن اور رات مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی۔ مجاہدین بھی موت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان جہازوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ کوئی جہاز ایسا نہ تھا جس پر مجاہدین نے فائرنگ نہ کی ہو۔ انگریز بمباری کے ذریعے مجاہدین کو ہراساں کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ گھبرا کر واپس چلے جائیں۔ یا پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ انگریز حکام نے پشاور کے جن معززین کو وفد کی صورت میں حاجی صاحب کے پاس بھیجا تھا اس وفد کے ممبروں کے سامنے حاجی صاحب نے فرمایا۔

"آپ لوگ اپنے ضمیر فروخت کر چکے ہیں جس کی وجہ سے آپ لوگوں نے

۱۔ پولیٹیکل ڈائری ۲۵، ۲۱ جون ۱۹۳۰ء فائل ۴۵۷ بنڈل ۲۰ پشاور آرکائیوز

۲۔ " " " ۲۲، ۳۱ مئی ۱۹۳۰ء " " " " "

غلامی کی زندگی کو آزادی پر ترجیح دے رکھی ہے۔ ہم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ جب تک ہم اپنے وطن کو انگریز دشمنوں سے نجات نہ دلائیں گے ہم کسی صورت بھی چین سے نہیں بیٹھیں گے[1]

وفد کی ناکامی کے بعد پشاور کے ڈپٹی کمشنر نے ایک دوسری چال چلتے ہوئے حلیمزئی قبائل کے سرداروں کا ایک جرگہ منعقد کیا جس میں ان سرداروں نے ڈپٹی کمشنر پشاور سے کہا کہ وہ ایک تحریری یقین دہانی کرائیں کہ انگریز ہمارے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ نیز حکومت تمام سیاسی لیڈروں کو رہا کر دے گی تیسرا یہ کہ جو لوگ قصہ خوانی کی فائرنگ کے دوران شہید ہوئے ہیں ان کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کو منظر عام پر لایا جائے۔

حلیمزئی قبائل کے سرداروں نے ڈپٹی کمشنر کو یقین دلایا تھا کہ اگر مطالبات تسلیم کر لئے جائیں تو مجاہدین کے لشکر کو واپس کرنے پر آمادہ کر لیں گے۔ ڈپٹی کمشنر نے دو مطالبات تو تسلیم کرنے پر تحریری رضامندی ظاہر کر دی مگر سیاسی لیڈروں کو رہا کرنے سے صاف انکار کر دیا جب جرگہ ڈپٹی کمشنر کا فیصلہ لے کر حاجی صاحب کے پاس غلنئی میں پہنچا تو حاجی صاحب نے جرگے کے معززین سے کہا کہ مجاہدین انگریزوں کی کسی بھی بات کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

انگریز ایک طرف تو حاجی صاحب سے مرعوب ہو کر اپنے حامی سرداروں کے ذریعے مصالحت کرنا چاہتے تھے۔ اور دوسری طرف ہوائی جہازوں کے ذریعے لگاتار دن رات بمباری کر کے مجاہدین کو منتشر کرنے اور انہیں تباہ و برباد کرنے میں مصروف تھے تیسری طرف سیاسی طور پر انگریز حکام حاجی صاحب کے مجاہدین کو بھی اپنے حامی سرداروں کے ذریعے حاجی صاحب کے لشکر سے الگ کرنے کی کاروائی میں بھی مصروف تھے اس صورت حال کی وجہ سے انگریز بہت سے مجاہدین کو حاجی صاحب کے لشکر سے الگ کرنے میں جب کامیاب ہو گئے تو حاجی صاحب نے بہتر یہی سمجھا کہ انگریزی فوج کے مقابلے کے لئے مزید لشکر تیار کیا جائے چنانچہ اس بنا پر حاجی صاحب اپنے لشکر کو لے کر واپس غازی آباد چلے گئے اور وہاں جا کر ایک عظیم لشکر کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

لشکر کی تیاری کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ مجاہدین کو ہر قدم

۱۔ قلمی جہاد نامہ از قاری عبدالمنان ص ۲۳

پہ جو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کی بڑی وجہ وظیفہ خور ہیں جن کی سازش سے انگریز کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ لہٰذا انگریزوں کے حامیوں کو وارننگ دیتے ہوئے حاجی صاحب علنئی کے مقام پر آ کر مورچہ بندی شروع کر دی اور ساتھ ہی دوسرے مجاہدین کے پہنچنے کی انتظار کرنے لگے۔ حاجی صاحب کے ساتھ ان کے تمام خلفا مریداور معتقدین جہاد کے پرچم اٹھائے ہوئے اللہ اکبر کی صداؤں کے ساتھ ہی علنئی میں پہنچ چکے تھے۔ علنئی پہنچنے سے پہلے حاجی صاحب نے گندھاب کے مقام پہ ایک عظیم جرگے سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ وقت ضائع کرنے کا نہیں ہے بلکہ ہمیں حالات سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ اور ہمیں ان حالات کو سامنے رکھ کر کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیئے تاکہ ہم انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کر سکیں۔ تمام لوگ یہ عہد کر لیں کہ یا تو وہ آزادی کی زندگی بسر کریں گے یا پھر وہ موت کو ترجیح دیں گے کیونکہ غلامی کی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے۔ ایسے آڑے وقت میں جب کہ ترکی کی اسلامی سلطنت کو مٹا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کو کچلا جا رہا ہے ان حالات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر میدان جہاد میں کود پڑے اور انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے میں اپنا ملّی فرض ادا کرے۔ (اس مضمون کے خطوط بھی تمام قبائلی علاقوں میں بھیجے گئے) [1]

حاجی صاحب کی اس تقریر اور ان کی طرف سے بھیجے گئے خطوط کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ تمام قبائلی علاقوں میں مجاہدین کے جتھے تیار ہو کر حاجی صاحب کے پاس پہنچنے لگے تھانہ بٹ خیلہ، ڈھیری جولاگرام کے مقامات پر جرگے منعقد ہوئے اور ان لوگوں نے حاجی صاحب کی زیر قیادت جہاد میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔ قصہ خوانی کے خونین سانحہ کے غم میں بٹ خیلہ اور تھانہ میں ہڑتال کی گئی۔ جگہ جگہ حاجی صاحب کے فرمان اور خطوط تقسیم کئے گئے لوگوں کے دلوں میں بے پناہ جوش و خروش پیدا ہوا۔ انگریز حکمرانوں نے طلباء کی کڑی نگرانی شروع کر دی۔ باجوڑ کے علاقے میں طلباء نے گھر گھر جا کر لوگوں کو حاجی صاحب کی طرف سے پیغام جہاد پہنچایا۔ لوگوں کے جذبہ جہاد کو دیکھ کر نواب دیر نے انگریزوں کو لکھا کہ مجھے خدمت کا حکم دیا جائے۔[2]

۱۔ قلمی جہاد نامہ قاری عبدالمستعان ص ۳۲۳

۲۔ پولیٹیکل ڈائری ص ۱ مئی ۱۹۳۰ء ڈی بی ریکارڈ پشاور آرکائیو

شبقدر پر حملہ

حاجی صاحب نے مجاہدین کو شبقدر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مجاہدین بہادری کے ساتھ اپنے سر ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر شبقدر پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے ان مجاہدین کو منتشر کرنے کے لئے ہوائی جہازوں سے زبردست بمباری کی گئی جس سے کئی گاؤں کو سخت نقصان پہنچا۔ جانور ہلاک ہوتے اور کئی گھروں کو بمباری کی آگ نے خاک کا ڈھیر بنایا۔ مجاہدین کا لشکر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔ تو حاجی صاحب جو مجاہدین کی خود ہی کمان کر رہے تھے انہوں نے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ تنگی اور میرہ کے مہمندوں کے راستے آگے بڑھیں۔ اس علاقے میں اتمان خیل قبیلے کا ایک لشکر بھی تیار ہو چکا تھا۔ جس میں دو ہزار مسلح رضا کار شامل تھے[1] مجاہدین کے اس دستے کا ہیڈ کوارٹر پلئی گاؤں کے قریب ہی ژندئی خوڑ تھا۔ اس دستے کو بھی حاجی صاحب براہ راست کنٹرول کر رہے تھے۔ منصوبہ یہ تھا کہ یہ دستہ تنگی کے جنوب کی طرف مردان ملاکنڈ روڈ پر قبضہ کر کے انگریزی فوجوں کی پیش قدمی کو روکے۔ مجاہدین کا یہ لشکر مقامی اضلاع کے اندرونی حصہ میں پہنچ چکا تھا۔ اور تنگی اور اس کے گرد و نواح کے علاقے پر کنٹرول حاصل کر لیا گیا تھا۔

حاجی صاحب نے موسیٰ خیل قبیلے سے کہا کہ وہ جہاد میں شامل ہو کر اسلامی اخوت کا ساتھ دیں۔ موسیٰ خیل قبیلے کے لوگ جہاد کے اس حکم پر لبیک کہتے ہوئے مسلح ہو کر حاجی صاحب کی قیادت میں جہاد کے لئے حاجی صاحب کے پاس پہنچے۔ ادھر جوں جوں مجاہدین کا زور بڑھتا جاتا تھا انگریز اس زور کو توڑنے کے لئے اپنے اسلحہ کا سہارا لے رہے تھے۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۰ء کو حکومت نے فیصلہ کیا کہ حاجی صاحب کے مرکز غازی آباد کو بمباری سے تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اور حاجی صاحب کے اہل و عیال کو بمباری کا نشانہ بنایا جائے تاکہ حاجی صاحب اپنے اہل و عیال کی فکر میں واپس غازی آباد چلے جائیں اور مجاہدین کا لشکر منتشر ہو جائے۔ اس پروگرام کے تحت انگریزوں نے غازی آباد پر بمباری کی۔ حاجی صاحب کے گھروں کو بموں کا نشانہ بنایا گیا مگر خدا کی شان دیکھئے کہ انگریزوں نے اپنے سکواڈرن لیڈر کی رپورٹ میں اس کا اظہار کیا کہ حاجی صاحب کے اہل خانہ ہوائی

۱۔ انڈین گروپ اپریشن آرڈر ۳ کاپی ۶ فائل ۴۲۵ بنڈل ۱۸ ڈی سی ریکارڈ پشاور کا گزٹ

جہازوں کی بمباری کے دوران اپنے گھروں سے نکل کر پہاڑوں کی غاروں میں چلے گئے ان کے گھر تو تباہ و برباد کر دیئے گئے مگر ان کے اہل خانہ تمام کے تمام باوجود سخت بمباری کے بچ گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہوائی بمباری سے بچنے کے لئے پہلے سے پناہ گاہیں تیار کی جا چکی تھیں[1]۔

۲ جون ۱۹۳۰ء کو ملاکنڈ سے مزید مہمند مجاہد حاجی صاحب کے لشکر میں آن ملے اور انہوں انگریز فوجوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ ملاکنڈ کا تمام علاقہ توپوں، مشین گنوں اور ہوائی بمباری سے تیرہ و تار بنا ہوا تھا۔ فضا بارود کے اثرات سے کثرت سے متاثر ہو چکی تھی۔ ۲ جون کو ہوائی بمباری صرف چند گھنٹوں کے لئے ملتوی کی گئی۔

آفریدی مجاہدین کا پشاور پر حملہ

حاجی صاحب ترنگ زئی کے پیغام جہاد پر لبیک کہتے ہوئے آفریدی مجاہدین نے قصہ خوانی بازار میں نہتے شہریوں پر انگریزوں کے بے پناہ ظلم اور تمام سرحد میں عوام پر بے پناہ تشدد کا انتقام لینے کے لئے ۴ اور ۵ جون ۱۹۳۰ء کی درمیانی رات کو منظم اور مسلح ہو کر پشاور پر حملہ کیا۔ آفریدی مجاہدین کا لشکر خلیل اور لوئر مہمندوں کے علاقے میں پہنچا تو ان علاقوں کے لوگوں نے ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا انہیں رات کا کھانا کھلایا اور اس کے ساتھ ساتھ ان مجاہدین کو پشاور شہر اور فوجی نقل و حرکت اور اہم مقامات کی نشاندہی کی[2]۔ حکومت کو جب ان مجاہدین کی پیش قدمی کا پتہ چلا تو پشاور کے ارد گرد دریائے باڑہ اور خلیل مہمندوں کے علاقوں میں فوجی دستے بھیجے اور پشاور شہر اور صدر کے علاقے کو مکمل حفاظتی گھیرے میں لے لیا۔ مجاہدین نے جب فوجی دستوں کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھا تو ان پر فائرنگ شروع کر دی جس سے کئی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ان فوجی دستوں کو زبردست شکست دیکر پشاور شہر اور چھاؤنی کی طرف واپس دھکیلنے پر مجبور کر دیا۔ جب انگریزی حکام کو مجاہدین کی پیش قدمی کا خطرہ محسوس ہوا تو فوری طور پر مجاہدین پر ہوائی جہازوں سے بمباری شروع کرا دی گئی[3]۔ اس بمباری سے کئی دیہاتی شہید ہوئے۔ کئی گھروں کو آگ لگی۔ کئی مویشی ہلاک ہوئے، مجاہدین

۱۔ ڈی سی رپورٹ ص۵۵ فائل ۴۱۵ ۱۴ جون ۱۹۳۰ء پشاور آرکائیو

۲۔ 〃 〃 〃 ص۵۷ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ہوائی بمباری کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ مجبوراً ۲۰ جون کی رات کو ہی کھجوری کے میدان کی طرف پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔

اتمان خیل لشکر کی آمد

حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انبار کے علاقے کے تقریباً دو ہزار نوجوانوں کا ایک لشکر ہاتھوں میں علم جہاد بلند کئے ہوئے اللہ اکبر کے نعروں سے فضا میں جوش و خروش پیدا کرتے ہوئے اباز ئی دریا کو رسیوں کے ذریعے عبور کرتے ہوئے پلئی کے میدان کی طرف بڑھے اس لشکر نے خوڑ کے مقام پر جا کر کیمپ لگایا ۱۸ جون ۱۹۳۰ء تک یہ لشکر اسی میدان میں ڈٹا رہا یہ لشکر ننگی اور ارد گرد کے مجاہدین کے جتھوں کی انتظار میں تھا تاکہ مجاہدین کثیر تعداد میں جمع ہو کر پشاور کی طرف بڑھیں اس لشکر کو ننگی اور اس کے گرد و نواح کے گھروں سے پکا پکایا کھانا لوگ پہنچاتے رہے۔ مجاہدین کے اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک پلاٹون بھیجی گئی یہ پلاٹون توپوں اور مشین گنوں سے مسلح تھی۔ ۱۹ جون ۱۹۳۰ء کو اتمان خیل مجاہدین اور انگریزوں کی فوجوں کا پلئی خوڑ کے میدان میں زبردست مقابلہ ہوا۔ مجاہدین نے انتہائی جرأت اور بہادری سے مقابلہ کیا مگر توپوں اور مشین گنوں سے مسلح ایک کثیر فوج کا مقابلہ دو ہزار مجاہدین آخر کہاں تک کرتے۔ کئی مجاہد شہید ہوئے اور باقی جو بچ گئے وہ اسلحہ کی کمی کی وجہ سے واپس قبائلی علاقے کی طرف چلے گئے مگر ایک بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ مجاہدین ہر محاذ پر اس وقت تک فوجوں کا مقابلہ کرتے تھے جب تک ان کے پاس کارتوس اور گولہ بارود ہوتا تھا جب یہ چیزیں ختم ہو جاتیں تو انہیں مجبوراً واپس ہونا پڑتا۔

انگریز حکام کی نئی چال

حکومت نے جب دیکھا کہ مجاہدین اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے دوبارہ میدان جہاد میں نکلیں گے تو اس نے یہ چال چلی کہ چند اپنے حامی قبائلیوں میں سے تقریباً پانچ سو آدمیوں کا ایک جتھا تیار کر کے اسے ہتھیاروں سے مسلح کیا۔

اور پولیٹیکل ایجنٹ ملاکنڈ کی قیادت میں اس جتھے کو ۱۳ر جولائی ۱۹۳۰ء کو ملاکنڈ کے نیچے گاؤں میں بھیجا اور رانمان خیل اور انیار کے علاقے والوں کو متنبہہ کیا کہ اگر انھوں نے دوبارہ انگریزی فوج پر یا انگریزی علاقے پر لشکرکشی کی کوشش کی تو ان کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کی جائے گی اس کے ساتھ ہی ملاکنڈ کے نیچے سب گاؤں والوں کو وارننگ دی گئی کہ وہ انگریزوں کے مخالف کسی بھی لشکر کو اپنے علاقے سے نہ گذرنے دیں اگر ایسا کبھی ہوا تو ان گاؤں کو بمباری کرکے تباہ و برباد کردیا جائے گا۔[1]

۱۵ر جولائی کو حکومت نے پھر ملاکنڈ کے گاؤں پر بمباری کا حکم دیا جس سے سینکڑوں مویشی اور بکریاں ہلاک ہوئیں۔ حکومت نے اس وحشیانہ بمباری کے نتیجے میں اپنے گناہوں اور ظلم کو چھپاتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ اس بمباری سے تین آدمی اور چار گائیں ہلاک ہوئیں اور ایک آدمی زخمی ہوا، نیز ایک آدمی مردہ بم اٹھا کر گھر لے گیا وہاں جاکر اسے کھولنے لگا تو وہ بم پھٹ گیا جس سے سات گھر تباہ ہوئے اور کئی آدمی ہلاک ہوئے۔

۲۳ر جولائی ۱۹۳۰ء کو حاجی صاحب نے فقیر علی نگار کی قیادت دو ہزار باجوڑی اور مہمند مجاہدین کا ایک لشکر عمر خیل کے گاؤں بھیجا۔ ابھی یہ لشکر حملہ کرنے کی اپنی ابتدائی تیاریوں میں مصروف تھا کہ حکومت نے عمر خیل گاؤں کے لوگوں کو وارننگ دی کہ وہ مجاہدین کو اپنے گاؤں سے نکال دیں ورنہ ان کے گاؤں کو ہوائی جہازوں کی بمباری سے تباہ کردیا جائے گا۔ حاجی صاحب کو جب اس وارننگ کا پتہ چلا تو آپ نے لشکر کو واپس ہٹنے کا حکم دیا تاکہ ہوائی بمباری سے گاؤں کے بچے، بوڑھے عورتیں اور مال مویشی ہلاک ہونے سے بچ جائیں۔ اس سلسلے میں بھی حکومت کے حامی سردار قدم قدم پر حکومت کی مدد کرتے رہے جس کے صلے میں چیف کمشنر پشاور نے اپنے ان حامی اور مددگار سرداروں کے وظیفوں کی رقم میں دگنا اضافہ کیا اور ان کی خدمات کو بہت ہی زیادہ سراہا گیا بلکہ موسیٰ خیل کے، ان افراد نے جو حکومت کے انتہائی خیرخواہ تھے حکومت سے درخواست کی کہ بائیزئی قبیلے کو بھی حکومت اپنے کنٹرول میں لے کر ان قبیلے کے سرداروں کے وظائف مقرر

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ص۱۳۱ فائل ۳۱۴ بنڈل ۱۱ پشاور آرکائیو

کئے جائیں۔ انہی لوگوں نے حکومت سے درخواست کی کہ کرٹپہ سے نحقی درے تک ایک پختہ سڑک تعمیر کی جائے تاکہ اس سڑک کے ذریعے انگریز سرکار کے مفاد کا تحفظ ہو سکے۔[1]

باوجود اس کے کہ انگریز پوری حکمت عملی سے کام لیکر حاجی صاحب کی تحریک جہاد کو ناکام بنانے میں مصروف تھے کہیں بعض قبائلیوں کو دولت کے انبار دے کر حاجی صاحب کے خلاف کیا جارہا تھا اور کہیں یہ کوشش کی جارہی تھی کہ حاجی صاحب کو کسی ذریعے سے ختم کیا جائے تاکہ جہاد کے اس سلسلے کا ہی خاتمہ کیا جا سکے۔ حکومت کی ان سازشوں سے جب جہاد کی تحریک میں کچھ سستی سی پیدا ہو گئی۔ تو حاجی صاحب اپنے پیرو مرشد حضرت نجم الدین بڈے صاحب کی زیارت پر تشریف لے گئے تاکہ وہاں تمام قبائل کا ایک جرگہ منعقد کر کے تحریک جہاد میں گرمی پیدا کرنے اور انگریزوں کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کی تدابیر پر غور وخوض کیا جا سکے۔ اس جرگے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہوائی جہازوں کی بمباری، انگریزوں کی فوجی طاقت اور انگریزوں کے اسلحہ اور گولہ بارود کے ذخائر کے پیش نظر مجاہدین کے پاس وافر اسلحہ اور کارتوسوں کا ہونا ضروری ہے لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ سب سے پہلے اسلحہ اور کارتوس اکھٹے کئے جائیں اس مقصد کے لئے حاجی صاحب نے گاؤں گاؤں اور ہر گھر جانے کا پروگرام بنایا اور لوگوں سے کہا کہ وہ بھی پھیل جائیں اور جہاں بھی کہیں اسلحہ اور کارتوس ملے وہ اسلحہ اور کارتوس مجاہدین تک پہنچائیں۔ نیز جو لوگ ابھی تک مجاہدین کے لشکر میں شامل نہیں ہوئے انہیں اسلحہ سمیت مجاہدین کے لشکر میں شامل ہونے کی ترغیب دی جائے۔[2]

اس منصوبے کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب نے تیراہ درہ آدم خیل ہنگو اور جمرود کے علاقوں کے آفریدیوں کو پیغامات بھجوائے کہ وہ پوری طرح مسلح ہو کر میدان جہاد میں کود پڑیں تاکہ ہم اپنے مشترکہ دشمن کو عبرتناک شکست دے سکیں۔ حاجی صاحب نے مجاہدین سے کہا کہ اب چونکہ رمضان کا مہینہ ہے اس لئے آپ لوگ روزے رکھیں۔ نمازیں پڑھیں رمضان کے مقدس مہینے میں اپنے مذہبی فرائض ادا کریں۔ میں بھی بڈے صاحب کی زیارت

۱۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ۱۴ء فائل ۲۱۴ پشاور آرکائیو۔ ۲۔ قلمی ڈائری از قاری عبدالمستعان ص ۳۸۷

پر جاتا ہوں تاکہ رمضان کا مہینہ حسب موافق چلہ کشی میں وہاں گذار دوں۔ لہٰذا عید کے بعد دوسرے دن تمام مجاہد پوری طرح مسلح ہو کر میدان عمل میں کود پڑیں اور جہاد کے پرچم کے نیچے متحد ہو جائیں اور انگریزی فوجوں پر ٹوٹ پڑیں۔

نئی کوشش

حاجی صاحب کا معمول تھا کہ وہ رمضان کا مہینہ عبادت وریاضت میں گذارتے تھے چنانچہ یہ رمضان بھی آپ نے اڈہ صاحب کی زیارت پر عبادت وریاضت میں گذارا عید کے بعد آپ نے جہاد کے لئے نئے سرے سے مہم کا آغاز کیا ان کے دل میں آزادی کے لئے کتنی تڑپ تھی۔ وہ ایک ایک پل کس طرح آزادی کے لئے جدوجہد میں گذارتے تھے انہوں نے آزادی کی عملی جنگ کو کامیاب بنانے کے لئے کیا کیا جتن کئے اس کا اندازہ اس سرکاری رپورٹ سے لگائیں جس میں لکھا ہے۔

"حاجی ترنگ زئی کبھی بھی خاموش نہ بیٹھا وہ ایک دفعہ پھر گھر گھر پہنچا اور اس نے ہر گھر میں جا کر اس گھر کے مکینوں کو خدا کے راستے میں جہاد کے لئے درخواست کی اور کہا کہ خدا کے راستے میں جہاد کے لئے نکلو تاکہ تم آزادی کی نعمت حاصل کر سکو[1]"

انگریزوں نے بعض غریب لوگوں کو روپے کا لالچ دیکر ایک مقامی فوج قائم کر لی تھی اس فوج کے سپاہی کو خاصہ دار کہا جاتا تھا۔ لوگ ان خاصہ داروں سے بے حد متنفر تھے برطانوی مقبوضہ علاقے کے لوگ خاص کر چارسدہ اور پشاور کے لوگ خاصہ داروں کو سخت نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے انہیں لوگ کافر کہتے تھے اگر ان میں سے کوئی مر جاتا تو مولوی صاحب اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیتے ہیں[2]۔"

مگر حکومت ان کی خدمات کو اس قدر سراہتی تھی کہ انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا کیونکہ ان خاصہ داروں نے حکومت کی خدمت انتہائی وفاداری سے

۱۔ مہمند پولٹیکل رپورٹ ص۲۰ مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۳۱ء فائل ۱۴/۳۱۴ پشاور آرکائیو

۲۔ پولٹیکل رپورٹ آرمڈ فورسز فائل ۱۴/۳۱۴ پارٹ III ص۲۰ پشاور آرکائیو۔

سرانجام دی۔ ان خاصہ داروں نے مجاہدین کے لشکر کو پہنچائے جانے والے رسد کا سلسلہ منقطع کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے مجاہدین کے لشکر پر اندھا دھند فائرنگ کر کے مجاہدین کی پیش قدمی کو روکنے میں اہم خدمات سرانجام دیں۔ گندھاب میں جب حاجی صاحب کا لشکر خیمہ زن ہوا تو ان خاصہ داروں نے اور حکومت کے وظیفہ خوروں نے انتہائی اہم فرض ادا کر کے مجاہدین کے لشکر کو ناکام واپس لوٹنے پر مجبور کیا۔ ان خاصہ داروں نے نخقی اور کرڑپہ کے دروں میں مورچے تعمیر کئے[1]"

حاجی صاحب کے گھر پر بمباری

۱۹۳۱ء میں انگریزی حکام نے سرحد کے سیاسی لیڈروں کو گرفتار کیا اور پولیس نے ان کے گھروں میں داخل ہو کر تلاشیاں لیں۔ ان تلاشیوں میں خواتین کی بے حرمتی کی گئی جب اس ظلم و تشدد گرفتاریوں اور گھر گھر کی تلاشیوں کا حاجی صاحب کو پتہ چلا تو اس خبر نے حاجی صاحب کو بہت ہی پریشان کیا اور انہوں نے اپنے ہم وطنوں پر کئے گئے تشدد کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں حاجی صاحب کے راستے میں پھر وہی انگریزی وظیفہ خور اور مراعات یافتہ افراد آڑے آرہے تھے جن کی وجہ سے حاجی صاحب انگریزوں کے خلاف منظم طریقے سے جہاد کے لئے بار بار ناکام ہو رہے تھے لہٰذا حاجی صاحب نے فیصلہ کیا کہ انگریزوں سے نمٹنے سے پہلے ان کے وظیفہ خوروں کا قلع قمع کیا جائے تاکہ آزادی کی جدوجہد میں کسی قسم کی رکاوٹ کے بغیر پیش قدمی کی جاسکے چنانچہ حاجی صاحب نے ایک عظیم لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں صافی مہمند اور کدہ خیل مہمند کے نوجوان شامل تھے۔ اس لشکر میں علی نگار نغفر اور بادشاہ گل فضل اکبر اور محاصل خان کا بیٹا بھی شامل تھا۔ یہ لشکر سب سے پہلے گندھاب پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو انگریزوں کی سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں کہا کہ وہ روپے اور دولت کی لالچ میں آکر اپنے ضمیر کو فروخت نہ کریں اور جو لوگ انگریزوں سے وظیفے لے رہے ہیں یا جن لوگوں نے انگریزوں کی مدد کے لئے اپنے آدمیوں کو بطور خاصہ دار بھرتی کر رکھا ہے۔

۱۔ پولیٹیکل رپورٹ ص ۲۰ فائل ۳۱۴ بنڈل ۱۱ پشاور آرکائیو۔

وہ وظیفہ لینے سے انکار کردیں اور خاصہ داری کی پوسٹ سے دستبردار ہو جائیں حاجی صاحب کی نصیحتوں کا یہ اثر ہوا کہ حلیمزئی قبیلے کے لوگوں نے انگریزوں سے وظیفہ نہ لینے کا فیصلہ کیا اور جو لوگ خاصہ دار تھے انہوں نے انگریز حکومت کے لئے کسی قسم کی خدمات سرانجام دینے سے انکار کرنے کا اعلان کر دیا مجاہدین نے ان چند افراد کے گھروں کو نذر آتش کیا جنہوں نے انگریزوں کی حمایت سے دستبردار نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ ان گھروں کو آگ لگانے کا مقصد یہ تھا کہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں اور انگریزوں سے کسی قسم کی مراعات حاصل نہ کریں تاکہ قومی مفاد کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔

حاجی صاحب گندھاب کے لوگوں سے مطمئن ہو کر واپس غازی آباد گئے تاکہ وہاں سے پوری طرح مجاہدین تیار ہو کر آئیں۔ اور انگریز فوجوں کا بھرپور قوت کے ساتھ مقابلہ کرسکیں۔ حاجی صاحب نے بادشاہ گل فضل اکبر عملی نگار فقیر کو باجوڑ بھیجا تاکہ وہ باجوڑیوں کا لشکر تیار کر کے لائیں ان دونوں نے باجوڑ کے علاقوں میں جہاد کی فضیلت سے لوگوں کو آگاہ کیا اور انگریز حکومت کے اس ظلم وستم سے ان لوگوں کو آگاہ کیا جو وہ مقبوضہ علاقے کے لوگوں پر ڈھا رہے تھے۔ ان مظالم سے بچنے کے لئے جہاد کے پرچم کے نیچے باجوڑیوں کو متحد کرنے کی تبلیغ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باجوڑ کے ہزار دل مجاہد حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے علم جہاد بلند کرتے ہوئے متحد ہو کر میدان جہاد میں کود پڑے۔ اس لشکر کا ایک حصہ دانش کول کے علاقے میں داخل ہوا یہ لشکر جس جس گاؤں سے گذرتا جاتا تھا۔ اس گاؤں کے لوگ مجاہدین کے لشکر میں جوق در جوق شامل ہوتے جاتے تھے چنانچہ اتمان زئی داویزئی اور کمالی حلیمزئی کے جوانوں پر مشتمل، ایک عظیم لشکر جہاد کے لئے تیار ہو کر اتمان زئی کے علاقے میں داخل ہوا۔ حلیمزئی قبائل کے ان سرداروں نے جو انگریزوں کے حامی تھے انہوں نے اتمان زئی کے لشکر کو وارننگ دی کہ وہ آگے نہ بڑھے۔

۸ مارچ ۱۹۳۱ء کو باجوڑ کے مجاہدین کا لشکر پنڈیالی پہنچا جس کی قیادت حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل سوم اور بابڑہ ملا کے صاحبزادے کر رہے تھے۔ اتمان زئی کے لوگوں نے حکومت کی وارننگ کی پرواہ تک نہ کی آخر کار حکومت نے ۱۲ مارچ ۱۹۳۱ء کو پنج ڈھنڈ اور اس کے گردونواح

کے تمام گاؤں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ مجاہدین کی پیش قدمی کو روکا جاسکے۔ ۱۱ مارچ ۱۹۳۱ء کو جب مجاہدین کا ایک دستہ پنڈیالی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اس پر ہوائی جہازوں کے ذریعے وحشیانہ طور پہ بمباری کی گئی جس سے ۳۶ مجاہد شہید ہوئے۔ اور کئی مجاہد شدید زخمی ہوئے[1]۔ اس بمباری سے گاؤں کے کئی مکانات تباہ ہوئے۔ کئی بچے کئی عورتیں اور کئی بیمار فوت ہوئے اور گاؤں کے مویشی لامحدود تعداد میں ہلاک ہوئے حکومت نے اسی بمباری پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حاجی صاحب کو ہوائی جہازوں کے ذریعے پوسٹر پھینک کر یہ وارننگ دی گئی کہ اگر انہوں نے جہاد کی تحریک سے ہاتھ نہ روکا۔ اور ۱۱ مارچ ۱۹۳۱ء کی دوپہر تک جہاد نہ کرنے اور انگریزوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو ختم کرنے کا اعلان نہ کیا تو ان کے گاؤں لکاڑے (غازی آباد) کو ہوائی جہازوں کی بمباری سے تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ۱۱ مارچ کو دوپہر کے وقت غازی آباد اور اس کے ارد گرد کے علاقوں پر ہوائی جہازوں سے شدید بمباری کی گئی جس سے حاجی صاحب کی رہائشگاہ کو تباہ و برباد کر دیا گیا مگر قابل ذکر بات یہ تھی کہ اس بمباری میں حاجی صاحب کی چلہ کشی کی جگہ اور مسجد کو باوجود شدید بمباری کے کوئی نقصان نہ پہنچا البتہ ارد گرد کے علاقوں میں مال مویشی اور مجاہدین کے گھروں کو شدید نقصان پہنچا۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ مجاہدین اس شدید بمباری سے گھبرا جائیں گے۔ مگر اس بمباری کے بعد مجاہدین کے دلوں میں جہاد کے جذبے میں شدت کا اضافہ ہوا۔ اور تمام مجاہدین نے حاجی صاحب کے ہاتھ پہ بیعت جہاد کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خدا کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے اپنی جان و مال قربان کرنے سے کبھی بھی دریغ نہ کریں گے اور جب تک انگریزوں سے اس وحشیانہ بمباری اور ظلم و ستم کا انتقام نہ لیں گے وہ آرام اور چین سے نہ بیٹھیں گے۔

حاجی صاحب نے اپنے صاحبزادے بادشاہ گل اور خلفاء کو مہمندوں کے علاقوں میں بھیجا تاکہ وہ مجاہدین کا لشکر تیار کر کے پشاور پہ حملہ کریں۔ ملا باڑہ کو باجوڑ بھیجا۔ تاکہ وہ باجوڑ کے مجاہدین کو لے کر گندھاب پہنچے اور پشاور پہ چاروں طرف سے

۱۔ پولیٹیکل رپورٹ ۳۲-۱۹۳۱ء ۹ فائل ۳۱۳ بنڈل III ڈی سی ریکارڈ پشاور، ٹائپ

حملہ کرکے ایک تو انگریزوں سے اس خونین ڈرامے کا انتقام لیا جائے اور دوسرے یہ کہ انگریزوں نے جتنے سیاسی لیڈر گرفتار کئے ہیں انہیں طاقت کے ذریعے رہا کردیا جائے۔ تمام اطراف سے مجاہدین کے پہنچنے کے بعد آپ بادشاہ گل فضل اکبر اور اپنے خلیفہ نقیر آف علنگار اور بابڑہ ملّا کے بڑے بیٹے کو ساتھ لیکر مجاہدین کے ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے حلیم زئی کے علاقے سے ہوتے ہوئے حافظ کور کے مقام پر پہنچے۔ وہاں ایک رات قیام کرنے کے بعد آپ غلنئ کی طرف بڑھے تاکہ وہاں مورچہ بندی کی جاسکے۔ حاجی صاحب نے بادشاہ گل فضل اکبر کو مجاہدین کے دستوں کی قیادت کرتے ہوئے متہ مغل خیل کے مقام کی طرف روانہ کیا۔ بادشاہ گل نے وہاں پہونچ کر تلہ مار گرٹ میں مجاہدین کا ایک کیمپ لگایا اور پھر انہوں نے چارسدہ کے نوجوانوں کو ایک خفیہ پیغام بھیجا کہ مجاہدین جب پشاور پر حملہ آور ہوں تو وہ ان کی مدد کے لئے تیار رہیں۔ رمتہ مغل خیل اور کنتو زئی کے لوگوں نے مجاہدین کو کھانے اور رہائش کی سہولیات بہم پہنچائیں انگریزوں کو جب مجاہدین کی اس پیش قدمی کا علم ہوا تو فوری طور پر مجاہدین کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے خاصہ داروں کی جگہ ایف سی کے دستے کو بکھوڑں پر متعین کردیا۔ اور انہیں بھاری قسم کی مشین گنوں سے لیس کردیا گیا تاکہ وہ مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کرکے انہیں شکست دے سکیں۔ پشاور کے لوگوں نے حاجی صاحب کو اسلحہ کی خریداری کے لئے ڈیڑھ ہزار روپیہ بھی خفیہ طور پر بھیجا۔[1] انگریزوں نے اپنے سازشی عناصر کے ذریعے چند افراد کی طرف سے حاجی صاحب کو یہ کہلوایا کہ چونکہ عید قریب ہے اور ہماری فصلیں کاٹنے کے لئے تیار ہیں اس لئے ہم فی الحال انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ حاجی صاحب نے ان بعض افراد کو کہا کہ آپ لوگ عید منانے کے لئے اپنے گھروں میں جاسکتے ہیں۔ مگر میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک انگریزوں کو اس خونین ڈرامے کا عبرت ناک سبق نہ سکھالوں۔ اور سیاسی لیڈروں کو طاقت کے ذریعے رہا نہ کرالوں۔ مجاہدین کے اس جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے انگریزوں نے فیصلہ کیا کہ مجاہدین کی طاقت کو ہوائی جہازوں کی بمباری سے ختم کیا جائے تاکہ یہ پشاور

۱۔ پولیٹیکل ڈائری ۱۸ بنڈل ۲۰ فائل ۴۵۷ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

پرحملہ آور نہ ہو سکیں۔

حاجی صاحب نے فیصلہ کیا کہ وہ عید تک غلنئی میں قیام کریں اور بادشاہ گل کو کہا کہ وہ صاحب گل شہید کے مقام پر مقیم رہیں حاجی صاحب چاہتے تھے کہ انگریزوں سے پوری شدت سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک عظیم لشکر تیار کیا جاسکے اس کے لئے حاجی صاحب نے بہتر یہی سمجھا کہ عید کے بعد مہمند لوگ فارغ ہو جائیں گے اور پھر جہاد کرنے کے لئے انہیں کسی قسم کا عذر نہ ہوگا۔ لہٰذا حاجی صاحب نے بعض مجاہدین کو اپنے اپنے گھروں میں بھیج دیا اور جو واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔ وہ حاجی صاحب اور بادشاہ گل کے لشکر میں ہی ٹھہرے رہے۔ ان مجاہدین کے قیام و طعام کے لئے مقامی اضلاع کے اندرونی حصوں سے خفیہ طور پر پکا پکایا کھانا لوگ پوشیدہ راستوں سے پہنچاتے تھے[1]۔ ایف سی کے سپاہیوں نے کئی لوگوں کو مجاہدین کے لئے کھانا لے جاتے ہوئے رات کے وقت گرفتار کیا اور ان سے کھانا وغیرہ بھی چھین لیا[2]۔

اگرچہ مچا صل خان اور ملک عمر کڈہ خیل بھی اپنے اپنے قبائل کو لیکر حاجی صاحب کے پاس پہنچ چکے تھے حاجی صاحب نے انہیں بادشاہ گل کی تحویل میں دیا مگر یہ لوگ بھی عید کے لئے واپس چلے گئے تھے۔ بادشاہ گل نے خفیہ طور پر پشاور کے علاقے دوآبہ اور ہشتنگر میں لوگوں کو آمادہ کیا اور ان میں جوش و خروش پیدا کیا تاکہ وہ انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے منظم ہو کر اپنے گھروں سے نکل آئیں۔ چنانچہ جب دوآبہ اور ہشتنگر کے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ حاجی صاحب ترنگزئی پشاور پر حملہ آور ہونے والے ہیں تو انہوں نے انگریز حکومت کے لئے کئی قسم کی مشکلات پیدا کیں اور مٹانی موسیٰ خیل کے باشندوں نے اعلان کیا کہ وہ حاجی صاحب کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہوئے انگریزوں سے جو وفاداریاں ہم نے قائم کی ہیں ان کے خاتمے کا ہم اعلان کرتے ہیں اور انگریزوں کے خلاف ہر قسم کی مجاہدانہ جنگ میں ہم حاجی صاحب ترنگزئی کے شانہ بشانہ جنگ کرنا مقدس فرض سمجھتے ہیں۔

۱۔ پولٹیکل ڈائری نمبر ۱۹ فائل نمبر ۴۵ بنڈل نمبر ۲ ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔

حاجی صاحب اپنے جد اعلیٰ کے مزار اقدس پر

قاری عبدالمتعان اپنے قلمی روزنامچے میں فرماتے ہیں۔

"۱۳۵۱ھ میں سترہ تاریخ ماہ رجب کی بروز جمعرات تقریباً بارہ بجے دن کے ہمرکابی حضرت اقدس مبارک نفس عارف باللہ مجاہد فی سبیل اللہ غازی برضاء اللہ مہاجرالی اللہ مولانا ومرشدنا سید حبیب النسب سید فضل واحد صاحب قادری ونقشبندی مشرب حنفی مذہب جو ہشت نگر کے علاقے ترنگ زئی کے رہنے والے تھے محمد نادر شاہ افغان کے دارالسلطنت کابل میں موٹر میں اپنے تمام رفقاء کے ساتھ جن میں خطیب غازی آباد مولانا محمد ایوب ساکن ترنگ زئی جو خان مولوی کے نام سے مشہور تھے اور طورو کے رہنے والے تھے وہی طورو جو بخارا ثانی کہلاتا تھا۔ حاجی خلیل اللہ ابن اخوندزادہ ترنگ زئی رجا مداد بادرچی۔ گڈ ملا خادم خاص حضرت حاجی صاحب۔ عزیز اللہ جو یوسف زئی کے علاقے گدر کے خلیفہ تھے۔ اور عاجز قاری عبدالمتعان الکوزئی درانی سب روانہ ہوئے شام کو آٹھ بجے غزنی پہنچے۔ رات گورنمنٹ مہمان خانہ میں گذاری۔ صبح کے وقت جمعہ کے دن تقریباً نو بجے موٹر میں سوار ہو کر مجاہدین کا یہ قافلہ سفر کرتا ہوا تقریباً دو گھنٹے کے بعد ظہر کی نماز کے وقت مقر پہنچا۔ پہلے نماز ادا کی اور پھر شاہی مہمان خانے سے کھانا کھایا۔ حاجی صاحب ترنگزئی کے ہمرکاب گلاب شاہ گورنر قندھار بھی مقر سے روانہ ہوا۔ راستے میں نہایت ادب کے ساتھ رخصت کیا۔ تقریباً نو بجے رات کو قلات پہنچے۔ قلات میں بھی شاہی مہمان خانے میں ٹھہرے۔ صبح ۹ بجے روانہ ہوئے ظہر کی نماز کے وقت دارالاخیار منبع الانوار قندھار پہنچے اور نماز باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد تقریباً تین بجے عیدگاہ کے دروازے میں ہفتے کے دن ۱۸ رجب ۱۳۵۱ھ کو قندھار میں داخل ہوئے۔ نادرشاہ نے قندھار کے گورنر کو حکم دیدیا تھا کہ شاہی مہمانوں کا خاص خیال رکھا جائے چنانچہ حاجی صاحب کو اور ان کے تمام رفقاء کو گورنمنٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا۔ گورنر قندھار حاجی صاحب کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ خوراک اور آرام و آسائش کا خاص خیال رکھا۔

ان دنوں گل محمد خان وزیر داخلہ جو قندہار کا رئیس نظیمی بھی تھا گرشک کے دورے پر تھا۔ جو قندہار سے کافی دور بھی ہے۔ اس نے ٹیلیفون کے ذریعے قندہار کے حاکم کو اطلاع دی کہ حاجی صاحب قندہار تشریف لائے ہیں ان کا بہت ہی احترام کیا جائے کیونکہ یہ واجب التعظیم ہستی ہیں ان کی خدمات مدارات بہت اچھی طرح کی جائے ورنہ سخت جواب طلبی کی جائے گی اسی دن حاجی صاحب عصر کی نماز پڑھنے کے بعد رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خرقہ کی زیارت کرنے تشریف لے گئے۔ یہ خرقہ امیر تیمور گورگانی ۸۰۷ھ میں شام پر حملہ کرنے کے بعد وہاں سے حاصل کر کے اپنے ساتھ لایا تھا کہتے ہیں حضور نے یہ خرقہ اپنے جسم سے اتار کر حضرت عثمان غنی کے حوالے کیا تھا کہ یہ خرقہ میری طرف سے یمن کے اویس قرنی کو دیا جائے۔ جو میرا غائبانہ عاشق ہے۔

بعد میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہ خرقہ ۱۸ لاکھ ریال میں خریدا یہ خرقہ ایوبی خاندان کے کسی فرد کے پاس موجود تھا جب امیر تیمور نے ۸۰۷ھ میں جب شام پر حملہ کیا تو اس کی خدمت میں حضور کا یہ مقدس خرقہ مبارک اور دوسرے تبرکات بھی تیمور کے پاس بطور نذرانہ لائے گئے تبرکات اور یہ خرقہ امیر تیمور سمرقند لایا وہاں شاندار جگہ بنائی گئی اور اس میں یہ خرقہ اور تبرکات رکھے گئے یہ تمام متبرک اشیاء تیمور کی پشت در پشت سمرقند کے شہر میں موجود رہیں۔ جب احمد شاہ ابدالی افغانستان کا حکمران ہوا تو اس نے سمرقند اور بخارا پر حملہ کیا آخر میں یہ ظاہر کیا کہ مجھے خرقہ مبارک دیا جائے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ تاکہ یہ خرقہ میری غیور اور بہادر قوم کی تحویل میں رہے تیموری خاندان نے خرقہ اسکے حوالے کر دیا۔ یہ خرقہ تین سال تک ترکستان میں خانہ آباد کے مقام پر امانت کے طور پر رکھا گیا پھر خانہ آباد سے لاکر ایک سال کابل میں رکھا گیا ایک سال کے بعد ۱۱۸۴ھ میں قندہار پہنچایا گیا۔ جہاں ایک بڑی جامع مسجد بنائی گئی اور اس مسجد کے شمالی کونے میں ایک بلند گنبد بنایا گیا جس کے مغربی کونے میں ایک خوبصورت مزین جگہ بنائی گئی جہاں یہ تبرکات رکھے گئے تبرکات کے لئے بہت ہی قیمتی کپڑے بنائے گئے۔ اور پھر انہیں سونے کے صندوق میں رکھا گیا اس صندوق کو چندن کے بڑے صندوق میں رکھا گیا۔ اس خرقے کی زیارت کے لئے جمعرات اور جمعہ کا دن مقرر ہے۔ ان دو دنوں میں بے پناہ مخلوق ان تبرکات کو دیکھنے کے لئے آتی ہے۔ احمد شاہ ابدالی جب ۱۱۸۶ھ میں فوت ہوا تو اس گنبد کے ساتھ قدم مغرب کی طرف اسے دفن کیا گیا۔ اس گنبد میں حجرہ ہے۔ طالب علم درس تدریس میں مصروف رہتے ہیں۔

حاجی صاحب نے مع رفقاء کے ۱۸ رجب ۱۳۵۱ھ کو بروز ہفتہ عصر کے وقت نماز کے بعد خرقہ کی زیارت کی۔ قندہار کا حاکم حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک شخص داد محمد خان کو گائیڈ مقرر کیا گیا تھا۔ گنبد کے محافظ کو اطلاع دی گئی۔ حاجی صاحب فرمان شاہی بھی لائے تھے کہ اگرچہ تبرکات کے گنبد کا دروازہ جمعرات اور جمعہ کے دن کھولا جاتا ہے مگر حاجی صاحب اور ان کے رفقاء جس دن وہاں پہنچیں ان کے لئے دروازہ کھولا جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب اور ان کے رفقاء کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ ہم تمام اندر داخل ہوئے۔ یہ گنبد تقریباً ۸۴ فٹ اونچا ہے نقش و نگار سے مزین ہے گنبد کے اندرونی حصے میں سورہ یٰسین لاجوردی رنگ میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ امیر حبیب اللہ کے زمانے میں لکھی گئی ہے۔ سورہ یٰسین کے علاوہ درود تاج، آیۃ الکرسی، اسمائے الٰہی جلی حروف میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس گنبد کے تین دروازے ہیں۔ ایک جنوب کی طرف جو مسجد کی طرف ہے دوسرا دروازہ شمالی ہے جو قبرستان کی طرف ہے۔ تیسرا دروازہ مشرقی ہے جو باغ کی طرف ہے۔ فرش پر قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ گنبد کے صحن کا عرض اور طول برابر ہیں جو تقریباً ۲۰۔۲۰ گز ہر طرف ہے۔ بڑی بڑی بلوری قندیلیں اوپر سے نیچے لٹکی ہوئی ہیں۔ خرقہ کے صندوق کے چاروں طرف سونے کے شمعدان ہیں اندر ہر طرف مصنوعی خربوزے اور پھل وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ تمام چیزیں قندہاری کاریگروں کی صناعی کا بہترین نمونہ ہیں۔

جمعرات کے دن ۱۷ رجب کو نادر خان نے حاجی صاحب کے لئے ایک بڑا قیمتی پوستین تحفے کے طور پر بھیجا حاجی صاحب نے یہ پوستین کلیدار کو بطور نذرانہ دے دیا۔ شام کی نماز گنبد کی جامع مسجد میں ادا کی۔ جناب عبدالمجید ملا صاحب اور عبدالرحمن اس کے خطیب تھے حاجی صاحب نے پچاس افغانی خطیب کو بطور نذرانہ پیش کئے۔ خطیب نے بطور تبرک قبول کر کے شکریہ ادا کیا۔ عشاء کی نماز وہیں ادا کی اتوار کے دن ۱۹ رجب کو باولی قندہاری کی زیارت کو گئے جن کا نام حضرت سید حسن ابدال ہے ہم تمام موٹر میں گئے یہ قبر قندہار سے جانب شمال مغربی تقریباً تین میل کے فاصلے پر غنداب کے مقام پر ہے۔ اس زیارت کے نگران بھی درانی ہیں یہاں پہنچ کر ہم زیارت میں داخل ہوئے۔ فاتحہ پڑھی، قرآن مجید پڑھا۔ حاجی صاحب نے بہت سے روپے وہاں کے مجاہدین کو دیئے۔ دربان کو بھی کافی روپے دیئے یہی باباولی قندہاری حاجی صاحب کے جد اعلیٰ ہیں۔

ان کا نام سید حسن ابدال ہے یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے محمود غزنوی کے عہد حکومت میں گذرے ہیں۔

جب محمود غزنوی کو سومنات پر آخری حملہ کرنا پڑا تو اس حملے میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ سترہ بند کے بارہ خاندانوں کے بارہ بزرگوں کو اپنے ساتھ تبرک اور نیک شگونی کے طور پر ساتھ لے گیا۔ محمود غزنوی نے بابا ولی قندہاری سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی چلیں۔ بابا ولی قندہاری نے اپنے پوتے سید عبداللہ کو سلطان محمود کے ساتھ بھیجا ان کا یہی ایک پوتا تھا جو انہیں بہت عزیز تھا اس کے بغیر ان کے خاندان میں کوئی بھی نہ تھا۔ بابا نے سید عبداللہ کو روانگی کے وقت یہ نصیحت کی کہ اے لخت جگر سلطان محمود کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جاؤ مگر میری یہ نصیحت یاد رکھو کہ واپس نہ آنا اُدھر ہی رہنا۔

سلطان محمود کو اس بار زبردست فتح حاصل ہوئی۔ سید عبداللہ محمود کی وفات کے بعد ہشتنگر میں ترنگ زئی میں آکر آباد ہو گئے ان کی اولاد پھلی پھولی کچھ اولاد ترنگ زئی میں ہے اور کچھ اتمان زئی میں ہے اور کچھ یوسف زئی میں ہے۔ یہی سید عبداللہ صاحب "قندہاری ہشتنگر میں پیر بودلے بابا کے نام سے مشہور ہیں ان کی قبر ترنگ زئی کے گاؤں کے مغرب کی طرف ایک پہاڑی ٹیلے پر ہے۔ اس ٹیلے پر ایک بلند گنبد بھی ہے مگر ان کی قبر پر گنبد نہیں ہے۔ یہی حاجی صاحب ترنگ زئی کے جد امجد ہیں۔

بابا ولی کی زیارت کے بعد حاجی صاحب ۲۷ رجب ۱۳۵۱ھ کو شام کو کابل واپس آئے۔ شام کی نماز کابل میں ادا کی پھر کابل میں دوسری زیارتوں پہ گئے ہوئے مبارک کی بھی چھتہ بازار کی مسجد میں زیارت کی۔ انہی دنوں پیر سید جماعت علی شاہ کابل میں خود حاجی صاحب کی ملاقات کے لئے آئے اور ایک پٹو گرم چادر حاجی صاحب کو بطور نذرانہ پیش کی۔ حاجی صاحب نے یہ گرم چادر چھتہ بازار کی مسجد اور نگران زیارت کو دیدی۔ مولوی ایوب صاحب خطیب غازی آباد نے بھی اپنی واسکٹ محافظ موئے شریف کو دی اس کے چار دن کے بعد پھر دوبارہ بابا ولی قندہاری کی زیارت کو گئے اور بیشمار مجاورین کو بیشمار روپے دیئے۔ مولوی ایوب صاحب نے وہیں قرآن مجید ختم کیا۔ ایک رات وہاں بسر کی اور وہاں تمام رات قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہی۔ حاجی صاحب تمام رات حسب

معمول جاگتے رہے اور ورد وظیفے میں مصروف رہے۔ صبح ہوئی تو وہاں سے قندہار گئے اور تین دن قندہار میں رہنے کے بعد واپس کابل آ گئے۔ حاجی صاحب کابل کے دربار میں پہلے بھی نہیں گئے تھے اس بار بھی دربار میں نہیں گئے ان کا معمول تھا کہ وہ اپنے کسی معتقد کے ہاں قیام فرماتے جہاں آپ قیام کرتے وہیں درباری امرا اور حاکم وقت خود حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان کا سر خدا کے بغیر کسی کے آستانے پہ کبھی نہیں جھکا اور نہ ہی وہ خدا کی حاکمیت کے بغیر کسی کی حاکمیت کو اولیت دیتے تھے۔

بابا ولی قندہاری کا مقبرہ:۔ یہ مبارک زیارت ارغنداب میں ہے جو شہر قندہار سے تین میل بجانب غرب ہے۔ ارغنداب ایک سرسبز مقام ہے جس کے باغات اناروں کے ہیں اس باغ میں ایک ایک انار تقریباً ایک سیر کا دانہ ہے۔ ان دانوں کا رنگ حلوانی ہے بہت میٹھے۔ ترشی کم ہے یہ بہت وسیع مقام ہے۔ یہ ارغنداب احمد شاہ ابدالی کے زمانے سے بابا ولی قندہاری کی زیارت کے نام پر وقف ہے۔ اس مقام پہ جہاں زیارت ہے یا باغات ہیں ان کے مالک الکوزئی درانی ہیں جو اس پر قابض ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بابا ولی قندہاری کی کوئی اولاد وہاں نہیں ہے الکوزئی خاندان اس سیری پہ قابض ہے اب موجودہ زمانے میں معلوم ہوتا ہے کہ بابا ولی قندہاری نے الکوزئی خاندان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ یہ مقبرہ شہزادہ مرزا فرخ کا تعمیر کردہ ہے جو سلطان محمود غزنوی کا بیٹا تھا۔ بابا ولی قندہاری اصل میں بخارا کے رہنے والے تھے اور سلطان محمود غزنوی نے انہیں بہت خواہش کے ساتھ قندہار بلایا تھا زیارت کے چاروں طرف ایک خوشنما سبز رنگ کی جالی ہے۔ زیارت کا طول تقریباً ۱۲ گز ہے۔ قبر کی تعارفی تختی پشتو میں ہے۔ یہ تختی بھی مرزا شاہ رخ نے تیار کرائی ہے جو بابا ولی قندہاری کا مرید تھا۔ یہ تختی سیاہ پتھر کی ہے مگر مائل بہ سرخی ہے اس کا عرض تقریباً تین فٹ اور موٹائی چھ انچ ہے۔ اور طول تقریباً ۵ گز سے زیادہ ہے۔ یہ تختی عمودی ہے جو تقریباً ۵ گز تک لمبی ہے۔ اندازہ ہے کہ زمین میں بھی تقریباً دو گز گڑھی ہے اس تختی کو نو سو سال ہو گئے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آج بنی ہے۔ جس پتھر سے یہ تختی بنائی گئی ہے یہ پتھر وہاں آج کل نہیں ملتا۔ معلوم نہیں مرزا شاہ رخ نے یہ پتھر کہاں سے پیدا کیا تھا۔

اس تختی کے ایک طرف ۲۵ سطریں ہیں اور دوسری طرف سولہ سطریں ہیں۔ مجموعہ

دونوں کا اسم آتا ہے۔ ہر سطر کا عرض چھ اُنگل ہے۔ اور ہر سطر خوشخط لکھی ہوئی ہے۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ یہ کون سے ہاتھ ہیں جن سے یہ لکھا گیا ہے۔

قاری عبدالمستعان فرماتے ہیں کہ میں اس مضمون کو نقل کرنا چاہتا تھا مگر چونکہ حاجی صاحب وہاں صرف چار دن رہے۔ اس لئے میں نقل نہ کر سکا۔

امیر عبدالرحمٰن امیر کابل نے اس زیارت پر ایک دوسری تختی نصب کی ہے جس پر فارسی اشعار لکھے ہوئے ہیں اس تختی میں بابا ولی قندہاری کے تمام حالات درج ہیں۔

حاجی صاحب نے قندہار سے ایک پیالی کنڈے دار اور ایک رکابی شاہ مقصودی پتھر سے بنی ہوئی ۴۱ افغانی قیمت دے کر خرید ے۔ تربوز کا ایک مصنوعی پتھر پھل بھی لیا اور بابا ولی قندہاری کی قبر پہ سر کے طرف رکھ دیا تاکہ اپنے جد امجد کو یادگار پیش کرے[۱]

تختی کا درہ جو حاجی صاحب ترنگزئی کے جہاد کا آج بھی زندہ گواہ ہے

۱۔ قلمی روزنامچہ قاری عبدالمستعان ص۱۲۴

حاجی صاحب کے خلاف شدید فوجی کاروائیاں

"حاجی صاحب ترنگ زئی نے مہمندوں کے علاقے سے جہاد کا آغاز کیا تھا۔ مجاہدین کی اکثریت مہمند قبیلے پر مشتمل تھی مہمندوں نے انتہائی بہادری جرأت اور دلیری کے ساتھ جس طرح انگریزوں کا مقابلہ کیا خود انگریزوں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ جدوجہد آزادی میں مہمندوں نے دوسرے قبائل سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے مجاہدین کے خلاف جو فوجی کاروائی کی گئی اس کے متعلق حکومت ہند کی فوجی رپورٹ سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ اس رپورٹ میں فوجی کاروائی کے ساتھ ساتھ مہمندوں کے علاقوں اور مہمند قوم کے متعلق حکومت ہند نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بھی پیش کیا جاتا ہے"

مہمند:۔ مہمند ایک وسیع قبیلہ ہے جو ہند و افغانستان کی سرحد کے دونوں طرف سکونت رکھتا ہے یہ ایسے علاقے تک محدود ہے جنہیں شمال مغرب اور جنوب کی طرف سے دریائے کنہار کابل اور مشرق کی طرف سوات اور امبھار کے دریاؤں نے گھیرا ہوا ہے۔ ۱۸۹۶ء تک انگریزوں کا ان پر اثر صرف قبائل برہان خیل اور عیسٰی خیل تک محدود تھا جنہیں کچھ عرصے سے برطانوی وظیفہ ملتا تھا۔ ۱۸۹۶ء میں ایک معاہدہ طے ہوا جس میں چھ قبیلے حلیم زئی، تارک زئی، انمانزئی، داویزئی، عیسٰی خیل اور برہان خیل براہ راست حکومت ہند کی زیر نگرانی آگئے۔ اور انہیں وظیفے عطا کئے گئے یہ چھ قبیلے اعتمادی قبیلے کہلانے لگے۔

چار قبیلے تارک زئی، حلیم زئی، برہم زئی اور عیسٰی خیل جو علاقہ مہمند کے جنوب میں بستے ہیں انہیں کم طاقتور مہمند سمجھا جاتا تھا اور باقی شمالی قبائل کو طاقتور مہمند سمجھا جاتا تھا۔ ان قبائل میں سے قبیلہ صافی جو شمالی حصے کے پر قابض ہے یہ دراصل مہمندوں کا ایک طفیلی قبیلہ

اقتباسات از آنیشل ہسٹری آف اپر شمالی صوبہ سرحد حصہ سوم

تھا جو ان کی زمینوں پر کام کرتا تھا۔

صافی مہمند برائے نام خان آف ناواگئی کے زیر اختیار تھے۔ لیکن ۱۹۱۱ء میں انہوں نے بغاوت کر کے مکمل آزادی حاصل کر لی۔ گذشتہ پچاس برس میں مہمند علاقے میں گڑ بڑ بہت عام رہی۔ ۱۸۹۷ء میں پانچ چھ ہزار بائیزئی اور انمان خیل نے ہڈہ ملّا کی زیر رہنمائی گنداب وادی کی طرف پیشقدمی کی اور شبقدر پر حملہ کر دیا۔ یہاں انہیں شکست ہوئی اور انہوں نے پھر نواب دیر کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ ان کے خلاف عملی اقدام کیا گیا مہمندوں کی فیلڈ فورس نے گنداب کی طرف پیشقدمی کر کے درّہ نحقی کو عبور کیا اور بالائی مہمند علاقے میں ایک نیز مہم شروع کر دی۔ اسی دوران ملاکنڈ کی فیلڈ فورس نے باجوڑ سے ناواگئی کیطرف پیشقدمی کی، اور مہمندوں کی فیلڈ فورس کے ساتھ آملی۔

اس کے بعد وقتی طور پر امن ہو گیا لیکن ۱۹۰۳ اور ۱۹۰۷ کے درمیان پھر گڑ بڑ شروع ہو گئی اور بالائی مہمندوں کے قبیلوں کی جانب سے لاتعداد حملے ہوئے۔ یہ حملے خاص طور پر دریائے کابل کے ساتھ ریلوے کے تعمیراتی کام اور مچنی ابازئی کی حد بندی کے خلاف کئے گئے۔ ۱۹۰۸ء میں بالائی مہمندوں کا ایک بڑا لشکر ملّاؤں کی ترغیب میں آ کر حملہ آور ہوا پنڈیالی اور مختلف دوسری جگہوں پر حملے گئے گئے چنانچہ جیمز ولکاکس کی سربراہی میں تین بریگیڈ پر مشتمل ایک فوج نحقی اور کرطپہ کے دروں سے دشمنوں پر حملے کے لئے بھیجی گئی جس کے نتیجے میں ۲۴ مئی کو امباڈھیر کے مقام پر حملہ کیا گیا۔ جہاں دشمن کو بہت نقصان پہنچا ۴۰ آدمی ہلاک اور کئی زخمی ہوئے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران ۱۹۱۵ء میں پھر ملّاؤں کے کہنے پر ایک بڑے لشکر نے ضلع پشاور میں شبقدر پر حملہ کیا اور بری طرح شکست کھائی اس حملے میں ۴۰۰ آدمی ہلاک اور ایک ہزار زخمی ہوئے لیکن اسی سال کے ماہ اکتوبر میں پہاڑیوں سے ۹۰۰۰ کا ایک اور لشکر آ گیا جس کی وجہ سے مہمندوں کے علاقے میں بلاکیڈ لائن قائم کرنا پڑی۔ یہ تاروں والی لائن تھی جس میں قلعہ بند مکان تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مچنی سے ابازئی تک تھے۔ اسے اپریل ۱۹۱۶ء تک برقرار رکھا گیا۔ پھر اسے قبائل کی صلح پر اٹھا لیا گیا۔ پانچ ماہ بعد حملے شروع ہوئے اور بلاکیڈ لائن پھر ڈالی پڑی۔

جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد حالات پر امن رہے لیکن ۱۹۲۷ء میں حاجی صاحب ترنگ زئی بالائی اور زیریں مہمند علاقے میں تکلیف کا باعث بنا۔ اور بالائی مہمند سے ایک لشکر کے ساتھ زیریں

مہمند علاقے میں انگریزوں پر حملہ آور ہوا تاکہ وہ ان خوانین کو سزا دے جو حکومت کے وفادار بن کر قبائیلیوں کی آزادی کو ختم کرنا چاہتے ہیں"۔

"حاجی صاحب ترنگ زئی بالائی مہمندوں کے علاقے کے لئے اجنبی نہ تھے ۱۹۱۵ تک وہ ترنگ زئی گاؤں میں ایک عالم کی حیثیت سے تبلیغ اسلام کرتے رہے ان کا رسوخ اور احترام قبائلی علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بعض موقعوں پر انگریز حکام کو ان کے اشتعال انگیز پیروکاروں کی طرف بھی توجہ دینا پڑتی تھی۔ جون ۱۹۱۵ء میں جب ان کی عمر ۷۰ سال تھی انہوں نے اپنے تین بیٹوں کے ہمراہ "ترنگزئی" گاؤں کو چھوڑ دیا اور ملاکنڈ کے مشرق کی طرف قبائلی علاقے بنیر میں سکونت اختیار کرلی۔ بنیر میں ان کے بیٹوں نے اپنے نام تبدیل کئے اور انہیں بادشاہ گل اوّل بادشاہ گل دوم اور بادشاہ گل سوئم کہا جانے لگا۔ بنیر کے علاقے میں انہوں نے اہم مقام حاصل کرلیا تھا آخر کار تبلیغ اسلام کی وجہ سے اس علاقے کے چار ہزار باشندوں نے ضلع پشاور کے شمال مشرقی کونے رستم پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کو سخت جانی نقصان کے ساتھ انگریزوں نے پسپا کیا جب حاجی صاحب اور ان کے بیٹے واپس چلے گئے تو ہنگامہ خیزی ختم ہو گئی"۔

"اس کے بعد حاجی صاحب لکاڑے گاؤں کی طرف چلے گئے جو صافی مہمند علاقے میں واقع ہے مہمندوں کے صافی اور قندہاری قبیلوں نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ اور ایک مرحوم ملا جس کا نام گڈ ملا تھا کی جگہ ایک مسجد میں آباد کر دیا۔ اور تمام عملی مقاصد میں انہیں اپنا سربراہ بنالیا"۔

"۱۹۲۷ء کی سرگرمیوں کے دوران ان کے ساتھ ایک دوسرا مخالف رہنما فقیر شاہ بھی مل گیا۔ جو فقیر آف علی نگر کے نام سے مشہور تھا اسے باجوڑ کے قبیلوں میں بہت احترام حاصل تھا۔ فقیر آف علی نگر نے قبائل کو جہاد پر آمادہ کیا مگر اس پر حاجی صاحب خوش نہیں تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی موجودگی میں ایک رقیب رہنما سامنے آجائے ان دو افراد کی کش مکش کا یہ فائدہ نکلا کہ وقتی طور پر مہمندوں کا وہ لشکر جو وادی گندھاب کی طرف بڑھ رہا تھا اسکے بکھر جانے کا امکان پیدا ہو گیا اور یہ امید پیدا ہو گئی کہ حالات سدھر جائیں گے لیکن ان دونوں رہنماؤں میں سمجھوتہ ہو گیا اور جون ۱۹۲۷ء کے شروع کی اطلاعات سے ظاہر ہونے لگا کہ تقریباً پندرہ سو مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر مہمند بلاکیڈ لائن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ۴ جون ۱۹۲۷ء

کو پشاور کے ڈپٹی کمشنر کی درخواست پر فوج کے ایک خاص دستے کو جسے پشاور کی چھاؤنی میں تیار رہنے کا حکم دیا گیا تھا شبقدر کی طرف بڑھنے کا حکم ملا تاکہ وہ سول افواج کی مدد کر سکے۔ اس دستے کی ترتیب یوں تھی۔ آرمڈ کور کمپنی کا سیکشن ۱۲ ماؤنٹین بیٹری اور شاہی توپ خانے کا دستہ ۱/۵۲ ایم جی پلاٹون کا ذیلی دستہ، راجپوتانہ رائفل کا ۲/۵ حصہ اور فیلڈ کمپنی کا چھوٹا گروپ اور اس کے ساتھ ہی سرنگیں بچھانے اور فیلڈ ایمبولینس کا ایک ایک سیکشن بھی روانہ کیا گیا۔ یہ دستہ اسی شام شبقدر پہنچ گیا جب کہ اس کا سازوسامان ۷ جون کو پہنچا۔ اس وقت ہماری پوزیشن یہ تھی کہ قلعہ بندی لائن کی چوکیوں پر مہمند خاصہ داروں اور دیہاتیوں کا قبضہ تھا۔ فرنٹیئر کانسٹبلری کو قلعوں کے درمیانی فاصلے پر گشت کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ باقاعدہ فوج کو مرکزی حالت میں شبقدر اور شنکر گڑھ کے قلعوں میں رکھا گیا۔ شاہی فضائیہ کے رسالپور پشاور اور کوہاٹ کے ہوائی اڈوں سے چار سکواڈرن کو بھی نادرن کمانڈ کے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف کے اختیار میں دے دیا گیا۔ ۵ جون ۱۹۲۷ء کو فضائی جاسوسی نے اطلاع دی کہ علاقہ سانگھڑ کے جنوب میں مجاہدین اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہ جنوبی سمت میں بڑھ رہے ہیں۔ مجاہدین جھنڈے اٹھائے ہوئے ہیں ۵ اور ۶ جون کی درمیانی رات کو ان مجاہدین نے قلعہ بندی کی کچھ چوکیوں پر گولیاں برسائیں ۶ جون ۱۹۲۷ء کی صبح لشکر کا کچھ حصہ ڈھنڈ کے مقام پر دیکھا گیا۔ مجاہدین کی کچھ تعداد جنوب میں گندھاب کی وادی کی طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دی۔"

"چونکہ دشمن کے گروہ نے انتظامی سرحد کو عبور کر لیا تھا اور چوکیوں پر بھی حملہ شروع کر دیا تھا اس طرح ان مجاہدین نے ایک جنگی اقدام کا ارتکاب کیا اور ان کے ارادے سرکاری حدود کے لئے ایک فوری دھمکی کی صورت اختیار کر چکے تھے ہمارا بنیادی طور پر منصوبہ یہ تھا کہ اس وقت تک انتظار کیا جائے کہ یہ قبیلے کھلے علاقوں میں آجائیں اور ہندوستان کی سرحد کو عبور کر کے اندر داخل ہو جائیں تو ان پر باقاعدہ افواج اور فضائیہ کے ذریعے حملہ کیا جائے لیکن اس منصوبے پر عمل اس لئے نہ کیا جا سکا کہ قبائلی کھلے میدان میں نہیں آئے اور جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اپنے آپ کو فوج کے حملے سے بچائے ہوئے ہیں تو پھر فضائیہ کو حکم دیدیا گیا کہ وہ حملہ کرے اس سے پہلے سول حکام نے دشمن قبیلوں کو واضح طور پر خبردار کر دیا تھا۔ ۶ جون ۱۹۲۷ء کی شام کو شاہی فضائیہ نے حملہ شروع کر دیا ۱۹ جہازوں کے ذریعے بمباری شروع کر دی گئی۔ حالات نامناسب تھے کیونکہ گرد کا طوفان آچکا تھا لیکن

دشمنوں کے دو سو آدمیوں کا ایک جمگھٹا دیکھا گیا اور ان پر بمباری کی گئی۔ دن کے وقت اس بات کی اطلاع ملی کہ حاجی صاحب ترنگ زئی اپنے مریدوں کے ہمراہ پنڈیالی کی وادی کی طرف چلے گئے۔ ۷ رجون ۱۹۲۷ء کی صبح فضائیہ کے ۱۵ جہازوں نے جاسوسی کی اور بمباری جاری رکھی گویا گندھاب کی وادی سے نحقی کے درّے اور لقم کے درّے سے پوری پنڈیالی کی وادی میں بمباری کی گئی۔ فضائیہ کی سرگرمیاں ۷ اور ۸ رجون کی درمیانی رات کو بھی جاری رہیں اس رات پنڈیالی اور گندھاب کی وادیوں میں قبائل نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ اور ۸ رجون کی صبح تک حاجی صاحب ترنگ زئی لکاڑے اور فقیر آف علی نگر نو یزئی کی طرف پسپا ہو ہو گئے۔ نتیجے کے طور پر بمباری کے بند کر دینے کے احکام جاری کر دیئے گئے اور اسی دن دوپہر کے بعد قبائلی علاقے میں جاسوسی کرنے کے لئے بھی پروازیں بند کر دی گئیں تاکہ انگریزوں کے دوست قبائل کو یہ موقع فراہم کیا جائے کہ وہ آ کر حکام کو حالات سے آگاہ کریں مزید اطلاعات نے فقیر صاحب کے لشکر کی واپسی کی تصدیق کر دی اور فوج کے دستے کو واپس پشاور بلا لیا گیا اس حملے کے دوران دشمن کا جانی نقصان ہوا۔ اسکے ۱۵ آدمی مارے گئے اور سولہ آدمی شدید زخمی ہوئے لشکر کی مکمل تعداد بارہ سو اور پندرہ سو کے درمیان بتائی جاتی ہے باقاعدہ افواج، سول فورسز، دوست مہمند یا شاہی فضائیہ کو کسی قسم کا جانی نقصان نہیں ہوا۔ اور تمام ہوائی جہاز بخیر و خوبی ہوائی اڈوں پر واپس پہنچ گئے۔ اس طرح یہ چھوٹا حملہ جلدی اور کامیابی کے ساتھ پسپا کر دیا گیا جس میں فضائیہ نے اہم کردار ادا کیا لیکن اس کے باوجود مزید امکانات کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا تھا"

"قبائلی ذرائع کے مطابق اس حملے میں لشکر کی واپسی کی دو وجوہات تھیں پہلا سبب یہ تھا کہ ان دونوں رہنماؤں کے درمیان ذاتی کش مکش سے لوگوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے اور عارضی سمجھوتے کے باوجود کامیابی کی صورت میں حالات کے بگڑنے کا خدشہ تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ پہلی ہوائی بمباری کی وجہ سے ان سربراہوں کی امیدیں متاثر ہوئیں کیونکہ یہ رات کے وقت کی گئی تھی۔ قبائلیوں نے پناہ لینے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی کیونکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ بم نہیں پھٹیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ صرف پہلے حملے کے دوران جانی نقصان ہوا اور اس کے بعد قبائلیوں نے پناہ لینے کا طریقہ سیکھ لیا۔ اگرچہ مہمندوں کے علاقے میں وزیرستان کی طرح غار موجود نہیں ہیں جہاں تک رات کی بمباری کا تعلق

ہے ان دونوں رہنماؤں نے اپنے لشکر کو یقین دلایا تھا کہ رات کے وقت اندھیرے میں ان پر حملہ نہیں کیا جا سکے گا لیکن حملے کی وجہ سے قبائلیوں کے حوصلے پست ہو گئے"۔

علاقہ مہمند میں بے چینی: "سرخ پوشوں کے ہنگاموں کی وجہ سے اور وادیٔ پشاور میں آفریدیوں کی مداخلت کی وجہ سے حالات پر قابو نہیں پایا جا سکا تھا کہ سیاسی افق پر پھر بادل نمودار ہونا شروع ہو گئے اب کی بار بے چینی علاقہ مہمند میں تھی"۔

"وہ ہنگامے جو جولائی ۱۹۳۳ء کے آخر میں ہوئے ان کی بنیاد کافی عرصے سے بالائی اور زیریں مہمندوں کے درمیان باہمی تعصب تھا۔ ان دونوں زیریں مہمندوں میں اہم قبیلے حلیم زئی، تارک زئی اور برہان خیل تھے یہ قبیلے حکومت ہند سے باقاعدہ وظائف لیے رہے تھے جن میں خاصہ داری اور قبائلی پولیس کی تنخواہوں کی ادائیگی بھی تھی۔ اپر مہمند جن کے بڑے قبائل بادیزئی، صافی اور قندہاری تھے وہ نہ تو حکومت ہند سے وظیفے لیتے تھے اور نہ ہی حکومت افغانستان کے زیر اثر تھے برطانوی حکومت اور حکومت افغانستان نے جب اپنے اپنے علاقوں کی حد بندی کر لی تو اس سے حالات زیادہ پیچیدہ ہو گئے۔ بین الاقوامی سرحد جو مہمندوں کے قبائلی علاقے میں سے گذر رہی تھی اس سرحد کی اس علاقے میں اس سے پہلے کبھی بھی حد بندی نہیں کی گئی تھی یہ ایک ایسی سرحد تھی جو دونوں حکومتوں کے دائرہ اختیار کا تعین کرتی تھی اور اسے مجوزہ سرحد کا نام دیا گیا تھا اس سرحد کی دوسری طرف برطانوی دستوں یا فضائیہ کی کاروائیوں کو اجازت نہ تھی یہ سرحد بالائی مہمندوں کے علاقے میں شمال کی جانب کڑپکے درے میں سے گذرتی تھی اور اس طرح یہ اس علاقے میں یاسٹرزئی اور خویزئی قبائل کو صافی قندہاری اور برہان خیل مہمندوں سے جدا کرتی تھی۔ گویا اس حد بندی سے موخر الذکر قبائل برطانوی ہند کے باشندے اور مقدم الذکر افغانی باشندے تسلیم کئے جا چکے تھے"۔[۱]

۱۔ آفیشل ہسٹری آف آپریشن صوبہ سرحد حصہ سوم ص۴۲

وادی گندھاب میں وسیع سلسلہ جہاد[ا]

"۱۰ راگست ۱۹۳۲ء کو جب مجاہدین کا لشکر نحقی اور کرڑپہ کے دروں میں اپنی پوزیشن مستحکم کر رہا تھا تو انگریز فوجیوں کا ایک دستہ مجاہدین کو نظر آیا۔ مجاہدین نے اس دستے پر فائرنگ شروع کی تاکہ وہ اپنے مورچے نہ بنا سکیں۔ حلیم زئی قبائل کے چند لوگ جو انگریزوں کی مدد اور مجاہدین کے راستے میں رکاوٹ کا باعث بنے ہوئے تھے۔ مجاہدین نے ان کی اس انگریز دوستی کی بنا پر ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔ ان گھروں میں انگریز فوجیوں نے پناہ لے رکھی تھی۔

۱۲ راگست ۱۹۳۲ء کو انگریز فوجی دستے کرڑپہ کے درے کی طرف بڑھے تاکہ مجاہدین کو تتر بتر کر سکیں۔ ۲۵۰ مجاہدین کے ایک دستے نے ان فوجیوں کا کرڑپہ کے درے میں مقابلہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مجاہدین نے انگریز فوجیوں کا بے جگری سے مقابلہ کیا۔ مجاہدین کے دو آدمی شہید اور دس زخمی ہوئے جب کہ انگریز فوجیوں میں سے دس ہلاک اور تقریباً ۵۰ کے قریب زخمی ہوئے ہلاک ہونے والے فوجیوں میں سے ایک کرنل بھی شدید زخمی ہوا۔ لڑائی مسلسل جاری رہی۔ انگریزوں نے جب دیکھا کہ مجاہدین کا پلہ انتہائی بھاری ہے۔ اور ان کے ساتھ مقابلہ مشکل ہے تو مجاہدین کی سرگرمیوں کے مرکزی علاقے کا کنٹرول ضلع پشاور کے فوجی کمانڈر کے حوالے کر دیا اور پشاور کے فوجی کمانڈر نے مرکزی علاقے کا کنٹرول مہمند دستے کے کمانڈر کے حوالے کر دیا۔

۱۶ راگست ۱۹۳۲ء کو کرڑپہ اور خزانہ سار کے ایک وسیع علاقے میں فوجیوں نے ایک لمبے محاذ پر مورچہ بندی کر کے مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی۔ مجاہدین کے ایک دستے نے جس میں کل تین سو مجاہد تھے۔ انگریز فوجیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں کئی انگریز فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار ا گیا۔ اور بے شمار زخمی ہوئے۔ مجاہدین کو اس لڑائی میں بہت کم نقصان اٹھانا پڑا۔ میدانی فوجوں نے مجاہدین کے مقابلے میں ہمت ہار دی تو ہوائی بمباری کے لئے منصوبہ بنایا گیا۔ انگریزوں کی یہ کوشش تھی کہ جس طرح بھی ہو نحقی اور کرڑپہ کے دروں سے مجاہدین کو ختم کیا جائے۔ یہی وہ علاقے تھے جن میں اپر مہمند قبائل حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں انگریزی فوج اور انگریزوں کے حواری اور وظیفہ خور قبائل کا مقابلہ کر رہے تھے۔ انگریزوں نے مجاہدین کا قلع قمع کرنے کے لئے سیاسی چالیں چلیں جنگی حربے اختیار کئے مگر انہیں کامیابی کا شائبہ تک نظر نہیں آرہا تھا۔ بائیزئی اور خویزئی قبائل کا لشکر کچھ تو انگریزی

ا۔ اقتباسات از ملٹری اپریشن صوبہ سرحد حصہ دوئم

سلطنت کی حدود میں تھا اور کچھ افغانستان کی حدود میں تھا۔ افغان گورنمنٹ یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ انگریز افغان حکومت کی حدود کے اندر مجاہدین پر بمباری کریں۔ اس خیال کو مدِنظر رکھتے ہوئے انگریزوں نے نخقی اور کرڑپہ کے دڑوں اور ارد گرد کے دیہات پر ہوائی جہازوں سے اشتہار پھینک کر وارننگ دی کہ مجاہدین انگریزی لشکر کے سامنے ہتھیار پھینک دیں ورنہ کما لیہ اور نخقی کے گاؤں پر بمباری کر کے انہیں تہس نہس کر دیا جائے گا ان اشتہاروں میں قبائلی علاقوں کے تمام لوگوں کو متنبہ کیا گیا تھا کہ انگریزوں کی مخالفت کرنے والے مجاہدین جس علاقے میں بھی نظر آئیں گے تو اس گاؤں کو بھی بمباری سے اڑا دیا جائے گا۔"

"حلیم زئی قبائل نے جب یہ دیکھا کہ ہوائی بمباری کی وجہ سے ہمارے علاقے بھی زد میں آجائیں گے تو ان کے ایک ملک امیر خان نے اپر مہمند قبائل کا ایک جرگہ نخقی میں بلایا۔ ملک امیر نے اپر مہمند قبائل کو یقین دلایا کہ وہ انگریز فوجیوں کو اس صورت میں پیچھے ہٹانے کی ضمانت دینے پر تیار ہے کہ ہمیں یقین دلایا جائے کہ اپر مہمند قبائل کے مجاہدین بھی حلیم زئی علاقے سے پیچھے ہٹ جائیں چنانچہ مجاہدین نے بھی اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے کے لئے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے یہ شرط قبول کر لی اور ۱۹ راگست ۱۹۳۲ء کو مجاہدین کا لشکر جرگے کے فیصلے کے مطابق پیچھے ہٹ گیا۔ مجاہدین نے جرگے میں پیچھے ہٹنے پر مصلحت کے طور پر اس لئے رضامندی ظاہر کی تھی تاکہ ہوائی بمباری سے گاؤں کے بچے، بوڑھے، عورتیں بمباری کی زد سے محفوظ رہ سکیں۔"

"باوجود اس کے کہ مجاہدین نے جرگے میں اپنے لشکر کو پیچھے ہٹانے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی مگر انگریزوں نے ملک امیر کے اصرار اور یقین دہانیوں کے باوجود اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹانے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ جب تک حاجی صاحب ترنگزئی اور ان کے ماتحت مجاہدین کے کمانڈر باقاعدہ انگریزوں کے خلاف جہاد نہ کرنے کا اعلان نہ کریں گے، اس وقت تک ہماری فوجیں باقاعدہ اپنے اپنے مورچوں پر ڈٹی رہیں گی اور مجاہدین کے ساتھ مسلسل برسرِ پیکار رہیں گی۔"

"انگریزوں نے ہوائی جہازوں کے ذریعے مہمند علاقے پر نیپام بم برسا کر جگہ جگہ آگ لگائی، پینے کے پانی کے تالابوں اور جوہڑوں اور چشموں میں زہریلے بم گرائے تاکہ علاقہ کے لوگ اور ان کے مویشی ہلاک ہو جائیں۔ اس کے بعد وسیع فوجی کارروائیوں کا آغاز ہوا۔"

چنانچہ جنرل آفیسر کمانڈنگ اِن چیف نار درن کمانڈ اور ضلع پشاور کے کمانڈر کے نام کمانڈر انچیف کی طرف سے ہدایات جاری ہوئیں۔ کمانڈر انچیف کی جانب سے شمالی کمانڈ کے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف کو فوجی کاروائی کے تمام اختیارات حوالے کئے گئے جس نے یہ اختیارات ضلع پشاور کے کمانڈر کو منتقل کر دیئے۔ اختیارات کی منتقلی کے ذریعے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر وہ فضائیہ کو طلب کر سکتے ہیں۔ لیکن فوجی کمانڈر کے ماتحت فضائیہ نہیں رکھی گئی تھی۔ اس نقطے پر جی او سی انچیف نار درن کمانڈر نے احتجاج کیا کہ ایسی فوجی کاروائی میں فضائیہ کو اس کے دائرہ اختیار میں دیا جائے یا اسے اس مہم کے کمانڈر کے حوالے کر دیا جائے۔"

"ایک دوسری ہدایت کے ذریعے شمالی کمانڈ کے جی او سی انچیف کو بتایا گیا کہ حکومت برطانیہ کا یہ کوئی ارادہ نہیں کہ وہ حلیمزئی کے علاقے پر انتظامی سرحد کی حدود سے زیادہ مستقل قبضہ کرے اور یہ بھی بتایا گیا کہ حکومت کی ساری کاروائی زمینی اور فضائی طور پر مجوزہ سرحد کے صرف مشرقی علاقے تک سختی سے محدود کر دی جائے۔ اس ضمن میں حکومت کی پالیسی اور اس کی کاروائی کا خاکہ کچھ اس طرح تھا۔

(ا) پشاور کے بریگیڈ کو سب سے پہلے غلانئی جانا تھا۔ جہاں اس نے حلیمزئی قبائل کی مدد کرنا تھا (ب) نوشہرہ بریگیڈ کو یہ حکم ملا کہ وہ پشاور بریگیڈ کی وادی گندھاب میں جا کر مدد کرے (ج) راولپنڈی کی سیکنڈ انفنٹری بریگیڈ کو حکم دیا گیا کہ وہ ضلع پشاور میں داخل ہو کر پشاور اور نوشہرہ کی چھاؤنیوں کا انتظام سنبھال لے۔ (د) ایک مشترکہ فورس کے ذریعے مہمندوں کی قلعہ بندی لائن کو قبضے میں کرنے کا حکم دیدیا گیا (۲) ضلع پشاور کے کمانڈر کو حکم دیا گیا کہ ہندوستان کے ہیڈ کوارٹر کے شاہی فضائیہ کے گروپ کے ساتھ عام فضائی مدد کے لئے رابطہ قائم کرے ...... نیز اسے یہ اختیار بھی دیا گیا کہ وہ پشاور بریگیڈ یا مہمند بلاکیڈ لائن فورس کے کمانڈروں کو بھی یہ اختیار سپرد کر سکتی ہے۔ (۳) ایک راستہ تعمیر کرنے کا خاکہ بنایا گیا جس پر ملٹری ٹریفک کی آمد و رفت کا انتظام ہو سکے۔ یہ راستہ پیر قلعہ سے ابازئی مچنی اور وادی گندھاب میں غلانئی کی حدود تک تعمیر کرنا تھا۔"

مہمند دستے کے اجتماع کے احکامات:۔ ۲۷ جولائی ۱۹۳۳ء کو جاری ہونے والے منصوبے

کے مطابق بلاکیڈ لائن پر متعین فوج کو سب سے پہلے حرکت کا حکم ملا یہ فوج ۲۹ رجولائی کو شبقدر کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ چکی تھی یہ فوج کیولری رجمنٹ ، فیلڈ بیٹری ، آرمڈ کورز اور رائل ٹینک کورز کے ایک ایک سیکشن پر مشتمل تھی ۔ مہمند لشکر کو بریگیڈ پر سی جے ای کی کمانڈ میں دیدیا گیا چنانچہ بریگیڈیر آکنلیک ڈی ایس او ۔ او بی ای معہ مہمند لشکر پشاور سے ۳۰ ر جولائی کو روانہ ہوا ۔ اور یکم اگست کو بغیر کسی حادثہ کے غلانئی پہنچ گیا اس کے بعد اسے ڈھنڈ کی طرف جانا تھا علاقہ ناہموار تھا راستہ اونٹوں کے لئے ناموزوں تھا اور گرمی بہت تیز تھی نوشہرہ بریگیڈ ۳۱ ر جولائی کو پیر قلعہ میں جمع ہوا ۔ اور ۳ ر اگست کو ڈھنڈ کی طرف روانہ ہوا ۔ یہاں اس نے مواصلات کے فرائض سنبھالے ۔ راولپنڈی کا سیکنڈ انفنٹری بریگیڈ یکم اگست تک پشاور اور نوشہرہ پہنچ چکا تھا ۔ اور اس نے فوجی چھاؤنیوں کی حفاظت کے اختیارات سنبھال لئے تھے ۔"

وادی گندھاب کی سڑک کی تعمیر :۔ "پیر قلعہ سے ایم ٹی کے لئے سڑک کی تعمیر ۲۸ ر جولائی ۱۹۳۳ء کو شروع ہوئی ۔ اور ۳ ر اگست ۱۹۳۳ء تک ڈھنڈ کے مقام تک اس کی تعمیر مکمل ہوئی اس دوران مزید تعمیر سے پہلے ہی اونٹوں کے لئے ڈھنڈ سے غلانئی تک ایک عارضی راستہ بنا دیا گیا ۔ ایک طرف مجاہدین پر حملے کے لئے سڑک تعمیر ہو رہی تھی ، دوسری طرف اپر مہمندوں کے جوانوں پر مشتمل مجاہدین کا ایک لشکر کرٹہ پہ اور نخفی کے دروں کے شمال کی جانب جمع ہو رہا تھا ۔ لیکن ان لشکروں کی کوئی علامات ، فضائی جاسوسی کے ذریعے انگریزوں کو معلوم نہ ہوسکیں ۔ اگرچہ فضائی راستے سے روزانہ دو بار جاسوسی کے لئے کوشش کی جاتی رہی مجاہدین کا یہ لشکر اگست کے پہلے ہفتے سے تیار ہونا شروع ہوا ۔"

"مجاہدین کے لشکروں کے خلاف معمولی پیمانے پر فوجی کاروائیاں شروع کر دی گئی تھیں ۔ ۱۰ ر اگست ۱۹۳۳ء تک دشمن کے لشکر نخفی اور کرٹہ پہ کے درے کے ارد گرد پہاڑیوں پر پوزیشن سنبھال چکے تھے اور ۱۰ ر اگست کو جب ہمارا ایک گھوڑ سوار دستہ جب گشت پر تھا تو قبائلی مجاہدین نے ان پر گولی چلائی اور اس کے دوسرے دن کچھ حلیمزئی قبائل کے دیہاتوں کو جلا دیا گیا ۔ ان واقعات کے بعد جب بھی قبائلی مجاہدین ہمیں نظر آئے ان کے خلاف فضائی کارروائی کی جاتی تھی ۔"

"۱۲ ر اگست ۱۹۳۳ء کو مہمندوں کے دستے نے حرکت کی تاکہ وہ کرٹہ پہ کے

درّے کے علاقے میں دشمن قبائل کو منتشر کرسکیں۔ ایک لشکر کے ساتھ جس میں
دو سو پچاس افراد موجود تھے آمنا سامنا ہوا۔ اور اس وقت تک گولی چلتی رہی
جب سوا گیارہ بجے قبائیلوں کی پسپائی شروع ہوگئی۔ اس کے بعد دشمنوں نے
مزید کوشش نہ کی کیونکہ ان کے دو آدمی مارے جاچکے تھے۔ اور دس زخمی ہو چکے
تھے سرکاری فوج میں سے صرف ایک آئی او آر زخمی ہوا تھا۔ ۱۴ اگست ۱۹۳۳ء
کو اس علاقے کی کاروائی کا سیاسی اختیار پشاور ڈسٹرکٹ کے کمانڈر کے حوالے کر
دیا گیا جس نے مقامی اختیار مہمند دستے کے کمانڈر کو منتقل کیے۔"

"۱۶ اگست کو اس دستے نے جاسوسی کی کوشش کی اور خزانہ سار تک جاسوسی
کی گئی اس کے بعد توپ خانے کے ذریعے تقریباً تین سو آدمیوں کے لشکر پر گولہ باری
کی گئی جو اس علاقے میں موجود تھے ان کی پسپائی کے بعد یہاں بھی حالات سدھر گئے

فضائیہ کے استعمال میں مشکلات:۔ اب ایک عجیب وغریب یہ حالت پیدا ہوگئی کہ
اگرچہ اس بات کا علم تھا کہ اپر مہمند دل کے دشمن لشکر کڑپہ اور نخقی کے دروں سے
پرے دیہاتی علاقوں پر قابض تھے۔ اور وہ مہمند دستے کی گولہ باری کی زد میں بھی آ
سکتے تھے۔ لیکن جب تک یہ لشکر گاؤں میں بند رہے ان پر فضائی حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا
کیونکہ یہاں کے باشندوں کو اطلاع نہیں دی جا سکتی تھی کہ ان کے گاؤں پر بمباری
کی جا سکتی ہے۔ یہ حالت مزید اس وقت سنجیدہ ہوگئی جب یہ معلوم ہوا کہ بائیزئی اور
خوائیزئی لشکروں نے مجوزہ سرحد کی دوسری طرف افغانی علاقے میں دیہاتوں پر قبضہ کیا
ہوا تھا جس پر حکومت برطانیہ کا کنٹرول تھا اس وقت تک حکومت افغانستان اس
بات پر رضامند نہ ہوئی تھی کہ ہماری فوجیں اس کے علاقے میں جاکر کاروائی کریں۔"

"۱۷ اگست ۱۹۳۳ء کو فضائی حملے سے خبردار کرنے کیلئے درہ نخقی کے شمال میں کمالی
کے علاقے میں لوگوں کو نوٹس گرائے گئے ان نوٹسوں میں یہ بتایا گیا تھا کہ دشمنوں کے
لشکر کھلی فضا میں یا کھلے میدانوں یا گاؤں میں جہاں کہیں نظر آئیں گے ان کے خلاف فوجی اور
فضائی کاروائی کی جائے گی۔"

حلیمزئی کے ایک سردار کا بلا اختیار مذاکرات:۔ "۱۸ اگست ۱۹۳۳ء کو اپر مہمندوں کا
ایک جرگہ نخقی کے دستے پر حلیمزئی کے ایک سردار سے ملا جس کا نام انمیر تھا۔ ملک انمیر

"تا اپنے اختیار سے یہ ذمہ داری قبول کی کہ وہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ فوجی دستوں کے ہونے والے نقصان کو پورا کرائے گا اس شرط پر کہ اپر مہمند بھی اپنے مجاہد لشکروں کو واپس کر دیں اور یہ ضمانت دیں کہ وہ آئندہ حلیمزئی قبائل کو تنگ نہیں کریں گے۔ ۱۹ اگست ۱۹۳۳ء کو اپر مہمندوں کا لشکر منتشر ہو گیا لیکن ملک الینر کا وعدہ چونکہ بغیر کسی سرکاری اختیار کے تھا اور چونکہ حکومت برطانیہ کا کوئی ارادہ نہ تھا کہ وہ اپنے لشکروں کو اس وقت تک پیچھے ہٹانے پر راضی ہو جائے۔ جب تک مکمل تصفیہ نہ ہو جائے۔ اسی دوران وقتاً فوقتاً مسلسل ڈھنڈ کیمپ پر مجاہدین گولیاں برساتے رہے۔ اور ۲۱ اگست ۱۹۳۳ء کو ایک سڑک کی حفاظتی پکٹ پر حملہ کر دیا گیا مگر مجاہدین کو اس میں کامیابی نہ حاصل ہو سکی۔ شاہی فضائیہ کی جاسوسی کرنے والے طیاروں پر مجاہدین نے چھ بار گولی چلائی تھی اور اس کا مناسب جواب دیا گیا۔"

"۲۰ اگست سے ۲ ستمبر ۱۹۳۳ء تک کے درمیانی وقفے میں وادی گندھاب کے آس پاس کے علاقوں میں کسی بھی قبائلی مجاہدین کے لشکروں کی آمد کی اطلاع کی خبر نہیں ملی نہ ہی کوئی ایسی اطلاع ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ مجاہدین نے کوئی تشدد کیا ہو۔ لیکن اس کے باوجود ایسی بھی کوئی علامات نہ تھیں جس سے معلوم ہو سکے کہ مہمند صلح کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایم ٹی روڈ کو یوسف خیل تک بڑھا دیا جائے جو کہ نحقی کے درے کے دامن میں واقع ہے۔ ۲۶ اگست ۱۹۳۳ء سے تمام ایسے پیادہ فوج جن کے ذمے دوسری کوئی ڈیوٹی نہ تھی سڑک کی تعمیر میں لگا دیئے گئے ایم ٹی کی یہ سڑک غلانئی تک ۲۹ اگست ۱۹۳۳ء تک مکمل ہو گئی۔"

"۲۳ اگست ۱۹۳۳ء کو مہمندوں کے دستے نے پنڈیالی کی وادی میں نعیم تک جاسوسی کی غرض سے دورہ کیا وہاں ایک رات گذاری اور بغیر کسی حادثے کے واپس آ گئے اسی طرح ۲۹ اگست ۱۹۳۳ء کو نحقی کے درے تک بھی بغیر کسی نقصان کے دورہ کیا گیا۔"

لوئر مہمندوں کا جرگہ: "۳ ستمبر ۱۹۳۳ء کو جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف ناردرن کمانڈ اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں گورنر جنرل کے نمائندے نے غلانئی کے مقام پر لوئر مہمندوں کا ایک جرگہ بلایا اس جرگے میں اپر مہمندوں کا کوئی ممبر شریک

نہ ہُوا وجہ یہ بتائی گئی۔ کہ حاجی ترنگ زئی اور اس کے بیٹوں اور فقیر علنگر کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے انہوں نے جرگے کا بائیکاٹ کیا جو اس دوران انگریزوں کے خلاف باقاعدہ نبرد آزما تھے اس جرگے میں مندرجہ ذیل شرائط کا اعلان کیا گیا۔

۱۔ ایم ٹی روڈ کو یوسف خیل تک مکمل کیا جائے اور اگر بالائی مہمند راضی ہو جائیں اور مزید جارحیت نہ کرنے کا تسلی بخش یقین دلائیں تو سڑک کی مزید تعمیر نہیں کی جائے گی لیکن اگر اس قسم کی یقین دہانی نہ کرائی گئی اور معاندانہ سرگرمیاں جاری رہیں تو حکومت برطانیہ یہ حقوق محفوظ رکھتی ہے کہ وہ اس سڑک کو آگے تک تعمیر کرے اور قلعہ بندی عائد کر دے تاکہ سڑک کی حفاظت ہو سکے۔ ہر صورت میں حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا کہ اس سڑک کو یوسف خیل کے مقام تک مکمل کرے گی اور اس کی حفاظت اور انتظام بھی کرے گی اور وقتاً فوقتاً سیاسی افسروں کو سڑک کی دیکھ بھال اور انتظام کے لئے بھیجے گی اور اگر ضرورت پڑی تو ملٹری فوج کو بھی گندھاب کی وادی میں نئے حالات کو درست کرنے کے لئے متعین کر سکے گی۔ ان شرائط کو لوئر مہمندوں نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ ۵ ستمبر ۱۹۳۳ء کو نوشہرہ بریگیڈ ڈھنڈ کے مقام سے روانہ ہوا۔ تاکہ وہ مہمند دستے کے ساتھ مل جائے اور مواصلاتی لائن کو انڈین انفنٹری اور فرنٹیئر کنسٹیبلری کے حوالے کر دیا جائے۔ اب یہ اقدامات کئے جانے لگے کہ اپر مہمندوں کو ان شرائط سے آگاہ کیا جائے جو ۳ ستمبر کے جرگے میں طے پائی تھیں۔ انہوں نے بہت سے جرگے بھی طلب کئے تاکہ ان مختلف شرائط پر غور کیا جا سکے۔ ان مذاکرات کے دوران نختی اور کڑپہ کے علاقوں میں لشکروں کی تعداد میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا گیا اور اس کے بعد تقریباً ہر روز غلانئی کیمپ اور متعدد پکٹوں پر گولیاں چلتی رہیں۔ جاسوسی کرنے والے طیاروں پر چار پانچ اور ۹ ستمبر کو کمالی کے علاقے سے شدید گولیاں برسائی گئیں۔ اسی طرح حالات تین ہفتے پہلے والے حالات کی طرح ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک واضح فرق یہ بھی ہوا کہ ابھی تک کابل کی حکومت اس بات پر رضامند نہیں ہوتی تھی کہ برطانوی حکومت مجوزہ سرحد کے پار فوجی کارروائی جاری کر سکے۔ لیکن اب افغانستان میں برطانوی وزیر کو کابل میں یہ اطلاع دی گئی کہ وہ افغان علاقے سے جرگہ طلب کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کرے گی اور اس کے

ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا گیا کہ انہیں برطانوی حکومت کی جانب سے سمندری زمینی یا فضائی حملوں پر بھی اعتراض نہ ہوگا جو ایسے قبیلوں کے خلاف کیا جائے گا جو مجوزہ سرحد کی دوسری طرف رہتے ہوں. بشرطیکہ ایسی فوجی کاروائی صرف مجوزہ سرحد سے مشرق کی طرف والے علاقے کو فوجی امن دینے کے لئے بہت زیادہ ضروری ہو. اس میں حکومت افغانستان کی طرف سے ایک شرط یہ بھی لگائی گئی کہ ایسے تمام فوجی عمل میں ایسے دیہاتوں پر بمباری نہ کی جائے جس میں ایسے لشکروں کے متعلق واضح ثبوت نہ ہوں۔ ایک مرتبہ پھر تخفی کے دڑے کے دیہاتیوں کو خبردار کرنے کے لئے جہازوں سے نوٹس پھینکے گئے۔ کہ وہ تخفی کے دڑے اور کرڑ پہ کے دڑے کے شمال کی جانب والے علاقوں میں بمباری کی جانے والی ہے باوجود اس تنبیہہ کے بمباری نہ کی گئی۔ اس دوران دن اور رات کے مختلف اوقات میں گولیاں چلتی رہیں۔ اور بعض اوقات یوں بھی ہوتا رہا کہ پکٹوں اور گشتی دستوں پر حملے ہوتے رہے لیکن کوئی خاص مقابلہ نہ ہوا۔ لیکن اس کے باوجود کوئی خاص اہمیت والا واقعہ پیش نہ آیا۔ جو سرکاری فوجوں اور قبائلی لشکروں کے درمیان حائل ہوتا۔"

اپر مہمندوں کا جرگہ :۔ "ابھی یہی چھوٹے چھوٹے سے واقعات ہو رہے تھے کہ اپر مہمندوں کا جرگہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۳ء کو وادئ گندھاب میں ہوا۔ اور مذاکرات شروع ہو گئے۔ یہ جرگہ ۱۸ ستمبر تک جاری رہا۔ اس جرگے میں ہمارے یہ مطالبات تھے۔

۱۔ فوجی دستوں کو اس وقت تک گندھاب سے واپس نہیں بلایا جائے گا۔ جب تک حکومت کو دشمن لشکروں کے حملے کے خطرے کے ٹل جانے کا اطمینان نہ ہو جائے۔

۲۔ یوسف خیل سرحد کو برقرار رکھا جائے۔ اور سرکاری افسر وادئ گندھاب میں مستقبل میں بعض اوقات دورے کیا کریں گے اور ان دوروں میں وہ چاہیں تو فوجی دستوں کو ساتھ لے جائیں ورنہ نہیں۔

۳۔ حلیمزئی قبائل کی حفاظت حکومت برطانیہ ہر حالت میں کیا کریگی۔

(۴) دوسری طرف بالائی مہمند قبائل یہ شرائط تسلیم کریں کہ انہیں یہ آزادی ہوگی کہ وہ لوئر مہمندوں کے راستے کو استعمال کر کے ضلع پشاور میں آمد و رفت رکھ سکتے ہیں

اور یوسف خیل سڑک کی تیاری کے بعد اسے وہ بھی استعمال کر سکیں گے۔ مزید برآں حکومت اس بات پر بھی رضامند ہے کہ وہ قبائلیوں کے باہمی تنازعات حل کرنے کی ذمہ داری بھی سنبھالے گی۔ یہ ذمہ داری حکومت نے اپر اور لوئر مہمندوں کی درخواست پر قبول کی ہے۔"

مجاہدین کے لشکروں کا منتشر ہونا:۔ ۱۲ ستمبر تک دشمنوں کے لشکر نختی اور کڑہ پہ کے دروں کے علاقے سے پسپا ہو چکے تھے ۲۴ ستمبر کو یوسف خیل تک موٹر کی سڑک مکمل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی ۱۹۳۳ء میں مہمندوں کے خلاف فوجی مہم کا خاتمہ ہو گیا جس کے نتیجے میں اس کے بعد کوئی بہت بڑا واقعہ نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی ایسا موقع پیدا ہوا کہ دشمن قبائل کو فضائی یا بری راستے کے ذریعے کوئی سزا دی جاتی جس سے ان قبائل کو اشتعال دلانے والوں کی عزت پر کچھ اثر پڑتا جو کہ حاجی صاحب ترنگزئی اور اُن کے بیٹے اور فقیر آف علنگر تھے۔"

"۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء کو پشاور بریگیڈ گندھاب کی وادی سے نکل کر کنڈاؤ کے راستے واپس ہو گیا اور بغیر کسی حادثے کے یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء کو پشاور پہنچ گیا اس سے دو دن پہلے مہمندوں کی ناکہ بندی لائن والی فوج منتشر ہو چکی تھی۔ جس دن پشاور بریگیڈ پشاور واپس پہنچا سیکنڈ انفنٹری بریگیڈ راولپنڈی واپس چلا گیا۔ ۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو نوشہرہ بریگیڈ غلانئی سے سبحان خوڑ اور محینی کے راستے سے ۷ اکتوبر تک بخیریت نوشہرہ پہنچ گیا۔ اس مہم کے دوران سرکاری فوج کے کل نو آدمی مارے گئے۔ ۹ زخمی ہوئے جب کہ معتبر ذرائع سے یہ تصدیق ہوئی کہ دشمن کے چالیس آدمی ہلاک اور ۵۲ زخمی ہوئے۔ ہوائی جہازوں پہ ۱۹ مرتبہ گولی چلائی گئی ایک ہوائی جہاز کو ۱۵ ستمبر ۱۹۳۳ء کو یوسف خیل کے قریب اترنے پر مجبور کیا گیا جس کا پائلٹ اور ہوائی بندوقچی وہاں موجود فوجی دستوں کی موجودگی کی وجہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے البتہ یہ ممکن نہیں تھا کہ جہاز کو بچایا جائے کیونکہ بہت دیر بھی ہو چکی تھی اور قبائلی مجاہدین کی تعداد کا صحیح اندازہ بھی نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہوائی جہاز کو دشمن نے رات کے وقت جلا کر راکھ کر دیا"۔[1]

مہمندوں پر فوجی حملے کے نتائج:۔ "یہ کہا جاتا ہے کہ اس مہم کے بعد کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا اور نہ ہی کوئی ایسا موقع ملا کہ دشمن عناصر کو مناسب سزا دی جا سکے۔

---

[1] ہسٹری آف ملٹری اپریشن صوبہ سرحد حصہ دوم ص ۱۰۲

اور اپر مہمندوں میں رہنے والے حاجی ترنگزئی کو نقصان پہنچایا جا سکے چونکہ واقعات اس طرح ہوئے کہ فوجی رہنماؤں نے جو حکومت برطانیہ کی ملازمت میں تھے انہوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا جنرل آفیسر کمانڈنٹ انچیف ناردرن کمانڈ نے مہم کے بارے میں رپورٹ دینے کے بعد ایک خط کے ذریعے مہمندوں کے ساتھ کئے گئے معاہدے پر تبصرہ بھی کیا اس میں انہوں نے تمام حاصل شدہ فوائد کا خلاصہ بیان کیا اور سیاسی میدان میں جن کامیابیوں کا امکان تھا جو کہ اس مہم سے حاصل ہو سکتی تھیں اس پر بھی اپنی رائے پیش کی ہیں اور خاص طور پر وادی گندھاب میں سڑک کی تعمیر کے متعلق بھی اظہار خیال کیا اس کے علاوہ انہوں نے یہ اشارہ بھی کیا کہ سڑک کو نحقی کے درے کے پاس روک دینے اور پہاڑی علاقوں پر قبضہ کر لینے میں ناکامی نے وادی گندھاب میں میدان کمالئی کو اس وادی سے الگ کر دیا جس سے دشمن کو اخلاقی طور پر نشوونما ملی اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ سڑک کا آخری حصہ چونکہ یوسف خیل پر ختم ہوتا ہے اس لئے یہ ممکن ہوگا کہ معاہدے کے مطابق حکومت نے مدد دینے کی جو ذمہ داری قبول کی ہے اسے پورا کیا جا سکے۔ اگر یہ فیصلہ کیا جاتا کہ سڑک کو نحقی کے درے سے گذار کر نحقی کے گاؤں تک اس مہم کے دوران پہنچایا جاتا تو اس حالت میں اس کا امکان تھا کہ دشمن لشکروں کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مالی اور جسمانی طور پر بہت زیادہ نقصان ہوتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یقینی ہے کہ اس طرح باغی قبیلے مستقل طور پر سرنگوں ہو جاتے اور دو سال بعد پیدا ہونے والے ہنگاموں کا قبل از وقت سدباب کیا جا سکتا جس کی وجہ سے ۱۹۳۵ء میں ایک بار پھر بہت مہنگی مہم پر عمل کرنا پڑا۔"

"اس مہم کے دوران پشاور اور نوشہرہ بریگیڈ جس نے اس لڑائی میں حصہ لیا اس میں کوئی بھی برطانوی بٹالین شامل نہ تھی یہ بریگیڈ دراصل تین بٹالین پر مشتمل تھی جس کی مجموعی طاقت حالت امن والی ہندوستانی پیدل دستے کے برابر تھی اس مہم میں برطانوی عملے کو بہت زیادہ حد تک کم کر دیا گیا تھا۔ اور ان کی کل تعداد ۳۲۹ تھی جس میں برطانوی افسر اور ہندوستان کے یونٹ بھی شامل تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی

کہ اس مہم میں ایک ایسے وقت میں عمل کیا جا رہا تھا کہ جب کہ گرمی اور ہوا کی رطوبت کے دن تھے اور دیہاتی علاقہ ایسے موسم سے متاثر تھا جس میں ملیریا اور بخار کی کیفیات کا امکان تھا مزید بر آں اس مہم کے دوران جہاں تک ممکن ہو سکا محض ہندوستانی دستوں کو اس لئے استعمال کیا گیا کہ اس طرح سپلائی اور نظم ونسق آسان تھا اور مہم کے اخراجات کم پڑتے تھے۔ یہ فیصلہ اگرچہ گذشتہ واقعات کی روشنی میں غیر مناسب دکھائی دیتا ہے جن میں شمال مغربی سرحدی صوبے یا دوسرے علاقوں میں ہونے والی مہمات میں اس قدر عظیم مہم کے لئے انوکھی مثال ہے۔ اور اس لئے اسے ریکارڈ میں لانے کی ضرورت ہے ان احتجاجات کے علاوہ جو وقتی طور پر مقامی کمانڈروں کی جانب سے کئے گئے اور ان کا ناخوشگوار اثر جو برطانوی یونٹوں کے ذہنوں پر پڑا اس فیصلے نے اگلی لائن میں رائفلوں کی تعداد کو بہت زیادہ کم کر دیا مقامی کمانڈر اس بات پر ناراض تھے کہ برطانوی یونٹوں کو اس مہم میں حصہ لینے سے کیوں روک دیا گیا، دوسرا یہ کہ برطانوی سپاہی اور افسر بھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ اس مہم میں ان کی عدم شمولیت ان کی بہادری اور شجاعت کیلئے چیلنج ہے تیسرا یہ کہ برطانوی یونٹوں کے نکالے جانے سے فرنٹ لائن میں مسلح سپاہیوں کی تعداد بھی خاص کمی ہو گئی۔ اس سلسلے میں میدان جنگ سے جو رپورٹ تیار کی گئی اس میں یہ بتایا گیا کہ برطانوی بٹالینوں کی عدم موجودگی میں بریگیڈ کی کل تعداد صرف پانچسو پچاس سنگینوں تک محدود ہو گئی جو اس مہم میں حصہ لے رہے تھے۔"

"جہاں تک گرمی اور ملیریا کے بخار کا تعلق تھا اس میں سے گرمی کے اثر کو دو سال بعد یعنی ۱۹۳۵ء کے دوران مہمندوں کے خلاف ہونے والی مہمات میں اس کا تجربہ کیا گیا اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب برطانوی بٹالینوں کو مہم میں شریک ہونے سے نہیں روکا گیا تو یہ اندازہ ہوا کہ وہ لوگ جنہیں سخت گرمی میں لڑائی کی تربیت دی گئی تھی اور جنہوں نے آب وہوا سے مطابقت اختیار کر لی تھی انہیں اس علاقے میں بہت کم نقصان اٹھانا پڑا البتہ ۱۹۳۳ء کے دوران برطانوی سپاہیوں میں ملیریا بخار کے واقعات بہت زیادہ تھے اگست کے مہینے میں ۱۳۱ اور ستمبر میں ۶۷ یعنی کل ۳۲۹ برطانوی سپاہیوں میں سے ۱۰۷ سپاہیوں کو ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ وہ برطانوی سپاہی جو انفرادی طور پر اس مہم میں شریک ہوئے یا انہیں چھوٹے

چھوٹے دستوں کی صورت میں شرکت کرنا پڑی ان کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ یا تو انہیں بہت زیادہ محنت کرنا پڑی یا ان کے نظم و نسق میں کوئی خرابی تھی۔"

"ملیریا کے واقعات ہندوستانی سپاہیوں اور ان کے حامیوں میں نسبتاً کم تھے کیونکہ اس پورے عرصے کے دوران سات ہزار پانچ سو ترانوے (۷۵۹۳) سپاہیوں میں سے ۲۷ ملیریا میں مبتلا ہوئے۔"

"۱۹۳۳ء کی مہمندوں اور باجوڑ کی مہمات میں برطانوی فضائیہ کے کردار پر اس سے پہلے صفحات میں تبصرے کے دوران فضائیہ کی مشکلات اور ان حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے جو شمال مغربی سرحدی صوبے کے مقامی حالات اور ان دیکھے عناصر پر مبنی تھیں۔ ۱۹۳۳ء میں مہمندوں کے خلاف مہم میں اچھی قسم کی مثالیں مل گئیں کہ یہ تکالیف کیسے پیدا ہو سکتی ہیں شمالی کمانڈر کے جنرل آفیسر کمانڈنگ نے اپنی رپورٹ میں جو اس مہم کے بارے میں تبصرہ کیا ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ قبائل پر فضائیہ کی بمباری کے استعمال کے خلاف رائے عامہ کس قدر غیر موزوں تھی کیونکہ اس وقت باہمی مفاہمت اور اسلحہ کا کم از کم استعمال عام رواج تھا یہی وجہ تھی کہ فضائی بازو کو نہایت احتیاط سے استعمال کرنا پڑا۔ اس نے بتایا ہے کہ کس طرح مختلف اوقات میں جاری ہونے والی مختلف ہدایات جو ہائی کمانڈ کی جانب سے جاری ہوتی تھیں نے فضائیہ کے آزادانہ استعمال پر پابندیاں عائد کر دیں جس سے بہت غلط فہمیاں بھی پیدا ہوئیں۔ اور شاہی فضائیہ کے کمانڈروں کے ذہنوں میں یہ ناخوشگوار احساس پیدا ہوا کہ ان کے دائرہ اختیار میں موجود افواج اور طاقت کا صحیح استعمال نہیں ہو رہا اس قسم کے واقعات بعض اوقات عالمی رائے عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیدا ہو جاتے ہیں لیکن ایسے فیصلے عام طور پر ایسے ہوتے ہیں جن کے برے اثرات کو لازمی طور پر محسوس کیا جاتا ہے اور انہیں مکمل طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس سے صوبہ سرحد میں ہونے والی مہمات کے دوران شاہی فضائیہ کی کارکردگی بھی ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتی ہے ان مصائب کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل مشکلات بھی انگریزوں کے راستے میں حائل تھیں جن کا انگریزی فوجوں کو سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکلات سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مقامی طور پر فضائیہ کو استعمال نہ کرنے کی بنیادی وجوہات

کیا تھیں؟

۱۔ مجاہدین عام طور پرانگریزوں کے وفادار قبائلیوں کے علاقوں میں پناہ لیتے تھے ان گاؤں پر بمباری کرنے سے پہلے انگریزوں کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ گاؤں کے باشندوں کو قبل از وقت مطلع کریں۔ انگریزوں کے وفادار قبائلی قابل الزام اسلئے نہیں کہ مجاہدین پناہ حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کے وفادار قبائلیوں کو صاف کہہ دیتے تھے کہ اگر تم نے مخبری کی یا ہمیں پناہ نہ دی تو ہمارا نشانہ سب سے پہلے تم ہو گے۔

۲۔ اسی طرح مجاہدین بعض اوقات دیہاتوں سے ہوائی جہازوں پر گولیاں برساتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب تک وہ گاؤں میں موجود ہیں اس وقت تک جہاز چلانے والے حملہ کرنے کی جراٗت نہیں کر سکیں گے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ انگریز اپنے وفادار قبائلیوں کے گاؤں پر بمباری نہیں کر سکیں گے۔

۳۔ مہم کے ابتدائی دور میں مجاہدین کے لشکروں کے بنیادی مقامات کے خلاف فضائی کارروائی نہ کی جا سکی۔ کیونکہ جن دیہاتوں میں مجاہدین کے مرکز تھے وہ مجوزہ سرحد کی دوسری طرف حکومت افغانستان کے دائرہ رسوخ میں تھے انگریزوں کی باجوڑ میں کوملکئی کے گاؤں پر ایک محدود پیمانے پر کارروائی کسی حد تک کامیاب رہی لیکن جس طریقے سے اس گاؤں میں انگریزوں نے بمباری کی اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس گاؤں میں جو فضائی کارروائی کی گئی وہ شروع سے آخر تک صرف دس دنوں تک محدود تھی اور اس حقیقت سے قبائلیوں کو قبل از وقت آگاہ کیا جا چکا تھا اور بمباری کی اطلاع کے اشتہارات گاؤں پر گرائے جا چکے تھے۔ یہ غیر معمولی طریقہ کار خود بخود اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ کچھ مخصوص حالات میں انگریز کارروائی کر رہے تھے اور یہ کہ یہ فیصلہ کیا جا چکا تھا کہ انگریزوں کی طرف سے فضائی کارروائی محض ایک گاؤں کی تباہی تک محدود ہو گی۔ یہ اس لئے بھی ضروری تھا تاکہ یہ تاثر نہ لیا جائے کہ بمباری کے رک جانے کی وجہ برطانوی حکومت کی نااہلی یا کمزوری ہے بلکہ انگریز اپنی برتری اور فوجی رعب ڈالنے کی خاطر یہ بمباری کر رہے تھے تاکہ قبائلی مجاہدین مرعوب ہو کر مطیع بن جائیں یا پھر جہاد کے ارادے کو چھوڑ دیں یہ پالیسی اس فضائی افسر کی مرضی کے مطابق بھی نہیں تھی جو اس کارروائی کا ذمہ دار تھا کیونکہ اس نے اپنی رپورٹ میں بتایا تھا کہ یہ ایک غیر پسندیدہ

بات تھی کہ ہوائی بمباری کو ایک خاص تاریخ تک محدود کر دیا جائے اور اس کے بعد اسے بند کر دیا جائے اس افسر نے یہ بھی دلیل دی ہے کہ یہ لازمی تھا کہ برطانوی طاقت کا دباؤ اس وقت تک برقرار رکھا جاتا جب تک مجاہدین حکومت کی شرائط کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو جائیں اگر کسی خاص وجوہات کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ فضائی طاقت کو محدود رکھا جائے تو یہ بہتر ہوتا اگر قبائل کو پہلے سے بھی آگاہ کر دیا جاتا تاکہ انگریز یہ کاروائی کس عمل کی سزا کے تحت کر رہے ہیں اور اس کی وجوہات کیا ہیں۔ ان حالات میں یہ بہتر ہوتا کہ بجائے اس کے کہ فضائی طاقت کو ایک وقت کے دائرے کے اندر محدود کر کے بے دست و پا بنا دیا جائے۔

"حلیم زئی علاقے میں فوجی نقل و حرکت"۔[1]

۱۔ حکومت ہند نے فوج کے کمانڈر کو حکم دیا کہ حلیم زئی علاقے کے وادی گندھاب میں فوج کا ایک دستہ روانہ کیا کر دیا جائے، جس کا مقصد یہ ہو کہ:۔

(ا) سرحدوں پر امن برقرار رکھا جائے۔

(ب) حلیم زئی اور دوسرے انگریزوں کے وفادار قبائل کی مدد کی جائے تاکہ وہ اپنے آپ کو ان پڑوسیوں کی جارحیت سے محفوظ رکھ سکیں جو برطانوی یا افغانی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں یا خاص کر اس ردعمل کے نتیجے کے طور پر جو اس سے ظاہر ہو سکتا ہے جو حلیم زئی کے علاقے میں باجوڑ کے علاقے کی سرگرمیوں کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔

۲۔ حلیم زئی کے علاقے میں اس دستے کی حرکت اور پوزیشن سنبھالنے کی تاریخ کا تعلق جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف ناردرن کمانڈ۔ شمال مغربی سرحدی صوبے میں گورنر جنرل کے نمائندے کے مشورے کے بعد کریگا۔

(۳) حکومت اس بات کی بھی اجازت دیتی ہے کہ ایک ایسی سڑک تعمیر کی جائے جو اس قابل ہو کہ وہ سڑک برطانوی حکومت کے زیر انتظام علاقے اور فوجی دستوں کے مقام تک فوجی گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے موزوں ہو یا اس سڑک کو اس مقام تک لے جایا جائے جس کا تعین جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف اور شمال مغربی سرحدی صوبے کے گورنر جنرل کے نمائندے کے درمیان تعین ہو۔ اس کا تعین جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف شمال مغربی سرحدی صوبے کے گورنر جنرل کے نمائندے کے ساتھ مشورے کے بعد کیا جائے گا۔

۱۔ ہسٹری آف آپریشن صوبہ سرحد صفحہ ۱۹۳

(۴) ہزایکسی لینسی کمانڈر انچیف ان مہمات کے کنٹرول کا اختیار نار درن کمانڈ کے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف کو دیتا ہے۔ جو اُن بری افواج کو استعمال کریگا جو اس کے دائرہ اختیار میں ہیں اور جسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ایسی فضائی مدد بھی طلب کر سکتا ہے۔ جو بری افواج کی مدد کے لئے ضروری ہو لیکن اس سلسلے میں ہوائی فوج کو بلانے سے پہلے باجوڑ میں ہماری سرگرمیوں کے متعلق ضروری ہدایات کو زیر غور رکھے گا۔"[۱]

دستخط

کینتھ ڈگرام جنرل چیف آف جنرل سٹاف

حلیم زئی علاقے میں فوجی مہم:۔ ہزایکسی لینسی کمانڈر انچیف کی جانب سے لیفٹننٹ جنرل سرجان کالرنج کے سی بی سی ایم جی ڈی ایس او۔ جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف نار درن کمانڈ کو ہدایات جاری کی گئیں کہ

۱۔ ان مہمات کا مقصد یہ ہے کہ حلیم زئی علاقے کی وادی گندھاب میں ایک ایسی طاقت کو اس پوزیشن میں لایا جائے کہ ہم اس قابل ہو سکیں۔

(ل) تاکہ سرحدوں پر امن و امان برقرار رہ سکے۔

(ب) تاکہ حلیم زئی اور دوسرے وفادار قبائل کو مدد دی جا سکے۔ کہ وہ اپنے آپ کو برطانوی یا افغانی علاقے میں بسنے والے پڑوسیوں کی جارحیت سے محفوظ رہ سکیں۔ خاص طور پر ان حالات کے پیش نظر جو باجوڑ میں ہماری سرگرمیوں کی وجہ سے حلیم زئی کے علاقے میں پیدا ہو سکتی ہیں۔

۲۔ مجوزہ سرحد سے مشرق کی طرف والے علاقے میں سرگرمیوں کو محدود کر دینے کی اہمیت بہت زیادہ ہے اس سرحد کا لفظی اور معنوی طور پر سختی سے احترام کیا جائے۔

۳۔ ہمارا کوئی ارادہ نہیں کہ ہم موجودہ انتظامی سرحد کی حدود کے اُس پار حلیم زئی علاقے پر مستقل قبضہ کر لیں۔

ایک راستہ یعنی سڑک تیار کی جائے جو انتظامی علاقے سے دشمنوں کی موجودگی والے علاقے یا اس علاقے تک جو جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف شمال مغربی سرحدی صوبے میں گورنر جنرل کے نمائندے کے مشورے کے ساتھ متعین کرے اس تک فوجی گاڑیوں کی آمدورفت کا انتظام ہو سکے۔

۱۔ ہسٹری آف اپریشن صوبہ سرحد ص ۱۹۴ حصہ سوم

(ا) اس سلسلے میں حکومت کی بیان کردہ پالیسی پر عمل درآمد کیا جائے۔
(ب) اگر جلیمزئی قبائل دشمن کے حملے کو پسپا کرنے کے قابل نہ ہوں تو تمہیں اس بات کے لئے مکمل طور پر تیار رہنا چاہیئے کہ ان وسائل سے کام لیتے ہوئے جو تم ضروری سمجھو جلیمزئی قبائل کو مکمل تعاون فراہم کیا جائے۔
(ج) فوجی گاڑیوں کے لئے سڑک کی تعمیر میں سیاسی حکام کو جس مدد کی ضرورت ہو وہ فراہم کی جائے۔
(۴) ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف آپ پر خاص طور سے یہ نقاط واضح کر دینا چاہتا ہے۔
کہ (ا) یہ بھی امکان ہے کہ جلیمزئی قبائل یا دوسرے وفادار قبائل یا ان قبائل کے کچھ لوگ دشمن بن جائیں یا دشمنوں سے مل جائیں۔
(ب) قبائل جو دائیں کنارے پر واقع ہیں مثلاً وہ قبائل جو پنڈیالی کی وادی میں رہتے ہیں یہ خطرے کا مستقل ذریعہ ہیں ان لوگوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔
ج) سیاسی حکام کی درخواست پر کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے گریز کرنے کو اہمیت دی جائے۔ جو فوجی نقطہ نظر سے آپ کے خیال میں غلط ہو یا جو کسی اور طریقے سے فوجی دستے کی کاروائی کو متاثر کر سکے۔
(د) اپنے ماتحت کمانڈروں کو واضح اور مختصر ہدایات جاری کرنے کی اہمیت کو پیش نظر رکھا جائے جو ان کے اختیارات کے متعلق ہوں تاکہ وہ کچھ امور کو اپنے ہاتھ میں لے سکیں یا لینے سے انکار کریں جو ان کے خیال میں فوجی نقطہ نظر سے غلط ہوں یا وہ اقدامات جو آپ کے خیال میں ان حدود کے تعین کے بارے میں ہوں جن حدود سے فوجی دستے آگے نہ بڑھیں تو ان سے آگے فوجی کاروائی نہ کی جائے۔
(۵) اس بات کو سب سے زیادہ اہمیت دی جائے کہ بری یا فضائی طور پر افغان حدود کی خلاف ورزی ہونے کا امکان پیدا نہ ہو۔
(۶) فضائی جاسوسی یا مشترکہ کاروائی بری اور فضائی کے مقاصد کے لئے تین میل کی حد کی پابندی ختم کی جا سکتی ہے لیکن افغان سرحد کی خلاف ورزی جس کی وضاحت مجوزہ سرحد میں کی گئی ہے کی فضائی یا بری طور پر خلاف ورزی سختی سے منع کی جاتی ہے۔[1]

۱۔ احکامات ملٹری اپریشن ۲۵ جولائی ۱۹۳۳ء

دستخط

کینتھ وگرام اے ایچ کیو انڈیا
آرمی ہیڈ کوارٹر انڈیا جنرل سٹاف برانچ شملہ

۲۵ر جولائی ۱۹۳۳ء

گندھاب کی وادی میں فوجی دستے کی روانگی:- ۱۔ مقصد:۔ گندھاب کی وادی میں فوجی دستوں کی موجودہ روانگی جو مقصد حکومت ہند نے منظور کیا ہے، مندرجہ ذیل ہے

(الف) تاکہ حد پر امن وامان برقرار رہے۔

(ب) تاکہ حلیمزئی اور دوسرے وفادار قبائل کی مدد کی جائے کہ وہ برطانوی یا افغانی علاقے میں رہنے والے پڑوسیوں کی جارحیت سے اپنے آپ کو بچا سکیں خاص طور پر باجوڑ میں ہماری سرگرمیوں کے پیش نظر جو حالات پیدا ہو سکتے ہیں ان کا سدِ باب کیا جا سکے۔

(۲) اس فوجی کاروائی کا کنٹرول جو مندرجہ بالا مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے جس میں یہ اختیار بھی شامل ہے کہ ضرورت پڑنے پر فضائیہ کی مدد بھی طلب کی جا سکتی ہے یہ سارے اختیارات جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف ناردرن کمانڈ کے سپرد کئے جا چکے ہیں۔ اس خط کے ذریعے آپ کو وادی گندھاب اور مہمندوں کی حد پر فوجی کاروائی کی کمان دی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ اختیار بھی دیا جاتا ہے کہ آپ بلاواسطہ شاہی فضائیہ کو طلب کر سکیں، جو آپ کو ضروری تعاون فراہم کر سکتی ہے جس میں آگے آنے والے پیراگراف کی شرائط کی پابندی کی گئی ہے۔

(۳) کاروائی کا ابتدائی عمومی خاکہ اور فوجی دستوں کی ترتیب اس طرح سے ہوگی جس طرح ہمارا خط G /۲۷/۳۵۱ مورخہ ۲۲ر جولائی ۱۹۳۳ء کو پشاور ڈسٹرکٹ کے ہیڈ کوارٹر کو بھجوایا گیا اور جس میں اس ہیڈ کوارٹر کے ۲۴ر جولائی ۱۹۳۳ء والے خط GSo/ ۱۵۲/۱ کے ذریعے ترمیم کی گئی۔

(۴) مہمندوں کے لئے فوجی دستہ ۳۰ر جولائی ۱۹۳۳ء کو پیر قلعہ سے پیش قدمی شروع کر دے گا۔

(۵) ایک سڑک تعمیر کرنا ہوگی جس پر فوجی نقل وحمل ہو سکے، جس سے مچنی ابازئی

سڑک کو پیر قلعہ سے شروع کیا جائیگا اور اسے اس علاقے تک بڑھایا جائے گا جہاں مہمندوں کا فوجی دستہ موجود ہو یا اس کے ساتھ ساتھ اس مقام تک جس کے بارے میں آپ کو بعد میں اطلاع دی جائے گی۔

اس سڑک کی تعمیر ایک سیاسی ذمہ داری ہوگی لیکن اس کام کو ضلع پشاور کے کمانڈر رائل انجینیر کی ہدایات کے مطابق بنانا ہوگا۔ اور جس کی تکمیل میں آرمی یونٹس حصہ لیں گے جس کے متعلق پیراگراف نمبر ۳ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ آرمی یونٹس اور تمام دوسرے فوجی عملے کی حفاظت جو اس سڑک کی تعمیر میں استعمال کیا جائے گا آپ کی ذمہ داری ہوگی۔

(۶) اگر حلیم زئی دشمنوں کے حملوں کو پسپا کرنے میں ناکام رہے تو آپ کو تیار رہنا پڑے گا کہ انہیں مکمل تعاون فراہم کریں جس کے متعلق پیراگراف نمبر ۳ میں بتایا گیا ہے۔ یہ تعاون جس قدر آپ ضروری محسوس کریں یا آپ کے دائرہ اختیار میں موجود فوجوں کے اختیار میں ہو، فراہم کرنا ہوگا۔

(۷) گزشتہ پیراگرافوں میں بتائی ہوئی ہدایات یا کسی سیاسی ذریعے ہونے والی درخواست کے تحت آپ یا آپ کا کوئی ماتحت کمانڈر کوئی ایسی ذمہ داری قبول نہیں کریگا جسے فوجی نقطہ نظر سے آپ یا وہ ماتحت جسے درخواست کی گئی ہو غلط سمجھتا ہو یا جو کسی بھی صورت میں فوجی کاروائی کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکے۔

ایسی حالت میں جب کسی بات پر شک و شبہ ظاہر ہو جائے جس میں آپ کے کسی ماتحت فوجی کمانڈر اور سیاسی افسر کے درمیان نظریاتی اختلاف پیدا ہو جائے تو بنیادی طور پر ایسے تمام واقعات کو فیصلے کے لئے آپ کے سامنے پیش کیا جائیگا۔

اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں جس میں آپ کے ذہن میں کوئی شک فوجی عمل کی صحت کے بارے میں پیدا ہو جائے تو آپ کو بلا تاخیر ایسا مسئلہ قائم مقام آرمی کمانڈر کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔

(۸) قائم مقام جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف خاص طور پر آپ کی توجہ کچھ نازک مسائل کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

(الف) ہو سکتا ہے کہ حلیم زئی یا دوسرے وفادار قبائل یا انکے کچھ افراد انگریزوں سے دشمنی پر آمادہ ہو جائیں۔

(ب) دائیں کنارے پر واقع قبائل اور خاص کر پنڈیالی وادی کے قبیلے خطرے کے نازک مقامات ہیں۔

۹۔ اس مقصد کی خاطر کہ کہیں کچھ عرصے کے بعد آپ کے زیر اختیار فوجوں میں سے کچھ فوجی غیر پوزیشنوں پر موجود ہوں تو آپ کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ اس کارروائی کے ہر مرحلے پر کچھ ایسی حدود کا تعین کریں جس سے آگے فوجی نقل و حرکت نہ کی جائے حتیٰ کہ کسی کا تعاقب بھی نہ کیا جائے موجودہ وقت میں نختی اور کڑپہ کے دروں سے آگے کوئی تعاقب نہ کیا جائے۔

۱۰۔ آپ کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ آپ براہ راست ہیڈ کوارٹر نمبر ا (انڈین) گروپ کے شاہی فضائیہ یا کسی ماتحت شاہی فضائیہ کے کمانڈر کو جسے گروپ کمانڈر نے مقرر کیا ہو فوج کے ساتھ فضائی مدد کے لئے طلب کر سکتے ہیں۔ یہ تعاون ایسا ہونا چاہیئے کہ آپ اس کارروائی کے لئے موزوں خیال کریں۔

آپ کو یہ آزادی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق کچھ اختیارات پشاور بریگیڈ کے آفیسر کمانڈنگ اور قلعہ بندی لائن کی فوج کو منتقل کر سکتے ہیں ایسے منتقل شدہ اختیارات کی تفصیل ہیڈ کوارٹر ایک (انڈین) گروپ شاہی فضائیہ اور اس ہیڈ کوارٹر کو بھیجی جائے۔

۱۱۔ آپ کی توجہ خاص طور پر "فوجی کارروائیوں کے کنٹرول کے لئے ہدایات" کے پیراگراف نمبر ۴ (اے) کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔ اور وہ پیراگراف یہ ہے کہ۔ سوائے اس فوجی کارروائی کے جس کی وضاحت گذشتہ پیراگراف میں کی جاچکی ہے اور دوسری مختلف کارروائیوں کے جن کی تفصیل پیراگراف ۴ الیف میں آرہی ہے۔ ان کے سوا براہ راست مشین گنوں یا بمباری کے ذریعے فوجی کارروائی صرف اس صورت میں کی جاسکتی ہے جب کہ قائم مقام جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف ناردرن کمانڈ کی طرف سے احکامات جاری ہوجائیں جیسے تمام درخواستیں یا فضائی کارروائی کے لئے تجاویز بھیجی جائیں گی۔

۱۲۔ فضائی جاسوسی کے سلسلے میں یا زمینی اور فضائی افواج کے مشترکہ کارروائی کے دوران تین میل کی مجوزہ سرحد سے پابندی ختم کی جارہی ہے لیکن مجوزہ سرحد میں افغانی علاقے

کی جو وضاحت کی گئی ہے اس کی بری یا فضائی خلاف ورزی کو سختی سے منع کیا جاتا ہے۔ مجوزہ سرحد کے ساتھ متعلقہ پیراگراف آپ کی اطلاع کے لئے یہاں دیئے جاتے ہیں۔

(۱۳) اس تمام کاروائی کے دوران سیاسی رابطہ آپ کے اور پشاور کے ڈپٹی کمشنر کے درمیان رہنا چاہیئے۔ اسی طرح آپ کے نامزد کردہ ماتحتوں اور ڈپٹی کمشنر پشاور کے نامزد کردہ ماتحتوں کے درمیان رابطہ ہونا چاہیئے۔

آپ کو اس بات کا بھی انتظام کرنا پڑے گا کہ ہر گروہ اور چھوٹے دستے کے ساتھ کوئی سیاسی نمائندہ ضرور موجود ہونا چاہیئے۔

(۱۴) عام ایف ایس کی اطلاعات اور اتفاقیہ حادثات کے علاوہ آپ کو روزانہ اس ہیڈ کوارٹر میں جنگ کی حالت کے متعلق صبح ۸ بجے اور شام چھ بجے تفصیلی رپورٹ دینا ہوگی جسے آپ موزوں سمجھیں وائرلیس ٹرانسمیٹر یا لینڈ لائن کے ذریعے ایسے ضروری پیغامات بھی آپ بھجوا سکتے ہیں جنہیں آپ موزوں خیال کریں۔

(۱۵) خط کی وصولی کی تصدیق کی جائے۔[1]

دستخط

جنرل سٹاف

ناردرن کمانڈ

۲۸ جولائی ۱۹۳۳ء مری

ملٹری جدوجہد کا جاری رکھنا: جب نوشہرہ بریگیڈ کے ایک دستے نے لوئی آگرہ کی طرف دوسری مرتبہ پیش قدمی کی تو فقیر آف علنگر اور اس کا لفٹننٹ فغفور اور اسکے پیروکار ایک مرتبہ پھر دریائے سوات کے دائیں کنارے کی طرف پیچھے ہٹ گئے فقیر آف علنگر نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ ایک لشکر تیار کرکے برانگ اور رارانگ کے علاقوں میں اپنی جدوجہد جاری رکھے گا۔ اس سلسلے میں اسے ایک اپنے اتحادی بادشاہ گل ملا کی طرف سے بھی کچھ حمایت حاصل ہوگئی جو حاجی صاحب ترنگ زئی کے صاحبزادے تھے

۱۔ احکامات جنرل سٹاف آف انڈیا ناردرن کمانڈ ۲۸ جولائی ۱۹۳۳ء

حاجی صاحب اور ان کے بیٹوں کو باجوڑ میں سڑک کی تعمیر کے امکان سے خطرہ تھا اور انہوں نے واضح طور پر یہ سوچا کہ آگرہ کے علاقے میں یہ ابتدائی اقدامات اسی مقصد کی خاطر کئے جانے ہیں بادشاہ گل بمنزا ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ انمان خیل کے علاقے میں چلے آئے جہاں راستے میں انہوں نے اشتعال انگیز پوسٹر تقسیم کئے اور قبائلیوں سے درخواست کی کہ وہ برطانیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں وہ ۱۹ مارچ کو فقیر آف علنگر سے سلاتی کے مقام پر ملے یہ جگہ دریائے سوات کے دوسری طرف کنڈی کے شمال مغرب کی جانب تین میل کے فاصلے پر ہے اس نے فقیر آف علنگر کو سلاتی ہی میں چھوڑ دیا تاکہ وہ ٹمموزئی قبائل میں سے لشکر کی تیاری کے لئے کام کرے اور وہ خود فوراً جنوب کی طرف چل پڑے جہاں انہوں نے کوشش کی کہ وہ اپنے مددگاروں کا لشکر تیار کریں۔ کسی دشمن کی طرف ابھی تک دریائے سوات کو عبور نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن مارچ کی ۱۲ تاریخ کو آگرہ لیوی اور مجاہدین کے درمیان گولیوں کا تبادلہ ہوا۔ کیونکہ کچھ مجاہدین اس دریا کو عبور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد کچھ دوسرے لوگوں نے کاجوری کبر کے پاس سے اسے عبور کرنے کی کوشش کی مخالفت کو بھڑکانے کی یہ کوششیں کچھ زیادہ کامیاب ثابت نہ ہوئیں اگرچہ فقیر کو بالائی باجوڑ قبائل کی حمایت حاصل تھی البتہ کچھ تھوڑی تعداد میں قبائلیوں نے اس کی امداد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ۱۳ اپریل کو یہ اطلاع ملی کہ اس نے تقریباً چارسو مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر لیا۔ اس دوران فوجی دستے جو آگرہ سے میں باقی رہ گئے تھے وہ جاسوسی کی کارروائیوں اور مواصلات کے ذرائع بہتر کرنے میں مصروف کار تھے۔ جیسے کہ گذشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ جب نوشہرہ بریگیڈ کا دستہ اپنے پرامن مقامات تک دوسرے مرحلے کے بعد پہنچ گیا تو سیکنڈ پنجاب رجمنٹ کی تیسری بٹالین نے بار غلئی کیمپ پر ڈیوک آف ولنگٹن کی رجمنٹ کی دوسری بٹالین سے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جبکہ ڈیوک آف ولنگٹن کی رجمنٹ کی دوسری بٹالین ۱۲ اپریل تک کوٹ کے مقام پر تھیں جب فضائی اور انٹیلی جنس کے ذریعوں نے اس امکان کی طرف اشارہ کیا کہ شاید لشکر کوٹ سے تین میل مغرب کی جانب خانورسی کے مقام پر حملہ کر دے لیکن اس بٹالین کے ایک دستے کی جاسوسی اور چوتھی پہاڑی بٹالین نے اس کی تصدیق کر لی کہ قرب وجوار میں مجاہدین کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اس سے دوسرے دن یہ اطلاع ملی۔

کہ مجاہدین کا لشکر آگرہ کے گاؤں پر حملہ کرنے کی ایک اور کوشش کا ارادہ رکھتا ہے نوشہرہ بریگیڈ کے کمانڈر نے موقع پر ہی ہدایات جاری کیں کہ آگرہ کے بچاؤ کے لئے حفاظتی فائرنگ شروع کر دی جائے اور یہ کہ پوری رات لوآگرہ تک پہنچنے والے راستوں کا بچاؤ گولیوں کی بوچھاڑ کے ذریعے کیا جائے یعنی تمام رات انگریزی فوج گولیاں برساتی رہی تاکہ مجاہدین کہیں تاریکی میں انگریزی فوج پر حملہ آور نہ ہو جائیں یا شبخون نہ مار دیں۔

لوآگرہ اور بارغلئی کے راستے سے بلند مقام پر فوجی قبضہ کیلئے ڈیوک آف ولنگٹن رجمنٹ کی دوسری بٹالین اور چوتھے پہاڑی دستے نے فوری طور پر بارغلئی کی طرف پیش قدمی کی ایک رائفل کمپنی اور ایک مددگار کمپنی (وائیکرز ۳۰۳ مشین گنز) سوائے ایک پلاٹون کے کوٹ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دی گئیں سیکنڈ پنجاب رجمنٹ کی تیسری بٹالین (سوائے ایک کمپنی کے) اور چوتھے پہاڑی دستے کے ایک حصے نے بارغلئی سے سہ پہر کے دو بجکر چالیس منٹ پر پیش قدمی کی اور انہوں نے ایک بلند چوٹی پر پوزیشن سنبھال لی جو ہیپور نالہ اور لوآگرہ سے کچھ فاصلے پر جنوب مغرب کی جانب والے راستے سے عین اوپر بلندی پر واقع تھا۔ (یعنی اس بلندی سے راستہ فائرنگ کی زد میں تھا) اس پوزیشن کی حفاظت کے لئے فوری طور پر کام شروع کر دیا گیا اور اندھیرا اچھل جانے تک جاری رہا یہ کارروائی اگلے دن بھی جاری رہی ۲۳ مارچ کو سیکنڈ پنجاب رجمنٹ کی تیسری بٹالین اپنی پوزیشن سے پیچھے ہٹ گئی اور انہوں نے صرف ایک رائفل کمپنی اور ایک درمیانی گن پلاٹون قلعہ ہاری پکٹ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دی۔

قلعہ ہاری پکٹ کا قیام:- یہ پکٹ اس لئے قائم کی گئی تاکہ لوآگرہ کی مشین گنوں کی فائرنگ کے ذریعے اس کی حفاظت کی جاسکے اور لوئی آگرہ کی حفاظت کرنے کے لئے اس پکٹ سے مشین گنوں کی باقاعدگی سے ضرورت پڑنے پر فائرنگ کی جاسکے۔ تاکہ اس پہاڑی پوزیشن پر دوبارہ قبضہ کرتے ہیں ضرورت پڑنے پر آسانی ہو جس پر ڈیوک آف ولنگٹن رجمنٹ کی دوسری بٹالین واقع تھی اگلے ہی دن یہ بٹالین کوٹ واپس چلی آئی اور صرف ایک رائفل کمپنی اور ایک مشین گن پلاٹون بارغلئی کے کیمپ میں چھوڑ دی گئی یہ تمام انتظامات مجاہدین کی مداخلت کے بغیر ہی انگریزی فوجوں نے مکمل کر لئے۔

۲۶ر مارچ کو بارغلئی کا انگریزی فوج کا دستہ پیش قدمی کرتا ہوا آگے کی طرف بڑھ گیا مجاہدین کو اس بات سے آگاہ کرنے کے لئے کہ انگریزی فوج وہاں موجود ہے ایک پلاٹون نے مشین گنوں کے ذریعے کجوریئی قبر کی جانب ہوائی فائرنگ کی اس کے بعد یہ فوجی دستہ پیچھے ہٹ گیا۔ ۲۸ر مارچ کو بارغلئی کے فوجی دستے نے نارنجی باندہ کے علاقے میں مجاہدین کے متعلق جاسوسی کی لیکن انہیں مجاہدین نظر نہ آئے اس کے دوسرے دن ڈیوک آف ولنگٹن رجمنٹ کی دوسری بٹالین کے ایک حصے نے بارغلئی کے مقام پر قلعہ ہاری پکٹ کا انتظام سنبھال لیا اس کے بعد تین راتیں مسلسل مجاہدین نے اس پکٹ پر قبضہ کرنے کے لئے انگریزی فوج پر پے در پے حملے کئے مجاہدین میں سے ایک مجاہد اللہ اکبر کے نعرے لگاتا انگریزی فوجوں کے خیموں میں داخل ہوا۔ اور اسلحے کی زنجیروں کو کاٹ کر اسلحہ پر قبضہ کرلیا۔ انگریزی فوجوں کی مزاحمت کے بعد وہ مجاہد اسلحہ لے کر پکٹ سے بحفاظت باہر نکل گیا پکٹ کی طرف سے اس پر اندھا دھند فائرنگ کی گئی لیکن وہ بحفاظت اسلحے سمیت کامیابی سے انگریزی فوجوں کی زد سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

مجاہدین نے دریائے سوات عبور کرلیا: آخر کار ۳ر اپریل کو تقریباً ایک سو مجاہدین کے ایک گروہ نے دریائے سوات کو کجوریئی قبر کے پاس سے عبور کرلیا اور ۴ر اپریل کی صبح کو انگریزوں کو یہ اطلاع ملی کہ مجاہدین غنڈ کے گرد و نواح میں موجود ہیں یہ مقام آگرہ کے گاؤں سے شمال کی جانب واقع ہے۔ اتنی تعداد میں مجاہدین کے ایک دوسرے گروہ نے کراغ قبر کے پاس سے دریا کو عبور کرنے کی کوشش کی لیکن لیوی اور انگریزوں کے مقامی حامیوں کی مخالفت کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکا۔ البتہ یہ مجاہدین اس مقام اور کنوئی قبر کے مقام پر ۳ اور ۴ر اپریل کی رات کو دریائے سوات عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ۴ر اپریل کی سہ پہر کو ان مجاہدین کی مخالفت کرنے والے لیوی کے دستوں اور انگریزوں کے مقامی حامیوں کو آگرہ کے دیہات کی طرف پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ مجاہدین کو فائرنگ کے ذریعے مصروف رکھا گیا اسی دن بارغلئی کے فوجی جوان سوا چھ بجے کیمپ سے روانہ ہو پڑے تاکہ وہ اس علاقے پر قبضہ کرلیں جہاں قلعہ ہاری پکٹ قائم تھا تاکہ وہاں پر موجود فوج کو فارغ کیا جاسکے۔ اسی سہ پہر کو مجاہدین کے کچھ دستے گرد و نواح

کی پہاڑیوں پر نظر آئے انگریزی فوجوں نے مجاہدین پر توپوں کی گولہ باری شروع کر دی جس سے مجاہدین کو مزید کسی قسم کی کاروائی کرنے سے روک دیا گیا۔ قلعہ ہاری پکٹ کو اب اور زیادہ مضبوط بنا دیا گیا وہاں موجود انگریزی فوج ایک رائفل اور ایک مشین گن پلاٹون پر مشتمل تھی جس کا تعلق سیکنڈ پنجاب رجمنٹ کی تیسری بٹالین سے تھا۔ ۴ اپریل کی سہ پہر کو ۲ بجے یہ اطلاع ملی کہ انگریزی فوج کی لیوی اور انگریزوں کے حواری باشندوں نے اپنی پوزیشنوں کو درہ غنڈ کے گرد و نواح سے چھوڑ دیا۔ جہاں ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ مجاہدین کی پیش قدمی کو غنڈ سے آگے روک سکیں۔ یہ اطلاع بھی ملی کہ مجاہدین آگرہ کے دیہاتوں کے شمالی کناروں تک پہنچ چکے ہیں۔

چونکہ انگریزی فوج کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اسی وقت لوآگرہ کی طرف پیشقدمی کرے اس لئے اس بات میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تھا کہ اس ٹیلے پر انگریزی فوج کی موجودہ پوزیشن کو بحال رکھا جائے۔ اسی لئے شام کے پانچ بجے انگریزی فوج مجاہدین کے مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے پسپا ہونا شروع ہو گئی۔ انگریزی فوج کی اس پسپائی کے دوران مجاہدین کی طرف سے انگریزی فوج پر کوئی حملہ نہیں ہوا اسلئے انگریزی فوج بحفاظت اپنے کیمپ میں چلی گئی قلعہ ہاری پکٹ پر موجود انگریزی فوج کا دستہ اس رات اپنی جگہ پر رہا تا کہ مجاہدین اگر حملہ کریں تو مدافعت کر سکے

دوسرے دن بار غلئی میں موجود انگریزی فوجی دستہ قلعہ ہاری کی طرف بڑھا تا کہ وہاں سے لوآگرہ کے علاقے میں مجاہدین کی نقل و حرکت کا جائزہ لے سکے۔ یہ انگریزی فوجی دستہ دوپہر کے ایک بجے تک واپس اپنے کیمپ میں چلا آیا۔ کچھ مجاہدین اس دن انگریزی فوجوں کو دکھائی دیئے گولیوں کا تبادلہ ہوا۔ لیکن انگریزی فوج کی توقعات کے برعکس مجاہدین لوآگرہ میں داخل نہ ہو سکے اسی دن انگریزی فوجوں کو خاردار تاروں کے بنڈل کوٹ سے موصول ہوتے جس قدر ممکن تھا اس قدر قلعہ ہاری پکٹ کی طرف بھیج دیئے گئے کیوں کہ اس پکٹ کی حفاظت کے لئے خاردار تار موجود نہ تھی تار کی جو مقدار ملی اگرچہ وہ ناکافی تھی تاہم اس پکٹ کے ارد گرد ہلکی قسم کی باڑ لگائی جا سکتی تھی۔

مجاہدین کا قلعہ ہاری پکٹ پر حملہ:۔ اسی رات کو مجاہدین نے قلعہ ہاری پکٹ کی پوزیشنوں پر

پر ایک زبردست حملہ کیا اس پکٹ کی حفاظت کے لئے انگریزی فوج کی ایک رائفل کمپنی اور ایک مشین گن پلاٹون موجود تھی اور ایک دوسری رائفل پلاٹون، اوپر پہاڑ کی چوٹی پر موجود تھی اس کے قریب ہی جنوب کی طرف ایک دوسری چھوٹی سی چوکی پر انگریزی فوج کی مشین گن پلاٹون موجود تھی ایک دوسری جگہ پر انگریزی فوج کی رائفل پلاٹون بھی تیار کھڑی تھی کہ وہ لواگرہ کے علاقے پر مجاہدین پر آسانی سے گولہ باری کر سکے ان دونوں چوکیوں سے مشرق کی طرف اور ان سے کوئی تین سو فٹ نیچے ایک تیسری فوجی چوکی تھی جس پر انگریزی فوج کی بقیہ رائفل کمپنی متعین تھی، اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ انگریزوں کی بالائی پلاٹونوں کی مدد کر سکے۔ تاکہ یہ اس پانی کی گذرگاہ (نالے) پر نظر رکھ سکیں جو اس راستے کے قریب تھا جو بار غلئی سے لواگرہ کی طرف جاتا تھا۔ یہاں پر انگریز فوجوں کی پوزیشن اس طرح مستحکم نظر آتی تھی وہاں تک مجاہدین کا پہنچنا اتنا مشکل دکھائی دیتا تھا کہ خاردار تاروں کی کمی کی وجہ سے حفاظتی اقدامات کے فقدان کو محسوس ہی نہیں کیا گیا۔ سہ پہر کے وقت خفیہ حلقوں نے یہ اطلاعات بہم پہنچائیں کہ مجاہدین مشرق کی طرف سے قلعہ ہاری پکٹ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھ رہے ہیں۔ لیکن انٹیلی جنس کے دوسرے ذرائع نے اس اطلاع کی کوئی تصدیق نہ کی جس کی وجہ سے کسی بڑے خطرے کے متعلق سوچا ہی نہیں گیا تقریباً پانچ بجے لواگرہ کی پہاڑیوں سے مجاہدین کے بگل کی آواز سنائی دی اور مجاہدین کی ایک خاصی تعداد جو تقریباً چھ سو کے قریب تھی۔ غنڈ وڑے سے لواگرہ کی طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دی اور آہستہ آہستہ مجاہدین یلغار کرتے ہوئے لواگرہ میں آکر جمع ہو گئے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مجاہدین کا لشکر کچھ حصوں میں بٹ کر مختلف اطراف میں پھیل کر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ مجاہدین کا ایک حصہ مشرق کی طرف بڑھا ایک حصہ مغرب کی طرف اور ایک حصہ وہیں رک کر اپنے شکار کی تاک میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً اسی وقت چالیس مجاہدین کا ایک دستہ مغرب کی طرف سے ایک پہاڑی ٹیلے سے انگریزی فوج کی پکٹ کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ ان مجاہدین پر پکٹ میں موجود مشین گنوں سے فائرنگ شروع کر دی گئی۔ کیمپ سے ان پر

توپ خانے نے بھی گولہ باری شروع کر دی۔ ایک طرف مشین گنوں کی گھن گرج اور توپ خانے کی گولہ باری ہو رہی تھی دوسری طرف مجاہدین اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے دشمن پر مشین گنوں اور توپوں کی پرواہ نہ کئے ہوئے جھپٹ رہے تھے اسی اثنا میں تاریکی چھا گئی سوا سات بجے کے قریب اس چوکی سے نیچے بنجر علاقے میں سے ڈھول پیٹنے کی آواز سنائی دی یہ آواز اس جگہ سے آ رہی تھی جہاں کچھ دیر پہلے انگریزی فوجوں کی مشین گنوں اور رائفل پلاٹون کا قبضہ تھا۔ یہ ڈھول مجاہدین بجا رہے تھے یہ گویا جہاد کا طبل یا نقارہ تھا جس سے مجاہدین ارد گرد کے لوگوں کو یہ دعوت دے رہے تھے کہ انگریزی فوجوں پر حملہ کر دو۔ مجاہدین کے اس طبل کی آواز کے ساتھ ہی تیغ زن مجاہدین نے چاروں طرف سے پکٹ پر حملہ کر دیا اور انہوں نے خاردار تاروں سے بنائی ہوئی باڑ کو اکھاڑ پھینکا جب مجاہدین پکٹ سے صرف دس گز کے فاصلے پر رہ گئے تو ان کی امداد کیلئے اور انگریزوں کی فوج پر آخر میں ضرب لگانے کے لئے جنوب کی طرف کی چٹانوں میں سے چھپے ہوئے دوسرے مجاہدین نے انگریزی فوج پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ پکٹ کی اس جانب صرف پچاس آدمیوں کے لئے جگہ تھی۔ اور پکٹ میں موجود انگریزی فوجوں کی فائرنگ اور ان کے اپنے حامی قبائل کی جانب سے پکٹ کی جانے والی فائرنگ کی وجہ سے وہ دوسری اطراف سے حملہ کرنے میں ناکام رہے اگرچہ مجاہدین کے چھوٹے چھوٹے دستے چاروں طرف سے پکٹ میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ مجاہدین جن کے پاس تلواریں تھیں۔ وہ پکٹ کی دیوار کے نیچے گھس گئے اور وہ پکٹ کے اندر چھلانگ لگانے کے لئے موقع کی تاک میں تھے کہ اسی دوران انہوں نے مشین گنوں کی نالیوں کو بھی پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ ان مجاہدین پر پکٹ کے اندر چھپے ہوئے انگریز فوجیوں نے پستولوں سنگینوں اور ڈھالوں اور پتھروں سے مقابلہ شروع کر دیا توپیں اور مشین گنیں مجاہدین کے سامنے بے کار ثابت ہوئیں اور نتیجے کے طور پر انگریز فوجیوں نے پکٹ کے اندر سے چھپ کر پکٹ کے سوراخوں سے سنگینوں اور پستولوں سے وار کرنا شروع کر دیئے۔ پکٹ پر ہونے والے ان مسلسل حملوں سے انگریز فوجی بالکل بے بس ہو چکے تھے۔ اسی دست بدست لڑائی کے دوران پہاڑی کے دامن میں بنجر علاقے میں دوسرے حملے کے لئے مجاہدین

تیاریوں میں مصروف تھے اور چند منٹوں کے اندر اندر مجاہدین کا دوسرا دستہ بھی پکٹ پر پہنچ گیا مجاہدین نے پکٹ پر دس دس منٹ کے وقفوں کے بعد آدھی رات تک حملے جاری رکھے۔ آدھی رات کے گذر جانے کے بعد مجاہدین کے چھوٹے چھوٹے دستوں نے پیش قدمی کی کوشش کی مگر پکٹ کی جانب سے مسلسل گولہ باری کی وجہ سے یہ کوششیں ناکام ہوگئیں۔ اس پکٹ پر حملے کے شروع ہونے کے تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد پکٹ سے ذرا اوپر ایک پہاڑی پر واقع رائفل پلاٹون کی چوکی پر بھی مجاہدین نے حملہ شروع کر دیا۔ اس حملے میں تقریباً ایک سو طاقتور اور مضبوط مجاہد حصہ لے رہے تھے اس چوکی کے گرداگرد کوئی خاردار تار نہ تھی لیکن یہاں تک پہنچنے سے مجاہدین کو روکنے کے لئے لیوی کی توپیں بندوقیں اور بم استعمال کئے جا رہے تھے۔ تاکہ مجاہدین اس طرف رخ نہ کر سکیں۔ مجاہدین کے دستوں نے تقریباً پونے گھنٹے تک مختلف سمتوں کی طرف سے انگریزی فوج پر حملے کی کوششیں کیں اور پھر یہ چھوٹے چھوٹے دستے آپس میں متحد ہونے کی کوشش کر رہے تھے لیکن رائفل کے فائروں کی وجہ سے ان کی یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی۔

اس مذکورہ پکٹ پر مجاہدین نے ایک بہت بڑا حملہ کیا جس کے دوران یہاں کا کمانڈر جو ایک صوبیدار تھا مار دیا گیا۔ اس کے واقعات مندرجہ ذیل تھے۔ سب سے پہلے مجاہدین نے لیوی گن کی چوکی پر مشرق کی جانب سے حملہ کیا جسے انگریزی فوج نے روک دیا اس کے بعد مجاہدین جنوب کی طرف چوکی کی طرف بڑھے ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے کمانڈر کھلے میدان میں نکل آیا اور اس نے اپنی پلاٹون کو حکم دیا کہ وہ توپوں کا رخ مجاہدین کی طرف موڑ دے لیکن ابھی وہ یہ حکم دے ہی رہا تھا کہ ایک مجاہد کی گولی نے اسے موت کی نیند سلا دیا۔

مجاہدین کے اس حملے کو ناکام بنانے کے لئے انگریزی فوجوں نے شمالی جانب والی چوکی سے بندوقوں کے ذریعے بھی بہت مدد دی اور یہاں کے کمانڈر جو لانس نائیک تھا اس نے دو آدمیوں کو چوکی میں چھوڑ کر باقی فوج کو کھلے میدان میں نکل آنے کا حکم دے دیا تاکہ وہ مجاہدین کا آسانی سے مقابلہ کر سکیں۔ اس چوکی سے شمال کی جانب واقع پہاڑی چوٹی پر موجود مشین گن پوسٹ تھی جس نے مسلسل گولہ باری کر کے اس چوکی کی

حفاظت میں مدد دی۔ اس طرح مجاہدین ایک مقام پر اکھٹے نہ ہو سکے۔ اگرچہ ان کے چھوٹے چھوٹے دستے پکٹ کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تمام رات مجاہدین نے پکٹ سے قریب سے فائر کرنے کے علاوہ نیچے والے پہاڑی ٹیلے کے مشرق کی جانب سے مجاہدین کی پیش قدمی کو مدد دینے کے لئے بھی گولیاں چلانا جاری رکھیں۔ اس دوران انہیں اس کی کوئی فکر نہ تھی کہ ان کی گولیاں کسے ہلاک کر رہی ہیں مجاہدین کو، یا انگریزوں کو۔ گویا مجاہدین کی یلغار سے انگریز فوجی اس قدر بوکھلا گئے تھے کہ انہیں گولہ باری کرتے وقت اس اہم اور نازک ترین موقع کے دوران نیچے والی پکٹ سے بھی لیوی کی توپوں کی فائرنگ کے ذریعے بھی مجاہدین کا مقابلہ کیا گیا جہاں ایک ہیڈ کوارٹر کمپنی اور دو رائفل پلاٹونیں موجود تھیں اس مقام سے ان تمام مقامات پر فائر کئے گئے۔ جس کے متعلق اوپر والی پکٹ نے ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع دی گئی اور اس طرح نشیبی چوکی مشرقی جانب سے مجاہدین کا حصار توڑنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کمپنی کا کمانڈر اس قابل بھی تھا کہ وہ توپ خانے کو مذکورہ پکٹ اور پہاڑ کی چوٹی کی چوکی پر ہونے والے حملوں کے بارے میں صحیح اطلاعات فراہم کرتا جس کے ذریعے پہاڑی توپ خانہ صحیح گولہ باری کر سکتا تھا۔ اس تمام کارروائی میں ہر ایک چوکی کی حفاظت میں بہت مدد دی گئی رات کے تقریباً ساڑھے نو بجے جب پہاڑ کی چوٹی پر واقع فوجی چوکی پر مجاہدین سخت ترین حملے کر رہے تھے۔ تو انگریزی فوج کے اس کمپنی کے کمانڈر نے توپ خانے کو یہ اطلاع دی کہ مجاہدین کا ایک بہت بڑا دستہ مشرق کی جانب سے انگریزی فوج پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے۔ اسی دوران اسے مشین گن کی پوسٹ سے بھی یہ اطلاع ملی کہ مجاہدین انگریزی فوجوں کی چوکی کی جانب نشیبی علاقے میں ڈھول بجاتے اور نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں اس ساری پیش قدمی کا اندازہ روشنیوں کی حرکت سے ہو رہا تھا یہ روشنی مجاہدین کی مشعلوں سے پیدا ہو رہی تھی اس کے بعد مجاہدین کے ایک دستے نے بہت تیزی کے ساتھ انگریزی فوج پر اندھا دھند گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ اس طرح مجاہدین کے اس دستے کو مدد ملی جو پہاڑ کی چوٹی کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اس کے بعد مجاہدین نے چاروں طرف سے اور خاص کر شمال مغرب کی طرف سے پیشقدمی

شروع کر دی اس حملے کے دوران وہ شدت نہیں تھی جو دوسری چوکیوں پر دیکھی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ حملہ ایک ہلکی قسم کی خاردار تاروں کے باڑ کے پاس چوکی میں موجود انگریزی فوجوں کی فائرنگ کی وجہ سے رک گیا۔ مجاہدین چاروں طرف سے فائر کر رہے تھے۔ اور ہر طرف سے چھوٹے چھوٹے دستے اس کوشش میں مصروف تھے کہ وہ چوکی تک پہنچ جائیں لیکن ان کوششوں کو آسانی کے ساتھ روک دیا گیا۔ صبح کے پانچ بجے برقی ٹارچوں کے ذریعے ہر طرف دی جانے والی اطلاعات کے سگنل نظر آئے اور اس کے ساتھ ہی تیز فائرنگ شروع ہو گئی پھر آہستہ آہستہ فائرنگ کم ہوتی گئی حتیٰ کہ یہ مکمل طور پر ختم ہو گئی۔ عین اسی وقت مجاہدین نے ہر طرف اپنی پیش قدمی روک دی اور وہ پیچھے ہٹنے لگے اس کے ساتھ ہی قلعہ ہاری پکٹ پر ہونے والا حملہ ختم ہو گیا۔ چونکہ اس جنگ کے دوران نہایت سخت اور بعض اوقات دست بدست لڑائی بھی ہوئی مگر اس کے باوجود انگریزی فوجوں کو جو خاص کر چوکی کے اندر تھیں انہیں بہت کم جانی نقصان ہوا۔ ایک ہندوستانی افسر مارا گیا وائسرائے کا ایک کمیشنڈ آفیسر زخموں کی تاب نہ لا کر ختم ہو گیا اور سات ہندوستانی زخمی ہوئے مجاہدین کا تصدیق شدہ جانی نقصان یہ تھا کہ ۲۸ آدمی مارے گئے بہت بڑی تعداد میں زخمی ہوئے۔ لیکن مجاہدین اپنے تمام ہلاک اور زخمی ہونے والوں کو اٹھا کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ سوائے ایک آدمی کی لاش جو اس حملے کے بعد مشین گن پوسٹ کے نیچے پڑی ہوئی ملی جس کے ہاتھ میں تلوار اس وقت بھی تھامے ہوئے تھی۔

ڈیوک آف ولنگٹن کی رجمنٹ کی دوسری بٹالین نے بارغلئی کو مزید امداد پہنچائی اس حملے کے اثرات بہت جلد ہی کوٹ کے مقام پر ظاہر ہونے لگے۔ آدھی رات سے تھوڑی دیر پہلے ایک ضروری پیغام بارغلئی سے موصول ہوا جس میں فوری مدد اور اسلحہ بارود کی مزید سپلائی کا مطالبہ کیا گیا تھا ڈیوک آف ولنگٹن کی سیکنڈ بٹالین کی ایک کمپنی اس وقت بھی ساڑھے چار بجے کوٹ سے روانہ ہوئی اور اندھیرے میں تمام رات سفر کرنے کے بعد پو پھٹنے کے ساتھ ہی بارغلئی پہنچ گئی۔ اپریل کی ۷ تاریخ ۱۹۳۵ء کو صبح سویرے بارغلئی میں مقیم فوج نے ایک کمپنی اور ایک مشین گن پلاٹون کو کیمپ کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ اور باقی فوج قلعہ ہاری پکٹ کے ٹیلے کی طرف چل پڑی۔

وہ فوجی دستے جو گذشتہ رات اس پکٹ میں موجود تھے انہیں آرام کی غرض سے پیچھے بھیج دیا گیا اور یہاں کی چوکی کو مزید کمک کے ذریعے مستحکم کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہر ایک چوکی کی حفاظت کے لئے خاردار تاروں کی باڑھ لگا دی گئی اس دوران معمولی فائرنگ کے واقعات ہوتے رہے جس سے سیکنڈ پنجاب رجمنٹ کی تیسری بٹالین کا ایک آدمی زخمی ہوا۔ لیکن اس کے علاوہ مجاہدین نے مزید مداخلت کی کوشش نہ کی۔ اور ۶½ بجے شام انگریز فوجی واپس چلے آئے بارغلئی کیمپ اور دوسری پکٹیں مجاہدین کی زد سے دوسری رات بالکل محفوظ رہیں البتہ قلعہ ہاری پکٹ پر مجاہدین برابر گولیاں برساتے رہے۔

دوسرے دن ۷/ اپریل ۱۹۳۵ء کو کیمپ کی حفاظت اور پکٹوں کی پوزیشن مستحکم کرنے کی کئی مزید کوششیں کی گئیں سہ پہر کے وقت کچھ مجاہدین درہ آگرہ میں جمع ہوئے جن پر انگریز فوجیوں نے قلعہ ہاری پکٹ سے گولیاں برسائیں۔ کچھ اور مجاہدین کام آگرہ کے جنوب میں بھی جمع ہو گئے۔ جن پر پکٹ کی رہنمائی کے مطابق کیمپ سے گولہ باری کی گئی۔ اس کے بعد مجاہدین کے لشکر کے رہنماؤں کو آگرہ کے گرد و نواح اور شموزئی کے قبائلی علاقوں میں وارننگ نوٹس دیئے گئے کہ وہ اپنے لشکروں کو ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر منتشر کر دیں۔ مگر مجاہدین نے انگریزوں کی اس وارننگ کی کوئی پروا نہ کی۔ شام کو جب اندھیرا چھا گیا تو نالے کے شمال اور قلعہ ہاری پکٹ کے شمال مغرب میں لائٹیں حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیں اس کے متعلق یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ مجاہدین اپنے ہلاک یا زخمی یا غائب ہونے والے افراد کی تلاش میں مصروف ہیں ان پر گولہ باری کی گئی تو وہ منتشر ہو گئے۔

نوشہرہ بریگیڈ کے باقی حصے کو لوآگرہ کے علاقہ میں جانے کا حکم دے دیا گیا۔ ۵/ اور ۶/ اپریل ۱۹۳۵ء کی درمیانی رات کو ہونے والے حملے کے نتیجے کے طور پر یہ محسوس کیا گیا کہ کہ مجاہدین اس بات کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ اس علاقے پر دوبارہ قبضہ کر لیں۔ اس لئے نوشہرہ بریگیڈ کے باقی یونٹوں کو مکمل طور پر تیار رہنے اور متحرک ہونے کے لئے صرف حکم کا منتظر رہنے کی ہدایت کر دی گئی۔

۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ۱۲ فرنٹیئر فورس رجمنٹ کی پانچویں بٹالین مردان سے لاری کے ذریعے کوٹ پہنچی اور اس میں سے ایک کمپنی براہ راست بارغلئی کی طرف چلی گئی

۹ اپریل ۱۹۳۵ء تک بارغلئ کے مرکز کو مزید مستحکم کرلیا گیا۔ اس دوران کوٹ کے کیمپ پر پشاور بریگیڈ کی جانب سے ۴ بمبئی گرینیڈیئرز کی پہلی بٹالین کا قبضہ تھا اس میں چوتھی گورکھا رائفل کی پہلی بٹالین بھی شامل تھی (گورکھا رائفل) ملاکنڈ سے بلائی گئی تھی) اسے آگے کی طرف بھیجا گیا کیونکہ یہاں سے ان بھاری دستوں کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ دور مار توپوں کے ذریعے اچانک مجاہدین پر گولہ باری کر سکیں۔

۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو قلعہ ہاری کٹ میں موجود انگریزی فوج کے دستے کو پھر تبدیل کر دیا گیا اس بار اس کا انتظام ۱۲ ایف ایف رجمنٹ (گارڈز) کی پانچویں بٹالین نے سنبھالا جو بارغلئ پہنچ چکی تھی اس پورے دن کے دوران مجاہدین نظر نہ آئے لیکن رات کے وقت گذشتہ رات کی طرح کچھ لالٹین پھر نظر آئیں اور بارغلئ کیمپ پر گولیوں کا تبادلہ بھی شروع ہوتا رہا۔

دن کے وقت مجاہدین کی عدم موجودگی کا ایک سبب یہ تھا کہ فقیر آف علنگر اور بادشاہ گل[1] فغفور اور دوسرے مجاہد رہنما نارنجی باندہ میں ایک جرگہ کر رہے تھے تاکہ منتشر ہونے والے تنبیہی نوٹس پر غور کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں ایک ناخوشگوار دھمکی آمیز جواب پولیٹیکل حکام کو بعد میں موصول ہوا۔

چونکہ اس وقت تک بارغلئ کے مقام پر فوجی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اس لئے لواگرہ کی طرف پیش قدمی کی تیاریاں کی گئیں اسی رات بارغلئ کے کیمپ پر شدید گولیاں مجاہدین نے برسائیں اور اس کے ساتھ ساتھ مجاہدین کے کچھ منظم دستوں نے کیمپ کی طرف پیشقدمی شروع کر دی لیکن ان کی نقل و حرکت کو تین مختلف پہاڑیوں پر موجود کیمپوں کے سگنلوں کے ذریعے قابو میں رکھا گیا۔ البتہ کیمپ پر مزید کوئی حملہ نہیں ہوا سوائے اس کے کہ مجاہدین کی گولیوں سے ایک آدمی زخمی ہوا۔

اب اس علاقے میں مجاہدین کے لشکر کی تعداد تقریباً ۸۰۰ بتائی جا رہی تھی اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کے دو گروہ ہیں ایک گروہ کی قیادت بادشاہ گل نمبر ا کر رہے تھے جو نارنجی باندہ کے علاقے میں موجود تھا۔ دوسرا گروہ جس کے ساتھ فقیر آف علنگر اور فغفور منسلک تھے وہ لواگرہ کے دیہات میں علاقہ گندھاب کے شمال کی جانب شموزئی قبائل میں قیام پذیر تھا۔[1]

۱۔ ملاکنڈ ملٹری اپریشن خفیہ خط ہیڈکوارٹر ناردرن کمانڈ مری نمبر ۱۸۰/۱۱ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء

ڈائری کے متفرق اوراق

انگریز حکومت نے حاجی صاحب کی نقل و حرکت اور جہاد کے متعلق خبریں بہم پہنچانے کے لئے کئی مخبر مقرر کر رکھے تھے۔ ان مخبروں کی خفیہ رپورٹیں سرکاری ریکارڈ میں موجود ہیں جو پشاور کے آرکائیو میں موجود ہیں ان ڈائریوں میں کچھ تو مسلسل حاجی صاحب کی تحریک اور ان کی نقل و حرکت سے متعلق ہیں اور بعض ڈائریاں غیر مسلسل ہیں جن میں سے کچھ ذیل میں درج کی جاتی ہیں تاکہ ان سرکاری اطلاعات کی روشنی میں حاجی صاحب کی مجاہدانہ زندگی اور اہم کارناموں سے واقفیت حاصل ہو سکے۔

۲۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو برطانوی فوجوں نے مچنی کے ارد گرد "تارک زئی مہندوں" کے چھ گاؤں کو آگ لگا کر خاک بنا یا۔ گاؤں کے لوگوں نے مدافعت کی مگر وہ اپنے گھروں کو آگ سے نہیں بچا سکے کیونکہ یہ آگ فوجوں نے اس وقت گھروں کو لگائی تھی جب کہ ان گھروں کے مکین سوئے ہوئے تھے۔ فوجوں کی اس ظالمانہ کاروائی کے نتیجے میں مجاہدین نے نواب دیر کے پاس جنوری ۱۹۱۷ء میں مہند مجاہدین کی ایک پارٹی بھیجی اور اس پارٹی نے نواب دیر کو کچھ رائفلیں اور ہیلمٹ دے کر کہا کہ ہم نے یہ چیزیں انگریزی فوجیوں سے چھینی ہیں جو ہم آپ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ نواب دیر نے ان سے کہا کہ آئندہ کے لئے اگر آپ لوگوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا نہ چھوڑا یا کسی بھی انگریز کو کوئی نقصان پہنچایا تو پھر کسی بھی مہند کو آئندہ اس ریاست میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی[1]۔

حاجی صاحب فروری ۱۹۱۷ء میں جلال آباد گئے "تاکہ جن بائیزئی۔ خادیزئی اور دوسرے قبائلی سرداروں کو افغان حکومت نے انگریزوں کے اشارے پر گرفتار کیا ہے انہیں رہا کرایا جائے۔

فروری ۱۹۱۷ء میں انگریزوں نے افغان حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ کسی طریقے سے

---

[1] ہفتہ وار رپورٹ فائل ۵۹۶ صـ۲۳ ڈی سی رپورٹ پشاور آرکائیو۔

حاجی صاحب ترنگ زئی کو گرفتار کرے۔

میر سید جان بادشاہ ساکن اسلام پور نے حاجی صاحب کو آگاہ کیا کہ وہ افغانستان نہ جائیں کیونکہ افغان حکومت انہیں گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ حاجی صاحب نے سلالہ کے مقام پر ایک جرگہ منعقد کیا اور اعلان کیا کہ اگر امیر افغانستان انگریزوں کے اشارے پر تحریک جہاد کو ختم کرنا چاہتا ہے تو پھر میں اعلان کرتا ہوں کہ خدا کے ایک حکم کے راستے میں مداخلت کرنے والا کافر ہوتا ہے لہٰذا اب ہمارا مقابلہ کرنا اپنے ہی مار آستین نواب دیر اور امیر افغانستان سے ضروری ہو گیا ہے لہٰذا میں مجاہدین کو حکم دیتا ہوں کہ وہ انگریزوں کے حامی نواب آف نحار اور امیر افغانستان کے خلاف بھرپور جدوجہد کریں تاکہ یا تو یہ راہ راست پر آجائیں یا پھر ان کی قیادت سے عوام کو نجات دلائی جائے۔

دسمبر ۱۹۱۶ء میں حاجی صاحب باڑہ ملا کے گھر تشریف لے گئے وہاں ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں سالارزئی اور ماموند قبائل نے حصہ لیا۔ اس مجلس مشاورت میں ایک قرار داد پاس ہوئی جس میں نواب دیر سے کہا گیا کہ وہ جندول کے علاقے کو چھوڑ دے اور جندول کے کسی خان کو اپنے قبضے میں نہ رکھے۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے قاری عبدالمستعان اور دوسرے چند مجاہدین کو کابل بھیجا تھا جہاں سے وہ دو ہزار تین سو روپے نقد اور دوسرے تحائف حاجی صاحب کے لئے لائے۔[1]

حاجی صاحب نے مارچ ۱۹۱۷ء میں باجوڑ۔ سوات اور قبائلی علاقوں میں خطوط بھیجے کہ ۲۲ر اپریل ۱۹۱۷ء کو یکم ربیع الاوّل کے دن جہاد کا آغاز کیا جائے گا لہٰذا مجاہدین پوری تیاری کریں تاکہ جہاد میں کامیابی حاصل ہو سکے۔

حکومت کی طرف سے یہ اعلان جاری ہوا کہ ۱۰ر مارچ ۱۹۱۷ء کو وائسرائے ہند مہمندوں کے علاقے کا دورہ کریں گے۔ اور مجاہدین کے محاصرے کا معائنہ کریں گے۔ یہ خبر سنتے ہی حاجی صاحب ترنگزئی گنداب میں پہنچے۔ اور قبائلیوں سے کہا کہ وہ جرأتمندی کا مظاہرہ کریں تاکہ وائسرائے اس علاقے میں داخل نہ ہو سکے۔ حکومت نے وائسرائے کو خفیہ طریقے

---

[1] ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔ ڈائری ۲۶/۳۹۶ صفحہ ۳۹۶ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ۱۹۱۷ء

سے اس طرح مہمندوں کے علاقے میں محاصرے کی لائنوں کو دکھایا کہ مجاہدین کو اس کا علم ہی نہ ہوسکا۔ فروری۔ مارچ اور اپریل میں گنداب اور اردگرد کے علاقوں میں مجاہدین انگریزوں اور ان کی پکٹوں پر حملے کرتے رہے تاکہ انہیں آرام سے نہ بیٹھنے دیا جائے۔ حاجی صاحب اپریل میں پنڈیالی پہنچے۔

مئی ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے حلیم زئی قبائل کو ایک خط لکھا۔ اس میں لکھا کہ میں نے مہمندوں کا ایک عظیم لشکر جہاد کے لئے تیار کر لیا ہے۔ جون میں حاجی صاحب نے سنڈا کے مُلا کے پاس اپنے پانچ خلیفوں کو سوات بھیجا۔ اور ان سے کہا کہ وہ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہیں یہ وفد سنڈاکے مُلا سے ملنے کے بعد بنیر بھی گیا۔[1]

اکتوبر ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے خان آف خار سے ملاقات کی اور اسے مجبور کیا کہ وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مجاہدین کا ساتھ دے تو مجاہدین اس کے خلاف تمام کارروائیوں کو ختم کر دیں گے۔ اس سلسلے میں کچھ دن پہلے ڈوڈا کے مقام پر ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں خان صاحب آف ڈوڈا۔ بابڑہ مُلاؔ اور حاجی صاحب نے فیصلہ کیا کہ خان آف خار سے مل کر پہلے اسے دعوت دی جائے کہ وہ مجاہدین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرے اگر اس نے مان لیا تو بہتر ورنہ پھر مجاہدین اس کے خلاف ہر کارروائی کے مجاز ہونگے حاجی صاحب کو کہا گیا کہ وہ گنداب کو امر بالمعروف کے لئے چلے جائیں۔ اگر حلیم زئی قبائل نے ان کی مدافعت کی تو پھر بابڑہ مُلاؔ نے کہا کہ میں مجاہدین کو لے کر خود گنداب آؤں گا۔ حاجی صاحب نے کچھ صافی اور بائیزئی کے مجاہدین کو ساتھ لیا اور گنداب چلے گئے تاکہ لوگوں کو اصلاح معاشرہ کی تلقین کریں۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۱۷ء کو حاجی صاحب گنداب پہنچے اور امر بالمعروف کی تبلیغ شروع کی۔[2]

نومبر ۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے قبائل کے تقریباً ایک سو علماء کو اکٹھا کیا اور کمالی کے علاقہ میں تشریف لائے اور حلیم زئی قبائل سے کہا کہ انہوں نے چونکہ آپس میں معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے وہ عائد کردہ جرمانہ ادا کر دیں۔ انگریزوں نے اپنے حامی افراد کے ذریعہ حاجی صاحب سے کہا کہ وہ آئندہ گنداب میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں بھی نہ آیا کریں۔[3]

حاجی صاحب نے کاٹنگی کے غلام صادق میاں کو گنداب میں اپنا نمائندہ مقرر کیا۔

۱۔ ڈی سی ڈائری ۳۰ء ۱۹۱۷ء صفحہ ۲۴ ۲۔ ڈی سی ریکارڈ ڈائری ۳۸ صفحہ ۲۶۱ فائل ۳۹۶ پشاور آرکائیو
۳۔ ڈائری ۴۲ سیریل ۳۹۶ صفحہ ۲۸۶ پشاور آرکائیو۔

مارچ ۱۹۱۸ء میں ایک جنرل حاجی صاحب کے پاس آیا اور اس نے حاجی صاحب سے کہا کہ وہ برطانوی فوج سے بھاگ کر ترک فوج میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے کہا کہ بارہ لاکھ ترک نوجوان اتحادیوں سے لڑنے کے لئے ایران میں پہنچ چکے ہیں۔

امیر حبیب اللہ نے انگریزوں کے کہنے پر مجاہدین کی مالی امداد بند کر دی تھی۔ جو اپریل ۱۹۱۸ء میں دوبارہ سردار نصر اللہ جان کے اصرار پر بحال کی گئی۔

۲۶ر اپریل ۱۹۱۸ء کو حاجی صاحب باجوڑ کے علماء کا ایک وفد لیکر جندول تشریف لے گئے اور نواب جندول سے کہا کہ وہ عمرا خان کے بیٹے عبدالمتین کو رہا کر دیں۔ نواب دیر نے حاجی صاحب کے کہنے پر عبدالمتین کو رہا کر دیا۔

اگست ۱۹۱۸ء میں حاجی صاحب نے اعلان کیا کہ وہ گنداب جا رہے ہیں تاکہ وہاں مہمندوں کو کہیں کہ وہ انگریزوں کی قائم کردہ ملیشیا فوج میں بھرتی نہ ہوں۔[۱]

ستمبر ۱۹۱۸ء میں انگریزوں نے تنوار ی ملا کو حاجی صاحب کے خلاف کیا اور ستمبر ۱۹۱۸ء میں باجوڑ کے علماء نے حاجی صاحب کی ہدایات کے تحت خان آف خار کی فوجوں کا مقابلہ کیا جو انگریزوں کا حاشیہ بردار تھا۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں حاجی صاحب گنداب پہنچے تو تمام مہمندوں نے ان کے لشکر میں شامل ہو کر خان آف خار کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ مہمندوں کا ایک عظیم لشکر لے کر حاجی صاحب نواگئی پہنچے۔

۴ مئی ۱۹۲۰ء کو خان آف خار اور مجاہدین کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ خان آف خار انگریزوں کے اشارے پر مجاہدین کو ناکام بنانے کے لئے قبائلی لوگوں کو مجاہدین کے خلاف اکسا رہا تھا۔ مجاہدین نے خان آف خار کی فوجوں کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں دیر کے نواب نے بھی خان آف خار کی مدد اور مجاہدین کے مقابلے کے لئے اپنی ریاستی فوج بھیجی مگر مجاہدین نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور دیر کے ۸۰ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور سینکڑوں کو زخمی کیا گیا۔

اگست ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب نے اپنے خلفاء اور مریدوں سے کہا کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کی ہر ممکن مدد کریں۔ حاجی صاحب نے مہاجرین کو پیشکش کی کہ وہ لکاڑے میں آکر قیام کریں جہاں ان کے قیام اور طعام کا ہر ممکن انتظام کیا جائے گا۔[۱]

۱۔ قلمی روزنامچہ از قاری عبدالمنعان۔ روزنامچہ نویس حاجی صاحب ترنگزئی ص ۴۷

حاجی صاحب نے اپنے قاصدوں کے ذریعے خفیہ طور پہ چارسدہ مردان اور ٹ در
میں تمام علماء اور مشائخ کو خطوط دیکر بھیجا کہ وہ ہندوستان سے ترک وطن کر کے
آنے والے مہاجرین کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کریں۔ حاجی صاحب نے ہجرت تحریک کو
جائز قرار دیتے ہوئے اپنے معتقدین کو لکھا کہ علماء ہند کے فیصلہ کے مطابق تحریک
ہجرت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر انگریزوں پہ واضح کیا جائے کہ ہندوستان کے باشندے
کسی صورت بھی انگریزوں کو اپنے ملک میں دیکھنا اور قابض رہنا پسند نہیں کرتے
حاجی صاحب نے ان لوگوں کو خبردار کیا جو ہجرت کی تحریک کی مخالفت کر رہے تھے حاجی
صاحب نے ان لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اپنی ان حرکتوں کو چھوڑ کر
مسلمانوں کا ساتھ دیکر اپنا قومی فرض ادا کریں۔ حاجی صاحب نے ایسے لوگوں کو وارننگ
دیتے ہوتے لکھا کہ اگر یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو مہند مجاہدین انکے
ساتھ وہی سلوک کریں گے جو انگریزوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ حاجی صاحب کی اس پیشکش
کی وجہ سے سینکڑوں مہاجرین شبقدر کے راستے مہندوں کے علاقے سے ہوتے ہوئے
کابل پہنچے۔ لکاڑے کے مقام پر بھی سینکڑوں مہاجرین نے حاجی صاحب کے ساتھ رہ کر
یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی زندگی کے آخری سانس تک حاجی صاحب کی معیت میں انگریزوں
کے خلاف جہاد کر کے اپنا قومی فرض پورا کریں گے۔ حاجی صاحب نے اس تحریک کو کامیاب
بنانے کیلئے سرحد کے لوگوں کو جو اپیل کی تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ سرحد کے ہزاروں لوگوں نے
انگریزی علاقے کو چھوڑ کر ہجرت کی تحریک کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔[۱] جب
یہ تحریک شباب پر تھی تو حاجی صاحب نے سرحد کے علماء کو لکھا کہ وہ لوگوں کو جہاد کے
لئے تیار کر کے قبائلی علاقوں میں بھیجیں تاکہ انگریزوں کے خلاف بھرپور جدوجہد کی جائے
حاجی صاحب نے سرحد کے علماء کو لکھا کہ وہ ہر مسجد میں ہر محفل میں ہر گاؤں اور ہر محلے
میں جا کر لوگوں کو جہاد کی فضیلت سے روشناس کرائیں تاکہ لوگ خدا کے راستے میں اپنی
جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ حاجی صاحب نے علماء کو لکھا کہ اس وقت یہی ایک
واحد طریقہ ہے جس سے ہم اپنے ملک کو آزاد کرا سکتے ہیں اور اسلام کا پرچم سربلند کر کے
اپنا اسلامی فرض ادا کر سکتے ہیں۔

جب انگریزوں نے دیکھا کہ حاجی صاحب کے خطوط اور پیغامات کی وجہ سے

تحصیل چارسدہ، مردان، نوشہرہ، صوابی، پشاور اور سرحد کے دوسرے اضلاع سے لوگ جوق در جوق ہجرت کی تحریک میں شامل ہو رہے ہیں اور جہاد کی تیاریوں میں مصروف ہو چکے ہیں تو انگریزوں نے اپنے خاص مددگاروں کے ذریعے ایک جعلی خط حاجی کی طرف سے چارسدہ بھیجا۔ اس خط میں حاجی صاحب کی طرف سے یہ اعلان کرایا گیا کہ۔
"اسلام میں ہجرت فرض نہیں ہے" مگر عوام کو بعد میں معلوم ہو گیا کہ یہ حاجی صاحب کی طرف سے فرضی بیان اور خط بھیجا گیا ہے، حالانکہ چارسدہ کے راستے ہزاروں لوگ مہمندوں کے علاقوں میں ہجرت کر کے جو جاتے تھے حاجی صاحب کے حکم کے تحت مہمندوں کے علاقے میں ان مہاجرین کی بہت زیادہ آؤ بھگت کی جاتی تھی اور ان کے قیام و طعام کا ہر جگہ معقول انتظام کیا جاتا تھا۔

۲۷ اگست ۱۹۲۰ء کو جمعہ کی نماز کے بعد مولانا محمد اسحاق مانسہروی کی طرف سے صوفیان کے گاؤں میں یہ اعلان کیا گیا کہ تمام قبائلی حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں جہاد کیلئے جمع ہو جائیں تاکہ عید کے بعد انگریزوں کے خلاف جہاد کیا جائے۔

تحریک ہجرت کے دوران انگریزوں نے مہاجرین کے مقابلے میں اپنے وظیفہ خواروں کو لا کھڑا کیا۔ کمالی کے علاقے میں جب بٹگرام کے مہاجرین کا ایک قافلہ جا رہا تھا تو ان وظیفہ خواروں نے اس قافلے پر انگریزوں کے اسلحہ سے حملہ کیا مہاجرین خالی ہاتھ تھے۔
اس حملے میں ایک مہاجر فیض طلب شہید ہوا۔ اس کی لاش کو بٹگرام لے جا کر دفن کیا گیا۔[1]

بنیر والوں نے تحریک ہجرت کے دوران متفقہ فیصلہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ:۔

۱۔ گھی اور بکریاں وغیرہ انگریزی علاقوں میں جو شخص بھی خرید و فروخت کے لئے لے جائے گا اس پر سو روپے جرمانہ عائد کیا جائے گا۔
۲۔ جو شخص بھی ہجرت کر کے بنیر کے علاقے میں داخل ہو گا۔ اسے تمام علاقوں کی طرف سے مفت خوراک اور مفت قیام کی سہولیات میسر ہوں گی۔

لوگوں نے تقریباً تین ہزار من غلہ مہاجرین کے لئے خرید کر انہیں خوراک کی ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی۔

۱۔ قلمی روزنامچہ قاری عبدالمستعان ص ۱۴۲

انگریزوں نے اپنے آدمی راہزنوں کے لباس میں راستوں میں بٹھا دیئے تھے تاکہ لوٹ مار مچا کر مہاجرین کو ہراساں کیا جاسکے، چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مہاجرین کے قافلوں کو انگریزوں کے حواریوں نے لوٹا۔ اگست ۱۹۲۰ء میں تقریباً ڈیڑھ ہزار مہاجرین کا ایک قافلہ افغانستان سے ہوتا ہوا لکاڑے میں حاجی صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے درخواست کی کہ وہ واپس اپنے گھروں کو جانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان کی حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ حاجی صاحب نے چند دنوں تک انہیں مہمان رکھا ان کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا معقول انتظام کیا۔ اس کے بعد اپنے مجاہدین کی حفاظت میں انہیں گنداب تک پہنچایا جہاں سے حاجی صاحب کی ہدایت پہ گنداب کے مہمندوں نے انہیں پشاور تک واپس بحفاظت پہنچایا۔[1]

اگست ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب خاویزئی کے علاقے میں تشریف لے گئے تاکہ ہندوستان سے ترک وطن کرکے آنے والے مہاجرین کو ہر ممکن امداد دی جائے اور ان کو ہر ممکن تحفظ فراہم کیا جائے تاکہ وہ حکومت کی کسی سازش کا شکار نہ ہوسکیں۔ حاجی صاحب نے اپنے تمام خلفاء کو بھی مہاجرین کی خدمت کے لئے ان تمام راستوں پر متعین کر دیا تھا جن راستوں کے ذریعے وہ قبائلی علاقے میں داخل ہو رہے تھے۔ ان انتظامات کے علاوہ حاجی صاحب نے چارسدہ مردان اور دوسرے تمام سرحدی اضلاع کو خفیہ خطوط بھیجے کہ مہاجرین کے ساتھ ہر ممکن مدد کی جائے کیونکہ یہ لوگ جس مقصد کے تحت اپنے گھروں سے نکلے ہیں وہ ایک مقدس مقصد ہے اس لئے ان کی کسی حالت میں بھی حوصلہ شکنی نہ ہونے پائے۔ حاجی صاحب نے لوگوں کو پیغام بھجوایا کہ موجودہ حالات میں تمام لوگوں کو مشترکہ طور پہ جدوجہد کرنا چاہیئے یہی یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر مسلمانوں کی اکثریت اسلامی لیڈروں اور علماء کے حکم پہ ہجرت کر رہی ہے تو سرحد کے لوگوں کو ہجرت کے ساتھ ساتھ ہجرت کرنے والوں کی میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دینا ہوں گے۔[2]

۱۔ ہندپولیٹیکل رپورٹ ۱۹۲۰ء ڈی سی ریکارڈ پشاور آرکائیو۔ ص ۱۵۳

۲۔ قلمی روزنامچہ قاضی اسلم سنجری ص ۲۴

جنوری ۱۹۲۱ء میں پشاور میں خلافت کمیٹی کی تشکیل کی گئی مسجد قاسم علی خان کے خطیب مولوی عبدالحکیم کو صدر اور محمد عمر بخش کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ محمد عمر بخش اور خان صاحب غلام حیدر خان نے مردان اور اس کی تحصیلوں کا دورہ کر کے انگورہ کے امدادی فنڈ کے لئے چندہ جمع کیا۔ خلافت کمیٹی کے رضا کاروں نے اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ کر انگریز حکومت کے خلاف تحریک شروع کی ۴ مارچ ۱۹۲۲ء کو پرنس آف ویلز جب پشاور پہنچا تو اس کا سیاہ جھنڈیوں سے ان رضا کاروں نے استقبال کیا۔ ہر طرف سے نعروں کی آواز آ رہی تھی ہمارے ترک بھائیوں پر ظلم بند کرو۔ سرحد کے گوشے گوشے سے خلافت تحریک کے کارکن بھاری تعداد میں اکٹھے ہوئے اور انہوں نے انگریزوں کے خلاف نفرت کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ہم کس صورت بھی اب مزید غلامی برداشت نہیں کر سکتے۔" [1]

مارچ ۱۹۲۱ء کو حاجی صاحب کڈہ خیل کے علاقے میں گئے اور وہاں آپ نے اعلان کیا کہ وہ عنقریب گندھاب جائیں گے تاکہ ملک امیر کے ساتھ کوئی ایسی مصالحت ہو جائے تاکہ وہ آئندہ مجاہدین کا ساتھ دے۔ ملک امیر نے سید حسن کے گاؤں پر قبضہ کر لیا تھا۔ حاجی صاحب چاہتے تھے کہ ملک امیر سید حسن کو اس کا گاؤں واپس کر دے تاکہ آپس کی خانہ جنگی ختم ہو جائے اور انگریزوں کی اس سازش کو ناکام بنا دیا جائے۔ [2]

۱۹۲۱ء میں انگریزوں نے ایک نئی سازش کے تحت اتمان زئی اور صافی قبائل کو آپس میں باہمی خانہ جنگی میں الجھا دیا تاکہ ان کی مشترکہ طاقت کا خاتمہ ہو جائے اور حاجی صاحب ترنگزئی کی تحریک جہاد کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے۔ حاجی صاحب نے دونوں قبیلوں کے سرداروں کو بلا کر ایک جرگہ منعقد کیا اور ان کی باہمی رقابتوں کو ختم کر کے ان میں ہم آہنگی اور یگانگت پیدا کی۔

جنوری ۱۹۲۲ء میں حاجی صاحب جلال آباد تشریف لے گئے۔ حاجی صاحب نے جلال آباد جانے سے پہلے تمام قبائلی علماء و مشائخ سے کہا کہ وہ ان لوگوں کی فہرستیں تیار کرائیں جنہوں نے دسمبر ۱۹۲۱ء میں شبقدر کے مقام پر انگریز حکام سے وظیفے اور مراعات حاصل کیں۔ حاجی صاحب اپریل ۱۹۲۲ء میں واپس لکاڑ سے تشریف لائے اسی اپریل کے مہینے میں ہندوستان

۱۔ ڈی سی ڈائری خفیہ ریکارڈ ۵۵ بنڈل ۱۸ سیریل ۴۴۰ پشاور آرکائیو۔

۲۔ رپورٹ ڈی سی پشاور ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء (۲۳) ڈی سی خفیہ ڈائری ۱۵ ۱۵ اپریل ۱۹۲۲ء بنڈل ۸ پشاور آرکائیو

سے ایک عالم کے ذریعے علمائے ہند اور ہندوستان کے مجاہدین نے حاجی صاحب کے لئے ایک خطیر رقم بھیجی تاکہ مجاہدین میں تقسیم کی جا سکے اور اسلحہ بھی اس سے خریدا جا سکے۔[1]

۲۸ اپریل ۱۹۲۳ء کو حاجی صاحب نے آفریدی قبائل کو ایک خط لکھا کہ وہ متحد ہو کر انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے جہاد کی تیاری کریں۔

اسی اپریل کے مہینے میں حاجی صاحب نے بڈے صاحب کی زیارت کے لنگر خانے کے لئے گندم بھیجی۔

حاجی صاحب کو مئی ۱۹۲۳ء کو امیر کابل نے ایک درخواست بھیجی کہ مہمند مجاہدین کا ایک لشکر کابل بھیجا جائے تاکہ باغی افراد کی سرکوبی کی جا سکے۔

مولوی بشیر ۴ مئی ۱۹۲۳ء کو کابل سے تیرہ ہزار روپے اور پندرہ بندوقیں لے کر چمرکند آئے۔

بادشاہ گل بیمار ہوئے توپٹ ور سے ایک ڈاکٹر انکے علاج کیلئے غازی آباد گیا۔[2]

۱۹۲۳ء میں عید کے بعد چمرکنڈ میں پریس لگایا گیا۔

۲۹ ستمبر ۱۹۲۳ء کی پولیٹیکل رپورٹ کے مطابق حاجی صاحب نے غازی آباد میں مسجد کی تعمیر شروع کی۔ اس مسجد اور لنگر خانے کی تعمیر کے لئے اسی ہزار روپے کا تخمینہ لگایا گیا۔

حاجی صاحب نے نومبر ۱۹۲۳ء میں دو قبیلوں کے درمیان صلح کرائی۔

مجاہدین کے درمیان باہمی تنازعہ پیدا ہوا۔ حاجی صاحب نے ثالث بن کر اس جھگڑے کو ختم کیا۔

حاجی صاحب نے نومبر ۱۹۲۳ء کا مہینہ قبائل میں تبلیغ اور جہاد کی تیاری کی تلقین میں گذارا حاجی صاحب نے برطانوی وظیفہ خوروں سے کہا کہ وہ وظیفہ کی رقم لینا چھوڑ دیں۔

حاجی صاحب ۱۱ نومبر کو پنڈیالی گئے اور ۲۴ نومبر کو غازی آباد پہنچے۔

حاجی صاحب نے پنڈیالی اور دانش کول کے علاقوں میں لشکر تیار کیا اور اسلامی تبلیغ کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب لوگوں کو تلقین کرتے رہے کہ انگریز انہیں یہ روپیہ اور دولت اس لئے دے رہے ہیں تاکہ وہ ان کے ضمیروں کو خرید کر ان کی آزادی

---

1. رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر پشاور فائل ۴۹/۴ مورخہ یکم جنوری ۱۹۲۳ء پشاور آرکائیو
2. " " " " " " ۵ مئی ۱۹۲۳ء فائل ۴۹/۴ " "

کو ختم کردے حاجی صاحب کے لشکر کو مرعوب کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ آفیسر الف سی
مسٹرنگ نے ایک ہوائی جہاز کو پنڈیالی کے مقام پر بار بار چکر دیئے اور آبادی پر بم برسائے
جس سے کافی نقصان ہوا[1]

بمبئی سے سیٹھ عبداللہ ہارون نے حاجی صاحب کو معقول رقم بھیجی تاکہ اس رقم سے مجاہدین
کی امداد کے ساتھ ساتھ لکاڑے میں ایک مسجد کی تعمیر کی جائے۔

نومبر ۱۹۲۳ء کو حاجی صاحب ۱۲۰ آدمیوں کے ساتھ گنداب پہنچے تاکہ وہاں ایک نیا سکول
قائم کریں اس سکول کے قیام کے لئے حاجی صاحب نے بیت المال سے مدد دی۔ یہ سکول گنداب
کے علاقہ میں قائم کیا گیا شبقدر سے گیارہ میل کے فاصلے پر قائم کیا گیا۔ یہ سکول دینی دنیاوی
تعلیم کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی جدید طریقوں پر ملٹری ٹریننگ اور اسلامی علوم کا مرکز بنایا گیا اس
سکول کی تمام قبائلی علاقوں میں شاخیں قائم کرنے کا بھی اعلان کیا گیا۔ ۱۴ نومبر کو سکول کا افتتاح
کیا گیا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ حاجی صاحب نے اس سکول کا سنگ بنیاد خود رکھا[2]

گنداب کے علاقہ کسی میں بھی اسی طرح کی ایک شاندار مسجد اور اس کے ساتھ ملحقہ ایک
سکول کی بنیاد ڈالی گئی۔ حاجی صاحب نے جب سکول کی بنیاد رکھی تو اس وقت فضا میں ایک
جہاز بڑے قریب سے شور مچاتا ہوا گذرا۔ مجاہدین نے سوچا کہ شاید بمباری ہونے والی ہے مگر حاجی صاحب
نے انہیں کہا کہ ڈرو نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

نادر خان نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ بچہ سقہ سے اس لئے لڑ رہا ہے کہ اسے شکست دے
کر امان اللہ خان یا اس کے کسی لڑکے کو تخت پر بٹھا دے۔ نادر خان کی اس یقین دہانی کی وجہ
سے مہمند قبائل نے نادر خان کا ساتھ دیا اور بچہ سقہ کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

رستم کے علاقے کا غلام خان ولد لال محمد ساکن موضع بازار تھانہ رستم سرحد بنیر کا آدمی
بھی انگریزوں کا مخبر تھا۔ یہ بھی مجاہدین کی ہر نقل و حرکت کی اطلاع ڈپٹی کمشنر کو دیتا رہا درخواست
کے نیچے بڑے فخر سے لکھتا تھا از جانب غلام خان انعام یافتہ مقام بازار

ستمبر ۱۹۲۵ء میں حاجی صاحب پر نمونیہ کا حملہ ہوا آپ کافی دن بیمار رہے اس بیماری
کے عرصے میں بھی آپ کے پاس جو شخص بھی عیادت کے لئے آتا تھا آپ اسے اسلام کے

۱۔ ڈائری ۱۴۱ ڈی سی ریکارڈ سیریل ۲۴۲ پشاور آرکائیو
۲۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ ڈائری ۲ فائل ۴۴۹ پارٹ ۳ " "

لئے اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کی تلقین کرتے تھے اور اسے کہتے کہ ہمیشہ یہ ذہن میں رکھو کہ بیمار ہو کر مر جانے سے بہتر ہے کہ میدان جنگ میں اسلام کی عظمت کے لئے انسان اپنی جان کی قربانی پیش کرے۔

قبائل کے درمیان جو جھگڑے فساد ہوتے تھے انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرایا جاتا تھا ان فیصلوں کی پابندی ہر قبیلے کو کرنا پڑتی تھی جو قبیلہ ان فیصلوں کی پابندی نہیں کرتا تھا اس پر جرمانہ عائد کرایا جاتا تھا۔

حاجی صاحب نے اکتوبر ۱۹۲۵ء میں ملا سپین خرطی کو کہا کہ وہ سلالہ کے احمد کو پشاور بھیج کر وہاں سے رسیاں اور سیم خرید کر لائے تاکہ سوات کے دریا پر آمدورفت کے لئے ایک پل تعمیر کیا جاسکے۔

۲۸ فروری ۱۹۲۵ء کو حاجی صاحب نے باجوڑ اپر مہمند اور صافی قبائل کو کہا کہ آئندہ کوئی شخص پشاور کو غلہ نہ لے جائے۔ آپ نے قبائل کو آگاہ کیا کہ انگریزوں نے اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عنقریب مہمندوں کے علاقے پر حملہ کرنے والے ہیں[1]

طاعون کیلئے دعا:- ۱۹۲۴ء میں جون کے مہینے میں یخ ڈھنڈ کے علاقے میں طاعون کی وبا پھیلی جس سے کئی جانیں ضائع ہوئیں حاجی صاحب اس وبا کا سنتے ہی غازی آباد سے یخ ڈھنڈ پہنچے وہاں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور طاعون کی وبا کا خاتمہ ہو گیا[2]

بانی سوات میاں گل عبدالودود حاجی صاحب کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے فروری ۱۹۲۵ء میں حاجی صاحب نے اپنے ایک خلیفہ کو میاں گل کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا کہ نواب دیر کو شکست دینے کے لئے ہمارے مجاہدین ہر ممکن حد تک آپ کے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہیں۔ میاں گل عبدالودود نے حاجی صاحب کے خلیفہ کی بہت ہی آؤ بھگت کی اور اسے سیدو شریف میں اپنا خصوصی مہمان بنا کر اس کی انتہائی خاطر مدارات کی۔ خلیفہ کی واپسی پر میاں گل نے حاجی صاحب کے لئے تحفے تحائف بھیجنے

۱- مہمند پولیٹیکل رپورٹ فائل ۲/۴۵ پشاور آرکائیو ۲- قلمی روزنامچہ قاری عبدالمستعان ص ۶۷۵

کے علاوہ حاجی صاحب سے دعا کی درخواست کی۔[۱]

جنوری ۱۹۲۷ء میں مولوی صاحب ریخ ڈھنڈ حاجی صاحب کے پاس گئے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ وہ مہمندوں کے تمام علاقوں کا دورہ کر کے انہیں اسلامی اصولوں اور اسلام کے عقائد اور ضوابط سے روشناس کرائیں نیز اُن قبائلی سرداروں کے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے جلا کر خاک بنائیں جو انگریزوں سے مواجب اور دوسری مراعات لے کر انگریزوں کے نمک خوار بن کر مجاہدین کی جدوجہد کے راستے میں رکاوٹ بن چکے ہیں اس مجلس میں حاجی صاحب کے مقرر کردہ مفتی تورو ملا بھی موجود تھے انہوں نے کہا سب سے پہلے حاجی صاحب کو مہمندوں کے علاقے کے ان تاجروں کی خبر گیری کرنا چاہیئے جو اشیاء خوردونوش مہنگے داموں فروخت کر رہے ہیں اس کے بعد حاجی صاحب کو ان لوگوں کی سرزنش کرنا چاہیئے جو انگریزوں سے مراعات حاصل کر کے ہمارے قومی مفاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

حاجی صاحب نے اپنے دورے کا آغاز کیا اس دورے میں حاجی صاحب نے ناجائز منافع خوروں کو اسلام کے احکامات سے روشناس کراتے ہوئے کہا کہ اسلام نے تجارت کے کاروبار میں جس جائز منافع کی اجازت دے رکھی ہے اس سے زیادہ کسی شخص کو بھی تجارت کے کاروبار میں منافع حاصل کرنا ناجائز ہے لہٰذا ہر دوکاندار کو اور تاجر کو اپنے تجارتی کاروبار میں اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیئے اسی صورت میں تجارت میں بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور اسی طرح تجارت کا پیشہ بھی کسی انسان کے لئے مفید اور موزوں ثابت ہو سکتا ہے حاجی صاحب نے داویزئی پہنچ کر امان زئی اور کمالی حلیم زئی قبیلوں کو پیغام بھیجا کہ وہ داویزئی میں پیل کے مقام پر ان سے ملیں۔ داویزئی کے دو قبیلوں کے درمیان کچھ باہمی اختلافات بھی پیدا ہو گئے تھے حاجی صاحب نے پیل میں جا کر ان قبیلوں کے درمیان صلح صفائی بھی کرائی وہاں سے آپ نے انبار پہنچ کر لوگوں کو اسلام کے زریں اصولوں سے کرانے کی تبلیغ کی۔ حاجی صاحب ۲۸ جنوری کو پیل کے مقام پر پہنچے تھے اور ۳۰ جنوری تک وہاں

۱۔ ڈی سی ریکارڈ فائل ۲۵۴ بنڈل ۲۰ ۱۹۲۵ء پشاور آرکائیوز

مقیم رہے[1]۔ حاجی صاحب کے ساتھ بہت سے مرید اور معتقدین تھے جن میں صافی اور قندھاری اتمان زئی اور مٹائی موسیٰ خیل قبیلے کے بہت سے افراد تھے۔

پیپل کے مقام پر حاجی صاحب نے ملک فراز اور امیر زادہ کے درمیان باہمی جھگڑے کو ختم کرا کر ان دونوں میں صلح صفائی کرا دی تھی اور ان پر واضح کر دیا

اپریل ۱۹۲۷ء کو حاجی صاحب ترنگ زئی نے اتمان زئی اور کمالی حلیمزئی کے علاقوں کا دورہ کیا اور ان لوگوں کو جنہیں انگریز حکام نے وظیفہ اور مراعات وغیرہ کی لالچ دیکر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا انہیں وارننگ دی کہ وہ دنیاوی دولت کی خاطر قومی مفاد کو نقصان نہ پہنچائیں تاکہ انگریزوں کو اس ملک سے نکال کر ہم آزادی حاصل کرسکیں[2]۔

انگریز حکام نے اپنے مقبوضہ علاقوں میں مہمندوں کے چند افراد کو گرفتار کر لیا تھا۔ حاجی صاحب نے انگریزوں کو الٹی میٹم بھیجا کہ جن قبائلی مجاہدین کو سیکشن ۴۰ ایف سی آر کے تحت انگریزی حکام نے گرفتار کر رکھا ہے اگر انہیں فوری طور پر رہا نہ کیا گیا تو مہمند اور باجوڑی لشکر انگریزی علاقے پر حملہ کر دیگا۔

حاجی صاحب نے مہمندوں کو کہا کہ وہ بجائے انگریزوں کے وظیفہ اور مراعات لینے کے امیر کابل سے لیں جو ایک مسلمان ہے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے بادشاہ گل کو کابل بھیجا اور امیر سے درخواست کی کہ انگریزوں کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے قبائلی سرداروں کے وظیفے مقرر کئے جائیں تاکہ یہ لوگ انگریزوں کی سازشوں کا شکار نہ ہوسکیں امیر کابل نے فوری طور پر بارہ ہزار روپیہ قبائلی مجاہدین کے سرداروں کو بھیجنے کے علاوہ اسلحہ بھی مجاہدین کو بھیجا[3]۔

جب ایک ہندو نے رنگیلا رسول نامی کتاب لکھ کر اسلام کی اور پیغمبر خدا کی توہین کی تو حاجی صاحب نے مہمند سرداروں کا ایک جرگہ منعقد کر کے ہندو قوم کو خبردار کیا گیا کہ وہ مذہب اسلام کے خلاف کسی قسم کی گستاخی نہ کرے ورنہ اسے سخت ترین مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا[4]۔

۱۔ ڈی سی خفیہ رپورٹ نمبر ۲ مورخہ ۶ فروری ۱۹۲۸ء پشاور آرکائیو

۲۔ ڈی سی پولیٹیکل رپورٹ نمبر ۲ سیریل نمبر ۴۴۶ ۱۹۲۷ء " "

۳۔ " " " ڈائری نمبر ۹۳ سیریل " "

۴۔ ڈی سی پولیٹیکل رپورٹ نمبر ۱۲۳ ۱۹۲۷ء سیریل نمبر ۴۴۶ پشاور آرکائیو

اپریل ۱۹۲۷ء کو حاجی صاحب نے اتمان زئی اور حلیم زئی کے علاقوں کا دورہ کیا۔ اور ان لوگوں کو جو انگریزوں سے وظیفہ اور مراعات لے رہے تھے وارننگ دی کہ وہ دنیاوی لالچ میں آکر قومی مفاد کو نقصان نہ پہنچائیں۔ بلکہ وہ جوق در جوق مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو کر انگریزوں کے خلاف بھرپور عملی جدوجہد کا آغاز کریں تاکہ انگریزوں کی غلامی سے ہندوستان آزاد ہو سکے[1]۔

اکتوبر ۱۹۲۷ء میں حاجی صاحب نے غازی آباد میں ایک مسجد کی تعمیر شروع کرائی اس مسجد کی تعمیر کے لئے پشاور سے معمار بلائے گئے۔

۱۹۲۷ء میں انگریزوں نے حاجی صاحب ترنگزئی اور چکنور ملا کے درمیان اپنے آدمیوں کے ذریعے اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔

جولائی ۱۹۲۸ء میں صافی قبائل کے علاقے میں مجاہدین کے لئے ایک قلعے کی تعمیر کا آغاز ہوا تو انگریزی حکام کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر یہ قلعہ تعمیر ہو گیا تو مجاہدین کا ایک مستقل ٹھکانہ بن جائے گا اور ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ لہٰذا انگریزی حکام نے صافی قبیلے کے چند ان افراد کو جنہیں وہ درپردہ بھاری بھاری رقوم دیتے تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ صافی قبیلے میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیں کہ مجاہدین کا یہ قلعہ اگر ہمارے علاقے میں بن گیا تو مجاہدین ساری عمر کے لئے ہم پر حکومت کر کے ہمیں غلام بنا لیں گے۔ چنانچہ اس پروپیگنڈے کا اثر یہ ہوا کہ صافی قبائل نے اس قلعے کی تعمیر کو زبردستی رکوا دیا اور جتنا قلعہ تعمیر ہوا تھا اسے مسمار کرنے کا اعلان کر دیا حاجی صاحب ان دنوں امیر افغانستان کی دعوت پر کابل گئے ہوئے تھے۔ بادشاہ گل فضل اکبر موجود تھے انہیں جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے صافی قوم سے کہا کہ جب تک حاجی صاحب کابل سے واپس نہیں آتے آپ نہ تو قلعے کو مسمار کریں اور نہ ہی مجاہدین کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی کریں[2]۔

انگریز کے حواری جب حاجی صاحب کے خلاف کوئی خاص راز کی بات بتانے کے لئے پشاور کے حکام کے پاس آتے تو راستے میں انہیں قسم قسم کے خطرات سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔

۱۔ سرحد کی صوبائی ڈائری ۳۴ فائل ۴۵۲ ۱۹۲۷ء ۳۴

۲۔ مہمند پولیٹیکل رپورٹ از خان بہادر قلی خان محررہ ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء فائل ۴۵۳ پشاور آرکائیو

بعض دفعہ اس قسم کے لوگوں کی عدم موجودگی میں ان کے گھر کا کوئی آدمی اچانک بیمار ہو کر فوت ہو جاتا یا پھر راستے میں ہی کہیں سے اس طرح گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی کہ ان آدمیوں کی قدرت خود ہی ختم کر دیتی یا پھر ان کے کسی عزیز کو موت اپنی آغوش میں لے لیتی۔ جولائی ۱۹۲۸ء میں ملک سلامت نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو حاجی صاحب کی نقل و حرکت کے متعلق ایک خفیہ خط دیکر پشاور کے ڈپٹی کمشنر کے پاس بھیجا۔ یہ شخص اپنی بیوی کو بھی لے کر پشاور کی طرف روانہ ہوا جب یہ لغمان کے قریب پہنچے تو ایک گولی پہاڑیوں سے کہیں سے آئی اور اس کی بیوی کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس شخص کا نام شہزادہ تھا۔ جو ملک سلامت کا قریبی رشتہ دار تھا۔

قبائلی علاقوں میں اصلاح معاشرہ

حاجی صاحب قبائلی علاقے میں بھی جہاد کے ساتھ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ اسلام کا باقاعدہ فرض ادا کرتے رہے۔ قبائلیوں کے باہمی تنازعات کو شریعت کے مطابق طے کراتے تھے اور غیر اسلامی رسومات کو اختیار کرنے والوں پر باقاعدہ جرمانے عائد کرتے تھے اور وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ وہ اپنی زندگیوں کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالیں تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے فرض کی ادائیگی کے لئے جب آپ قبائلی علاقوں کی مختلف بستیوں میں جاتے تھے تو آپ کے ساتھ علماء و مشائخ اور مریدوں اور معتقدین کے علاوہ قبائلی سردار بھی ساتھ ہوتے تھے یہ قافلہ جب غازی آباد سے نکلتا تھا تو آگے آگے ایک علم بردار ہوتا تھا جس کے ہاتھ میں ایک سفید جھنڈا ہوتا تھا۔ حاجی صاحب آگے آگے گھوڑی پر سوار ہو کر چلتے تھے اور باقی لوگ ان کے پیچھے پیچھے لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے جاتے تھے۔

دو فریقوں یا دو قبیلوں کے درمیان جب لڑائی جھگڑا پیدا ہو جاتا تھا تو آپ ان دونوں قبیلوں میں صلح و صفائی کرانے کے لئے جب تشریف لے جاتے تو آپ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلی رات ایک فریق کے پاس ٹھہرتے اور وہاں اس فریق کو اسلامی اصول سمجھاتے اور یہ بتاتے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر جھگڑا یا فساد ہو بھی جائے تو تین دن

کے اندر اندر اسلام صلح کی تلقین کرتا ہے۔ اس طرح اس فریق کو سمجھانے کے بعد دوسری رات دوسرے فریق کے ہاں قیام فرماتے اور اسے بھی اسلام کا یہ حکم پہنچاتے کہ خدا ان لوگوں سے خوش رہتا ہے جو آپس میں صلح اور آشتی کے ساتھ رہتے ہیں۔ آپ کے اس طرز عمل کا یہ نتیجہ نکلتا کہ دونوں فریق صلح پر آمادہ ہو جاتے حاجی صاحب دونوں فریقوں پر کچھ شرائط عائد کر دیتے اور کچھ میعاد کے لئے یہ شرائط دونوں فریقوں کے لئے قابل قبول ہوتیں، جو فریق بھی ان شرائط کی خلاف ورزی کر کے صلح کو توڑنے کی کوشش کریگا اس پر اسلامی حدود کے اندر جرمانہ عائد کیا جاتا۔ لہٰذا اس مقصود کے پورا ہونے کے بعد آپ واپس غازی آباد چلے جاتے اسی طرح آپ مسلسل تمام قبائلی کے لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچا کر ان کے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف کینہ پروری اور دشمنی کے جذبات کو صلح اور محبت میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

جہاں تک دشمن کے خلاف جہاد کرنے کا کام تھا حاجی صاحب نے کبھی بھی دشمن پر پہل نہیں کی بلکہ ان کی تمام مجاہدانہ زندگی عملاً شریعت اسلام کے مطابق ہی رہی جونہی دشمن پہل کر کے حملہ آور ہوتا حاجی صاحب فوراً جہاد کا اعلان فرما دیتے ان کا حکم ملتے ہی مجاہدین میدان جہاد میں کود پڑتے اور اسلام کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے دلیر، نڈر دشمن پر حملہ آور ہو جاتے۔ حاجی صاحب جب امر بالمعروف کے لئے نکلتے تو ان کے ساتھ علاقے کے علماء و مشائخ کے علاوہ قبائلی عوام بھی ہوتے تھے۔ علماء کے وفد میں قاری عبدالمنتعان اور طورو کے مولوی صاحب بھی ساتھ ہوتے تھے۔ طورو کے مولانا غازی آباد کی مسجد کے پیش امام اور خطیب تھے۔ اسلامی امور کے متعلق جب حاجی صاحب کو کسی فتوے کی یا رائے کی ضرورت ہوتی تو اس کام کو طورو ملا سر انجام دیتے تھے اور قاری عبدالمنتعان لوگوں کو قرأت بھی سکھاتے تھے اور قرآن مجید کا درس بھی دیتے تھے۔

نخقی کا جہادؒ

انگریز مہمندوں کے علاقے میں سڑکوں کا جال بچھانا چاہتے تھے تاکہ ان سڑکوں کے ذریعے فوجی نقل وحرکت میں آسانی پیدا ہو سکے ۔ اور قبائلیوں کو آسانی کے ساتھ زیر کیا جا سکے اس سلسلے میں انگریزوں نے گندباب کی وادی میں ۱۹۳۳ء میں سڑک کی تعمیر شروع کی تو حاجی صاحب ترنگزئی اور ان کے تینوں بیٹے بادشاہ گل اول پیر فضل اکبر، بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ اور بادشاہ گل سوم پیر فضل معبود شاہ اور حاجی صاحب کے ایک معتقد غازی فقیر آف علی نگر نے انگریزوں کی اس سکیم کو ناکام بنانے کے لئے جہاد کا آغاز کیا ۔ حاجی صاحب نے اپنے بیٹوں اور غازی علی نگر کو وادی گندھاب میں مختلف مقامات پر مورچے سنبھالنے کا حکم دیا اور ایک علاقے میں خود بھی مجاہدین کی کمان سنبھالی ۔ حاجی صاحب نے پہلے تو انگریز حکام کو خبردار کیا کہ وہ سڑک کی تعمیر کے منصوبہ کو ترک کر دیں جب انگریزوں نے فوجی قوت کے بل بوتے پر اور فضائی طاقت کے سہارے سڑک کی تعمیر شروع کی تو حاجی صاحب نے حکم دیا کہ مجاہدین اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی مدد کا سہارا لے کر سڑک کی تعمیر کے راستے میں ایک فولادی دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں اور انگریز جتنی سڑک بنائیں اس سڑک کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے ۔ چنانچہ حاجی صاحب کے اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجاہدین نے پہاڑوں اور درّوں میں مورچے سنبھال کر انگریز فوجوں پر حملے شروع کر دیئے ۔ فوج کے انجنیئر اور کارکن توپوں، مشین گنوں اور ہوائی جہازوں کے سائے میں سڑک تعمیر کرتے جاتے تھے ۔ مجاہدین پہاڑی مورچوں سے گولیاں برساتے جاتے تھے جس طرف سے گولیاں آتیں ہوائی جہاز اور توپ خانے سے اس طرف آگ برسائی جا رہی تھی ۔ تمام دن اسی طرح گزرتا جب رات ہوتی اور فوجی دستے اپنے کیمپوں میں جاتے تو مجاہدین اس تمام سڑک کو مسمار کر دیتے جو دن بھر میں بنائی جاتی تھی ۔ یہ سلسلہ اسی طرح مسلسل جاری رہا ۔ مجاہدین کو دو محاذوں پر جنگ کرنا پڑتی ۔ ایک طرف تو وہ انگریزوں کی برّی اور فضائی فوج کا مقابلہ کرتے اور دوسری طرف انگریزوں کے حامی اور وظیفہ خوار افراد کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑتا مگر باوجود ان مشکلات، اور تکلیفوں اور انگریزوں کی جدید ترین جنگی مشینری سے لیس فوجی طاقت کے باوجود حاجی صاحب

ؒ ۔ اقتباسات از ہسٹری آف ایریشن صوبہ سرحد حصہ دوئم مطبوعہ گورنمنٹ آف انڈیا

قطعاً ناامید نہ ہوئے اور انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ گندھاب کی وادی ۱۹۳۴ء تک مسلسل مجاہدین کے نعروں سے گونجتی رہی۔ ۱۹۳۵ء میں حکومت نے گندہاب کے قبائل کو وارننگ دی کہ وہ حکومت کے مخالفین اور حکومت کے مجرموں کو حکومت کے حوالے کریں جو سرکاری علاقہ سے بھاگ کر گندھاب میں پناہ لے چکے ہیں۔ حاجی صاحب نے گندھاب کے قبائل سے کہا کہ وہ انگریزوں کے اس حکم کے سامنے نہ جھکیں اور کسی بھی آدمی کو انگریزوں کے حوالے نہ کریں۔ انگریزی علاقے سے بھاگ کر گندہاب کی وادی میں پناہ لینے والے ان افراد میں سے بیشتر وہ لوگ تھے جو حاجی صاحب کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے قبائلی علاقے میں گئے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے افراد بھی تھے جو انگریزی علاقہ میں انگریزی نظام کو درہم برہم کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اس گروہ کا سرغنہ چمنے خان تھا جو صافی قبائل میں جاکر پناہ لے کر اپنے گروہ کے ارکان کے ساتھ انگریزی فوجوں پر چھپ کر حملے کرتا تھا۔ اور بعض دفعہ راتوں رات سفر کرکے پشاور اور مردان کے علاقے میں مقبوضہ سرکاری علاقے میں پہنچ کر فوجی چھاؤنیوں میں حملے کرتا تھا۔ اس کے حملوں سے انگریزی حکام سخت تنگ آچکے تھے۔ چمنے خان حملہ کرکے انگریزی فوج کو اور انگریزی علاقہ میں کسی انگریز حاکم کو مالی یا جانی نقصان پہنچا کر صاف بچ جاتا اور سیدھا قبائلی علاقہ میں پہنچ جاتا تھا۔ انگریزی حکام نے قبائل پر سخت دباؤ ڈالا کہ وہ چمنے خان کو فوری طور پر حکومت کے حوالے کریں مگر حاجی صاحب نے قبائل کو منع کیا کہ وہ انگریزوں کے اس دشمن کو کسی صورت بھی انگریز حکمرانوں کے حوالے نہ کریں۔

مارچ ۱۹۳۵ء میں بادشاہ گل فضل اکبر چالیس مجاہدین کا ایک دستہ لے کر اتمان خیل قبیلے کے علاقے میں گئے اور وہاں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے تازہ دم لشکر تیار کیا تاکہ گندھاب کی سڑک کی تعمیر میں انگریزی حکام کی مدافعت کی جائے۔ انگریزوں نے یہ چال چلی کہ مقامی اضلاع میں رہنے والے مہمندوں کو گرفتار کرلیا اور انہیں کہا کہ وہ قبائلی علاقے میں رہنے والے اپنے مہمند رشتہ داروں سے کہیں کہ وہ حاجی ترنگزئی کا ساتھ چھوڑ دیں اور گندھاب کی سڑک کی تعمیر کے سلسلے میں حاجی ترنگزئی کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چھوڑ دیں تو حکومت یقیناً ان کی رہائی پر انہیں رہا کرنے کو تیار ہے ان قیدی اور یرغمالی مجاہدین کے رشتہ داروں کو جب اطلاع پہنچی تو ان کا ایک وفد حاجی

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاجی صاحب کو تمام حالات سے مطلع کرتے ہوئے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ وہ کوئی مناسب اقدام کریں جس سے ہمارے یہ رشتہ دار یرغمالی انگریزوں کے ظلم و ستم سے نجات پاسکیں۔ حاجی صاحب نے انفرادی طور پر کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے قبائل کا ایک عام جرگہ منعقد کرنے کے لئے قبائلی سرداروں کو پیغام بھیجا کہ وہ غازی آباد میں جمع ہو جائیں تاکہ انگریزوں کی قید سے مجاہدین کو چھڑانے کے لئے کوئی متفقہ فیصلہ کیا جاسکے۔ چنانچہ ۱۱ رمئی ۱۹۳۵ء کو غازی آباد میں ایک بہت بڑا جرگہ منعقد ہوا جس میں مہمندوں کے علاقے کے تمام قبیلوں کے سردار جمع ہوئے اور انہوں نے انگریزوں کی اس چال کو ناکام بنانے کے لئے اپنے اپنے مشورے پیش کئے۔ انگریزوں کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ اگر چمنے خان کو حکومت کے حوالے کیا جائے تو اس صورت میں بھی قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے گا۔ جرگے میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ اگر ہمارے تمام قیدی انگریزوں کی جیلوں میں موت کے گھاٹ بھی اتار دئے جائیں تو ہم اس صورت میں بھی انگریزوں کے کسی مطالبے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں [1]

گندہاب کی سڑک کی تعمیر کے سلسلے میں انگریزوں نے یہ پالیسی اختیار کر رکھی تھی کہ جس علاقہ سے سڑک گزارتے تھے اس علاقہ کے لوگوں کو کافی روپیہ دے کر اپنا ہمنوا بنایا جاتا تھا۔ بعض سادہ لوح قبائلی یہ نہیں جانتے تھے کہ یہی روپیہ دراصل ان کے خریدنے کے لئے حکومت خرچ کر رہی ہے۔ جولائی ۱۹۳۵ء میں یوں ہوا کہ اسی روپے کے حصے بخرے کرنے کے ضمن میں مہمندوں کے قبیلے برہان خیل اور علیسیٰ خیل کے بعض لوگوں نے آپس میں ہی جنگ شروع کر دی۔ ان کی یہ باہمی لڑائی مجاہدین کے لئے سودمند ثابت ہوئی کیونکہ ان متحارب فریقوں میں سے ایک فریق نے سڑک کی تعمیر رکوانے کے لئے اپنے لوگوں کو مسلح کر کے کھڑا کر دیا کہ اس علاقے سے سڑک نہ گزاری جائے۔ اب مجاہدین نے کڑپہ میں منظم ہو کر انگریزی فوج پر حملہ کر کے اسے بھاری نقصان پہنچایا۔ تین دن تک یہ لڑائی جاری رہی۔ تیسرے دن انگریزوں نے تازہ دم فوجی دستے کڑپہ میں بھیجنے شروع کئے۔ پشاور سے پیر قلعہ ڈھنڈ تک روزانہ فوجی دستے بھیجے جانے لگے۔ اگست ۱۹۳۵ء کے آخر تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ فوجوں کی بھاری تعداد پہنچنے کی

---

[1] مہمند ملٹری آپریشن باب سوم صفحہ ۱۹

وجہ سے گندھاب کی وادی میں ہر طرف انگریزی فوج ہی نظر آ رہی تھی۔ انگریزی فوج جدید ترین جنگی ہتھیاروں سے لیس تھی۔ مجاہدین کے پاس ٹوٹی پھوٹی بندوقیں تھیں یا صرف وہ ہتھیار تھے جو انہوں نے دشمن سے چھینے تھے۔

حاجی صاحب نے ۱۴ر اور ۱۵ر اگست کی درمیانی رات کو بادشاہ گل فضل اکبر کی کمان میں مجاہدین کا ایک لشکر گندھاب کی تعمیر شدہ سڑک کو مسمار کرنے کے لئے گندھاب کے علاقے میں بھیجا۔ اس لشکر میں زیادہ تر برہان خیل اور عیسیٰ خیل اور صافی قبیلے کے مجاہد تھے۔ دوسری طرف حاجی صاحب نے اپر مہمند قبیلے کا ایک لشکر بھی بادشاہ گل کی مدد کے لئے بھیجا۔ یہ لشکر بھی ۱۶ر اگست کو بادشاہ گل کے پاس پہنچ گیا۔ حاجی صاحب نے بادشاہ گل کو پیغام بھیجا کہ وہ مزید مجاہدین لے کر پہنچ رہے ہیں۔ مجاہدین جوں ہی نعرے لگاتے ہوئے گندھاب پہنچے تو وہ خاصہ دار جو سڑک کی حفاظت کے لئے حکومت نے متعین کئے تھے وہ مجاہدین کو دیکھتے ہی سڑک کی نگرانی چھوڑ کر بھاگ گئے مجاہدین اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں ۱۵ر اور ۱۶ر اگست کے دونوں دن سڑک مسمار کرتے رہے۔ بادشاہ گل فضل اکبر نے صافی قبیلے کے مجاہدین کو سڑک کے اِردگرد دُور دُور تک مختلف اہم مقامات پر متعین کر دیا تاکہ وہ انگریزی فوج کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھیں اور اگر فوج کو آتا دیکھیں تو اس کی پیش قدمی کو روکیں۔ باقی مجاہدین کو سڑک کے مسمار کرنے کے کام پر متعین کر دیا۔ بادشاہ گل مجاہدین کو خراج تحسین پیش کرتے جاتے تھے اور مجاہدین بڑے جوش وخروش کے ساتھ سڑک مسمار کرنے میں مصروف تھے۔

انگریزی حکام کو جب معلوم ہوا کہ مہمند خاصہ دار سڑک کی نگرانی کی ڈیوٹی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور مجاہدین نے سڑک کو مسمار کر کے گنداب کی وادی میں مورچے سنبھال لئے ہیں تو بری فوجوں کو گندھاب کی طرف فوری پیش قدمی کا حکم دیا اور رائل ایئر فورس کو بری فوج کی معاونت کا فوری حکم دیا گیا۔ حکم پاتے ہی دونوں فوجیں تیزی سے متحرک ہوئیں اور گنداب کی طرف روانہ ہوئیں۔ مجاہدین نے بھی کڑپہ، غلی کندی اور پیر قلعہ کے علاقے میں مورچے سنبھال لئے۔ حاجی صاحب بھی مجاہدین کا ایک عظیم لشکر لے کر کڑپہ پہنچ چکے تھے۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت کو جب یہ اطلاع ملی کہ مجاہدین کی ایک بھاری تعداد نے سڑک کو مسمار کر دیا ہے۔ اور وہ متہ مغل خیل اور پنڈیالی کے راستے پشاور کی

طرف بڑھ رہے ہیں تو حکومت ہند پر لرزہ طاری ہو گیا۔ فوری طور پر فوج کو گنداب کی طرف روانگی کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء کو صبح صبح فوج پشاور سے روانہ ہوئی۔ مچنی کے مقام پر رات گزارنے کے بعد دوسرے دن پیر قلعہ پہنچی نادرن کمانڈ کے جنرل آفیسر کمانڈر انچیف نے سرحد کے گورنر کے حکم سے رائل ایئر فورس کو حکم دیا کہ وہ ۱۶ اگست کی صبح کو حاجی صاحب ترنگزئی کے ان لشکریوں پر بمباری شروع کر دے جو سڑک کو مسمار کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب کے حکم سے مہمند قبائل کے لشکر مختلف اطراف سے گندھاب کی زیر تعمیر سڑک کی طرف بڑھ رہے تھے گنداب کی وادی اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ ہوائی بمباری اور میدانی توپوں کے گولے اور مشین گنوں کی گولیاں مجاہدین کے حوصلوں کو پست نہ کر سکیں۔ فوج مختلف جنگی سکیموں کے تحت مجاہدین کو منتشر کرنے میں مصروف تھی۔ گندھاب کی وادی میں آگ، شعلوں اور خون کے دریا بہہ رہے تھے۔ ہوائی حملوں کا کنٹرول انڈیا کے رائل فورس آفیسر کمانڈنگ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ بری کمانڈر انچیف نے ایئر فورس کے کمانڈنگ ایجنٹ کو حکم دیا "تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ تم پنڈیالی، دانش کول، اور بازید خیل کے علاقہ میں جس جگہ، جس گاؤں اور جس آدمی اور جس ذخیرے کو چاہو ہوائی بمباری کا نشانہ بناؤ"۔ ؎۱

جن گاؤں میں انگریزوں نے ہوائی بمباری کرنے کا حکم دیا ان میں پنڈیالی کی وادی کے گاؤں ہلکی پنڈیالی۔ نعمان۔ مہابن۔ دلونہ تنگی۔ چینہ۔ سارا شاہ۔ ملک، مہابتی اور ان کے علاوہ عیسیٰ خیل اور برہان خیل کے اور کئی گاؤں بھی تھے۔ بازید خیل اور دانش کول میں سے بازید خیل۔ عیسے خیل۔ ڈاگ۔ پاس گڑنگ۔ لنڈی گڑنگ۔ چینگائی۔ ملا کلائی۔ کالو شاہ وغیرہ گاؤں کو ہوائی بمباری کا نشانہ بنانے کا حکم دیا گیا ہوائی بمباری سے پہلے ۱۷ اگست ۱۹۳۵ء کو برہان خیل اور عیسیٰ خیل کے علاقوں پر ہوائی جہازوں سے اشتہار پھینک کر متنبہ کیا گیا کہ اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر مجاہدین نے ہتھیار نہ پھینکے تو ہوائی جہازوں کی بمباری سے ان کے گاؤں کو تباہ و برباد کر دیا

؎۱ اہسٹری آف آپریشن صوبہ سرحد باب ۶ صہ ۱۹۳

جائے گا۔ بمباری سے پہلے ۲۴ بمبار جہازوں کو پنڈیالی اور گندھاب کی وادی پر اڑایا گیا کہ مجاہدین ان بمبار طیاروں کی گھن گرج سے مرعوب ہوکر انگریزوں کی اطاعت گزاری کا اعلان کر دیں مگر مجاہدوں کے دل و دماغ میں جہاد کی تڑپ تھی۔ اور وہ خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا چکے تھے۔ حکومت نے رائل ایئر فورس کو حکم دے دیا تھا کہ جب تک مجاہدین انگریزوں کی مخالفت ترک کرنے کا اعلان ترک نہ کریں۔ اس وقت تک ان پر ہوائی جہازوں سے بمباری جاری رکھی جائے چنانچہ چار دن تک مسلسل دن رات ہوائی بمباری ہوتی رہی جس سے ہزاروں مویشی ہلاک ہوئے، سینکڑوں مکانات تباہ ہوئے اور کئی مجاہدین شہید ہوئے۔ باوجود اس شدید بمباری کے مجاہدین اپنے مورچوں پر ڈٹے ہوئے ہوائی جہازوں پر فائرنگ کرتے رہے۔ انہوں نے ذرا بھی ہمت نہ ہاری اور خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے انگریزوں کے ہر ظلم کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ میدانی فوجوں کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ ۲۳ راگست کو جدید ترین ٹینکوں کا ایک دستہ بھی پہنچ گیا تھا جس سے انگریزی فوجی طاقت میں کافی حد تک استحکام پیدا ہوگیا تھا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ان کے تینوں بیٹے صافی، قندھاری اور گردیزیہ کے قبائلی علاقوں کے مجاہدین کا مزید لشکر منظم کر کے گنداب کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ہوائی جہازوں نے غازی آباد اور اس کے ارد گرد کے علاقوں پر سخت بمباری شروع کر دی تاکہ یہ لشکر گندھاب تک نہ پہنچنے پائے مگر حاجی صاحب اور ان کے صاحبزادے ہوائی جہازوں کا خدائی مدد سے مقابلہ کرتے ہوئے بچتے بچاتے آخر کار گندھاب پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہوائی بمباری کے ساتھ ساتھ انگریزوں نے میدانی فوجوں کی کئی پلاٹون اور کئی بریگیڈ مجاہدین کے مقابلے کے لئے گنداب کی وادی میں بھیج دئے۔ ڈھنڈ کے مقام پر فوجوں نے قبضہ کر لیا تاکہ اس جگہ مورچہ زن ہوکر مجاہدین کا مقابلہ کیا جا سکے میدانی فوج کے ساتھ مجاہدین کا سخت مقابلہ ہوا جس میں پانچ ہندوستانی فوجی افسر اور ایک انگریز فوجی افسر ہلاک ہوا جس کا نام اے، سی، ایس مور تھا۔ ان کے علاوہ

ہسٹری آف آپریشن صوبہ سرحد ص ۲۰۲

والسرائے ہند کے دو کمیشنڈ افسر، چار برطانوی افسر اور چودہ ہندوستانی افسر شدید ترین زخمی ہوئے۔ ہوائی اور میدانی فوجوں کے ہاتھوں ۴۰ مجاہد شہید اور تقریباً ۵۰ مجاہد شدید زخمی ہوئے۔ ۲۳ ر اگست کی رات کو مجاہدین نے رات کی تاریکی میں ڈھنڈ میں ایک فوجی کیمپ پر حملہ کیا جس سے ایک برطانوی فوجی افسر مزید ہلاک ہوا[۱]

۲۴ ر اگست ۱۹۳۵ء کو انگریزی فوج کو مزید کمک پہنچ گئی۔ اس لئے فوج نے ڈھنڈ سے کڑپہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ راستے میں چار سو مجاہدین کے ایک دستے نے انگریزی فوج پر فائرنگ شروع کر دی جس سے گھبرا کر انگریز فوجی جو ہزاروں کی تعداد میں تھے تتر بتر ہو کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مجاہدین نے پہاڑوں میں ہر طرف پتھر برسانے شروع کر دئیے۔ آخر کار یہ فوجی بھاگ کر واپس ڈھنڈ کے کیمپ میں پہنچے۔ دوپہر کے وقت انگریزی کمانڈر نے فوج کو غلنئی کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا چنانچہ فوج رات بھر غلنئی کی طرف بڑھتی رہی اور صبح غلنئی کے مقام پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔ غلنئی اور صافی قبائل کے علاقوں میں ۲۳ ر اگست سے ہی ہوائی بمباری شروع کر دی گئی تھی جس کی وجہ سے مجاہدین نے اپنی پناہ گاہوں میں مورچے سنبھال لئے تھے۔ حکومت نے فیصلہ کر لیا کہ غازی آباد میں حاجی صاحب کے گھر، مسجد۔ اور اس سے ملحقہ غازیوں کی بستی کو ہوائی بمباری سے تباہ و برباد کر دیا جائے۔ چنانچہ ۲۳ ر اگست ۱۹۳۵ء کو غازی آباد پر شدید بمباری کی گئی۔ حاجی صاحب اور ان کے تینوں صاحبزادے غازیوں کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے گندھاب، تخقی اور پنڈیالی کے مورچوں میں میدانی فوج کا مقابلہ کر رہے تھے۔ غازی آباد میں صرف مستورات بچے یا بیمار غازی موجود تھے۔ چنانچہ ہوائی حملے سے پہلے ہی عورتیں، بچے اور بیمار غازی قریب بنی ہوئی پناہ گاہوں میں چلے گئے۔ ہوائی بمباری سے غازی آباد میں جانی نقصان تو نہ ہوا البتہ مال مویشی ہلاک ہو گئے۔ یہ ہوائی حملے ۲۷ ر اگست تک جاری رہے۔ حکومت یہ سمجھتی تھی کہ حاجی صاحب اور ان کے بیٹے جو گندھاب کی وادی میں غازیوں کے لشکر کی قیادت کر رہے ہیں۔ اپنے گاؤں پر ہونے والی بمباری کی خبر سن کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے اور مجاہدین کا لشکر منتشر ہو جائیگا مگر باوجود اس کے کہ حاجی صاحب کو غازی آباد کی پل پل کی خبریں مل رہی تھیں[۲]۔

لوی آگرہ کا جہاد

۱۰ اپریل ۱۹۳۵ء کو بریگیڈ کمانڈر لوی آگرہ کے محاذ پر مجاہدین پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر چونکہ فضا ابر آلود تھی۔ آندھی چل رہی تھی جس کی بنا پر فوجوں کو فضائی مدد نہیں دی جا سکتی تھی اس لئے کمانڈر نے مجاہدین پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور یہ طے کیا گیا کہ دوسرے دن صبح کے وقت مجاہدین پر حملہ کیا جائے۔ اس حملے کے لئے ڈیوک آف ولنگٹن رجمنٹ، پنجاب رجمنٹ، فرنٹیئر فورس رجمنٹ کے دستوں کو تیار رہنے کا حکم دیا گیا تاکہ نارنجی باندہ پر مجاہدین کے لشکر کو چاروں طرف سے حملہ کر کے ختم کر دیا جائے۔ اس حملے کے لئے چاروں طرف سے توپ خانے، مشین گنیں نصب کر دی گئیں، ساتھ ہی ہوائی جہازوں کو بھی مجاہدین پر بمباری کرنے کے لئے تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا۔ دوسرے دن نارنجی باندہ پر مجاہدین پر حملہ کیا گیا۔ توپ خانے سے دن کے نو بجکر چالیس منٹ سے دس بجے تک زبردست بمباری کی گئی۔ مجاہدین نے بھی چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی آگ برسنے لگی اور دونوں طرف سے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

پولیٹیکل ایجنٹ کی ہلاکت

انگریز حکام کو جب معلوم ہوا کہ باوجود بری اور فضائی فوجی قوت کے اور جدید ترین جنگی مشینری کے انگریزی فوجیں مجاہدین سے شکست کھا رہی ہیں تو پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر ایل ڈبلیو ایچ ڈی بیسٹ لیوی کا ایک دستہ لے کر محاذِ جنگ پر سنار گئی کے درے میں پہنچے، یہ پورا دستہ مجاہدین کی زد میں آ گیا جس سے پولیٹیکل ایجنٹ موقع پر ہلاک ہو گیا اور فوجی دستے کے کئی سپاہی شدید زخمی ہو گئے[۱] شام کے اندھیرے تک لڑائی جاری رہی۔ غنڈ کے پہاڑوں پر مجاہدین اپنے مورچے مضبوط کر رہے تھے۔ کہ ہوائی جہازوں نے مشین گنوں سے اور میدانی علاقے کی فوجوں نے توپ خانے سے شدید بمباری کی جس سے دس مجاہد شہید ہوئے۔

۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء کو مجاہدین نے غنڈ اور انزر گئی کے دروں میں مورچے قائم کئے۔

---

[۱] ہسٹری آف آپریشن صوبہ سرحد پارٹ سوم ص ۱۸۵ (اقتباسات)

انگریزی فوجوں نے بھی چاروں طرف سے لوئی آگرہ کو گھیرے میں لے لیا۔ ہوائی جہاز میدانی فوجوں کی مدد کر رہے تھے۔ تمام دن جنگ جاری رہی۔ مجاہدین چاروں طرف سے انگریزی فوجوں پر تابڑ توڑ حملے کرتے رہے۔ کئی انگریز فوجی ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے ہلاک ہو جانے کے بعد مجاہدین نے شدت سے انگریزی فوج پر جب حملے شروع کئے تو انگریزی فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور میدانِ جنگ سے شکست خوردہ حالت میں واپس اپنے کیمپوں میں چلی گئی۔ بادشاہ گل نے جب دیکھا کہ انگریزی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے تو وہ غازی آباد چلے گئے تاکہ مزید تازہ دم لشکر منظم کر کے مقابلے کے لئے لائیں۔ بادشاہ گل کے جانے کے بعد انگریزوں نے یہ سوچا کہ بادشاہ گل میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں لہذا ایک فوجی دستہ کوٹ کے مقام سے لوئی آگرہ کے مقام تک متعین کر کے دوبارہ سڑک کی تعمیر شروع کر دی اور سڑک کی حفاظت کے لئے لوئی آگرہ کے مقام پر ایک فوجی پکٹ بھی تعمیر کر لی۔ ۵ رمئی ۱۹۳۵ء کو چکدرہ کے مقام پر پولیٹیکل ایجنٹ نے ایک جرگہ منعقد کیا جس میں انگریزی حکام نے جرگے سے کہا کہ حکومت جنگ کے بجائے صلح کو ترجیح دیتی ہے لہذا آپ اپنی شرائط پیش کریں تاکہ حکومت ان پر غور و فکر کر سکے چنانچہ حکومت اور قبائل کے درمیان صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے بات چیت کا آغاز ہوا۔[1]

بادشاہ گل نے جب جرگہ کے متعلق سنا تو آپ نے پولیٹیکل ایجنٹ کو یہ کہلا بھیجا کہ صلح کی شرائط طے کرنے سے پہلے انگریز قبائلی علاقوں سے اپنی فوجیں پیچھے ہٹائیں نیز پختہ سڑکوں کی تعمیر کے منصوبے کو ختم کر دیں۔ اس صورت میں صلح کا ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے چنانچہ انگریزوں نے بادشاہ گل کا یہ پیغام سن کر ۱۴ رمئی ۱۹۳۵ء کو کچھ فوجوں کو قبائلی علاقوں سے پیچھے ہٹانے کا فیصلہ کیا مگر اس بات پر اصرار کیا کہ فرنٹیر کنسٹیبلری کی آٹھ پلاٹونوں کو قبائلی علاقے میں رہنے دیا جائے جن میں سے چار پلاٹون لوئی آگرہ کی لیوی پوسٹ میں دو تعمیر شدہ پکٹ میں اور دو پلاٹون کوٹ میں رہیں گی۔[2] بادشاہ گل کو جب انگریزوں کے اس اصرار کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے ان قبائلی سرداروں کی سرزنش کی جو انگریزوں کے بہی خواہ بن کر انگریزوں کی ان شرائط کو ماننے پر آمادہ دکھائی دے رہے تھے

۱۔ ہسٹری آف آپریشن صوبہ سرحد پارٹ سوم صہ ۱۸۸
۲۔ " " " " " " "

۲۸ اگست ۱۹۳۵ء کی رات کو انگریزوں کے کسی حواری نے چمنے خان کو قتل کر دیا یہ مجاہد آزادی کا شیدائی اور حاجی صاحب ترنگزئی کا انتہائی معتقد تھا وہ شروع شروع میں ڈاکے وغیرہ ڈالتا تھا۔ بعد میں جب غازی آباد گیا تو اس نے تمام جرائم سے توبہ کر کے حاجی صاحب کی قیادت میں جہاد آزادی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ چمنے خان کی موت کا مجاہدین کو سخت صدمہ ہوا۔ اس کی دعائے مغفرت میں غازیوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی[1]

۳۱ اگست کو موسیٰ خیل قبیلہ کے چند وظیفہ خوار افراد کا ایک جرگہ انگریزی حکام کے پاس پولیٹیکل ایجنٹ شبقدر کے پاس پہنچا اور فریاد کی کہ ہوائی بمباری سے ہمارے مکانات بھی تباہ ہو چکے ہیں لہذا حکومت ہماری مدد کرے تاکہ ہم اپنے گھروں کو دوبارہ تعمیر کر سکیں۔ پولیٹیکل حکام نے انہیں تسلی دی کہ حالات کے بہتر ہوتے ہی ان کی مدد کر دی جائے گی۔

۴ ستمبر کی رات کو مجاہدین نے غلنئی کے کیمپ پر حملہ کیا۔ کیمپ پر اس حملے سے انگریزی فوجیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کئی فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے بھاری اسلحہ قبضے میں لیا۔ اور فوج کو بھی بھاری نقصان پہنچایا۔ مجاہدین کا یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ اس حملے کے بعد انگریزوں نے مجاہدین کو منتشر کرنے کے لئے ہوائی طاقت کا بھرپور استعمال کیا۔ ہوائی حملہ ۴ ستمبر کی رات کو شروع ہوا جو صبح تک جاری رہا[2] اس ہوائی بمباری سے سانگڑہ۔ ڈربہ خیل اور حلیم زئی قبائل کے گاؤں کو بھی بھاری نقصان پہنچا۔ مجاہدین ہوائی بمباری سے بچاؤ کے لئے پہاڑوں میں چلے گئے اور وہاں انہوں نے پہاڑی پناہ گاہوں میں مورچے قائم کر لئے۔ مجاہدین کے پہاڑی مورچوں میں چلے جانے کے بعد انگریزی فوج نے دوبارہ غلنئی پر قبضہ کر لیا۔ اس کی مدد کے لئے پشاور اور نوشہرہ سے مزید فوج بھی پہنچ چکی تھی۔

انگریزوں کی میدانی فوج نے غلنئی کے مقام پر مضبوط مورچے قائم کر لئے تو حاجی صاحب کے حکم پر مجاہدین کے مزید لشکر قبائلی علاقے سے انگریز فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے آن پہنچے۔ حاجی صاحب مجاہدین کے ایک عظیم لشکر کے ساتھ مخفی

---

[1] قلمی جہاد حاجی صاحب ترنگزئی ص ۶۷ از قاری عبدالمستعان [2] ہسٹری آف سرحد آپریشن ص ۲۱۲

[2] ہسٹری آف سرحد اپریشن مطبوعہ گورنمنٹ آف انڈیا ص ۲۱۳

کے مورچے میں موجود تھے۔ انہوں نے بادشاہ گل فضل اکبر اور فقیر آف علی نگر کو بائیزئی کے علاقوں سے مجاہدین کا مزید لشکر اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا اور بادشاہ گل سوم کو ننگرہار کی طرف بھیجا تاکہ وہاں سے مجاہدین کا ایک لشکر منظم کر کے تختی کے جہاد کے لئے لایا جائے۔ بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ کو امبار سے لشکر لانے کے لئے بھیجا گیا۔ انگریزوں کو جب اس تیاری کی خبر ملی تو انہوں نے تختی کے علاقے کے چند اپنے معاون قبائلیوں سے حاجی صاحب کو کہلوایا کہ وہ ان کے علاقہ سے چلے جائیں تاکہ ان کا علاقہ انگریزوں کے حملوں سے بچا رہے۔ اس علاقے کے غازیوں نے جب ان لوگوں کی انگریز دوستی کو دیکھا تو انہوں نے انگریزوں کے ان حواریوں کے مکانوں کو جلا کر خاک بنا دیا۔ اس کے بعد کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ غازیوں کی مخالفت کا دم بھر سکے۔

انگریز تختی کے علاقے اور وادی گندھاب میں شکست پہ شکست کھا رہے تھے انگریزی فوج کو شدید ترین نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ انگریزوں نے اپنی پوری فوجی طاقت وادی گندھاب میں صرف کر دی۔ ہوائی بمباری سے قبائلی مجاہدین کو مطیع کرنے کی کوشش کی گئی مگر حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں لڑنے والے ان مجاہدین آزادی کو انگریزوں کی تمام طاقتیں مرعوب نہ کر سکیں اور نہ ہی وہ انگریزوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ ہوئے ان حالات کو دیکھ کر انگریزوں نے بہتری اسی میں سمجھی کہ مجاہدین سے باعزت سمجھوتہ کیا جائے چنانچہ ۶ ستمبر ۱۹۳۵ء کو حکومت ہند اور سیکرٹری آف سٹیٹ کے باہمی مشورے کے بعد وائسرائے ہند نے سرحد کے گورنر کو یہ اختیار دیا کہ مزید انگریزی فوجی طاقت ختم کئے بغیر مجاہدین سے تصفیہ کیا جائے۔[۱]

چنانچہ ۷ ستمبر ۱۹۳۵ء کو ہوائی جہازوں کے ذریعے قبائلی علاقوں میں فارسی اور پشتو زبان میں چھپے ہوئے اشتہارات پھینکے گئے جن میں انگریز حکومت نے مجاہدین کو پیشکش کی کہ حکومت مجاہدین کے ساتھ لڑائی بند کرنے کو تیار ہے لہذا مجاہدین اپنی شرائط پیش کریں تاکہ حکومت ان شرائط پر غور و فکر کر سکے۔ مجاہدین نے انگریزوں کی اس حرکت کو محض ایک چال قرار دیا تاکہ وہ اپنی پوزیشن کو مضبوط کر سکیں۔ مجاہدین کا ایک لشکر کمالی حلیم زئی کے علاقے میں جمع ہو رہا تھا جس پر ہوائی جہازوں نے بمباری کی۔[۲]

---

[۱] ہسٹری آف ایڈمنسٹریشن صوبہ سرحد باب ۶ صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ گورنمنٹ آف انڈیا
[۲] " " " " " " صفحہ ۲۱۰ " " "

نومبر ۱۹۳۵ء تک انگریزوں کے خلاف وادی گندھاب میں مسلسل جہاد ہوتا رہا۔ نومبر کے آخر میں جب برف باری شروع ہوئی تو انگریز فوجیں خود بخود پیچھے ہٹ گئیں۔ حاجی صاحب نے مجاہدین کو بھی اجازت دی کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو جائیں تاکہ اپنے گھروں سے برف ہٹا کر گھروں کو محفوظ کر سکیں۔ حاجی صاحب نے یہ بھی حکم دیا کہ وہ برفانی موسم کے گذرتے ہی جہاد کے لئے اپنے آپ کو منظم کریں۔ اور جونہی جہاد کے لئے روانگی کا حکم ان تک پہنچے وہ اپنے اپنے علاقوں کے لشکر لے کر میدان جہاد میں پہنچیں [۱]

اسی برفباری کے موسم میں حاجی صاحب کے پاؤں اور ٹانگیں سوجھ گئیں۔ پاؤں یہاں تک سُوجھ گئے کہ جوتا پہننے سے بھی معذور ہو گئے۔ بیماری آہستہ آہستہ بڑھتی گئی تمام عمر آزادی کی جنگ اور اسلام کے تحفظ کے لئے جد وجہد کرنے والی اس عظیم شخصیت کو آخر کار بیماری نے اتنا نحیف کر دیا کہ وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے۔ اس بیماری کی حالت میں آپ کے بیٹوں نے آپ کی جگہ جہاد کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ بیماری بڑھتی گئی۔ اور وہ سفرِ آخرت کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اس شدید بیماری کے دوران مارچ ۱۹۳۶ء میں جب انگریزی فوجوں نے نحقی کی طرف دوبارہ پیش قدمی شروع کی تو حاجی صاحب نے مجاہدین کی قیادت کرنے کے لئے اپنے شیوخ سے کہا کہ وہ پالکی میں بٹھا کر انہیں نحقی لے چلیں۔ چنانچہ شیوخ نے انہیں پالکی میں بٹھایا آگے آگے حاجی صاحب پالکی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بندوق ان کے ہاتھوں میں تھی۔ اور ان کی پالکی کے پیچھے مجاہدین کا ایک عظیم لشکر اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا نحقی کی طرف بڑھا۔

ہوائی بمباری کی بھی انہیں خبر ملی مگر یہ خبر سُن کر کہا " اللہ نگہبان ہے "۔ برہان خیل اور عیسیٰ خیل کے گاؤں کو بھی ہوائی بمباری سے تباہ و برباد کر دیا گیا مگر ان علاقوں کے غازی گندھاب کے لشکر میں منظم ہو کر انگریزوں کا بے جگری سے مقابلہ کرتے جا رہے تھے۔

حاجی صاحب نے نحقی پہنچ کر دونوں ہاتھ دُشمن کے مقابلے میں فتح کی دُعا کے لئے خدا کے دربار میں اٹھائے اور دعا کی کہ اے خدا تو اسلام کو فتح و نصرت عطا کر، یہ دُعا کرنے کے بعد حاجی صاحب کی پالکی ایک پہاڑ کے دامن میں رکھ دی گئی۔ تین دن انگریز

---

[۱] قلمی جہاد نامہ حاجی صاحب ترنگزئی صفحہ ۶۹۱ از قاری عبد المستعان

فوج کے ساتھ مقابلہ ہوتا رہا۔ تیسرے دن انگریزی فوج شکست کھا کر واپس اپنے کیمپ کی طرف چلی گئی۔ حاجی صاحب کو اسی طرح پالکی میں اٹھا کر غازی آباد لے جایا گیا۔ آپ مجاہدین کو ان کی جرأت اور دلیری پر داد دے رہے تھے۔ اور انہیں کہہ رہے تھے کہ جب بھی آپ لوگ جہاد کے لئے گھر سے نکلیں تو یہ فیصلہ کر کے آیا کریں کہ یا تو شہادت حاصل کرنا ہے یا پھر فتح حاصل کرنا ہے۔" اس معرکے کے بعد آپ بہت زیادہ علیل ہو گئے۔ آپ کا علاج معالجہ شروع ہوا مگر یہی بیماری آخر کار آپ کے سفرِ آخرت کا بہانہ بنی۔ ؎۱

نھتی کا گاؤں
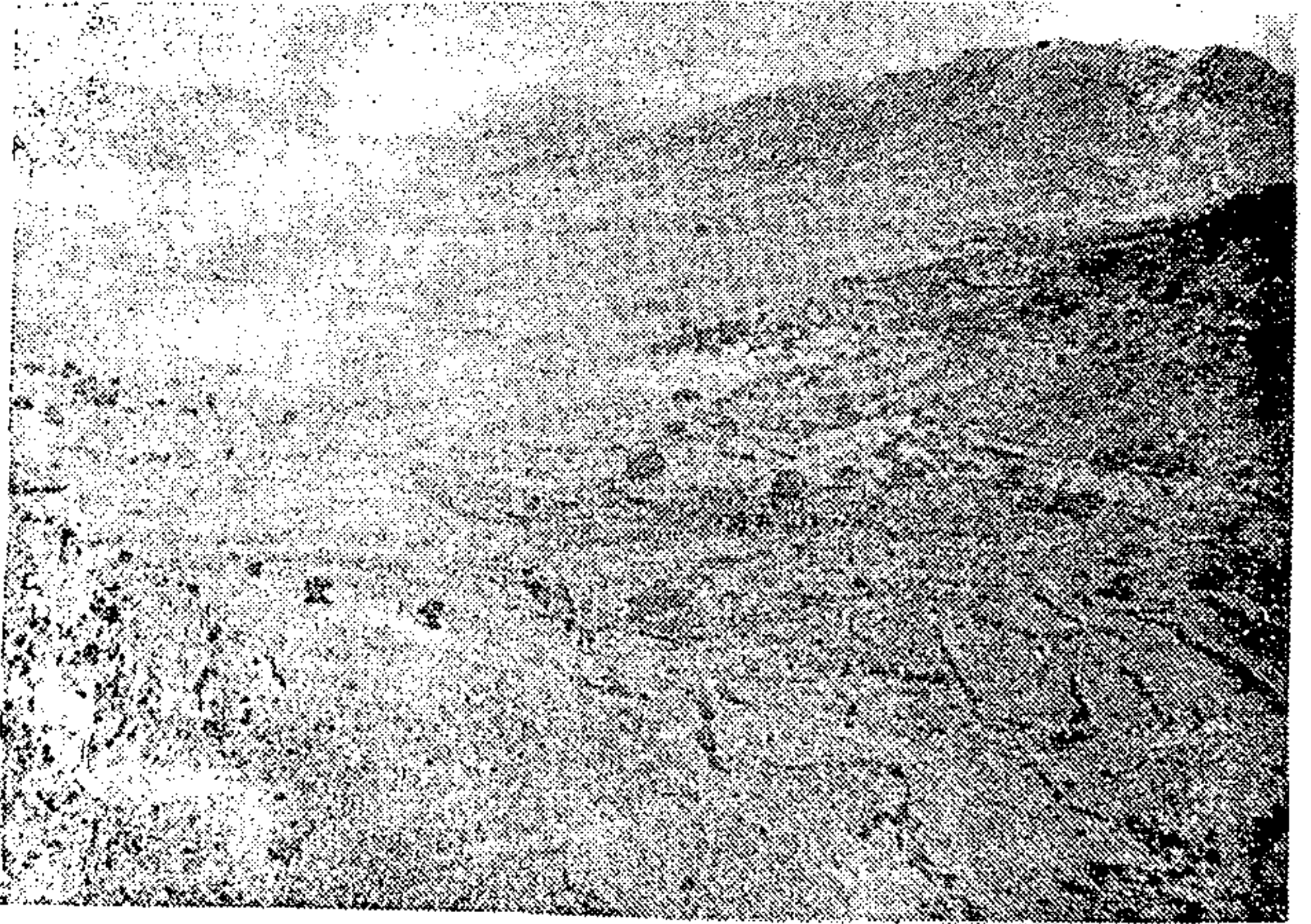
؎۱ بیان حاجی غلام غوث صحرائی ایڈیٹر ہمارا پاکستان سرحد،

حاجی صاحب کی زندگی کے آخری لمحات

حاجی صاحب کا معمول تھا کہ رات کے پچھلے پہر صبح کی اذان تک تہجد کی نماز میں کھڑے ہو کر سورۂ تغابن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آخر عمر میں ڈاکٹروں اور معالجوں نے انہیں کہا کہ وہ حد سے زیادہ کھڑے ہو کر ریاضت نہ کریں مگر آپ نے ڈاکٹروں کو کہا کہ خدا خود کہتا ہے کہ میں نے انسان کو صرف عبادت اور ریاضت کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا میں کس طرح اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔

تندرستی کے دنوں میں ہفتے میں چار دن متواتر روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ حد سے زیادہ کمزور ہو گئے تو پھر جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھتے تھے۔ اسی طرح تہجد کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح کی نماز پڑھتے اور نماز کے بعد تلاوت قرآن مجید پڑھتے تھے۔ نماز اور قرآن مجید کی تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ کر ایک جگہ بیٹھ جاتے اور وہاں دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو کر اشراق کی نماز پڑھ کر مراقبے میں مستغرق ہو جاتے۔ قریباً دو گھنٹے مراقبے میں رہنے کے بعد واپس اپنی قیام گاہ پر آ جاتے تھے وہ اکثر اپنی چلہ گاہ میں قیام کرتے تھے یہ چلہ گاہ مسجد غازی آباد کے ساتھ ہی ملحق تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ان کے لئے ایک چار پائی تھی۔ اور فرش پر گھاس بچھی رہتی تھی —— چار پائی پر نرم گدیلہ نہیں رکھتے تھے۔ اور گرمی سردی میں ایک ہلکا سا لحاف اوڑھتے تھے۔ تاکہ نیند کم آئے اور عبادت اور ریاضت میں فرق نہ آنے پائے۔ ہفتے میں کبھی ایک بار اور کبھی دو بار اپنے بیٹوں کے گھروں میں جاتے تھے۔ مگر بعض اوقات دو دو ہفتے تک تشریف نہ لاتے ایسا اس وقت ہوتا جب آپ جہاد میں مصروف رہتے یا عبادت اور ریاضت میں زیادہ مستغرق رہتے۔ بیٹوں کے گھروں میں زیادہ دیر قیام نہ کرتے مسجد اور چلہ گاہ سے تقریباً چالیس گز کے فاصلے پر ان کے بیٹوں اور

بیٹیوں کے مکانات تھے جن میں ان کے بچے رہائش پذیر تھے۔ ان بچوں میں ان کے بیٹے فضل اکبر بادشاہ۔ فضل شاہ بادشاہ، فضل معبود بادشاہ الگ الگ مکانات میں رہتے تھے جب کہ ان کی چاروں بیٹیاں ایک الگ مکان میں رہتی تھیں۔ یہ مکانات ایک دوسرے سے متصل تھے۔ ان کا صحن ایک ہی تھا۔ حاجی صاحب زیادہ تر اپنے بڑے بیٹے فضل اکبر بادشاہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان کے دوسرے تمام بیٹے اور بیٹیاں وہیں ان کا دیدار کرنے جمع ہو جاتے۔ فوت ہونے سے قبل دو دن اور دو راتیں متواتر بادشاہ گل فضل اکبر کے گھر میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ ان دو دنوں میں بھی آپ نے نماز قضا نہیں کی بلکہ باقاعدہ اشاروں سے نماز ادا کرتے رہے۔ بیماری اور عمر کے تقاضے کے تحت انتہائی نحیف ہو گئے تھے۔ اور آواز کی رفتار بھی دھیمی ہو گئی تھی آخر جس دن فوت ہونے لگے۔ اس دن عصر کے وقت اپنے منجھلے بیٹے بادشاہ گل فضل شاہ کو کہا کہ تم میرے پاس ٹھہر جاؤ اور باقی لوگوں کو کہا کہ وہ جا کر اپنے اپنے کام کریں اور آہستہ آہستہ وظیفے میں مشغول ہو گئے۔

فوت ہونے سے دس گھنٹے پہلے عصر کے وقت جب تمام بیٹے اور بیٹیاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بادشاہ گل فضل اکبر صاحب کو جو اُن کی چارپائی کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ کے اشارے سے اپنے نزدیک کیا اور اپنے سر سے اپنی ٹوپی اتار کر بادشاہ گل کے سر پر رکھی اور آہستہ سے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ تم سب سے اچھا سلوک کرنا اور اپنی دوسری اولاد سے کہا کہ تم ان کی فرمان برداری کرنا پھر یہ کہا کہ جس کام کے لئے اور مقصد کے لئے ہم ہجرت کر کے یہاں آئے تھے اس مقصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد جاری رکھنا پھر کلمہ شریف پڑھا اور اس کے بعد ان کی حالت غیر ہو گئی تو ان کے صاحبزادوں نے مولانا ایوب خان المعروف طور و ملا خطیب اور مفتی غازی آباد کو بلایا گیا اور ان کے ساتھ دوسرے شیخ اور علما بھی اندر آ گئے ان کے سامنے کلمہ پڑھا اور ان کو بھی کہا کہ جہاد کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھنا جب تک ملک آزاد نہ ہو جائے۔ ساری رات تلاوت قرآن مجید ہوتی رہی اور دور دراز اور قرب و جوار کو مطلع کیا گیا کہ حاجی صاحب فوت ہو چکے ہیں جس جس نے یہ خبر سنی وہ فرط غم سے نڈھال افسوس کرتا ہوا غازی آباد پہنچا۔ دوسرے دن ہزاروں لوگ جمع ہو چکے تھے۔

ظہر کی نماز کے بعد غازی آباد کی مسجد سے نیچے ایک بہت بڑے کھلے میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ مشہور عالم دین اور غازی آباد کے مفتی شریعت مولانا محمد ایوب المعروف طور ملا نے ادا کی۔ تقریباً ایک ہفتہ تک متواتر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر تمام اسلامی ممالک میں ان کی وفات کی خبر سنتے ہی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور دنیائے اسلام میں زبردست منایا گیا سرحد کا جو آدمی بھی استطاعت رکھتا تھا وہ غازی آباد میں پہنچا اور تقریباً تین ماہ تک فاتحہ خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لئے کئی ختم قرآن کئے گئے۔

حاجی صاحب کے فوت ہونے کی خبر سن کر جو لوگ غازی آباد میں تعزیت کیلئے پہنچے ان میں دیگر ہزاروں افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب بھی تھے۔ مٹہ کا جبار خان ساکن مٹہ۔ سعد اللہ خان ساکن عمرزئی۔ فضل رحمان ساکن تنبقدر۔ ولی خان ساکن اتمان زئی ارباب عبدالغفور خان ساکن تہکال۔ مازار کے میاں عبداللہ شاہ۔ کافور ڈھیری کے عبدالمالک خان۔ اتمان زئی کے شاہ نواز خان پشاور کے پیر لال بادشاہ۔ اتمان زئی چارسدہ۔ پشاور کے کئی علماء و مشائخ کے علاوہ بنوں کے علماء کا وفد اور آفریدیوں کے ملک اور وزیرستان کے قبائلی سرداروں کے علاوہ نادر خان کے بھانجے فاروق خان اور گورنر جلال آباد بھی افغانستان کے دربار کی نمائندگی کرتے ہوئے برائے تعزیت غازی آباد پہنچے اکثر اسلامی ممالک میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ علمائے مصر اور مسلمانان مصر نے جامعہ ازہر میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی افغانستان کے ہر صوبہ کے گورنر کو ہدایت کی گئی کہ ہر جگہ مکمل طور پر سوگ منایا جائے۔[۱]

حاجی صاحب کی وفات کا ردِ عمل

حاجی صاحب کے وفات کی خبر سن کر برصغیر میں ہر جگہ رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ قبائلی علاقے میں تو کئی دن تک سوگ منایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم مجاہد اسلام کی وفات پر ہر مسلمان خون کے آنسو رو رہا تھا مگر انگریزی اقتدار کے تسلط کی وجہ سے غم و اندوہ کے احساسات کا کھلم کھلا اظہار کرنا امر مشکل تھا تاہم برصغیر کے اخبارات نے حاجی صاحب کے فوت ہونے پر مندرجہ ذیل اداریے لکھے۔

۱۔ رپورٹ سپیشل برانچ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء آئی ٹی پی مثل ۱۵۹ ص ۲۔ روزنامچہ از عبدالستار خان ص ۳۶

"یہ خبر ملی ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی ۱۴ ماہ حال کو مہمندوں کے قبائلی علاقے غازی آباد میں فوت ہو چکے ہیں۔ مہمندوں کے علاقے میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ۱۸ دسمبر تک نماز جنازہ اس لئے ملتوی کی گئی تاکہ ان کے تمام پیروکار اس میں شرکت کر سکیں اور باجوڑ، ملاگوری اور قبائلی علاقے کے لوگ ان کے جنازے میں شرکت کر سکیں کل ۱۷ دسمبر کو انہیں غازی آباد میں دفن کیا گیا ہے ان کی غائبانہ نماز جنازہ آج ۳۷/۱۲/۱۸ کو پشاور کی مسجدوں میں ادا کی گئی۔ آپ کے بڑے بیٹے بادشاہ گل کو آپ کا جانشین منتخب کیا گیا۔ انتخاب میں قبائلی سرداروں نے حصہ لیا۔ یہ بات تاریخی لحاظ سے یادگار رہے گی کہ مرحوم انگریزی رعایا میں سے تھے اور ضلع پشاور کی تحصیل چارسدہ کے رہنے والے تھے۔ آپ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے اور ۹۹ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں آپ نے سرحد کے مختلف اضلاع اور مقامات اور دیہاتوں میں اسلامی مدرسے جاری کرنے کی تحریک کا آغاز کیا۔ اور اس میں کامیاب بھی ہوئے انہوں نے تقریباً ایک سو سکول قائم کئے۔ اس کے بعد آپ جب قبائلی علاقے میں جانے لگے تو ان سے ضمانت طلب کی گئی۔ بعد میں آپ مستقل طور پر مہمند علاقے میں چلے گئے تھے۔ اور وہیں غازی آباد کے نام سے ایک گاؤں کی بنیاد رکھ کر وہیں قیام کیا۔ آپ نے مختلف قبائلی عوام کو متحد کیا اور اپنے اثر و رسوخ اور کارناموں سے آزاد علاقے کے عوام کے لیڈر مانے گئے ۱۹۱۵ء سے لیکر آپ کی وفات تک انگریزوں نے مہمندوں کے علاقوں میں جتنی بھی لڑائیاں لڑیں آپنے ان لڑائیوں میں انگریزوں کی سخت ترین مخالفت کے ساتھ ساتھ خود بھی مجاہدین کے لشکر کے ساتھ انگریزی فوج کا بہادری سے مقابلہ بھی کیا۔ قبائلیوں میں اور برطانوی حکومت میں لاکھوں افراد آپ کے معتقد تھے اور آپکی روحانیت سے متاثر تھے"[1]

سی آئی ڈی رپورٹ کے مطابق ضلع میں اکوڑہ خٹک۔ کوہاٹ، مردان تخت بھائی، شنکر گڑھ اور سرحد کے تمام اضلاع میں حاجی صاحب

---

[1] روزنامہ ٹریبون دہلی ۲۷-۱۲-۱۸ [2] رپورٹ سپیشل برانچ فائل نمبر ۳۷/۷/۳، ۱۹۳۷- ۱۱۸۷

ترنگ زئی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور ان کی اسلامی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔[1]

حاجی صاحب ترنگزئی کی خواہش کے مطابق بادشاہ گل اوّل کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ بادشاہ گل دوم کو جنرل آفیسر کمانڈنگ اور بادشاہ گل سوم کو فارن آفیئرز کا چارج حوالے کیا گیا۔ نوشہرہ کلاں میں مولانا شاکر اللہ نے حاجی صاحب کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر پڑھائی۔ اور حاجی صاحب کی اسلامی خدمات اور ان کے جہاد پر تقریر کی۔ وفات کی خبر سنتے ہی ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء کو نوشہرہ کلاں کی جامع مسجد میں حاجی صاحب کی شاندار اسلامی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اس اجلاس کی صدارت مولانا شاکر اللہ نے کی اور مولوی عبدالرؤف نوشہروی نے حاجی صاحب کی وفات پر پشتو زبان میں ایک مرثیہ پڑھا۔[2]

"۲۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ٹاؤن ہال کوہاٹ میں منعقد ہوئی۔ اجلاس کی صدارت مولوی احمد گل نے کی۔ خیر محمد جلالی۔ محمد ایوب۔ پیر شہنشاہ اور حکم چند نے حاجی صاحب کی اسلامی خدمات اور ملکی آزادی کے لئے تقریریں کیں۔ اس اجلاس میں ۵۲ خاکسار باوردی موجود تھے جنہوں نے غائبانہ طور پر حاجی صاحب ترنگ زئی کو سلامی دی۔

۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء کو مردان میں حاجی صاحب کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تمام شہر میں مکمل ہڑتال کی گئی اس طرح تخت بھائی میں بھی حاجی صاحب کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور لوگوں نے حاجی صاحب کے سوگ میں مکمل ہڑتال کی۔

رجڑ کے امیر محمد ستار اور رسید احمد نے اور چارسدہ کے امیر اللہ نے اور چارسدہ کے ایک دوکاندار انجم نے حاجی صاحب کے بیٹوں کو کچھ رقم بھیجی جو ضبط کر لی گئی۔

شنکر گڑھ بازار مکمل طور پر حاجی صاحب کی وفات کے سلسلے میں

بند رہا۔ پشاور شہر میں جونہی حاجی صاحب ترنگزئی کی موت کی خبر ملی افغان

---

[1] رپورٹ سی آئی ڈی اسپیشل برانچ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء فائل ۱۸-AF ۸۴۴۹ [2] روزنامچہ قاری سید الصعان ص ۶۵

پاسپورٹ آفس، تجارتی مراکز سب کے سب بند ہو گئے شہر میں مکمل ہڑتال رہی [1]"

چالیس دن تک غازی آباد میں دن رات قرآن خوانی ہوتی رہی ایصال ثواب کے لئے کئی قرآن مجید ختم کئے گئے، چالیس دن پورے ہوئے تو چہلم کے موقع پر سرحد اور قبائلی علاقے کے علاوہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے کئی لوگ غازی آباد پہنچے چہلم کے موقع پر ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں لوگوں نے حاجی صاحب کے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر کی قیادت میں حاجی صاحب کے مشن کی تکمیل کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔

چہلم

روزنامہ احسان لاہور اپنی ۳۰ جنوری ۱۹۳۸ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے:

"سرحد آزاد میں مہمند، باجوڑ، صافی وقندھاری وشنواری ومحسود و ماموند وغیرہ اقوام کا اجتماع بتقریب چہلم جناب مجاہد اعظم حاجی صاحب ترنگزئی ہوا۔ ختم قرآن شریف اور فاتحہ خوانی کی گئی۔ زاں بعد مولوی محمد ایوب نے تقریر فرمائی۔ اور قبلہ حضرت بادشاہ گل صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا قبائل کو حکم دیا۔ جس پر سب سے پہلے مولوی صاحب موصوف نے بیعت کی۔ زاں بعد حاجی محمد امین نے اور حضرت بادشاہ گل کے ہر دو برادران نے بیعت کی۔ اس کے بعد قبائل بیعت کرتے گئے۔ قبائل کے تمام اعلیٰ نمائندے موجود تھے۔ مشہور مہمند مجاہد امین خان نے بھی اعلیٰ حضرت کی بیعت کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ کم از کم بیس ہزار افراد قبائل اس تقریب میں شریک ہوئے [2]"

---

[1] رپورٹ سپیشل برانچ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء فائل نمبر ۱۸- AF ۸۴۴۴

[2] روزنامہ احسان لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۳۸ء

عزم واستقلال حاجی صاحب بلند ارادوں کے مالک تھے۔ انگریزوں کے پاس توپیں تھیں۔ ہوائی جہاز تھے بے شمار اسلحہ اور کثیر فوج تھی۔ مگر آپ انگریزوں کی اس بے پناہ فوجی قوت سے کبھی بھی مرعوب نہیں ہوئے۔ یہ ان کی اولوالعزمی اور بہترین رہنمائی اور قیادت کا نتیجہ تھا کہ ان کی قیادت میں جہاد لڑنے والے مجاہدین بھی کبھی شکستہ دل نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ انگریزی فوجی طاقت، وحشت ناک ہوائی بمباری توپوں اور مشین گنوں کی اندھادھند گولہ باری اور فائرنگ سے ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہوا بلکہ جوں جوں انگریزوں کی طرف سے بربریت کا مظاہرہ ہوتا تھا مجاہدین کے دلوں میں اور زیادہ جوش ایمانی پیدا ہو کر ان کے حوصلوں کو مزید تقویت پہنچاتا تھا۔

حاجی صاحب کی اولوالعزمی اور استقلال نے انگریز حکومت پہ ایک لرزہ طاری کیا ہوا تھا۔ آپ مجاہدین، معتقدین، خلفاء اور عام جرگوں میں عوام سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ دشمن کو اپنی کسی کمزوری کا احساس نہ ہونے دو جب تک دشمن تمہاری کسی کمزوری اور کوتاہی سے بے خبر رہے گا اس کے دل پر تمہارا رعب اور دبدبہ چھایا رہے گا۔ جونہی دشمن کو تمہاری کسی بھی کمزوری کا علم ہو گیا تو وہ تمہاری اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریگا لہٰذا اگر تم بیمار ہو تو دشمن کو اپنی بیماری کا احساس نہ ہونے دو اگر تمہارا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہے تو دشمن کے مقابلے میں متحد ہو کر اس کے سامنے صف آرا ہو جاؤ۔ اگر تمہارے پاس بندوق کے لئے کارتوس نہیں ہے اور دشمن تمہارے سامنے آجائے تو بے دھڑک بغیر کارتوس کے دشمن کی طرف بندوق تان کر مقابلے کی پوزیشن میں ہو جاؤ[1]

حاجی صاحب میں ایک سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ دوسروں کو جو کچھ کہتے تھے اس پر خود عمل پیرا ہوتے تھے بلکہ آپ اپنے عقیدتمندوں اور پیروکاروں اور عام لوگوں کو اکثر کسی مجمع میں، محفل میں یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ انسان کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہونا چاہیئے ریاکاری سے پرہیز کرنا چاہیئے اور جو کام وہ زبان سے دوسروں کو کہے اس پر اسے خود بھی عامل ہونا چاہیئے[2] چنانچہ حاجی صاحب جیسا کسی کو کہتے تھے ویسا

۱۔ بحوالہ بادشاہ گل فضل شاہ

۲۔ بحوالہ شہزادہ مولوی صاحب ساکن ترنگزئی فاضل علوم اسلامیہ

خود بھی عمل کرتے تھے اگر وہ مجاہدین کو معتقدین کو یا اپنے مریدوں کو یہ نصیحت کرتے تھے کہ "دشمن کو اپنی کسی خامی سے آگاہ نہ ہونے دو" تو اس پر وہ خود بھی سختی سے عمل پیرا تھے آخر عمر میں جب بہت ہی ضعیف اور ناتواں ہو گئے تو ان دنوں نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ آپ کا جسم صرف ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ سا نظر آنے لگا تھا باوجود اس نکاہت کمزوری اور بیماری کے آپ کی عبادت و ریاضت میں اور ورد و ظائف میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ہفتے میں دو دن معمول کے مطابق روزہ رکھتے تھے، خوراک جو کی تھوڑی سی روٹی اور ساگ پر مشتمل تھی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ نماز روزہ عبادت اور ریاضت صحت کے لئے مضر نہیں بلکہ صحت کے لئے مفید ہیں۔[1] بہر حال جب آپکی خرابی صحت کا علم والی افغانستان نادر شاہ کو ہوا تو کابل کے دربار سے خصوصی معالج غازی آباد بھیجے گئے۔ غازی آباد میں علاج کی ضروری سہولیات نہ تھیں لہٰذا معالجوں نے بادشاہ گل صاحب سے کہا کہ باباجی صاحب کو کابل لے چلیں تاکہ وہاں ان کا علاج کیا جائے نادر شاہ کی بھی یہی خواہش تھی چنانچہ بادشاہ گل صاحب اور مولانا ایوب جان المعروف تورو ملّا اور چند دوسرے خلفاً آپ کو کابل لے گئے اور وہاں شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا کر آپ کا شاہی طبیبوں سے علاج کرایا گیا۔ انہیں دوران علاج بوجہ کمزوری آپکی یہ حالت ہو چکی تھی کہ کسی کے سہارے کے بغیر آپ پیدل نہیں چل سکتے تھے ایک دن اپنے ایک خلیفہ کے سہارے باغ عمومی میں جا رہے تھے شام کے وقت اس باغ میں سیاحوں اور مختلف طبقے کے لوگوں کا ہجوم رہتا تھا مجاہد اعظم جب باغ کے دروازے کے قریب پہنچے تو سہارا دینے والے خلیفہ کو کہا کہ "مجھے چھوڑ دو" خلیفہ نے فوراً حکم کی تعمیل کی آپ خود بخود بڑے وقار کے ساتھ اور جوانوں کی طرح اس باغ میں سے گذر کر دوسرے دروازے سے نکلے کہ ساتھ چلنے والے بھی حیران رہ گئے دوسرے دروازے پر موٹر کھڑی تھی خود جا کر موٹر میں بیٹھ گئے خلفاً اور مریدوں نے کہا "حضور آپ پیدل چلنے سے تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ہمیں اجازت دیتے تاکہ ہم آپ کو اٹھا کر باغ سے گذارتے۔" آپنے یہ سن کر فرمایا "باغ میں ہر قسم کے لوگ تھے یہ ٹھیک ہے کہ دوست مجھے اس کمزوری اور نکاہت میں دیکھ کر خفا ہوتے مگر اس باغ سے گذرتے وقت اگر کوئی انگریز مجھے اس کمزوری اور بے بسی کی حالت میں دیکھتا تو وہ خوشی مناتا کہ ہمارا دشمن اب کمزور ہو چکا ہے اس لئے میں اپنے دشمن کو اپنی کمزوری سے کیوں آگاہ ہونے کا موقع فراہم کرتا۔"[2]

۱۔ بحوالہ حاجی فیروز دین خادم خاص حاجی صاحب ترنگ زئی

۲۔ سلسلہ قادریہ از محمد گل رحیم انصاری متعلم دارالعلوم دیوبند ص

آپ جہاں بھی جاتے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ عوام کو سمجھاتے کہ باہمی نفاق ختم کر کے آپس میں کامل اتفاق واتحاد پیدا کریں۔ اسلامی شعار کو اپنائیں اور فضول رسم ورواج کو ترک کر کے خالص اسلامی طرز زندگی اختیار کریں۔

بعض لوگ اپنی بیٹیوں کو شادی کے وقت بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کر کے کافی روپیہ لڑکی کے عوض حاصل کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ خدا نے اولاد کے حقوق مقرر کئے ہیں بیٹیاں بھی تمہاری اولاد ہیں ان کا اگر تم حق ادا نہیں کرسکتے تو انہیں مال مویشیوں کی طرح فروخت نہ کرو خدا کے عذاب سے ڈرو اور اپنی بیٹیوں کو اپنے ورثے میں سے جائز حق ادا کرو۔ حاجی صاحب ترنگ زئی کی نصیحتوں میں جادو کا سا اثر تھا ہر وہ شخص جو حاجی صاحب سے ملتا وہ اس قدر متاثر ہوتا کہ وہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی ایک ایک نصیحت پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتا۔ کہتے ہیں کہ اگر عالم باعمل یا صالح باعمل کی نصیحتیں پتھر کو بھی موم کر دیتی ہیں۔ یہ مشاہدہ حاجی صاحب کی زندگی کے ایک ایک لمحے سے ظاہر ہوتا رہا۔ حاجی صاحب خود باعمل صالح بے لوث مجاہد اور خدا کے ہر حکم کے تابع تھے اس لئے ان کی ایک ایک بات سے اخلاص ٹپکتا تھا۔ انکی باتیں جاہل اور مغرور انسانوں کو فوری طور پر راہ راست پر لے آتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی بھی فرد ایسا نہیں جس نے حاجی صاحب ترنگ زئی کی صحبت سے بہتر اثر نہ لیا ہو۔ یا ان سے متاثر نہ ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے عالم اور صلحا جب بھی حاجی صاحب کے پاس آتے تو وہ حاجی صاحب کی خدمت میں دو زانو ہو کر بڑے مؤدبانہ طریقے سے بیٹھتے اور حاجی صاحب کی باتوں کو نہایت غور سے سنتے تھے۔ بڑے بڑے جید علماً اور صلحائے نے حاجی صاحب کی علمیت روحانیت اور اسلام کے راستے میں خالص مجاہدانہ صفات کی وجہ سے حاجی صاحب ترنگ زئی کے ہاتھ پر بیعت کی اور عمر بھر حاجی صاحب کے دلی معتقد رہے۔

تاریخ سے ایک بات کا پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا صالح شخص نہیں گذرا جس کے حامیوں یا معتقدین کے ساتھ ساتھ اس کے مخالفوں کی تعداد بھی نہ ہو اس سلسلے میں یہ ایک بات مسلمہ ہے کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے معتقدین تو ہزاروں بلکہ لاکھوں تک تھے بلکہ ان کی زندگی کے آخری لمحے تک ان کے معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا مگر ایک مرد بھی ایسا نہیں ملا جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس نے حاجی صاحب کی مخالفت کی ہو۔

علما عام طور پر روحانی بزرگوں کو نشانہ تنقید بناتے رہتے ہیں مگر ہندوستان کے کسی بھی عالم نے حاجی صاحب ترنگ زئی کی شان کے خلاف کبھی بھی لب کشائی نہیں کی۔ بلکہ حاجی صاحب ترنگ زئی کا نام سنتے ہی ہندوستان کے علما اور صلحا کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے تھے ؂

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حاجی صاحب کی بزرگی روحانیت اور علمیت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ ہندوستان بھر کے علما کی انہیں حمایت حاصل تھی۔ ہندوستان بھر کے علما صلحا اور آزادی کے پرستاروں نے حاجی صاحب ترنگ زئی کو ہی سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کے پاکیزہ مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے منتخب کیا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دیوبند اور دوسرے اسلامی مدارس سے فارغ بڑے بڑے علما نے اشاعت اسلام اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں حاجی صاحب کی کمان میں کام کیا۔

غیر مسلموں میں حاجی صاحب کی مقبولیت:۔ حاجی صاحب مجاہد اعظم کی خصوصیت کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے ان میں مذہبی تعصب بالکل نہ تھا۔ ان کا تبلیغ اسلام کا مشن بھی لا اکراہ فی الدین (دین کے معاملے میں سختی نہیں ہے) کے اصول پر تھا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مشعل راہ بنایا ہوا تھا اگر کوئی دشمنی سے بھی پیش آتا تو حاجی صاحب اس کے ساتھ انتہائی نرمی سے گفتگو کرتے تھے۔ ان کا یہی طرز عمل اور طرز تبلیغ ہر ایک کے دل میں نقش ہو جاتا تھا۔ غیر مسلموں میں بھی حاجی صاحب کو انتہائی عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا ان کے معتقدین میں ہندو بھی تھے سکھ بھی تھے مسلمان بھی تھے اور پارسی بھی تھے کوئی غیر مسلم اگر ان کی صحبت میں آجاتا تو وہ سرتاپا اُن کی صحبت سے رنگا جاتا وہ حاجی صاحب سے واپس جاتے وقت مکمل انسانیت کا نمونہ بن جاتا۔ راجہ مہندر پرتاپ جس نے افغانستان میں عارضی آزاد ہند حکومت قائم کی تھی وہ اکثر حاجی صاحب سے ہدایات حاصل کرتا تھا۔ وہ کئی دفعہ غازی آباد میں حاجی صاحب کے ہاں آیا اور دو دو تین تین دن تک حاجی صاحب

کی مجلس میں بیٹھ کر جذبہ حریت سے سرشار ہوتا کہا جاتا ہے کہ سبھاش چندر بوس جب خفیہ مشن کے تحت افغانستان پہنچا تو وہاں سے وہ سیدھا غازی آباد آیا تاکہ ہندوستان کے اس عظیم مجاہد سے کچھ ہدایات حاصل کر سکے۔ بادشاہ گل ثانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سبھاش چندر بوس حاجی صاحب سے ملاقات کے لئے آئے وہ دو دن تک غازی آباد میں رہے۔ نماز کے وقت وہ باقاعدہ حاجی صاحب کے ساتھ جماعت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے لنگر کا کھانا جب تقسیم ہوتا تو وہ بھی دوسرے مجاہدین کی طرح اسی لنگر کے کھانے کو بڑی خوشی سے کھاتے۔ ان کے جانے کے بعد یہ راز کھلا کہ یہ سبھاش چندر بوس تھے۔

دلجوئی | صوفیاء اور اولیاء کا ہمیشہ یہی مسلک رہا ہے کہ ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است

یعنی ان بندگان خدا کا سب سے بڑا اصول یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ بنی نوع انسان سے گہری محبت رکھتے ہیں ہر ایک کی دلجوئی کرتے ہیں کسی کا دل دکھانا بہت بڑا عیب سمجھتے ہیں اسی اصول کی بنا پر بھٹکے ہوئے اور گمراہ انسان ان بزرگوں کے انہی اوصاف سے متاثر ہو کر راہ حقیقت پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ حاجی صاحب ترنگ زئی ایک روحانی رہنما تھے۔ اس لئے انھوں نے لوگوں کی دلجوئی کر کے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی ہے اسی خداداد وصف کی بنا پر بڑے بڑے عالم باعمل ان کے حلقہ ارادت میں بیٹھنا اپنے لئے باعث تسکین قلب سمجھتے تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اپنا ہو یا بیگانہ ہو انھوں نے ہر ایک کو ایک جیسا سمجھا اور ہر ایک کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کیا ہر ایک کی دلجوئی کی اور ہر ایک کو فیض پہنچایا۔ ایک دفعہ ایک عقیدت مند ایک سبز واسکٹ سلوا کر حاجی صاحب کی خدمت میں لایا اور انتہائی عقیدت سے پیش کی۔ باباجی صاحب نے وہ واسکٹ فوراً پہن لی۔ میرے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ سبز رنگ کی واسکٹ باباجی صاحب کے عمر کے شایان شان نہیں ہے میں نے ان سے کہا کہ باباجی صاحب نے اس عقیدت مند کا دل رکھنے کے لئے یہ واسکٹ پہن لی ہے جب یہ چلا جائے گا تو اتار کر کسی مرید یا خلیفہ کو دے دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جونہی وہ عقیدتمند دعا کے بعد

اجازت لے کر واپس چلا گیا تو باباجی صاحب نے وہ واسکٹ اتار کر ایک مرید کو دے دی۔[۱]

حاجی صاحب کی وفات پر ضلع مردان کے موضع بخشالی کے ایک شاعر حاجی شیر دل خان نے پشتو زبان میں ایک مرثیہ لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے۔

"حاجی صاحب میں آپ کے نام پر قربان ہو جاؤں۔ آپ کی موت پر افسوس اور ارمان ہے۔ ترنگزئی کے حاجی صاحب آپ خدا کے دین کے محافظ تھے۔ آپ نے خدا کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے مال اور اپنی جان کو قربان کیا۔ خدا کے دین کے لئے آپ نے اپنے وطن سے ہجرت کی اور خدا کے دشمنوں کو تباہ کرنے کے درپے رہے۔ اے باباجی میں آپ کی ان میٹھی میٹھی باتوں کو یاد کرتا ہوں جو شکر کی طرح میٹھی تھیں۔ آپ کے فیض نے میری دنیا کو آباد کر دیا۔ افسوس کہ آپ کو موت نے مجھ سے چھین لیا۔ آپ کے فیض عام سے ایک دنیا نے فائدہ حاصل کیا۔ کئی گروہوں نے راہِ راست اختیار کیا۔ آپ کی زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ میں نے کسی انسان میں نہیں دیکھی۔ افسوس کہ آپ ہم سے جدا ہو گئے"۔[۲]

اولاد

حاجی صاحب نے صرف ایک شادی کی تھی بیوی کا نام بی بی حوّا تھا جو جنیسہ بی بی کی بیٹی تھیں۔ اسی بیوی سے حاجی صاحب کی چار بیٹیاں اور چار بیٹے پیدا ہوئے۔ سب سے پہلا بیٹا بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا باقی تین پیر فضل اکبر بادشاہ۔ پیر فضل شاہ اور پیر فضل معبود شاہ تھے۔ جو بالترتیب بادشاہ گل اول۔ بادشاہ گل دوم اور بادشاہ گل سوم کے نام سے مشہور تھے۔ ان تینوں بیٹوں میں سے اس وقت اکتوبر ۱۹۸۰ء میں صرف پیر فضل شاہ بادشاہ گل دوم زندہ ہیں جو پیر سدّو کے گاؤں میں رہتے ہیں۔ یہ گاؤں بھی حاجی صاحب کے ایک مورث اعلیٰ حضرت پیر سدّو نے آباد کیا تھا جو انہی کے نام سے آج تک مشہور چلا آرہا ہے۔

حاجی صاحب کی بیٹیوں کے نام روشنہ بی بی۔ بجملہ بی بی۔ حیرالنوبی بی اور جنیسہ بی بی تھے اولاد کی پیدائشی ترتیب یوں تھی پیر فضل اکبر۔ بی بی روشانہ۔ پیر فضل شاہ۔ بی بی بجملہ پیر فضل معبود شاہ۔ حیرانو بی بی اور جنیسہ بی بی۔

۱۔ سلسلہ قادریہ از محمد گل رحیم خادم خاص حاجی صاحب ترنگزئی

۲۔ ماخوذ از صوفی درویش اور غازی" از فقیر محمد عباس قادری۔

حاجی صاحب کی ایک بیٹی پیر سدو میں محمد سعید بادشاہ کے عقد میں ہے جو اس وقت (ستمبر ۱۹۸۰ء میں) زندہ ہے، دوسری بیٹی بی بی نجملہ کی شادی ترنگ زئی کے ایک پیرزادے سرفراز سے ہوئی۔ سرفراز حاجی صاحب ترنگزئی کے داماد اور قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ بی بی نجملہ کے شوہر ۱۹۶۸ء میں فوت ہوگئے تھے اور بی بی نجملہ بھی (ستمبر ۱۹۸۰ء میں) زندہ ہے۔ تیسری بیٹی حیرانو کی شادی ترنگزئی کے ایک سیّدزادے حبیب رسول سے ہوئی تھی۔ حبیب رسول ۱۹۷۸ء میں فوت ہوئے جب کہ حاجی صاحب کی یہ تیسری بیٹی بھی ابھی ستمبر ۱۹۸۰ء میں زندہ ہے چوتھی بیٹی بی بی روشنہ کی شادی بھی ترنگ زئی کے ایک سیدزادے گلاب بادشاہ سے ہوئی۔ جو ۱۹۴۵ء میں فوت ہوئے۔ بی بی روشنہ ۱۹۷۷ء میں فوت ہوئیں۔ میں نے بی بی روشنہ سے ۱۹۷۶ء میں ان کے بیٹے خیر اللہ بادشاہ کے توسّط سے حاجی صاحب کی زندگی، ان کی ہجرت اور تحریک جہاد میں ان کے کارناموں کے متعلق مستند معلومات حاصل کی تھیں۔

بی بی نجملہ کی شادی حاجی صاحب نے غازی آباد میں ۱۹۲۲ء میں کی اور پھر سرفراز اپنی بیوی کو انہی دنوں ترنگ زئی لے آئے۔ حبیب رسول حاجی صاحب کے ساتھ ہی غازی آباد میں رہائش پذیر تھا وہیں ۱۹۲۳ء میں بی بی حیرانو کی شادی حبیب رسول سے ہوئی اسی سال حاجی صاحب نے اپنی چوتھی بیٹی جنیہ کی شادی محمد سعید کے ساتھ وہیں غازی آباد میں کی۔ حاجی صاحب کے چاروں دامادوں میں سے دو داماد تو اپنی بیویوں کو ترنگ زئی لے آئے اور وہیں رہنے سہنے لگے جب کہ دو داماد حبیب رسول اور گلاب بادشاہ وہیں حاجی صاحب کے ساتھ غازی آباد میں رہے۔ گلاب بادشاہ شادی کے بعد اپنی بیوی کو ترنگزئی میں لے آیا تھا یہاں وہ پوشیدہ طور پر رہنے لگا مگر جب حکومت نے سیاسی گرفتاریاں شروع کیں تو وہ اپنی بیوی روشانہ بی بی کو لے کر غازی آباد چلا گیا اور وہاں حاجی صاحب کی زندگی کے آخری دنوں تک ان کے پاس ہی رہا۔

گلاب بادشاہ اور حبیب رسول باقاعدہ حاجی صاحب کی قیادت میں جہادوں میں شامل ہوتے رہے۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد بادشاہ گل فضل اکبر اور فضل معبود بادشاہ افغانستان چلے گئے۔ فضل شاہ بادشاہ غازی آباد میں ہی مقیم رہے۔ اور انہوں نے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ داماد اپنی بیوی بچوں کو لے کر ترنگ زئی آگئے اور پوشیدہ طور پر رہنے سہنے لگے یہاں تک کہ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور

بادشاہ گل فضل اکبر نے واپس پشاور آکر مسلم لیگ کی صدارت سنبھالی فضل شاہ بادشاہ جہاد کشمیر میں حصہ لینے کے لئے مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے سرینگر اور بارہ مولا کے محاذوں پر پہنچے تو حاجی صاحب کی بیٹیاں اور داماد بھی اپنے بال بچوں کو لیکر اپنے عزیز وطن پاکستان میں آکر اپنے گاؤں ترنگ زئی میں رہنے سہنے لگے۔ حکومت پاکستان نے حاجی صاحب اوران کے تمام رشتے دار عزیز و اقارب کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادوں کو واگزار کردیا جو انگریزی حکومت نے ضبط کر لی تھیں۔
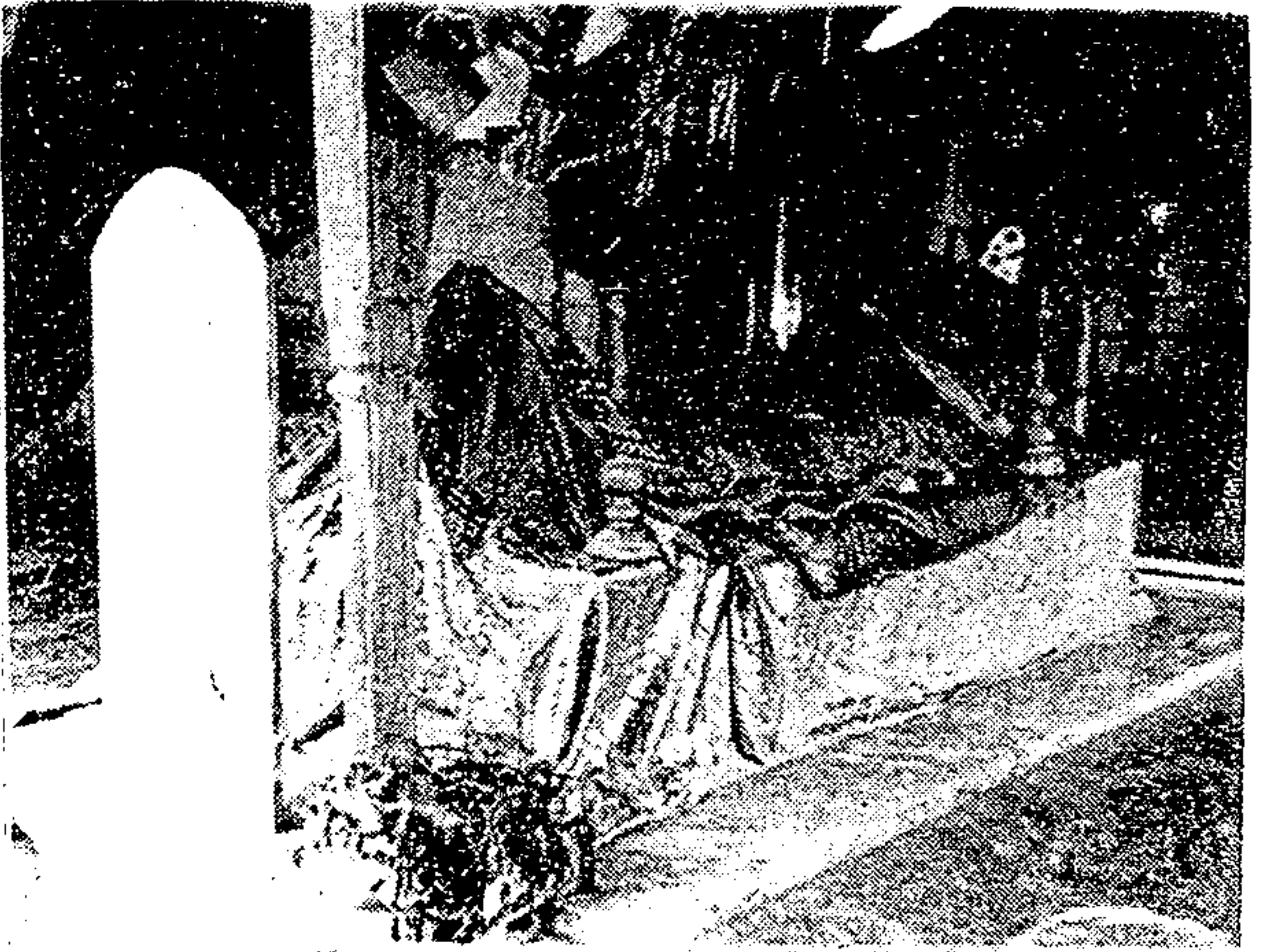
غازی آباد میں حاجی صاحب کا مزار اقدس

حاجی صاحب ترنگزئی کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں سب سے بڑے بادشاہ گل فضل اکبر بادشاہ، دوسرے بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ بادشاہ اور تیسرے بادشاہ گل سوم پیر فضل معبود بادشاہ تھے ۔ ان تینوں صاحبزادوں نے اپنے مجاہد باپ کے شانہ بشانہ

ہر جہاد میں حصہ لیا۔ اور افغانستان میں انگریزوں کی سازشوں سے بپا ہونے والے ہر انقلاب کو فرو کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بادشاہ گل اول پیر فضل اکبر بادشاہ کے مندرجہ ذیل، سات بیٹے پیدا ہوئے۔ پیر فضل منان بادشاہ، پیر فضل ودود بادشاہ، پیر امین الحق بادشاہ پیر امان اللہ بادشاہ، پیر بشیر احمد بادشاہ، پیر عبد الباقی بادشاہ اور پیر فضل رحمٰن بادشاہ۔ ان بیٹوں میں سے پیر بشیر احمد بادشاہ اور پیر عبد الباقی بادشاہ افغان فوج کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ ۱۹۸۰ء میں جب روس نے افغانستان کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے اپنی فوج افغانستان میں داخل کی تو بہادر باپ کے یہ دونوں بیٹے روسی فوج کا زبردست مقابلہ کرتے ہوئے مجاہدین کے ساتھ آملے۔ پیر فضل منان بادشاہ نے اسلام کی سربلندی کے لئے کئی محاذوں پر مجاہدین کی قیادت کی۔ اور روسی فوجوں کا نہایت بہادری اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بادشاہ گل دوم کے صاحبزادے خوشحال بادشاہ نے کشمیر کے جہاد میں حصہ لے کر ڈوگرہ فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے کئی محاذوں پر فتح ونصرت حاصل کی۔ خوشحال بادشاہ مجاہدانہ صفات کے ساتھ ساتھ پشتو کے بہت بڑے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری بھی جوش جہاد، اور قومی اور وطنی محبّت کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ سیاسی سمجھ بوجھ کے مالک ہیں۔ اور اپنے علاقے پیر سدو ضلع مردان میں سماجی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ ایوب خان کے دورِ حکومت میں مغربی پاکستان کے کونسلر تھے۔ ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے مردان مسلم لیگ کے نائب صدر بھی رہے۔ صدر ایوب کے دورِ حکومت میں ڈویژنل کونسل کے ممبر تھے علاقے کی یونین کونسل جلالہ کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔ سرگرم سیاسی شعور رکھتے ہیں۔ سرحد تمباکو یونین کے نائب صدر اور انجمن کاشتکاران مردان کے خزانچی کے طور پر فرائض سرانجام دے چکے ہیں

حاجی صاحب کے تیسرے صاحبزادے پیر فضل معبود بادشاہ کے بھی سات بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام پیر شمس القمر بادشاہ۔ پیر خیر البشر بادشاہ۔ پیر محسن شاہ بادشاہ۔ پیر ظفر احمد بادشاہ۔ پیر ناصر احمد بادشاہ، پیر فضل کریم بادشاہ اور پیر احسان اللہ بادشاہ ہیں ان بیٹوں میں سے پیر ظفر احمد بادشاہ اسلام کی سربلندی کے لئے روسی فوجوں کے ساتھ لڑتے ہوئے روسیوں، کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

بادشاہ گل دوم کے صاحبزادے پیر جلال بادشاہ پاکستان کی بری فوج میں کمشنڈ افسر کی حیثیت سے اس وقت (مئی ۱۹۸۱ء میں) میجر کے عہدے پہ ملک کے دفاع کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تیسرے صاحبزادے پیر احمد شاہ بادشاہ اعلےٰ التعلیم یافتہ ہیں فزکس میں ایم ایس سی ہیں اور بلند اخلاقی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔
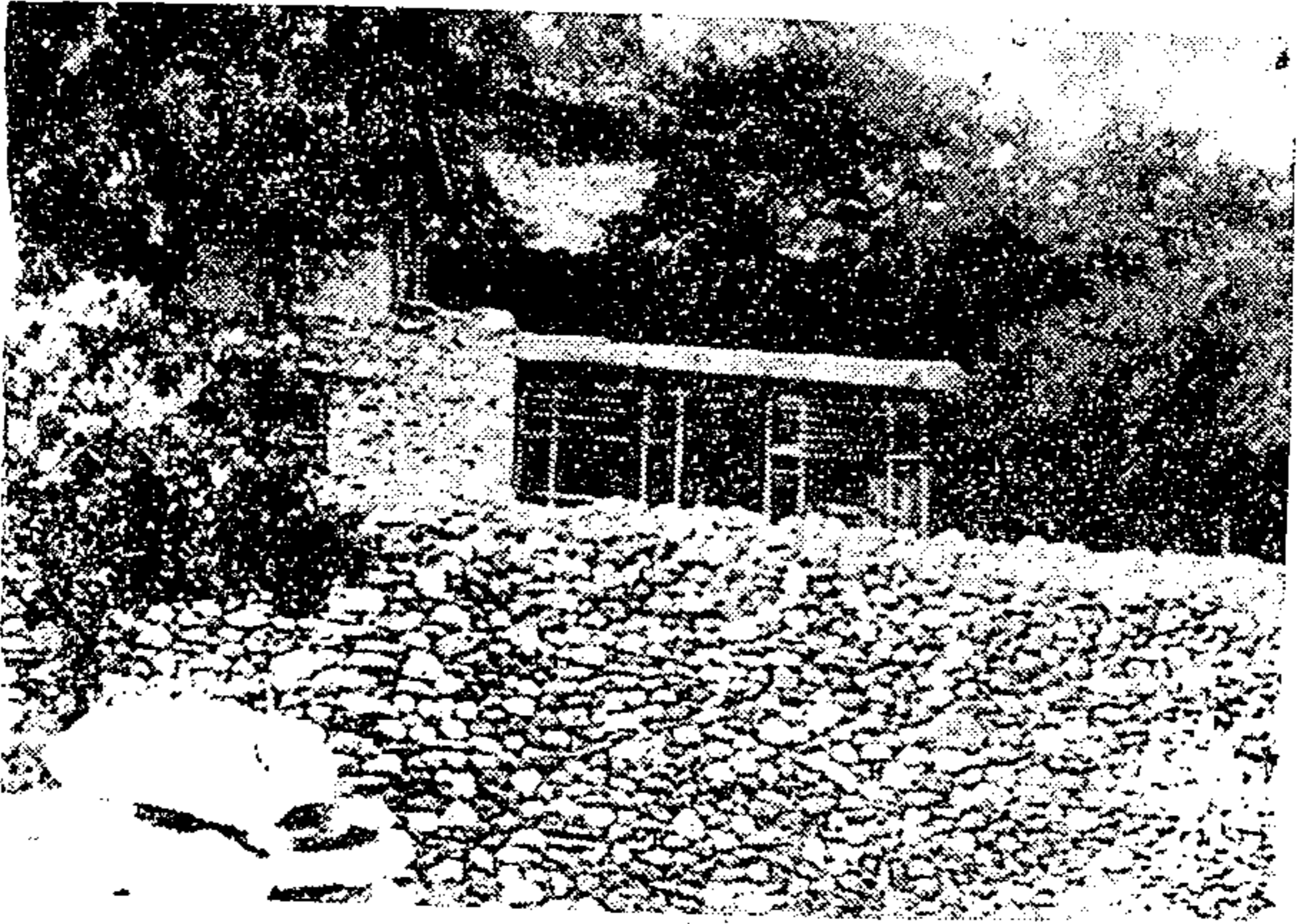
غازی آباد میں بادشاہ گل فضل اکبر کی خلوت گاہ

بادشاہ گل اول پیر فضل اکبر بادشاہ

آپ حاجی صاحب ترنگزئی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ سرکاری ریکارڈ اور عام وخواص میں آپ بادشاہ گل اول کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ۱۸۹۲ء میں ترنگزئی میں پیدا ہوئے۔ حاجی صاحب ترنگزئی آپ کے باپ، مرشد اور معلم تھے۔ روحانی فیض بھی آپ نے اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل کیا۔ ابتدائی تعلیم ترنگزئی میں حاصل کی۔ اور اس کے بعد مردان میں حاجی صاحب کے قائم کردہ اسلامی مدارس کے مرکزی دارالعلوم گدر میں اسلامی اور مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔

اس سکول میں اس عہد کے جلیل القدر علماء علوم اسلامیہ کا درس دیا کرتے تھے۔ بادشاہ گل صاحب نے فاضل اساتذہ سے تعلیم اور تربیت حاصل کی اور تمام علمی اور اخلاقی محاسن سے مزین ہوئے۔

تعلیم کے اختتام کے بعد آپ ایک سپاہی کی حیثیت میں اپنے والدِ بزرگوار کے تبلیغی امور اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں ان کے دستِ راست اور معاون بنے۔ آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی جب آپ نے والد بزرگوار کے ساتھ صوبہ سرحد سے ہجرت کی۔ اور بعد میں انگریزی حکومت نے ان کی غیر موجودگی میں جو مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس میں حاجی صاحب ترنگزئی کے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی شامل تھا چنانچہ آپ کو بھی تاج برطانیہ کے خلاف بغاوت کرنے کے جرم میں مجرم اور مفرور قرار دے کر آپ کی جائداد بھی ضبط کی گئی۔

ہجرت کے بعد ان تمام مسلح لڑائیوں میں جو انگریزوں کے خلاف لڑی گئیں بادشاہ گل ان میں شامل تھے اور ان جہادوں میں حصہ لینے کے لئے لوگوں میں جہاد کی تشویق پیدا کرنے اور مجاہدین کی تنظیم کا کام آپ کے سپرد تھا۔ اور اس قابلیت اور استعداد کی وجہ سے جو خداوند عالم نے آپ کو عطا فرمائی تھی تمام جہادوں میں چیف کمانڈر کی حیثیت سے آپ نے خدمات سرانجام دیں۔

آپ ہر ایک محاذ پر مجاہدین کے ساتھ شانہ بشانہ لڑائی میں شامل رہے۔ حضرت بادشاہ گل صاحب ایک مجاہد اور سیاست دان تھے۔ قوموں کے ساتھ جرگے اور مشاورتی مجلسیں ہمیشہ ان کی رہنمائی اور صوابدید میں ہوا کرتی تھیں۔ آپ کی سیاست، علم اور فضل اور قابلیت کے دوست اور دشمن سب قائل تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ حضرت حاجی صاحب کے دستِ راست اور ایک اچھے اور با اعتماد مشاور تھے۔ آپ کی فہم و فراست اور عمدہ تدبیروں کی وجہ سے مجاہدین کی معمولی تعداد اور معمولی طاقت برطانیہ کی بہت بڑی امپراطوری طاقت کے خلاف کامیابی سے برسرِ پیکار رہا کرتی تھی۔ آپ نے ہمیشہ اپنی اولوالعزمی سے میدانِ جہاد کو گرم کئے رکھا۔

حاجی صاحب ترنگزئی اور حضرت بادشاہ گل صاحب دونوں نے جدوجہدِ آزادی میں اس لئے عملی حصّہ لیا کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں اور برصغیر میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں اقتدار آجائے۔

ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف بہت سی سیاسی پارٹیوں نے حصّہ لیا تھا لیکن ان میں سے بہت بڑا حصّہ مسلم لیگ نے قائدِ اعظم کی قیادت میں لیا تھا۔ کانگرس نے مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں حصّہ لیا۔ اس سیاسی جدوجہد کے ساتھ ساتھ مسلح اور عملی جہاد جو مسلسل پچاس سال تک جاری رہا۔ اسے حضرت حاجی صاحب اور بادشاہ گل صاحب کی ذاتِ گرامی کی قیادت حاصل رہی۔

پاکستان کے قیام کے بعد بادشاہ گل صاحب پاکستان تشریف لائے۔ صوبہ سرحد کے عوام نے آپ کا شاندار استقبال کیا جو آپ کی شان اور بلند تر سیاسی اور رُوحانی مرتبہ کے مناسب تھا۔ آپ کے اعزاز میں صوبہ سرحد کے ہر ایک شہر اور گاؤں میں استقبالیے ترتیب دئے گئے اور آپ کو مجاہدِ اعظم کا لقب دیا گیا۔

صوبہ سرحد کے عوام کی بہت زیادہ عقیدت مندانہ احساسات کے اظہار کی وجہ سے اور حضرت بادشاہ گل صاحب کی مجاہدانہ خدمات کے پیشِ نظر قائدِ اعظم اور خان لیاقت علی خان کی خواہش کے مطابق انہوں نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود صوبہ سرحد مسلم لیگ کی صدارت قبول فرمائی۔ اور اس نازک اور حساس وقت میں پاکستان کی بقاء، سالمیت اور استحکام کی خاطر صوبہ سرحد جیسے حساس منطقہ میں

قابل قدر خدمات انجام دیں ۔ پاکستان کے قیام کے ابتدائی دنوں میں آپ موتمر عالم اسلام اور جمعیتہ علماء صوبہ سرحد کے صدر بھی مقرر ہوئے، کشمیر کمیٹی کے رکن ۔ آل پاکستان مسلم لیگ کے بحیثیت عہدہ رکن اور ورکنگ کمیٹی کے بھی رکن مقرر ہوئے اس کے بعد جب پاکستان میں اقتدار کے حصول کے لئے رسہ کشی شروع ہوئی ۔ خان لیاقت علی خان شہید ہو گئے ۔ اور اقتدار کی جنگ نے طول پکڑا تو بادشاہ گل صاحب نے صوبائی مسلم لیگ اور دوسرے تمام عہدوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ۔ اور پشاور سے قبائلی علاقہ مہمند میں واقع اپنے قدیم مرکز غازی آباد میں تشریف لے گئے جو آپ کے والد ماجد حضرت حاجی صاحب ترنگزئی کی ابدی آرامگاہ بھی ہے ۔ وہاں کچھ مدت قیام کرنے کے بعد غازی آباد سے کابل تشریف لے گئے اور اپنی آخری زندگی تک وہیں قیام پذیر رہے ۔ اور بالآخر مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۷۵ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور علاقہ کوہدامن کے موضع نوآباد میں انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ سپرد خاک کر دئیے گئے ۔

بادشاہ گل صاحب نے افغانستان کی داخلی مشکلات اور انقلابات کے دنوں میں جو اسلام اور ملت اسلام کے دشمن عناصر کی سازشوں کے زیر اثر جو ملت افاغنہ اور اور مملکت افغانستان کے خلاف کی جا رہی تھیں اور خصوصاً انگریزوں کے اس حملے کے دنوں میں جو افغانستان کے مشرقی اور جنوبی محاذوں پر کیا گیا تھا ۔ بادشاہ گل صاحب کی زیر قیادت اقوام صافی ۔ مہمند ۔ باجوڑ اور شنواری اور آفریدی مجاہدین نے اس لڑائی میں شاندار کارنامے انجام دئے تھے ۔

اس سلسلہ میں دو واقعات کا ذکر خصوصی طور سے کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے ایک وہ مشہور جہاد جو جنگ استقلال افغانستان کے نام سے مشہور ہے جب ڈکہ کے محاذ پر افغانی جنرل صالح محمد خان نے محاذ چھوڑ دیا اور انگریزی فوجیں پیشقدمی کرتی ہوئی باسول تک پہنچ گئیں ۔ جو تورخم سے تقریباً تیس کیلومیٹر کے فاصلہ پر افغانستان کی حدود کے اندر واقع ہے تو اس محاذ کا کنٹرول اور نظم و نسق بادشاہ گل صاحب نے اپنے ہاتھ میں لیا اور انگریزی افواج کی پیش قدمی نہ صرف یہ کہ روک دی گئی بلکہ ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا گیا ۔ اس وقت افغانستان اور ہندوستان دونوں کے درمیان سیاسی اور فوجی نقطہ نگاہ سے ڈکہ کو نمایاں اہمیت حاصل تھی ۔ ڈکہ

کے محاذ پر اگر انگریزی افواج کے مقابلہ پر حضرت بادشاہ گل صاحب کے مجاہدین کا لشکر اپنے پورے جوشِ ایمانی کے ساتھ آکر صف آرا نہ ہوتا تو انگریزوں کے لئے آگے بڑھ کر جلال آباد تک پہنچنا بڑا آسان تھا۔ بادشاہ گل کا لشکر اس وقت تک ڈکہ کے محاذ پر صف آرا رہا جب تک انگریزوں نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی۔

دوسرا واقعہ غازی امان اللہ خان کے عہد حکومت میں کابل پر ملّائے لنگ کا ایک بہت ہی بڑے لشکر کے ساتھ حملہ تھا جس میں منگل قبیلہ نے بھرپور حصّہ لیا تھا جنوبی افغانستان میں پکتیا کا پورا صوبہ امان اللہ خان کی حکومت کے کنٹرول سے نکل چکا تھا اور ملائے لنگ کا لشکر شہر کابل سے بیس میل جنوب میں علاقہ لهوگر میں داخل ہوگیا تھا۔ اس مشکل وقت میں بادشاہ گل نے اپنے قبائلی لشکر کے ساتھ جس میں مہمند۔ صافی۔ شنواری۔ آفریدی۔ باجوڑی مجاہدین شامل تھے۔ ملائے لنگ کے لشکر کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ آپ علاقہ خوگیانی کے راستہ سے آگے بڑھے۔ اور ازرہ اور خوست کے علاقوں میں شدید لڑائیاں لڑ کر ملائے لنگ کو شکست دی۔ وہ مشکلات جو غازی امان اللہ خان کو پیش آگئی تھیں ان کو دُور کیا گیا۔ اور خوست میں لڑائی کے دنوں میں بادشاہ گل صاحب کے محترم استاد مولانا تاج محمد خان جو مہتمم صاحب کے نام سے مشہور تھے اور جو اپنے عہد کے لائق اور فاضل انسان تھے وہیں پر وفات پاگئے تھے اور وہیں پران کی ابدی آرامگاہ ہے۔

تیسرا واقعہ اس عہد کا ہے کہ جب امان اللہ خان افغانستان سے چلے گئے اور بچہ سقہ نے افغانستان پر قبضہ کیا تو بادشاہ گل صاحب کی قیادت میں قبائل باجوڑ۔ مہمند۔ صافی۔ شنواری اور آفریدی لشکروں نے بچہ سقہ کے خلاف لڑائیاں لڑیں اور جلال آباد کے محاذ پر بچہ سقہ کی فوج کو سخت شکست دی۔ جلال آباد سے بچہ سقہ کی فوجوں کو نکال باہر کیا۔ اور ولایت جلال آباد یعنے سمت مشرقی افغانستان کے پورے علاقے کے نظم ونسق کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور تب تک اس ملک کا فوجی نظم ونسق اپنے ہاتھوں میں سنبھالے رکھا جب غازی نادر شاہ شہید نے افغانستان کا اقتدار سنبھال لیا۔ اور بادشاہ گل نے سمت مشرقی افغانستان کا نظم ونسق شاہ نادر خان کے حوالے کیا۔

دوسرے واقعات جن کا تعلق نادر شاہ شہید اور ظاہر شاہ کے عہد حکومت سے ہے ان میں قبائل مہمند۔ صافی اور شنواریوں کی وہ مخالفانہ سرگرمیاں تھیں۔ جن کو ان قبائل کی

کی بغاوتوں کا نام دیا گیا تھا۔ ان قبائل سے وہ قبائل مراد ہیں جو افغانستان کی حدود کے اندر آباد تھے۔ افغانستان کی ان اندرونی بغاوتوں کو جو حکومت افغانستان کنٹرول نہیں کر سکی تھی۔ بادشاہ گل صاحب نے اپنے سیاسی تدبر، دُور اندیشی اور پُر اثر شخصیت کی وجہ سے ختم کیں۔ انگریزوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہا کرتی کہ افغانستان کے اندر مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اس اسلامی ملک کی طاقت کو کمزور بنا دیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں بادشاہ گل آخر عمر تک انگریزی ڈپلومیسی کو ناکام بنانے کی جدوجہد کرتے رہے۔

بادشاہ گل اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کے علاوہ قوم کے اتحاد اور تنظیم اور ان کے آپس کے برادرانہ تعلقات کو مضبوط بنانے اور اصلاحات کے لئے بھرپور کوششیں فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ ان کی یہ کوشش رہی کہ قوموں کی آپس کی دشمنیاں ختم ہوں۔ آپ ظالم کو ظلم سے روکنے کے لئے تدبیریں کیا کرتے تھے۔ اور مظلوموں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ اس قسم کے مُضر عناصر جو جہاد کے راستہ میں انگریزوں کے اشارہ سے رکاوٹیں پیدا کیا کرتے تھے وہ اپنے تدبر اور طاقت سے انہیں اپنے راستہ سے ہٹایا کرتے تھے۔

مقامی قبائلی روایات کے مطابق اس سلسلہ میں انگریزوں کے آلہ کار عناصر کی مخالفانہ سرگرمیوں کو پیشِ نظر رکھ کر قومی مشورہ سے کبھی سخت تعزیری کارروائیاں بھی ہوتی تھیں جن میں اس قسم کے عناصر کو جلاوطن کرنا یا پھر ان کے گھروں کو جلانا وغیرہ ہوتا تھا۔

وہ فیصلے جو قومی امن وامان سے تعلق رکھتے تھے آپ انہیں صادر فرمایا کرتے۔ جب متعلقہ افراد کی طرف سے ان کی خلاف ورزی کی جاتی تب ایسی صورت میں بادشاہ گل صاحب ایسے لوگوں کے خلاف تادیبی اور تعزیری اقدامات کیا کرتے تھے۔

اس ضمن میں سوات کا ایک واقعہ خاص کر قابل ذکر ہے کہ سوات کا والی سید عبدالجبار شاہ ساکن ستھیانہ جو اس وقت سوات پر حاکم تھا جبکہ حاجی صاحب ترنگزئی اپنے مجاہدین کے ساتھ بنیر دسوات سے سوات پہنچے تو سید عبدالجبار شاہ نے حاجی صاحب کی تحریک جہاد میں رکاوٹیں پیدا کردیں کیونکہ ایک تو وہ قادیانی تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ قادیانی ہونے کی حیثیت سے انگریزوں کے خاص ایجنٹ کی حیثیت سے تحریک جہاد کو ناکام بنانے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ مرزا غلام احمد نے جہاد کے خلاف فتویٰ صادر کر دیا تھا کہ اہلِ کتاب کے خلاف جہاد ناجائز ہے چنانچہ حاجی صاحب جب باجوڑ پہنچے،

تو انہوں نے بادشاہ گل فضل اکبر کو ملا سنڈا کے ہمراہ واپس سوات بھیج دیا اور وہاں انہوں نے سید عبدالجبار شاہ کے خلاف ایک مہم شروع کر دی چنانچہ بادشاہ گل صاحب اور ملا سنڈا کے کہنے پر سوات کے عوام نے متفقہ طور پر سید عبدالجبار شاہ کو معزول کر کے حضرت سید عبدالغفور عرف سوات بابا کے پوتے میاں گل عبدالودود کو سوات کا والی مقرر کیا۔ اور بادشاہ گل فضل اکبر نے مولانا عبدالعزیز ساکن اتمان زئی کو سوات کا مشیر مقرر کیا تاکہ وہ تمام امورات جو والیٔ سوات اجراء کرے اس کے مشورے سے ہوں۔

غازی آباد کے مرکز میں برصغیر کے طول و عرض سے علم و عرفان کے متلاشی اور آزادی خواہ سیاسی رہنما آیا کرتے تھے اور بادشاہ گل صاحب کے ساتھ ان کی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ مشورے کئے جاتے تھے اور آزادی کے لئے منصوبے بنائے جاتے تھے اور اس کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں پہنچ کر ان پر عمل کیا جاتا تھا۔ بعض نہایت ہی بزرگ ہستیوں نے غازی آباد میں مستقل سکونت اختیار کی ہوئی تھی، جیسے خان محمد اسلم خان۔ صنوبر حسین کاکاجی۔ سید مرتضیٰ بادشاہ۔ سید محمد امیر بادشاہ صاحب، ابوالحسن صاحب۔ مجاہد حکیم عبدالمالک۔ فضل بنگالی اور الٰہی بخش بنگالی۔ یہ وہ اشخاص تھے جو انقلابی فکر کے لوگ تھے اور غازی آباد آکر یہاں مقیم ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ وہ بزرگ اصحاب بھی تھے جو حضرت حاجی صاحب ترنگزئی کے ہجرت کے ساتھی تھے۔ جیسے مولانا سیف الرحمان الکوزئی۔ مولانا قاری حافظ عبدالمستعان صاحب، مولانا خانزادہ محمد ایوب خان المعروف بہ طورو مولوی صاحب۔ مولانا مخفی صاحب۔ مولانا تاج محمد خان عرف مہتمم صاحب، یہ سب غازی آباد کی مجلس مشاورت کے رکن تھے اور ان کے مشوروں کو بادشاہ گل قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے عملی جامہ پہنایا کرتے تھے۔

غازی آباد سے بادشاہ گل صاحب کی سرپرستی میں ایک اخبار **شعلہ** کے نام سے بھی جاری کیا گیا تھا جس کے ادارۂ تحریر میں انگریزی حصہ کے ایڈیٹر الٰہی بخش اور پشتو حصہ کے ایڈیٹر صنوبر حسین خان عرف کاکاجی تھے۔ یہ ایک معیاری اخبار تھا اور آزادی خواہوں کا ایک ہر دلعزیز ترجمان تھا۔

بادشاہ گل صاحب ایک بلند پایہ ادیب اور پشتو زبان کے قادر الکلام اور سنجیدہ شاعر بھی تھے۔ آپ کے افکار میں حریت اور آزادی اور تصوف کے مضامین کا نہایت

حسین امتزاج ہوا کرتا تھا۔ آپ کے اشعار کا ایک مجموعہ آپ کے تخلص "بینوم" پر دیوان بینوم کے نام سے موجود تھا۔ اس کی کتابت بھی ہو چکی تھی لیکن بعد میں آپ نے اس کی اشاعت کو روک دیا تھا۔ یہاں نمونہ کی شکل میں آپ کے بلند پایہ منظوم افکار میں سے چند اشعار جو آپ نے اپنی زندگی کے متعلق فرمایا ہے اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

سیاست کے راستہ اور معاملات میں کچھ ہی زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔ سوال اور جواب میں اور معاملات سے چشم پوشی کے امور پر عبور کر کے آیا ہوں۔

میرا تخلص بینوم ہے شہرت کی خواہشات سے دور اپنا یہ خاکہ کھینچ چکا ہوں اپنے خیال اور اپنے فکر میں میں ان مراحل کا رندانہ عبور کر چکا ہوں۔

اپنے محبوب کے سر کا زیور ہوں۔ کالی زُلفیں میرا مسکن ہیں حضرت سید بابا ولی قندہاری کا نواسہ ہوں۔ قندہار جن کا مسکن ہے۔

اسی طرح حضرت بادشاہ گُل صاحب کی ایک مشہور نظم جو ایک حیثیت میں پیشین گوئی ہے اور موجودہ حالات کے حسبِ حال اور آج کل کے دنوں میں افغان ملّت کے نام ایک پیغام اور درسِ عمل ہے اور اغیار سے اپنے ملک، ناموس اور عزت کے تحفظ کا ایک وصیت نامہ ہے جس کا صرف ترجمہ دیا جاتا ہے۔

زندگی کے تمام مرحلوں پر عبور کر کے آگیا ہوں اور پچاسی سال زمانہ کو عبور کرتا ہوا آگیا ہوں۔

بچپنے کے دنوں میں ہر قید و بند سے آزاد رہا اور جوانی کے دوران میں دیوانہ وار عبور کرتا ہوا آگیا ہوں۔

آنسو کے ایک قطرہ کی طرح آیا اور محبت کے صدف میں بند ہوا۔ محبوب کے گلے کا ہار بن کر دیوانہ وار عبور کر کے آگیا ہوں۔

جنگ وجدل کے کاموں میں ہمیشہ میرا ہاتھ رہا ہے اور جنگ کے نتیجہ میں حیرت کے ساتھ عبور کیا ہے۔

اسی طرح حضرت بادشاہ گل صاحب نے وطن کی زبانی کچھ پیشین گوئیاں فرمائی ہیں جو افغانستان کے خونریز واقعات اور غیر ملکی کمیونسٹ دخل اندازی کے اسباب پر روشنی ڈالتی ہیں۔ وطن نام کی اس نظم کا ترجمہ اردو میں بھی درج کیا جاتا ہے۔

زۂ خوښتا عزیز وطن یم — چه مے خرخ نۂ کړے بل
میں تو تیرا محبوب وطن ہوں — خیال رکھنا مجھے کسی دوسرے پر فروخت مت کرنا
ګوره ما چه بربنډ نۂ کړے — چه زۂ ستا کړم پټید ل
دیکھو مجھے ننگا مت کرنا ۔ — جبکہ میں تیرے پردے کا محافظ ہوں
هر نعمت چه څما ستا دے — څه به خورے چه شم د بل
ایسی صورت میں جبکہ میری ہر نعمت تیری ہے — تو کیا کھائیگا جب میں دوسرے کا ہو جاؤں
څه فائده به درته اوکړی — بیا به تیر ساعت ژړل
تجھے کیا فائدہ دے گا — جب تو گزرے ہوئے وقت پر روتا رہے
د خپل باغ میوے هغه خوری — چه د بل کړی ترے شړل
اپنے باغ کے میوے وہی کھایا کرتا ہے — جب وہ اپنے باغ سے اغیار کو بھگاتا ہے
چه زۂ نۂ وُوم کړے ارمان به — وی به تاله شرمیدل
جب میں نہیں ہونگا تو کفِ افسوس ملتا رہیگا — اور تجھے شرمندگی اٹھانا پڑے گی ،
تربیت دے ستا په ما کښے — ستا په ما باندے کوُل ،
تیری تربیت مجھ میں ہوتی رہے گی — اور تیری تربیت مجھ پر فرض ہے
مشترک به دِ مفاد دِی — د لیونو دِی دا کول ،
تیرے مفادات مشترک ہوں گے — تو اس میں خلل مت کرنا یہ پاگلوں کا کام ہے
داکول د لیونو دِی ، — په خپل ځان توره وهل
یہ پاگلوں کا کام ہے — کہ کوئی اپنے اوپر تلوار چلائے
کوم پښتون دے کړے ګوره — خپل کاله ته غیر بلل
وُہ کون سا پشتون ہے — جو اپنے گھر میں اغیار کو بلائے
تا ته داوئیلی چا دی — چه پښتون دا سے کول
یہ تجھے کس نے کہا ہے کہ — جو پشتون کہلاتا ہے وہ ایسا بھی کرسکتا ہے
پښتون تا باندے مین دے — دے قربان تا باندے تل
جبکہ اے وطن پشتون تجھ پر عاشق ہے — اور ہمیشہ تجھ پر قربان رہا ہے
د غماز خبرے مه آوره — بنیوم تا ته داوئیل
غماز لوگوں کی باتیں مت سننا — بنیوم یہی کچھ تجھے کہہ رہا تھا ،

بادشاہ گل اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق اتفاق رائے سے ان کے سجادہ نشین قرار پائے۔ اور ان تمام مجاہدانہ سرگرمیوں کو دوام بخشا۔ جو اُن کے والد ماجد کی زندگی سے چلے آرہے تھے، اپنے رُوحانی مریدوں کی ہدایت وارشاد اور ان کی تسکین خاطر کا وسیلہ بھی بنے۔ اس محبوبیت اور محبت وعقیدت کے پیش نظر جو عام وخاص کے دلوں میں ان کے لئے موجود تھی۔ لوگ آپ کو اپنے ذاتی نام فضل اکبر کے بجائے آپ کے لقبی نام بادشاہ گل کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ یہ آپ کا عزت واحترام کا لقب تھا اور عوام میں سے بہت کم لوگوں کو آپ کے ذاتی نام کا علم تھا۔

میں نے ان سے ملنے کی کوشش کی مگر ان سے ملاقات نہ کر سکا

۱۹۵۰ء کے اواخر میں جب میں ڈیرہ اسمٰعیلخان میں تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ حاجی صاحب کے بڑے صاحبزادے حضرت بادشاہ گل اول پیر فضل اکبر شاہ بادشاہ پشاور تشریف لے آئے ہیں اور وہ سرحد مسلم لیگ کو منظم کرنے میں مصروف ہیں تو میں ان سے ملاقات کے لئے پشاور پہنچا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت بادشاہ گل پشاور کے ڈبگری بازار کے اندر ایک مکان میں مقیم ہیں۔ میں جائے قیام کا پتہ چلانے کے بعد ان کی خدمت میں تقریباً دس بجے دن کے حاضر ہوا۔ بادشاہ گل صاحب مکان کے ایک بڑے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ کئی ملاقاتی اور عقیدت مند ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے بھی سلام وآداب بجالاکر ان سے ہاتھ ملایا۔ انہوں نے انتہائی مشفقانہ اور بزرگانہ انداز سے مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ میں نے مدعا بیان کیا۔ بادشاہ گل صاحب نے فرمایا۔ یہ لمبا قصہ ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد بیٹھ کر باتیں کریں گے چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد حضرت بادشاہ گل فضل اکبر نے مجھے انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا " باباجی صاحب کے ساتھ ایک دفعہ میں بھی کابل میں تھا۔ نادر خان اس وقت برسر اقتدار تھا۔ ہم باباجی کے ساتھ باغ بابر میں مقیم تھے کہ سردار ہاشم خان نے باباجی کے پاس آکر کہا کہ " افغان بادشاہ نادر خان نے آپ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا ہے کہ آپ غازی آباد کا قیام ترک کرکے یہیں افغانستان میں مستقل سکونت اختیار کرلیں تو حکومت افغانستان آپ کو ہر قسم کی سہولتیں فراہم کرے گی آپ یہاں دارالعلوم قائم کریں۔ لنگر جاری کریں۔ عظیم الشان مسجد بنوائیں جس کے تمام

اخراجات شاہی خزانے سے ادا کئے جائیں گے۔" باباجی صاحب نے ہاشم خان سے کہا کہ "اگر افغان حکمران ہمارے ساتھ یہ معاہدہ کرے کہ وہ انگریزوں کے خلاف ہمیں جہاد کرنے سے منع نہیں کرے گا تو ہم بخوشی نادر خان کی یہ پیشکش قبول کرنے پر تیار ہیں اور غازی آباد کی جگہ مجاہدین کا مرکز بھی افغانستان میں منتقل کرنے پر تیار ہیں۔" ہاشم خان نے کہا کہ "ایسا تو ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے انگریزوں کے ساتھ معاہدے ہیں — اور ان معاہدوں کی پابندی ہمارے لئے ضروری ہے۔" لہذا باباجی صاحب نادر خان کی اس پیش کش کو ٹھکرا کر واپس غازی آباد تشریف لے آئے۔ اور وہاں آکر اصلاحِ معاشرہ اور انگریزوں کی مدافعت میں تادمِ آخر مصروفِ پیکار رہے۔

باباجی کی وفات کے بعد ۱۹۴۵ء میں ظاہر شاہ نے غیر مشروط طور پر افغانستان میں تین ہزار ایکڑ زمین ہمیں دی۔ ہمارے خاندان کے اکثر افراد افغانستان میں مکانات بنا کر وہاں چلے گئے۔ اور وہاں رشد و ہدایت کے کام کا آغاز بھی کر دیا گیا مگر جب پاکستان کا قیام عمل میں آنے لگا۔ اور ایک سازش کے تحت افغانستان میں پٹھانستان کی تحریک کا آغاز ہوا اور ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ تحریک مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے اور پاکستان کے مطالبے اور قیام کی مخالفت کے لئے شروع کی گئی ہے تو ہمارے خاندان نے اس تحریک میں کوئی حصہ لینے کے بجائے بہتر یہی سمجھا کہ پاکستان کے قیام اور ارتقاء کے لئے ہم اپنی زندگیاں وقف کر دیں اس نظریہ کے تحت میرے چھوٹے بھائی پیر فضل شاہ نے جو بادشاہ گل دوم کے نام سے مشہور ہیں غازی آباد میں ہی رہ کر پورے قبائل میں پٹھانستان کی تحریک کی مزاحمت اور قیام پاکستان کے لئے بڑے زور شور سے جدوجہد شروع کر دی۔ یہ اسی کوشش کا نتیجہ تھا کہ جب پنڈت جواہر لال نہرو نے قبائلیوں کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے اور اپنا نقطہ نظر منوانے کے لئے قبائل کا دورہ کیا تو تمام قبائلیوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔" بادشاہ گل صاحب نے فرمایا" انگریزوں نے اپنی سازش سے افغانستان کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے افغانستان میں تین بڑے انقلابات بپا کرائے۔ پہلا انقلاب منگل قبائل سے کرایا گیا۔ دوسرا انقلاب ببرک زدران کے نواب سے کرایا گیا۔ اور تیسرا انقلاب بچہ سقہ سے کرایا گیا۔ ان تینوں انقلابات کو ناکام بنانے میں باباجی صاحب یعنی والد بزرگوار حاجی صاحب ترنگ زئی نے انگریزوں کی فوجی طاقت اور سیاسی سازش کا مقابلہ

جہاد سے کیا۔ ان تینوں جہادوں میں میں اور میرے بھائی فضل شاہ اور فضل معبود شاہ شامل رہے۔ خدا کے فضل وکرم سے انگریزوں کو ان تمام سازشوں میں ناکامی حاصل ہوئی خیبر کی جنگ استقلال میں تین ماہ تک باباجی صاحب (حاجی صاحب ترنگزئی) نے خود میدان جنگ میں مجاہدین کی کمان کی جب اس جنگ استقلال میں انگریزوں کو ناکامی اور مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی تو افغانستان کے بادشاہ غازی امان اللہ خان نے باباجی صاحب کو شاہی خلعت اور ایک تلوار پیش کی۔ باباجی صاحب نے خلعت لینے سے معذوری ظاہر کی البتہ تلوار کو یہ کہہ کر قبول کر لیا کہ یہ اسلام کے دشمن کے خلاف جہاد میں کام آئے گی۔ امان اللہ خان نے مجھے اور میرے بھائیوں کو انگریزوں کے خلاف مجاہدانہ کردار ادا کرنے کے صلے میں سونے کے تمغے اور افغانستان کی حکومت کے سب سے بڑے اعزاز دیئے"

بادشاہ گل صاحب نے بتایا "ہندوستان کے بڑے بڑے سیاسی لیڈروں اور زعماء کا غازی آباد سے باقاعدہ رابطہ قائم تھا کئی سیاسی لیڈر بھیس بدل کر غازی آباد میں آتے جاتے تھے۔ ان میں مشہور انقلابی رہنما سبھاش چندر بوس، علامہ مشرقی اور ہندوستان کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سبھاش چندر بوس جب ہندوستان سے بھاگے تو وہ غازی آباد میں چار دن تک رہے۔ چونکہ نماز کے وقت تمام لوگ نماز کے لئے صف بستہ ہو جاتے تھے اس لئے سبھاش چندر بوس بھی مجبوراً ہاتھ باندھ کر نمازیوں کی صفوں میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

علامہ اقبال جب افغانستان میں آئے تو اس وقت ہم بھی باباجی صاحب کے ساتھ کابل میں مقیم تھے۔ علامہ اقبال نے باباجی صاحب کے ساتھ تنہائی میں ملاقاتیں کیں۔ وہ باباجی کا نہایت احترام کرتے تھے اور جب وہ باباجی صاحب سے ملنے آتے تو باباجی کے پاس بیٹھنے سے پہلے جوتے اتار کر نہایت مودب ہو کر باباجی صاحب کے پاس بیٹھتے تھے جب دونوں محو گفت گو ہوتے تو وہاں سے باقی تمام لوگوں کو اور ہمیں بھی باہر نکال دیا جاتا"

"غازی آباد میں ایک پریس بھی لگا دیا گیا تھا۔ اس پریس سے مجاہدین کی کارکردگی سے متعلق خبریں سائیکلوسٹائل ہو کر ہندوستان کے مختلف مقامات اور سرحد کے قبائلی علاقوں کے خفیہ مرکزوں میں بھیجی جاتی تھیں"

غازی آباد کی مسجد سے ملحقہ ایک خفیہ مکان تھا جہاں اسلحہ بنتا بھی تھا اور اس کی

مرمت بھی کی جاتی تھی ۔توپچی کا نام فضل تھا جو دراصل بنگال کا ایک انقلابی ہندو تھا جو بنگال سے بھاگ کر غازی آباد آ گیا تھا۔"

مجاہدین کے لئے غازی آباد میں صبح شام لنگر کا کھانا پکتا تھا ۔ وہ لوگ جو مستقل طور پر غازی آباد میں مقیم تھے ۔ان کی تعداد تقریباً چھ سو کے قریب تھی ۔ان سب کے لئے لنگر سے کھانا پکتا تھا ۔" بادشاہ گل صاحب نے فرمایا کہ میں ۱۹۴۹ء میں پاکستان کی تعمیری ترقی میں حصہ لینے کے لئے پشاور پہنچا یہاں کے لوگوں نے میرا شاندار استقبال کیا ہمارے والد اور بھائیوں کی مجاہدانہ خدمات کو سراہا گیا ۔ پھر مسلم لیگ کی صدارت مجھے سونپی گئی ۔میں نے مسلم لیگ کی صدارت قبول کر کے سرحد کے مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوششیں شروع کر دیں جو مختلف دھڑوں میں بٹے ہوئے تھے مگر میری یہ کوششیں بار آور ثابت نہ ہوئیں کیونکہ پاکستان میں اقتدار کی جنگ جاری ہے لہذا میں نے مسلم لیگ کی صدارت سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا ہے۔[1]

بادشاہ گل صاحب نے حاجی صاحب کی مقبولیت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔

بڑے بڑے بزرگ اور صاحب علم حاجی صاحب کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے نواگئی کے ایک عالم قاضی الیاس صاحب نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میری نماز جنازہ حاجی صاحب پڑھائیں ۔جب وہ فوت ہو گئے تو مرحوم کا بیٹا حاجی صاحب کے پاس غازی آباد پہنچا اور حاجی صاحب سے درخواست کی کہ وہ مرحوم کی وصیت کے مطابق نواگئی چل کر نماز جنازہ پڑھائیں ۔ حاجی صاحب نے اپنے بیٹے فضل شاہ عرف بادشاہ گل دوم کو اور صوابی کے ظریف خان کو ساتھ لیا اور تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر نواگئی پہنچے ۔حاجی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی ۔گرمی کے دن تھے ۔ واپسی پر جعفر خان پیاس سے نڈھال ہو گئے ۔یہاں تک کہ چلنے سے بھی معذور ہو گئے ۔حاجی صاحب نے پوچھا کیوں جعفر خان کیا تم پیاس کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے ۔جعفر خان نے کہا کہ حضور زبان سوکھ چکی ہے میں اب ہمت ہار چکا ہوں ۔گرمی اور پیاس کا مقابلہ میرے بس میں نہیں ہے اتنے میں حاجی صاحب نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا ۔سامنے ابر کا ایک ٹکڑہ تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاجی صاحب نے فرمایا "جعفر خان ابھی تم کہو گے کہ میں

---

[1] انٹرویو بادشاہ گل اوّل بیر سید فضل اکبر شاہ بہ مصنف ۱۹۵۱ء

بھیگ گیا ہوں اور پانی سے بھاگنے لگو گے۔" اتنے میں دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ بادل نمودار ہو گئے۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور سخت بارش شروع ہو گئی۔ بارش اس قدر زور شور سے شروع ہوئی کہ سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ جعفر خان نے اپنے آپ کو بارش سے بچانے کے لئے سرپٹ گھوڑا دوڑایا۔ اور پہاڑ کے دامن میں ایک گھر میں جاکر بارش سے پناہ لی جب بارش تھم چکی تو وہ غازی آباد پہنچا۔ اور راستے میں پیش آنے والے واقعہ سے غازی آباد کے مکینوں کو مطلع کیا ۱؎

بادشاہ گل فضل اکبر کی روایت کے مطابق علامہ مشرقی مع دو ساتھیوں کے اور مشرقی پاکستان مسلم لیگ کے صدر اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے پہلے سپیکر مولوی محمد اکرم صاحب غازی آباد میں حاجی صاحب کی ملاقات کے لئے آئے۔ حاجی صاحب نے ان مہمانوں کو سی آئی ڈی سے پوشیدہ رکھنے کے لئے غازی آباد سے ایک میل کے فاصلے کی بلندی پر خانقاہ نامی گاؤں میں مہمان ٹھہرایا۔ علامہ مشرقی نے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ ہم ہندوستان کے اندرونی حصوں میں بغاوت کا آغاز کرتے ہیں۔ آپ ہمیں اس بغاوت کو کامیاب بنانے کے لئے تنخواہ دار مجاہد مہیا کرنے کا انتظام کریں۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ ہمارے مجاہد فی سبیل اللہ کے راستے میں جہاد میں مصروف ہیں لہٰذا میں انہیں تنخواہ کا لالچ دے کر جہاد کے اصل مفہوم سے دور نہیں لے جانا چاہتا۔ اس کے بعد علامہ مشرقی کڈہ خیل قوم کے سردار ملک غازی ماصل خان کے پاس گئے۔ غازی صاحب نے علامہ صاحب سے ۶۰ ہزار روپیہ لے کر یہ حامی بھری کہ میں تنخواہ دار مجاہد بھرتی کر کے بھیجوں گا۔ بعد میں علامہ مشرقی نے ماصل خان کو کئی دفعہ پیغام بھیجا کہ وہ حسب وعدہ مجاہد بھیجے۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ انگریزوں نے خاکسار تحریک کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ بادشاہ گل نے فرمایا" علامہ اقبال کا بھی غازی آباد سے گہرا رابطہ رہا ہے۔ علامہ کی نظم محراب گل میں دراصل حاجی صاحب ہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محراب کے معنی مجسّم لڑائی کے ہیں اور گل پٹھانوں کے نام کے ساتھ لاحقہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے ۲؎

۱؎ بحوالہ بادشاہ گل فضل اکبر بہ تصدیق بادشاہ گل پیر فضل شاہ بہ مصنف
۲؎ بحوالہ بیان بادشاہ گل فضل اکبر بہ مصنف

بادشاہ گل صاحب نے غازی آباد میں ہونے والے نظم ونسق اور مجاہدین کی تنظیم اور مختلف طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"انگریزوں کے مقبوضہ علاقہ سے جو لوگ انگریزوں کے ستائے ہوئے یا آزادی کی جدوجہد کرتے ہوئے غازی آباد آتے تھے۔ حاجی صاحب ان کی ہر ممکن مدد کرتے تھے اور انہیں قیام وطعام کی ہر ممکن سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں مگر بعض لوگ جو مقبوضہ علاقے میں قتل یا ڈاکہ زنی کرنے کے بعد مفرور بن کر غازی آباد آتے تھے۔ حاجی صاحب کا ایسے لوگوں کے لئے حکم تھا کہ انہیں کسی حالت میں بھی پناہ نہ دی جائے چنانچہ مقبوضہ علاقوں میں رہنے والے ہمارے مخبر بھی ہیں ایسے لوگوں کے متعلق اطلاعات بہم پہنچاتے رہتے تھے جس کی بنا پر حاجی صاحب مشکوک افراد کے متعلق ہر وقت باخبر رہتے تھے۔

لنگر کے انتظام کے لئے باقاعدہ ایک منتظم مقرر رہتا تھا جس کی نگرانی میں لنگر کا ایک معقول انتظام چلایا جاتا تھا۔ لنگر کے لئے غلہ اور دوسری اجناس نقد روپے سے خریدی بھی جاتی تھیں اور انگریزوں کے مقبوضہ علاقے کے لوگ بھی خفیہ طور پر باقاعدہ غلہ وغیرہ بھیجتے رہتے تھے اس سلسلے میں یہ لوگ بھی دراصل جہاد آزادی میں برابر کے حصہ دار تھے۔

ایک خاص بات یہ تھی کہ بابا جی صاحب کا حکم تھا کہ گھر والے، غازی اور مہمان سب کے لئے ایک ہی جگہ کھانا پکایا جائے چنانچہ گھر کے تمام افراد کو بھی لنگر سے ہی کھانا پہنچایا جاتا تھا۔ مجاہدین کی کارکردگی سے ہندوستانی عوام کو اور بیرونی دنیا کو روشناس کرانے کیلئے جس جگہ پریس لگا ہوا تھا وہاں چند آدمیوں کے بغیر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس پریس کا کام کچھ عرصہ صنوبر حسین سکنہ کگا والہ۔ مرتضیٰ بادشاہ اور سید امیر بادشاہ کرتے رہے۔ یہ پریس سے ایک اخبار بھی "شعلہ" نام کا شائع ہوتا تھا۔ اس پریس سے انگریزی، جرمنی، فارسی، ترکی۔ ہندی اور اردو میں خبریں شائع ہوتی تھیں۔

آٹا پیسنے کے لئے پن چکیاں لگائی گئی تھیں۔ اونٹوں اور خچروں کے ذریعے غلہ ان پن چکیوں پر بھیجا جاتا تھا۔ مجاہدین کے لئے اسلحہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے غازی آباد میں اسلحہ سازی کی ایک فیکٹری قائم تھی۔ اس فیکٹری کے انچارج مثانی موسیٰ خیل کے پائیو خان تھے۔ اس فیکٹری میں توپ کے گولے، بندوق کی گولیاں، بندوق، کارتوس اور گولہ بارود

بنایا جاتا تھا۔ خان آف خار کے ساتھ جب صلح ہو گئی تو یہ فیکٹری حاجی صاحب کے حکم سے خان آف خار کے بیٹے عبدالمستعان کے حوالے کر دی گئی۔

حاجی صاحب کے پاس پانچ چھ گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ان کے علاوہ تین اُونٹ اور چار خچریں تھیں۔ اُونٹوں پر چمرکنڈ سے اور دُور دُور جنگلوں سے لنگر کے لئے ایندھن لایا جاتا تھا۔

غازی آباد میں سکول قائم کیا گیا تھا جس میں بڑے بڑے عالم فاضل درس دیتے تھے اس سکول میں غازی آباد کے مکینوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ غازیوں کے لئے تربیتی کیمپ بھی قائم تھا جس میں جدید جنگی اصولوں کی تربیت دی جاتی تھی۔ پریڈ وغیرہ بھی باقاعدہ ہوتی تھی۔ غازیوں کو شبخون مارنے اور جہازوں کی بمباری سے بچنے اور آگ سے بچاؤ کے طریقے سکھائے جاتے تھے۔ محمود علی قصوری اس قسم کی تربیت کے لئے کافی عرصہ انچارج رہے

باباجی صاحب لاولد لوگوں کو دم کر کے ایک دھاگہ دیا کرتے تھے۔ تمام رات عبادت میں بسر کرتے۔ دن کو جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ صبح باقاعدہ تلاوت قرآن مجید کرتے تھے جمعہ کی نماز کے موقع پر جب قبائلی لوگ اکٹھے ہوتے تو آپ ان کے سامنے تقریر کرتے جہاد کے پروگرام سے انہیں مطلع کرتے۔

بعض دفعہ اس جہاد کے موقع پر آپ بیمار ہو جاتے تو باوجود بیماری کے آپ میدانِ جنگ میں جا کر لڑائی شروع کرنے سے پہلے دُعا کر کے قلب میں بیٹھ جاتے اور ہم تینوں بیٹوں کو حکم دیتے کہ تم اگلی صفوں میں جا کر جہاد کا آغاز کر دو چنانچہ ہم حکم پاتے ہی اگلے مورچوں پر جا کر انگریز فوجوں پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دیتے"۔[۱]

پیر فضل اکبر بادشاہ گل اول کے صاحبزادے پیر امین الحق افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے روسیوں سے لڑتے ہوئے اتنے شدید زخمی ہوئے کہ ان کے پاؤں بالکل ناکارہ ہو گئے ان کے صاحبزادے فضل احد اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے افغانستان کو روسی چنگل سے نجات دلانے کے لئے برسرپیکار رہے۔

---

[۱] انٹرویو بادشاہ گل فضل اکبر بادشاہ تصدیق بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ۔

غازی آباد کا ایک
روح پرور منظر
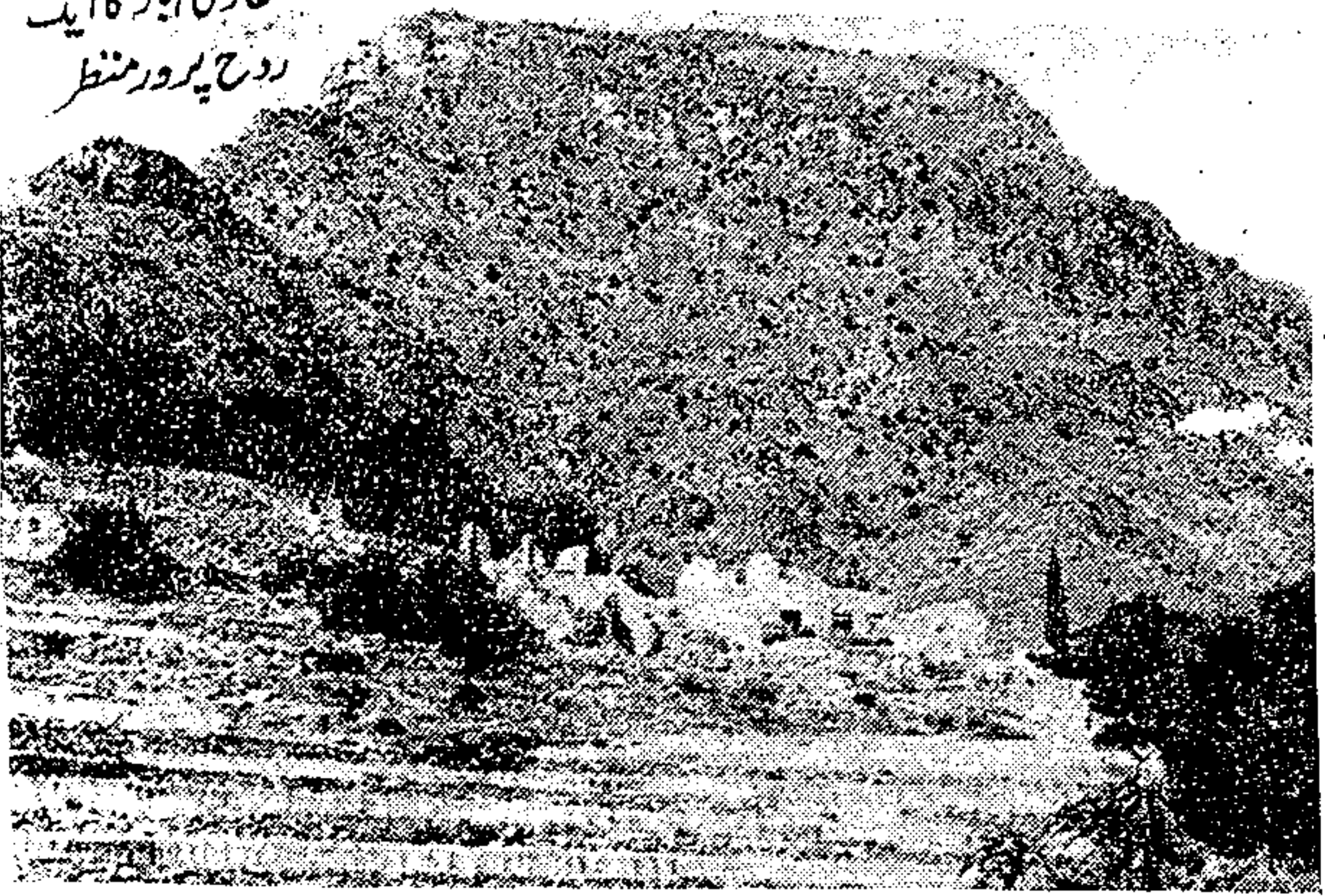
بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ بادشاہ

حاجی صاحب کے دوسرے بیٹے بادشاہ گل دوم کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا اصلی نام پیر سید فضل شاہ تھا۔ آپ ۱۸۹۵ء میں ترنگزئی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم ترنگزئی کی مسجد پیران میں حاصل کی۔ پھر جب حاجی صاحب حاجی آباد میں منتقل ہو گئے تو پیر فضل شاہ کو کے اسلامی مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ اس مدرسے میں بڑے بڑے عالم فاضل تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ پیر فضل شاہ نے اس مدرسے سے قرآن مجید کے علاوہ اسلامی عقائد کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ جب حاجی صاحب نے ہجرت کی تو آپ نے ان کے ساتھ ہی ہجرت کی۔ رستم کے جہاد میں حصہ لیا۔ اور پھر غازی آباد جانے کے بعد انگریزوں کے خلاف جہاد میں سرگرم حصہ لینے کے ساتھ ساتھ علم فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ حاجی صاحب کے ساتھ آپ نے ہر جہاد میں حصہ لیا اور ہر محاذ پر بڑی بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کر کے دشمن کو ہر بار شکست دی۔ قدرت نے حاجی صاحب کو جو تین مجاہد بیٹے عطا کئے تھے ان تینوں نے جدوجہد

آزادی میں ایسے شاندار کارنامے انجام دئے جو تاریخ آزادی میں ہمیشہ یادگار رہیں گے انگریزوں کے دلوں پر ہمیشہ ان تینوں کی دہشت طاری رہی۔ حاجی صاحب کی بیماری کے دوران ان تینوں نے مختلف محاذوں پر سلسلہ جہاد جاری رکھا۔ جب افغانستان میں انگریزوں نے سازشوں کا جال بچھایا تو حاجی صاحب نے ان تینوں بیٹوں کو ساتھ لے کر مختلف محاذوں پر دادِ شجاعت دی۔ پیر فضل شاہ بادشاہ نے ہر محاذ پر اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر انگریزی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ حاجی صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد آپ غازی آباد میں ہی مقیم رہے اور جدوجہد آزادی کے لئے کام کرتے رہے۔

جب پاکستان کا مطالبہ نقطہ عروج پر پہنچا اور انگریزوں نے پاکستان کو آزاد کرنے پر آمادگی کا اعلان کیا تو بادشاہ گل اول پیر فضل اکبر اور بادشاہ گل سوم پیر فضل معبود اپنے اہل وعیال سمیت افغانستان میں جاکر کوہ دامان میں مقیم ہوگئے۔ بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ نے غازی آباد میں ہی رہ کر مہمند قبائل میں تبلیغ اسلام کا کام جاری رکھا۔ کانگرس نے ایک سازش کے تحت سرحد اور قبائلی علاقے کے عوام کی حمایت حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کی تو بادشاہ گل فضل شاہ نے کانگرس کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے مہمندوں کے تمام علاقوں کے دورے کئے۔ اور ہندوؤں کے عزائم سے خبردار کرتے ہوئے قبائلی عوام کو کانگرس کی سازش سے آگاہ کیا۔ کانگرس کو جب بادشاہ گل دوم کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ قبائل کو کانگرس کے خلاف اُکسا رہے ہیں تو چند کانگرسی لیڈر غازی آباد پہنچے اور بادشاہ گل سے کہا کہ وہ قبائلی عوام کو کانگرس کی حمایت پر آمادہ کریں۔ بادشاہ گل نے ان لیڈروں سے کہا "میرے والد نے اور ہم نے اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ساری عمر جہاد کیا۔ اب جبکہ برصغیر میں ایک اسلامی حکومت پاکستان قائم ہونے والی ہے تو میں کس طرح اس اسلامی حکومت کے قیام کی مخالفت کروں" کانگرسی لیڈر بادشاہ گل کے اس جواب سے مایوس ہوکر واپس چلے گئے۔ بادشاہ گل نے کانگرسی لیڈروں کے عزائم سے آگاہ ہونے کے بعد غازی آباد میں قبائلیوں کا ایک جرگہ بلایا۔ اس جرگے میں بادشاہ گل نے مہمند قوم کی مختلف شاخوں سے کہا کہ "وہ اپنے

---

[1] بیان بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ بہ مصنف

عملی اقدامات سے انگریزوں پر یہ ظاہر کریں کہ قبائلی پاکستان کے مطالبے کی پرزور حمایت کرتے ہیں اور کانگرس سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔" چنانچہ اس جرگے کے بعد مہمند قبائل میں پاکستان کے مطالبے کی حمایت میں جگہ جگہ جلسے اور جرگے منعقد ہوئے۔ مہمند علاقے کے پہاڑ اور وادیاں پاکستان زندہ باد اور قائداعظم زندہ باد کے نعروں سے گونجنے لگیں۔ پنڈت نہرو نے جب قبائلی علاقے میں کانگریس کے لئے فضا سازگار کرنے کے لئے اور قبائلیوں کو پاکستان کے مطالبے سے باز رکھنے کے لئے قبائلی علاقے کا دورہ کیا تو ان مجاہد قبائلیوں نے پاکستان زندہ باد۔ قائداعظم زندہ باد اور اللہ اکبر کے نعروں سے پنڈت نہرو پر یہ واضح کیا کہ وہ کانگریس کے جال میں کبھی بھی نہیں آئیں گے اور پاکستان کے مطالبے سے کبھی بھی دستبردار نہیں ہوں گے چنانچہ پنڈت نہرو ناکام ہو کر واپس گئے۔

کانگریسی لیڈروں کی مایوسی اور پنڈت نہرو کے دورے کی ناکامی دراصل حضرت بادشاہ گل دوم کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ حالانکہ اس وقت سرحد کی برسرِاقتدار کانگرس حکومت نے بادشاہ گل فضل شاہ پر کافی دباؤ ڈالا مگر بادشاہ گل نے کانگرسی وزارت کے دباؤ کی کوئی پرواہ تک نہ کی۔

جب پاکستان کا قیام عمل میں آچکا تو بھارت نے کشمیر میں فوجیں داخل کردیں۔ نہتے کشمیری عوام بھارتی توپوں، گولیوں اور مشین گنوں کا نشانہ بننے لگے تو بادشاہ گل فضل شاہ مجاہدین کا ایک بھاری لشکر لے کر غازی آباد سے کشمیری عوام کو بھارتی درندوں کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے روانہ ہوئے جب پشاور کے عوام کو یہ معلوم ہوا کہ حاجی صاحب ترنگزئی کے صاحبزادے بادشاہ گل دوم کشمیر میں جہاد کرنے کے لئے مجاہدین کا لشکر لے کر غازی آباد سے روانہ ہو پڑے تو پشاور کے شہریوں کا ایک وفد تخت بھائی کے مشہور سماجی اور سیاسی کارکن اور تحریک آزادی کے مشہور مجاہد حکیم عبدالمالک کی قیادت میں استقبال کے لئے گندھاب پہنچا۔ حضرت بادشاہ گل مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے پشاور پہنچے۔ پشاور کے شہریوں نے بھاری تعداد میں جناح پارک پہنچ کر ان کا استقبال کیا۔ ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں تقریر کرتے ہوئے بادشاہ گل نے فرمایا:

"ہم مسلمان ہیں اسلام نے ہمیں ظلم کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

آپ لوگ اگرچہ عملی طور پر جہاد میں حصہ لینے سے معذور ہیں مگر آپ کا فرض ہے کہ اپنے کشمیری مظلوم بھائیوں کے لئے کپڑے، ادویات اور ضروری سامان اکٹھا کر کے محاذ جنگ پر بھیجیں۔ یہ بھی جہاد ہے۔"

اس جلسے کے بعد مجاہدین کا یہ قافلہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں کشمیر کی طرف روانہ ہوا نوشہرہ میں بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ مجاہدین کے اس قافلے کو اور حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے صاحبزادے بادشاہ گل فضل شاہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جمع تھے وہاں بھی ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس جلسے میں عبداللہ نامی ایک پشتو شاعر نے پشتو میں جہاد کا ترانہ پڑھا۔ اس ترانے کو سن کر لوگ دیوانہ وار جہاد کے قافلے میں شامل ہو کر کشمیر کے محاذ پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر بادشاہ گل نے انہیں کہا کہ" جان کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے ہم لوگ جا رہے ہیں۔ آپ لوگ اس جہاد میں حصہ لینے کے لئے مال و دولت کشمیری مظلوموں کے لئے اکٹھا کر کے بھیجیں۔"

اس قافلے میں بادشاہ گل صاحب کے ساتھ ان کے صاحبزادے پیر خوشحال بادشاہ بھی تھے۔ بادشاہ گل نے کشمیر کے ہر محاذ پر دادِ شجاعت دی۔ اور ہزاروں ڈوگرہ اور بھارتی فوجیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ بادشاہ گل نے بتایا" جب کشمیر میں جنگ بندی کا حکم دیا گیا اس وقت میں مجاہدین کے ایک مسلح دستے کے ساتھ سری نگر شہر کے بالکل قریب تھا جب جنگ بندی کا حکم ملا تو ہمیں مجبوراً اس حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اگر یہ جنگ بندی نہ ہوتی تو ہمارے مجاہد صرف چند گھنٹوں کے اندر اندر سری نگر شہر میں داخل ہو جاتے"

بادشاہ گل کو کشمیر کے محاذ پر مجاہدانہ کارنامے سرانجام دینے پر کئی اسناد دی گئیں۔ اس وقت کے وزیر اعظم سرحد خان عبدالقیوم خان نے بھی اپنے خطوط کے ذریعہ بادشاہ گل کی خدمات کو سراہا۔ مجاہدانہ خدمات کے سلسلے میں یہ خطوط اور سندات بادشاہ گل کی خدمات اور ان کی کارکردگی کا بیّن ثبوت ہیں۔ کشمیر کے محاذ سے آنے کے بعد آپ غازی آباد چلے گئے اور ۱۹۵۲ء تک وہیں رہے۔ اس دوران افغانستان میں انگریزوں اور ہندوؤں کی سازش سے پٹھانستان کی تحریک شروع کی گئی تاکہ پاکستان

۱؎ بیان بادشاہ گل فضل شاہ بہ مصنف،

کے باشندوں کو انتشار کا شکار بنا کر پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا جائے ۔ اس مقصد کے لئے بادشاہ گل کو افغانستان کے زرخیز مقام پہ وسیع وعریض اراضی کی پیشکش کی گئی اور ان سے کہا گیا کہ وہ پٹھانستان کی تحریک کی حمایت کریں ۔ آپ نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اسلام نسلی امتیاز کے خاتمہ کا حکم دیتا ہے لہذا یہ سکیم محض پاکستان کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے کے لئے شروع کی گئی ہے لہذا وہ کسی صورت میں بھی اس تحریک کی حمایت یا اس کے لئے کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ باقی رہا معاملہ زمین وغیرہ اور دیگر مراعات کا تو اس کے لئے صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ ہم نے اپنے والد کے ساتھ ساری زندگی پہاڑوں کو مسکن بنا کر جہاد آزادی میں محض اس لئے حصہ لیا ہے کہ ایک اسلامی سلطنت قائم ہو سکے ۔ ہم اگر مراعات اور زمینوں کی لالچ میں آنے والے ہوتے تو ہم انگریزوں سے ہزاروں مراعات حاصل کر سکتے تھے ۔ مگر ہم نے دنیادی دولت کو ہمیشہ ٹھکرایا ہے لہذا اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اب آخری عمر میں دولت کی حرص میں اس مقدس مشن کو مجروح کیا جائے جس کے لئے ہم نے ساری زندگی داؤ پر لگا دی تھی ۔ چنانچہ اس کے بعد آپ انگریزوں اور ہندوؤں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے قبائلی علاقوں میں کام کرتے رہے ۔ ۱۹۵۲ء میں آپ اپنے بچوں کو لے کر سیدھے پشاور پہنچے ۔ بادشاہ گل اوّل پیر فضل اکبر پہلے ہی پشاور پہنچ کر سرحد مسلم لیگ کی تنظیم میں مصروف ہو کر تعمیر پاکستان کے لئے جدوجہد کر رہے تھے ۔ اور وہ پشاور کے ڈبگری دروازے میں مقیم تھے ۔ آپ بھی مع اہل وعیال وہیں ان کے پاس آ کر مقیم ہو گئے ۔ اس کے بعد ضلع مردان کے علاقہ پیر سدو میں اپنی جدی جائداد پر مکان تعمیر کر دایا اور وہیں جا کر مستقل رہائش اختیار کر کے رشد وہدایت کا کام جاری کیا ۔ بادشاہ گل دوم کے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام خوشحال بادشاہ ۔ پیر جلال بادشاہ اور پیر احمد شاہ بادشاہ ہیں پیر خوشحال بادشاہ نے اپنے والد کے ساتھ کشمیر کے جہاد میں حصہ لیا اور قبائلی غازیوں کی کمان کرتے ہوئے دشمن کو شکست دے کر کئی مورچوں پر قبضہ کر لیا تھا آپ غازی اور مجاہدانہ صفات کے ساتھ ساتھ پشتو کے بہت بڑے ادیب اور شاعر بھی ہیں ان کی شاعری میں بھی جذبہ حب الوطنی اور قومیت کا رنگ جھلکتا ہے ۔

بادشاہ گل اول پیر سید فضل اکبر شاہ بادشاہ
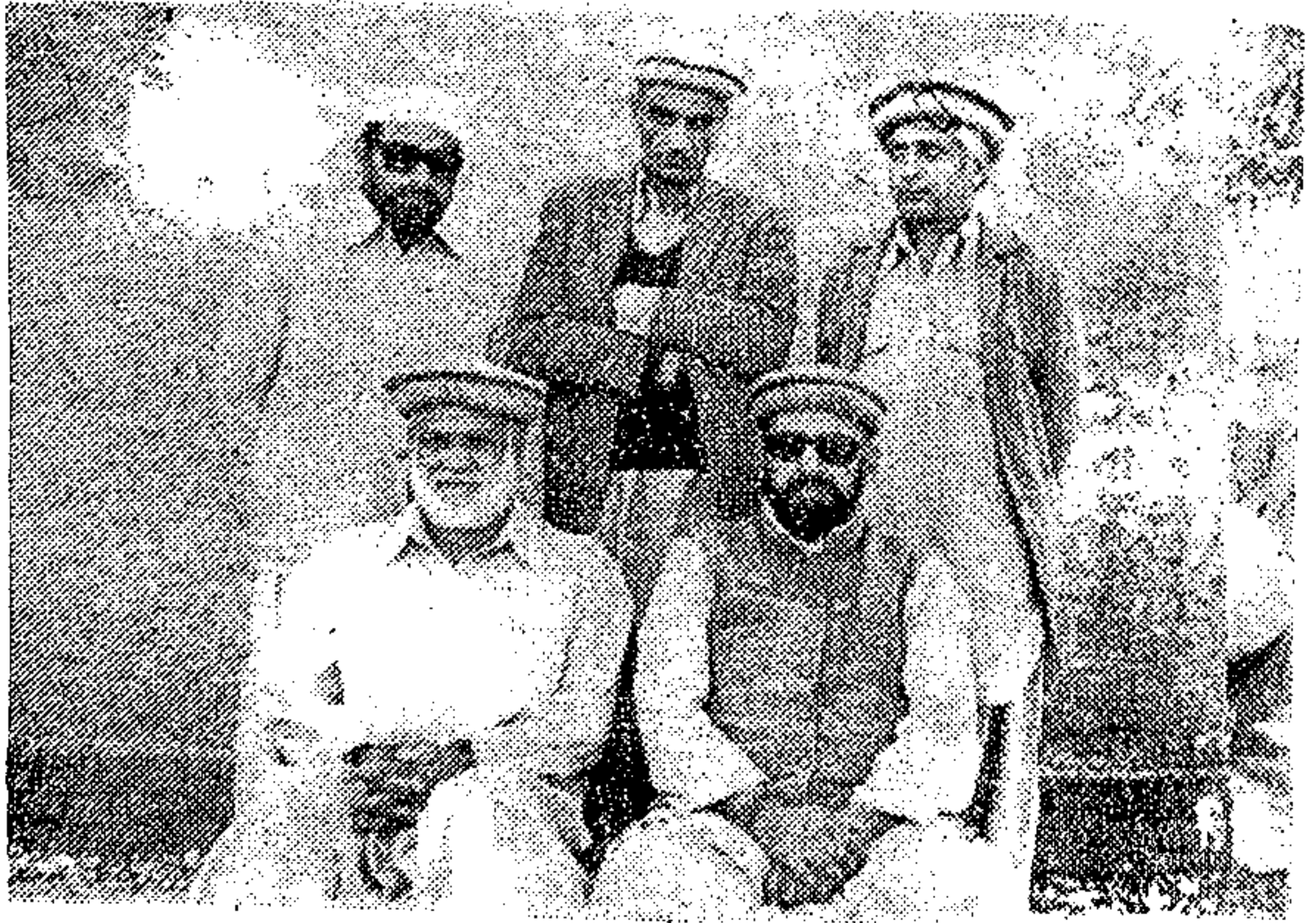
بیٹھے ہوئے۔ حضرت بادشاہ گل فضل اکبر کے صاحبزادے پیر فضل منان بادشاہ
اور بادشاہ گل دوم کے صاحبزادے پیر خوشحال بادشاہ۔ ان کے پیچھے
کھڑے ہوئے پیر احمد شاہ بادشاہ، پیر محمد بشیر اور پیر عبد الباقی بادشاہ

بادشاہ گل سوم پیر فضل معبود بادشاہ

فضل معبود بادشاہ جو بادشاہ گل سوم کے نام سے مشہور تھے، بادشاہ گل دوم سے چھ سال چھوٹے تھے جس وقت حاجی صاحب انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے انگریزی علاقے میں گئے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً چھ سال تھی۔ حاجی صاحب کے ساتھ دو بیٹے بادشاہ گل اول فضل اکبر اور بادشاہ گل دوم فضل شاہ جلالہ اور میاں خان سنگاؤ کے راستے حاجی صاحب کے ساتھ گئے۔ اور فضل معبود بادشاہ اپنی بہنوں کے ساتھ مردان نواں کلی اور رستم کے راستے قاری عبدالمستحان کی نگرانی میں الگ راستوں سے سرکا دی پہنچے۔ غازی آباد میں فقہ اور طبابت کی تعلیم حاصل کی۔ جوان ہونے پر اپنے والد کے ساتھ جہاد میں عملی حصہ لینے لگے۔ ہر ایک جہاد میں شریک رہے اور بڑی بہادری اور جرأت کے ساتھ ہر محاذ پر انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ جنگ میں زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ بھی کرتے تھے۔ میدان جنگ میں نوجوان طبقہ کی قیادت آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ انگریزوں نے جب مجاہدین میں تفرقہ بازی اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش شروع کی اور اپنے حامی وظیفہ خواروں کے ذریعہ جہاد کی سکیم کو ناکام بنانے کی سازشیں شروع کیں تو حاجی صاحب نے انگریزوں کی ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے اپنے تینوں بیٹوں کو مختلف علاقوں کی کمان حوالے کی۔ بادشاہ گل فضل اکبر کو چکدرہ سے شموزئی تک کا علاقہ دیا گیا۔ بادشاہ گل فضل شاہ کے حوالے گندھاب کا علاقہ کیا گیا اور فضل معبود بادشاہ کو لکنڈی سے شبقدر تک کا محاذ حوالے کیا گیا۔

پاکستان کے قیام سے کچھ عرصہ پہلے بادشاہ گل فضل اکبر اور بادشاہ گل فضل معبود اپنے اہل و عیال کو لے کر افغانستان کے علاقہ کوہستان میں منتقل ہو گئے۔ فضل معبود بادشاہ ۱۹۶۵ء میں وہیں فوت ہوئے۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ ۱۹۷۸ء کو جب روس نے افغانستان پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے جال پھینکا تو فضل معبود بادشاہ کے دو بیٹوں ناصر احمد بادشاہ اور احسان اللہ بادشاہ نے روس کی جارحیت کے خلاف جہاد کرنے کے لئے مجاہدین کی قیادت کی۔ بادشاہ گل سوم پیر فضل معبود بادشاہ کے سات بیٹے پیدا ہوئے۔ جن کے نام پیر شمس القمر، پیر خیر البشر، پیر محسن جان، پیر ظفر احمد، پیر فضل کریم، پیر ناصر احمد، پیر احسان اللہ بادشاہ ہیں

حاجی صاحب کے خلفأ:

حاجی صاحب کے مندرجہ ذیل خلفاء تھے ان میں سے بعض نے حاجی صاحب کے ساتھ جہادوں میں حصّہ لیا۔ اور بعض نے رُوحانی فیض کے حصُول کے لئے حاجی صاحب سے بیعت کی اور سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ کے تحت رشد و ہدایت کا سِلسلہ جاری کیا۔

بادشاہ گل فضل اکبر۔ بادشاہ گل فضل شاہ۔ بادشاہ گل فضل معبُود۔ حاجی محمد امین صاحب ساکن حاجی آباد۔ فقیر صاحب پلوڈھنڈ صوابی۔ فقیر صاحب آف ساگی۔ مولانا عبدالحمید علاقہ براول باجوڑ۔ شیخ محمد اعظم صاحب ساکن چملہ سوات۔ شیخ فرید خان ساکن محمد نارٹی۔ ملّا صاحب ساکن مانیری صوابی۔ بابجر شاہ علاقہ چھچھ پنجاب۔ ھنڈ ملّا صاحب ساکن صوابی مردان۔ باباجی صاحب ساکن گڑھی مردان۔ سید رحیم شاہ صاحب ساکن مردان کالا بادشاہ ساکن صوابی مردان۔ درہ مولوی صاحب ساکن درہ۔ مولوی عبدالصمد صاحب ساکن منگا درگئی۔ کوہستانی ملّا صاحب ساکن منگا درگئی مردان۔ سالار میر غواث صاحب ساکن مایار حزب اللہ ساکن مایار مردان۔ مولوی عبدالمالک صاحب ساکن ساگی المعروف مشر صاحب حق۔ مولوی صاحب ٹیٹارہ ساکن اکبر پورہ پشاور، باباجی صاحب پڑانگ ساکن پڑانگ چارسدہ پشاور۔ تندھار باباجی ساکن کابل افغانستان۔ لغمان ملّا صاحب ساکن لغمان افغانستان۔ باباجی صاحب تنگی ساکن تنگی ساکن باجوڑ۔ قاری عبدالمستعان صاحب ساکن اکبر پورہ پشاور۔ فضل مولا صاحب ساکن خدا نور کلی مردان۔ مولوی محمد ایوب طور دملّا۔ حکیم محمد روشن قریشی ساکن اتمان زئی۔ مولوی عبدالعزیز ساکن اتمان زئی۔ حکیم عبدالاحد ساکن اتمان زئی۔ محمد صادق ساکن گندھاب حاجی عبدالودود ساکن بارگام علاقہ کونڑ۔

تحریکِ جہاد میں مہمند قوم کا حصّہ

انگریزوں کے خلاف تحریک جہاد میں تمام قبائل نے بے شمار جانی اور مالی قربانیاں دیں۔ محسود، وزیر، آفریدی، بھٹنی اور مہمند قوم کو مغلوب کرنے کے لئے انگریزوں نے

انتہائی وحشیانہ اور جابرانہ فوجی کارروائیاں کیں مگر باوجود جدید ساز و سامان اور ہوائی جہازوں کی سہولیات کے وہ ان مجاہد اور بہادر قبائل پر غالب نہ آسکے۔ مہمند قبائل کا علاقہ فوجی نکتہ نگاہ سے انگریزوں کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ اس لئے انگریزوں نے اس علاقہ پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر حضرت بڈے صاحب اور انکے بعد حاجی صاحب ترنگزئی نے مہمند قوم کی قیادت کرتے ہوئے انگریزوں کے تمام ارادوں کو خاک میں ملایا۔ شروع شروع میں حضرت بڈہ صاحب نے مہمند قوم میں جہاد کی تبلیغ کی اور انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے مہمند قوم میں جہاد کی رُوح پھُونکی۔ اس بہادر اور مجاہد قوم نے منظم ہوکر انگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔ یہ مجاہد انگریز فوجیوں کو شکار کی طرح ڈھونڈتے اور ان پر جھپٹتے رہے۔ پھر جب انگریزوں نے مہمندوں کے علاقہ میں دُور تک قبضہ اور کنٹرول حاصل کرنے کے لئے سڑکوں کی تعمیر اور دریائے کابل سے ریلوے لائن بچھانے کے لئے عملی اقدامات کئے تو مہمند مجاہدین نے انگریز فوجوں کا بڑی، بہادری سے مقابلہ کیا۔ مجاہدین کے تابڑ توڑ حملوں کے مقابلے کے لئے چیف کمشنر سرحد نے جنرل سر جیمس کی کمانڈ میں تین بریگیڈ فوج نختی اور کرٹپہ کے دروں میں بھیجی۔ مجاہدین نے ان فوجیوں کا دلیرانہ مقابلہ کیا۔ اور کئی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ انبار کے مقام پر بہت سخت مقابلہ ہوا جس میں انگریزی فوج کو بے شمار نقصان اٹھانا پڑا۔ ؎۱

درہ نختی کا فضائی منظر

؎۱ پشاور گزیٹیئر ۱۹۳۱ء۔

مہمندوں کے علاقے کے علما و مشائخ

مہمند قبائل میں علما و مشائخ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان علمائ و مشائخ کی قیادت میں مہمندوں نے جہاد کا اہم فرض ادا کرنے میں اپنی جان و مال خدا کے راستے میں قربان کرنے میں کبھی بھی دریغ نہیں کیا۔ انگریزوں کے خلاف جو جد و جہد مہمند قبائل نے کی ہے۔ وہ برصغیر کی تحریک آزادی کا ایک اہم باب ہے۔ مہمند قوم کے دلوں میں اسلام کے تحفظ کیلئے مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنے میں ان کے علاقے کے علماء و مشائخ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان علمائ و مشائخ میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے مرشد حضرت نجم الدین المعروف ہڈے ملا صاحب سرفہرست نظر آتے ہیں۔

انگریزوں نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے مہمندوں کے علاقے کے علماء و مشائخ کو بھی اپنی دولت کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس سلسلے میں حکومت ہند کے سینیر جنرل سٹاف آفیسر نے جو رپورٹ ۱۹۲۶ء میں شائع کی تھی اس کے مطابق مہمند علاقے میں مندرجہ ذیل علمائ و مشائخ تھے۔ اس فہرست میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ تمام علما و مشائخ انگریزوں کے مخالف اور جہاد کا علم تھامے ہوئے تھے۔

۱۔ حضرت نجم الدین المعروف ہڈہ ملا

۲۔ حاجی فضل واحد المعروف حاجی صاحب ترنگزئی مقیم غازی آباد خلیفہ ہڈہ ملّا۔

۳۔ مولانا عبدالباقی خلیفہ ہڈہ ملا المعروف کامہ ملّا۔

۴۔ مولانا عبدالغفور المعروف جان صاحب آف ڈوڈہ۔

۵۔ مولانا عبدالشکور المعروف حضرت صاحب بٹخاک۔

۶۔ مولانا عبدالشکور المعروف حضرت صاحب چارباغ۔

۷۔ صوفی صاحب عالم گل المعروف صوفی صاحب بھٹی کوٹ خلیفہ حضرت ہڈہ ملّا

۸۔ اخوندزادہ امیر محمد المعروف چکنور ملّا۔

۹۔ حاجی صاحب ساکن حاجی خیل۔

۱۰۔ مولوی ابراہیم المعروف کوہ دلی صاحب۔

۱۱۔ مولوی محمد اسماعیل المعروف کودہ ملا

۱۲۔ محمد یوسف آف چینہ ساکن باجوڑ۔

۱۳۔ میر صاحب جان بادشاہ آف اسلام پور ساکن خلیفہ ہڈہ صاحب۔

۱۴۔ محمد شاہ ملا ساکن چنبولی۔

۱۵۔ محمد قدیم ساکن بوستی۔

۱۶۔ محمد یوسف المعروف مانکی صاحب ولد صوفی نادر۔

۱۷۔ سید احمد شاہ جانشین حضرت ہڈہ ملا خلیفہ پیر صاحب جان بادشاہ۔

۱۸۔ مولوی سعد اللہ المعروف ملا مستان ولد ملا ... تورغر اور سوات نظیر۔

۱۹۔ مولانا صاحب حق ولد محمد قدیم۔

۲۰۔ مولانا سید غوث المعروف کوڈ ملا المدنی ملا ساکن باغ خلیفہ حضرت ہڈہ ملا۔

۲۱۔ مولانا سید احمد المعروف شنکرگئی بابڑہ ملا ساکن چار منگ باجوڑ۔

۲۲۔ میاں الف دین المعروف مروٹی میاں صاحب ساکن کنڑ

۲۳۔ مولانا نجم الدین المعروف اپیکی ملا ساکن پشاور مقیم بارنگ۔

۲۴۔ اخوندزادہ سید اللہ المعروف ککا ملا ساکن کٹکوڑ۔

۲۵۔ مولانا محمد رسول المعروف مورچل ملا۔

۲۶۔ مولانا جان صاحب آف داش کول خلیفہ حاجی صاحب ترنگ زئی۔

ان مذکورہ علما کے علاوہ وہ علما و مشائخ بھی تھے جو سید احمد شہید کے پیروکار و باقیات تھے اور ہند کی بستی مجاہدین میں آباد تھے اور وہ علما و مشائخ بھی تھے جو حاجی صاحب ترنگزئی کیساتھ ہجرت کر کے مہمندوں کے علاقے میں جا کر مقیم ہو گئے تھے تاکہ آزاد علاقے میں رہ کر حاجی صاحب کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جہاد کر کے ملک کو آزاد کرایا جائے اور سید احمد شہید کی تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر برصغیر میں اسلامی مملکت کا قیام عمل میں لایا جا سکے۔ انگریزوں کی طرف سے شائع کردہ مذکورہ فہرست کے ساتھ ہی حکومت ہند نے وہ فہرست بھی شائع کی ہے جس میں مہمند قبیلوں کے ان قبائلی سرداروں کے نام درج ہیں جنہوں نے حاجی صاحب ترنگ زئی اور دوسرے علماء و مشائخ کی قیادت میں

انگریزوں کے خلاف عَلم جہاد بلند کیا ہے¹ان سرداروں میں ملک عبدالوحید موسیٰ خیل بائیزئی ملک علیم خوگا خیل، اعظم خان برہ خیل بائیزئی۔ ملک بادام خوگا خیل۔ ملک علم دین ساکن ہزارنو ملک خالو خان خوگا خیل۔ ملک میر بازامان خیل محمد سعدی خان ساکن لال پورہ محاصل خان کڈہ خیل سردار خان ساکن گرداؤ۔ ملک محمد راز خان کڈہ خیل اور ملک عمر خان تھے۔

سرداروں کی اس فہرست میں ان سرداروں کے نام بھی دیئے گئے ہیں جنہوں نے مجاہدین کی مخالفت اور انگریزوں کی قدم قدم پر حمایت اور مدد کی۔ ان سرداروں میں سے جن کے نام سر فہرست دیئے گئے ہیں ان میں ملک غیرت خان ساکن مٹائی موسیٰ خیل، ملک غلام خان عیسیٰ خیل ساکن ڈاگ پنڈیالی۔ ملک خان سید، ملک سید امیر کوچی، ملک انخیر خان حلیمزئی ساکن گنداؤ۔ ملک حلیم خان عیسیٰ خیل ساکن پنڈیالی۔ ملک عنایت اللہ حلیمزئی ¹

حاجی عبدالودود المعروف حاجی صاحب ساکن یارکام علاقہ کنڑ بڈے ملا صاحب کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے بڈے ملا کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف کئی جہادوں میں حصہ لیا۔ بڈے صاحب کی وفات کے بعد آپ زندگی کے آخری لمحے تک حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں برسرپیکار رہے ۱۹۳۳ء میں نخقی کی جنگ میں آپ نے انگریزی فوجوں کو بھاری نقصان پہنچایا۔ اور سرکاری فوجوں سے بے شمار اسلحہ چھینا جو مجاہدین میں تقسیم کیا گیا ان کے بیٹے عبداللہ غمخور بھی جذبہ جہاد سے سرشار رہے۔ جب روس نے افغانستان کے خلاف جارحیت کی اور افغانستان میں اسلام کو مٹانے کے لئے اقدامات کئے تو غمخور نے روسیوں کا مقابلہ کرنے اور اسلام کے تحفظ کے لئے شاندار کارنامے سرانجام دیا وہ آخر دم تک روسی جارحیت کے خلاف برسرپیکار رہے۔

۱۔ رپورٹ جنرل سٹاف آف انڈیا ص ۱۲، مطبوعہ ۱۹۲۶ء

حاجی صاحب کے رفقائے جہاد

مولانا فضل ربی:۔ آپ کے آباؤ اجداد بٹہ موڑی علاقہ نندھیاڑ کے رہنے والے تھے قوم سے سواتی تھے۔ آپ کے والد بہت بڑے جید عالم تھے ان کا نام مولوی محمود تھا جو نندھیاڑ سے بفہ میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے مولانا فضل ربی بفہ میں پیدا ہوئے دیوبند سے تعلیم حاصل کی سنہ ۱۹۱۰ء میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔

۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو آپ نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور حاجی صاحب ترنگزئی کے مشن میں شامل ہو کر اسلامی ممالک کی حمایت اور انگریزوں کی مخالفت میں تقریروں کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے ہزارے میں جگہ جگہ جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے برطانوی حکومت کو متنبہ کیا کہ وہ اسلامی سلطنتوں کو مٹانے کی پالیسی کو ترک کر دے ورنہ اس کے خطرناک نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائے۔

انگریز حکومت نے تاج برطانیہ کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر اکسانے کے جرم میں آپ کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کئے مگر آپ بھیس بدل کر سیدھے مجاہدین چمرقند کے پاس چلے گئے۔ جب حاجی صاحب ترنگزئی نے تحریک حزب اللہ کے پروگرام کے مطابق اتمان زئی سے نکل کر قبائلی علاقوں میں جا کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تو آپ سیدھے حاجی صاحب کے لشکر میں جا شامل ہوئے آپ نے تحریک حزب اللہ کے مرکزی دفتر دہلی سے باقاعدہ رابطہ قائم کر رکھا تھا مجاہدین چمرقند بھی آپ کی معیت میں تحریک حزب اللہ کے علم کے نیچے انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لینے کے لئے رستم کے میدان میں حاجی صاحب کی کمان میں مصروف جہاد تھے۔ چمرقند کے مجاہدین کے دستے کی قیادت مولانا فضل ربی کے سپرد تھی مولانا فضل ربی کے بفہ سے جانے کے بعد ڈپٹی کمشنر ہزارہ نے چیف کمشنر پشاور کو حالات کی اطلاع دی کہ مولانا فضل ربی جس کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے وہ بھیس بدل کر حاجی صاحب ترنگ زئی

کے مجاہدین کے دستے کے ساتھ شامل ہو چکا ہے۔" چیف کمشنر نے ڈپٹی کمشنر پشاور مسٹر بولٹن کے ذریعے ۲۹ راگست ۱۹۱۷ء کو لکھا "تحقیق سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بفہ کا مولوی فضل ربی حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ شامل ہو کر تاج برطانیہ کے خلاف سرگرم جہاد ہے۔ لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ مولوی فضل ربی کے تمام رشتہ داروں کو فوراً گرفتار کر لیا جائے اور اسکی تمام جائیداد بحق تاج برطانیہ ضبط کر لی جائے۔ اسی طرح کی کاروائی مولوی فضل ربی کے رشتہ داروں کے ساتھ کی جائے کیونکہ اسی طرح کی کاروائی ان لوگوں کے خلاف پشاور اور مردان میں کی جا چکی ہے جو حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ شامل ہو کر تاج برطانیہ کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔"

اس حکمنامے کے ملتے ہی ڈپٹی کمشنر ہزارہ نے مولانا فضل ربی کے تمام رشتہ داروں کو گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا۔ ان کے چھوٹے بھائی فضل الٰہی اور ان کے ایک دوسرے قریبی رشتے دار مولانا گل حسن کو گرفتار کر کے ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ مولانا گل حسن کو تو ایک سال کے بعد رہا کر دیا گیا مگر فضل الٰہی کافی عرصہ جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ مولانا فضل ربی زندگی کے آخری لمحوں تک انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد رہے۔ ۱۹۲۹ء میں جب انگریزوں نے شاہ امان اللہ کے خلاف سازش شروع کی تو حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں مجاہدین ٹل پہنچے۔ ٹل کے مقام پر مولانا فضل ربی کی کمان میں مجاہدین نے انگریزی فوجوں کا دلیرانہ وار مقابلہ کیا۔ جب امان اللہ خان افغانستان کے شاہ مقرر ہوئے تو آپ کی علمی قابلیت زہد و تقویٰ اور نیک سیرتی کو مدنظر رکھتے ہوئے غازی امان اللہ خان نے آپ کو افغانستان کا مفتی مقرر کیا۔

پاکستان کے قیام کے بعد حکومت پاکستان نے آپ کی جائیداد کو واگزار کر کے آپ کو دعوت دی کہ آپ پاکستان میں چلے آئیں مگر آپ واپس نہ آئے کیونکہ شاہ افغانستان نے آپ کی ملی و مذہبی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرے مجاہدین آزادی کی طرح آپ کو افغانستان میں کافی جاگیر انعام کے طور پر دے رکھی تھی نیز حکومت افغانستان بھی آپ جیسی شخصیت کو افغانستان سے چلے جانے پر راضی نہ تھی لہٰذا افغانستان میں مستقل مقیم رہے اور وہیں انتقال کیا۔

مولانا سیف الرحمٰن الکوزئی

مولانا سیف الرحمٰن قندہار کے مشہور قاضی خیل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد اور خاندان کے کئی اہل علم و فضل تھے۔ آپ کے والد بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ آپ کا خاندان قندہار کی افراتفری میں پشاور چلا آیا تھا اور شبقدر کے قریب منھرانو میں مقیم ہو گیا تھا۔ مولانا سیف الرحمٰن اسی منھرانو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم منھرا ہی میں حاصل کی اور پھر اسلامی علوم کی تحصیل کے لئے ریاست ٹونک چلے گئے وہاں بارہ سال تک تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور اسلامیات پر مکمل عبور حاصل کرنے کے بعد آپ ٹونک کے ایک مدرسے میں مدرس ہو گئے۔ وہاں کچھ عرصہ درس و تدریس کے بعد آپ ایک اسلامی مدرسہ ناصریہ کے صدر مدرس بن گئے۔ چھ سال تک مدرسہ ناصریہ میں رہنے کے بعد آپ دہلی کے مشہور مدرسے فتحپوری کے صدر مدرس مقرر ہو گئے۔ آپ ایک جید عالم تھے اور آپ کا فتویٰ مستند مانا جاتا تھا۔ ۱۹۱۲ء کے آخر میں برطانیہ نے ترکوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں، اور ترکی کو مٹانے کیلئے عیسائی طاقتوں کو متحد کر لیا گیا تو ہندوستان کے مسلمان ترکی کی اسلامی سلطنت کے خلاف برطانوی سازشوں کو دیکھ کر سیخ پا ہو گئے، ترکی کی حمایت میں جگہ جگہ مظاہرے ہونے لگے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انگریزوں نے یہ چال چلی کہ ہندوستان کے جیّد علماء سے فتوے حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ ترکی پر حملہ جائز ہے مولانا سیف الرحمٰن سے بھی انگریزوں نے اسی قسم کا فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی مگر مولانا نے ترکی پر انگریزوں کے حملے کو جائز قرار دینے کی بجائے یہ اعلان کر دیا کہ ترکی پر انگریزی حملے کی صورت میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ترکی کی اسلامی سلطنت کے تحفظ کے لئے جہاد کرے۔ اس اعلان کے ہوتے ہی انگریزوں نے مولانا کو گرفتار کرنے کے احکامات جاری کر دیئے مولانا کو جب اس انگریزی سازش کا علم ہوا تو آپ بھیس بدل کر پشاور کے ایک گاؤں ترنگ زئی میں پہنچے، سرحد آنے سے پہلے دہلی میں قیام کے دوران شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے تحریک حزب اللہ کی بنیاد ڈالی یہ تحریک ایک مجاہدانہ تحریک تھی جس کے پروگرام میں انگریزوں کے خلاف مستقل جہاد تھا۔ یہ تحریک خفیہ طریقے سے چل رہی تھی اور ہندوستان کے طول و عرض میں اس کے رضا کار اپنی اپنی جگہ پر اہم سرگرمیوں میں مصروف تھے صوبہ سرحد میں بھی اس تحریک کے کئی سرگرم کارکن پیدا ہو چکے تھے جن کی

قیادت حاجی صاحب ترنگ زئی کے ہاتھ میں تھی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مولانا محمود الحسن حجاز جا کر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔ مولانا عبید اللہ سندھی افغانستان جا کر انگریزوں کے خلاف سیاسی محاذ قائم کریں۔ اور مولانا سیف الرحمٰن سرحد اور قبائل کے لشکر کو منظم کرنے میں حاجی صاحب کی معاونت کریں۔

مذکورہ فیصلے کے مطابق مولانا محمود الحسن حجاز تشریف لے گئے اور مولانا عبید اللہ سندھی کو افغانستان بھیجا گیا۔ مولانا سیف الرحمٰن فتحپوری سے بھیس بدل کر سیدھے پشاور پہنچے اور یہاں سے حاجی آباد پہنچ کر حزب اللہ کے کارکنوں کی ایک خفیہ میٹنگ میں شامل ہو کر سیدھے آزاد علاقے میں جا پہنچے جہاں انھوں نے آزاد قبائل کو متحد کرنے میں حاجی صاحب کی معاونت کی جب حاجی صاحب ترنگ زئی نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ تو مردان کے قریب رستم کے علاقے میں متواتر ستائیس دن تک انگریزی فوجوں کے ساتھ مقابلے میں مولانا سیف الرحمٰن نے انتہائی مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ سرحد کے گورنر نے ایک وفد ترتیب دیکر حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس بھیجا جس کے ذریعے حاجی صاحب کو کہا گیا کہ وہ انگریزوں کے خلاف سرگرمیوں کو بند کر دیں تو آپ کو اپنے علاقے میں تبلیغ اسلام سے نہیں روکا جائے گا۔ بلکہ آپ کو اس سلسلے میں حکومت مراعات بھی دینے کو تیار ہے اس موقع پر حاجی صاحب کے حکم سے مولانا سیف الرحمٰن نے ان ممبروں کے سامنے مجاہدانہ تقریر کرتے ہوئے کہا: "انگریزوں کی نمائندگی کرنے والو! تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ تم مسلمان ہو اگر آپ لوگ اپنے دلوں میں یہ احساس پیدا کر لیں تو عیسائیوں کے خلاف برسرپیکار ہونے والے مجاہدین اسلام کے سامنے انگریزوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اس قسم کی پیشکش نہ کرتے۔ مجاہدین اسلام کو نہ تو جاگیروں کی ضرورت ہے نہ روپے اور دولت کی ضرورت ہے یہ تو اسلام کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں نکلے ہیں۔ آپ انگریزوں سے کہیں کہ ہمارا مقابلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ انگریز اس سرزمین کو آزاد نہ کر دیں"[1] چنانچہ وفد ناکام ہو کر جب واپس آگیا اور مولانا سیف الرحمٰن کی اس تقریر سے انگریز حکام کو مطلع کیا تو حکومت ہند نے مولانا سیف الرحمٰن کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کے لئے بھاری انعام کا اعلان کیا کئی سازشیں کی گئیں مگر انگریز مولانا کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مولانا سیف الرحمٰن نے حاجی صاحب کے ساتھ مل کر ۱۹۱۵ء میں شبقدر میں انگریزی فوج پر حملہ کیا۔

۱۔ قلمی ڈائری مولانا سیف الرحمٰن اکوڑی صہ ۲

جس میں انگریزوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ آپ ایک عرصے تک حاجی صاحب ترنگ زئی
کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف برسر پیکار رہے بعد میں حاجی صاحب نے آپ کو مجاہدین کی
مذہبی رہنمائی کی غرض سے افغانستان بھیج دیا۔ افغانستان میں اس وقت امیر حبیب اللہ خان
برسر اقتدار تھے وہ انگریزوں سے دوستی کے پردے میں انگریزوں کی امداد کے سہارے
افغانستان پر برسر اقتدار رہنا چاہتے تھے۔ کابل کے حکمران کی انگریز دوستی کو دیکھ کر
مولانا سیف الرحمان نے کابل میں حاجی صاحب کی ہدایت کے تحت ایک مذہبی محاذ قائم کیا۔
امیر حبیب اللہ نے انگریزوں کے مخالف مجاہدین پر کڑی نگرانی شروع کر دی۔ اگرچہ بظاہر مجاہدین
پر زیادہ سختی نہیں کی جا رہی تھی کیونکہ امیر افغانستان کو بھی خطرہ تھا کہ اگر کھلم کھلا مجاہدین پر ظلم
کیا گیا تو رعایا برہم ہو جائے گی لہٰذا وہ ایک طرف تو انگریزوں کو خوش رکھنا چاہتے تھے
اور دوسری طرف رعایا کو بھی مطمئن کرنے کے لئے انہوں نے عجیب قسم کی پالیسی اختیار کی ہوئی تھی۔
اس پالیسی کے تحت مولانا سیف الرحمٰن کو افغانستان پہنچتے ہی نظر بند کر دیا گیا۔ امیر حبیب اللہ
کے بعد جب امیر امان اللہ خان برسر اقتدار آئے تو انہوں نے تمام مجاہدین اسلام پر سے پابندیاں
اٹھا دیں اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر انگریزوں کے اثر سے افغانستان کو آزاد کرانے کی
جدوجہد شروع کر دی۔ مولانا سیف الرحمٰن کو سفیر بنا کر روس بھیج دیا گیا۔ جہاں انھوں نے کافی
عرصے تک سفارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد انہیں سعودی عرب میں افغانستان
کا سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ شاہ عبدالعزیز بن سعود کے ساتھ امان اللہ خان نے جو معاہدہ کیا اس
معاہدے میں آپ کا ہی ہاتھ کارفرما تھا۔ سعودی عرب سے واپسی پر آپ کچھ عرصہ افغانستان
میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ امان اللہ خان افغانستان میں آپ کے
گزارے کے لئے کافی جاگیر بھی دے دی تھی۔

امان اللہ خان کے بعد جب بچہ سقہ برسر اقتدار آیا تو اس نے مولانا کو امان اللہ خان
کا حامی سمجھ کر مقید کرنا چاہا مگر بچہ سقہ کے ساتھیوں نے بچہ سقہ کو سمجھایا کہ اگر مولانا پر
کوئی سختی کی گئی تو افغانستان کا بچہ بچہ مخالفت پر اتر آئے گا لہٰذا ان سے کسی قسم
کی چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی۔ بچہ سقہ کے بعد جب نادر خان برسر اقتدار آیا تو اس نے مولانا
کو عزت و احترام کا مقام دیا۔ افغانستان میں مقیم رہ کر آپ نے دو زبردست کام
کئے ایک تو یہ کہ افغانستان سے انگریزی اثر کو مٹانے کی کوشش کی دوسرے یہ کہ

ہندوستان کے وہ مجاہد جو افغانستان میں رہ کر آزادیٔ ہند کے لئے جدوجہد کرتے رہے ان کی رہنمائی کرتے رہے اور بیرونی ممالک میں آزادانہ طور پر ہندوستان کی آزادی کیلئے پروپیگنڈا کرتے رہے اور ہندوستانیوں پر انگریزوں کے مظالم سے بیرونی دنیا کو آگاہ کرتے رہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد افغانستان میں مقیم انگریز سفیر مسٹر سکوائر نے ایک ایسا گروہ پیدا کر لیا تھا جس نے ۱۹۴۸ء میں پختونستان کے سٹنٹ کو ہوا دیکر افغانستان اور پاکستان کے تعلقات کو خراب کرنے کی بنیاد رکھی مولانا سیف الرحمٰن کو پختونستان کے سٹنٹ کے لئے آلہ کار بنانے کی کوشش کی گئی۔ آپ افغانستان میں مقیم رہ کر اس سٹنٹ کی غرض و غایت سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس سازش میں ایک طرف انگریز سفیر ہے دوسری طرف بھارت ہے۔ یہ دونوں عناصر نہیں چاہتے کہ یہ دونوں ہمسایہ اسلامی ریاستیں متحد رہ کر دوستانہ فضا قائم رکھ سکیں۔ کیونکہ اس طرح برطانوی مفاد کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ دوسری طرف بھارت بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ دونوں اسلامی ریاستیں باہم متحد ہو سکیں۔ بھارت نے محض اپنے مقصد کی خاطر ایک دور اندیشی کے تحت ان دونوں ریاستوں میں نفاق کا بیج بونے کے لئے سرحد کے چند لوگوں کو سبز باغ دکھائے اور افغانستان کے کچھ آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ سٹنٹ کھڑا کر دیا گیا[۱]۔ مولانا سیف الرحمٰن نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے افغانستان کو چھوڑنے کا ارادہ کیا چنانچہ آپ ۱۹۵۰ء میں پشاور چلے آئے یہاں آکر کچھ عرصے کے بعد وہ بیمار ہو گئے۔ عمر تقریباً سو سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ ۱۹۵۲ء میں بیماری نے شدت اختیار کر لی اور اسی سال فوت ہو گئے۔ پشاور کے قریب اپنے گاؤں متھرا میں مدفون ہوئے۔

باڑہ ملا صاحب آپ کا شمار باجوڑ کے بزرگوں اور مشہور مجاہدوں میں سے ہے آپ کا اصلی نام امیر سید تھا مگر آپ باڑہ ملا اور امیر سید جان کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سالارزئی قوم کی سین خیل شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ درہ بابوکرہ کے علاقے لوئے گرام کے موضع لیٹی میں پیدا ہوئے۔ دینی علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے بڑے ملا مولانا نجم الدین سے بیعت کی اور درہ چارمنگ میں جیبدا شاہ گاؤں میں آکر آباد ہو گئے ملا بڈے صاحب کی زندگی میں ان کے ساتھ انگریزوں کے خلاف تمام جہادوں میں شریک رہے۔ جب ۱۹۰۲ء میں بڈے ملا صاحب فوت ہو گئے تو اس کے بعد باجوڑ کے لوگوں کی

۱۔ انٹرویو مولانا سیف الرحمٰن بہ مصنف

آپ ہی نے رہنمائی کا بوجھ اپنے سر لیا۔ ۱۸۹۷ء میں جب انگریزوں نے باجوڑ میں داخل ہو کر پیش قدمی شروع کی تو بابڑہ ملاّ نے صرف اپنے دو شاگردوں کے ساتھ رات کے وقت انگریزی کیمپ پر حملہ کیا ایک کیمپ میں ایک بہت بڑے انگریز افسر کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کیمپ میں کھلبلی مچ گئی مگر آپ نہایت بہادری کے ساتھ انگریز کا کام تمام کرنے کے بعد چلے گئے۔ یہ انگریزوں کے لئے ایک قسم کی وارننگ تھی تاکہ وہ یہ سمجھ جائیں کہ باجوڑ میں ان کی پیش قدمی اور قبضہ آسان نہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد انگریزی فوج اگرچہ باجوڑ میں پیش قدمی کرتی رہی مگر اسے قدم قدم پر بابڑہ ملاّ اور ان کے مرید غازیوں کا سخت سامنا کرنا پڑا۔ بابڑہ ملاّ صاحب باجوڑ کے مذہبی رہنما بھی تھے وہ بہت بڑے بزرگ اور عالم باعمل تھے۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی انگریزوں کے خلاف جہاد میں بسر کی۔ باجوڑ کے علاقے اور شبقدر کے محاذ اور دوسرے تمام محاذوں پر بابڑہ ملاّ صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے غازیوں کو ساتھ لیکر انگریزوں پر یلغار کرتے رہے سینکڑوں انگریزی فوجیوں اور کئی افسروں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

سنہ ۱۹۶۷ء کے بعد حاجی صاحب کے مزار کا بیرونی منظر

ملاّصاحب سنڈاکئے:۔ آپ کا اصلی نام علی احمد تھا چکیسر کے نزدیک دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر سنڈاکے نام کا ایک گاؤں ہے آپ اسی گاؤں میں پیدا ہوئے اسی لئے آپ ملاّصاحب سنڈاکے کے نام سے مشہور ہوئے۔ زہد و عبادت میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ بہت بڑے عالم فاضل عابد و زاہد تھے۔ ملاّصاحب ہڈہ کے آپ خاص مریدوں میں سے تھے۔ دیر کے لوگوں نے جب نواب دیر اور انگریزوں سے نجات حاصل کرنا چاہی تو آپ کو دیر لائے تاکہ آپ کی قیادت میں آزادی حاصل کر سکیں۔ آپ چونکہ ایک مقدس اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اس لئے اہل دیر کا یہ خیال تھا کہ آپ کی قیادت میں آزادی کے حصول میں آسانی ہوگی آپ ملاّصاحب ہڈہ کے خلیفہ بھی تھے اس لئے اہل دیر یہ چاہتے تھے کہ ملاّصاحب ہڈہ کے عقیدت مند آپ کی وجہ سے ضرور ان کا ساتھ دیں گے۔ جب سید عبدالجبار شاہ سوات کے حکمران ہوئے تو ملاّصاحب سنڈاکے کو ان کی حکومت میں شیخ الاسلام مقرر کیا گیا۔ انہی دنوں عیسائی طاقتیں ترکی کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کے لئے مصروف جنگ تھیں ملاّصاحب سنڈاکے نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا آپ کی تجویز کے مطابق ایک زبردست لشکر تیار کیا گیا اور انگریزوں پر حملہ شروع کر دیا گیا۔ انگریزی لشکر پہلے سے تیار بیٹھا تھا اس نے زبردست گولہ باری کی مجاہدین آزادی کو انگریزی لشکر کی زبردست طاقت کے مقابلے میں کامیابی نہ ہوئی اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔ انگریزوں نے نواب دیر کی فوجوں کو بھی بلا لیا اور مشترکہ طور پر سوات کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ملاّصاحب سنڈاکے بنیر پہنچ کر شیخ علی ترمذی کے مزار پر بیٹھ گئے ان کی یہ خواہش تھی کہ بنیر کے لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے تیار کر سکیں چنانچہ بنیر میں رہ کر آپ نے اہل بنیر کو جہاد پر آمادہ کیا اور بنیر سے مجاہدوں کا ایک دستہ لے کر سوات پہنچے وہاں پایئں سوات کے جنوبی و مغربی حصے میں شموزئی اور اون زئی کے درمیان ڈوپ نامی پہاڑ پر ایک مورچہ قائم کیا اور انگریزی لشکر پر پے در پے چھاپے مارنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہر روز رات کے وقت انگریزی لشکر پر چھاپے مارے جاتے تھے۔ کئی انگریزی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ان مسلسل چھاپوں سے انگریزی فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ پیش قدمی کرنے کی بجائے پیچھے ہٹ کر چکدرہ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئی۔ ملاّصاحب زندگی کے آخری مرحلے

تک انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔

جہاد کے فریضے کے ساتھ ساتھ ملاّ صاحب سنڈاکے اہل سرحد کو بری رسموں کے ترک کرنے اور خالص اسلامی طرز کی زندگی بسر کرنے کی تبلیغ کرتے رہے۔ آپ کی یہ بہت بڑی آرزو تھی کہ سرحد کے لوگ جنہیں انگریزوں نے جان بوجھ کر جہالت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ زیور علم سے آراستہ ہوں۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے حاجی صاحب ترنگزئی کے ایما پر تہکال میں ایک عالیشان اسلامی یونیورسٹی کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے تاکہ اس یونیورسٹی سے عالم فاضل اور مجاہد طلباء پیدا کر کے انگریزوں کی حکومت کا خاتمہ کیا جا سکے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے تہکال میں پہلے تو ایک بنیادی اسلامی مدرسے کی بنیاد ڈ جس کا افتتاح حاجی صاحب نے کیا۔

حاجی صاحب کی ہدایت پر آپ نے بھی قبائلی علاقے میں پہنچ کر انگریزوں کے خلاف جہاد کی تحریک میں تاریخی کردار ادا کیا۔
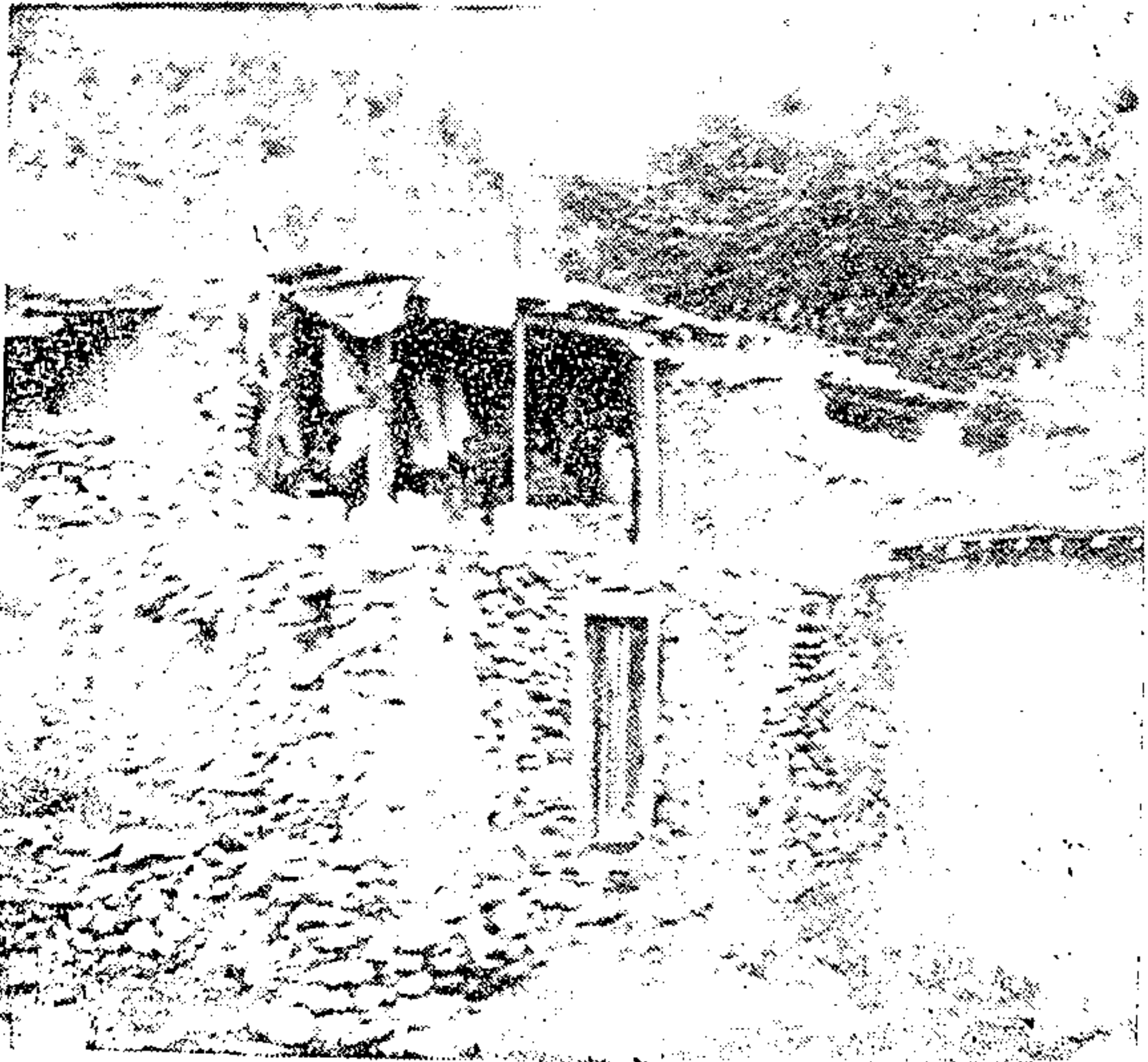
حاجی صاحب کے مزار کا ایک اور بیرونی منظر

ملّا مستان:۔ اس نامور مجاہد اور عالم دین کا نام سعد اللہ خان تھا۔ آپ بنیر کے ایک معزز خاندان کے ایک رکن تھے۔ اسلامی تعلیم پر عبور حاصل کرنے کے لئے آپ نے برصغیر کی مختلف اور بڑی اسلامی درس گاہوں میں داخل ہوئے۔ جہاں بھی کہیں کوئی عالم اور صوفی باطریقت ملّا اس سے ملّا صاحب نے فیض حاصل کیا۔ آپ نے ایک عرصے تک اجمیر شریف میں بھی قیام کیا۔ ۱۸۹۵ء میں واپس اپنے وطن آئے۔ آپ بچپن سے ہی بڑے بہادر اور نڈر صفت تھے۔ اجمیر سے واپس آنے کے بعد آپ علمی جذبے اور شوق جہاد کی وجہ سے ملامستان اور سرطور فقیر کے نام سے مشہور ہوئے انگریزوں نے جہاں قبائلی مجاہدوں اور اپنے مخالف غازیوں کو لٹیرا اور ڈاکو کا نام دیا وہاں ملامستان جیسے متبحر عالم کو (میڈ ملّا) دیوانہ ملا کا نام دیا۔

ملّا مستان نے وطن واپس آکر عوام کو جہاد کی تبلیغ دینا شروع کی عوام جوق در جوق جذبہ جہاد سے سرشار ہونے جا رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر انگریزوں نے ۱۸۹۷ء میں مردان سے گائیڈز نامی فوج طلب کی اور فیصلہ کیا کہ امان درہ پر جو ملّا مستان کی تبلیغ کا مرکز ہے۔ قبضہ کیا جائے۔ ملّا صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے خود ۲۶ جولائی ۱۸۹۷ء کو لنڈاکئے سے تھانے کی طرف کوچ کیا۔ ان کے ساتھ کافی لوگ علم جہاد ہاتھوں میں لئے تکبیر کے نعروں سے قبائلی علاقوں میں جوش و خروش پیدا کرتے ہوئے تھانے کی طرف جا رہے تھے۔ چلتے چلتے سینکڑوں قبائلی مجاہد اُن کے ساتھ ہو لئے۔ اس دوران ملّا صاحب کو پتہ چلا کہ انگریز درے پر قبضہ کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں۔ تو ملّا صاحب نے فوراً ڈھنڈ، بٹ خیلہ اور پیر کورونہ سے ہوتے ہوئے ملاکنڈ پر انگریزوں پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔ پولیٹیکل افسر میجر ڈین نے حالات کا جائزہ لے کر اپنے لشکر کو ان مجاہدین پر حملہ کرنے کا پہلے ہی سے حکم دے دیا تھا۔ تجویز یہ تھی کہ دن نکلتے ہی ملّا مستان کے لشکر کو آتے ہی ختم کر دیا جائے۔ انگریزوں کو مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ مجاہد صبح کے وقت یہاں پہنچیں گے لہٰذا میجر نے صبح کے وقت کے لئے تمام حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کے حکم نافذ کر دیئے تھے۔ ادھر ملّا صاحب نے مجاہدوں کی قیادت کرتے ہوئے رات کے نو بجے ملاکنڈ پہنچ کر انگریز فوجوں پر حملہ کر دیا۔ انگریز حواس باختہ ہو گئے۔ انگریزی فوج کے ساتھ سکھ بٹالین بھی تھی انگریزوں نے سکھوں کو مقابلے کے

لئے جھونک دیا اور خود ہوش و حواس ٹھیک کرنے لگے مجاہدین نے سکھ فوجیوں کو موت کی نیند سلا کر انگریزوں سے دست بدست لڑائی شروع کر دی۔ لاشیں تڑپتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ مجاہدین نے زبردست جنگ کے بعد کوارٹر گارڈ پر قبضہ کر لیا تمام اسلحہ و بارود بھی اپنے قبضے میں کر لیا۔ صبح تک یہ لڑائی ہوتی رہی۔ ملا مستان نے خود بھی لڑائی میں حصہ لیا اور کئی انگریزوں کے سروں کو اڑایا۔ صبح کے وقت انگریزی فوج نے لاشوں کو شمار کیا تو ۱۹ مجاہدین کی لاشوں کے ساتھ ایک انگریز کرنل۔ ایک انگریز لفٹننٹ ایک انگریز میجر کی لاشوں کے ساتھ ۲۱ سکھ اور انگریزی فوج کی لاشیں ملیں ان کے علاوہ ایک کیپٹن اور ایک لیفٹیننٹ اور ۳۱ فوجی شدید زخمی حالت میں خون میں لت پت پائے گئے اس کے بعد وہ آخر دم تک حاجی صاحب کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں برسرپیکار رہے۔

حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل دوم اور مصنف

مولانا عبیداللہ سندھی

آپ ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو پنجاب کے ایک ضلع سیالکوٹ میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد فوت ہو چکے تھے۔ والد سکھ زرگر تھے۔ پورا کنبہ بھی زرگروں کا تھا مال و دولت سے بے نیاز گھرانہ تھا۔ مولانا کے ماموں جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں پٹواری تھے۔ جب مولانا نے ہوش سنبھالا تو ماں نے ماموں کے پاس بھیج دیا کہ وہاں بچہ تعلیم حاصل کر سکے۔ ماموں نے جام پور کے ایک پرائمری سکول میں بھانجے کو داخل کر دیا ڈیرہ غازی خان اور سندھ کا علاقہ ان دنوں تصوف کا مرکز تھا مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مولانا مسلمانوں سے میل جول شروع کر دیا۔ تصوف کا چرچا گھر گھر تھا۔ قدرت نے اس بچے کے دل میں حق و صداقت کی شمع روشن کی۔ ایک دن یہ بچہ سکول سے حق کی تلاش میں ماں، ماموں کو اطلاع دیئے بغیر نکل پڑا۔ اور سوچ و فکر کی دنیا میں کھویا ہوا سندھ پہنچا۔ اور ایک خدا شناس بزرگ کے دست مبارک پر جا کر اسلام قبول کر لیا۔ اور اسی بزرگ کی خدمت میں روحانی تربیت حاصل کرنا شروع کر دی۔ پچیس برس کی عمر میں یہی بچہ علم حاصل کرنے کے لئے دیو بند پہنچا۔ مولانا محمود الحسن کی خدمت میں جا کر اسلامی علوم حاصل کئے۔ دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد مولانا عبیداللہ سندھی سندھ پہنچے۔ اور ایک مدرسہ قائم کر کے اسلامی تعلیم کی اشاعت کا کام شروع کیا۔ مولانا نے جو مدرسہ قائم کیا تھا اس کا نام نظارۃ المعارف تھا۔ اس مدرسے میں طلباء کے قیام و طعام کا بھی معقول انتظام کیا۔

مولانا اگست ۱۹۱۵ء میں کابل پہنچے۔ افغانستان میں اس وقت امیر حبیب اللہ خان کی حکومت تھی۔ امیر حبیب اللہ خان سلطنت کے خارجی معاملات میں ایک معاہدے کی پابندی کی وجہ سے کوئی قدم برطانیہ کے صلاح و مشورے کے بغیر اٹھانے سے ہچکچاتے تھے۔ چنانچہ جرمنی اور عثمانی سلطنت کے نمائندوں نے جب کابل آ کر امیر حبیب اللہ خان کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے لئے ہندوستانی مجاہدین کا ساتھ دیں مگر امیر حبیب اللہ نے برطانوی حکومت سے بگاڑنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ یہی کشمکش جاری تھی کہ افغانستان میں انقلاب رونما ہوا۔ امیر حبیب اللہ اپنے سرمائی پایہ تخت جلال آباد میں کسی نامعلوم قاتل کی گولی کا نشانہ بنے ان کے بعد

ان کا بھائی نصراللہ خان تخت کا وارث بن کر اٹھا لیکن تقدیر نے مرحوم کے ایک منجھلے صاحبزادہ کی سازگاری کی اور وہ امیر افغانستان بن گیا امیر امان اللہ خان نے برسر اقتدار آتے ہی ہندوستان پر حملہ کر دیا ایک مختصر سی لڑائی کے بعد دونوں حکومتوں میں صلح ہوگئی اور امیر امان اللہ خان ہز مجسٹی امان اللہ خان بن گئے اور افغانستان امارت سے دولت مستقلہ کے بلند مقام پر پہنچ گیا اور خارجی اور داخلی ہر لحاظ سے ہندوستان کی یہ ہمسایہ سلطنت آزاد ہوگئی۔

امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ حکومت کے بعد مولانا نے امیر امان اللہ خان کا دور بھی دیکھا آخر مولانا نے ۱۹۲۲ء میں افغانستان چھوڑنے کا فیصلہ کیا افغانستان سے آپ روس چلے گئے اور ایک سال تک آپ نے روس کے سفر اور ماسکو کے قیام میں گزارا۔ ماسکو سے آپ ۱۹۲۳ء میں ترکی چلے گئے۔

مولانا نے روس میں اشتراکی انقلاب کے کارکنوں کو سرگرم عمل دیکھا۔ ماسکو میں مولانا کا قیام تقریباً ایک برس تک رہا۔ افغانستان میں قیام کے دوران آپ نے علماء کی "تنگ خیالی اور اسلامی حکومت کی گراوٹ کے بہت سے مناظر دیکھے تھے۔ اور انہیں اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ علم و مذہب اور دولت و حشمت کے یہ سب بے جان جسم ہیں۔ افغانستان سے آپ روس گئے تو وہاں اشتراکی اثر اور اشتراکی نظام سے آپ بہت ہی زیادہ متاثر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے بھی کوشش کی کہ علماء "تنگ خیالی کو چھوڑ کر علم کے صحیح راستوں پر گامزن ہوں" تاکہ لوگ علم کی روح سے جاندار بن جائیں۔

ماسکو سے آپ ترکی آئے اس وقت ترکی میں مصطفےٰ کمال ترکی کو کمالی ترکی بنا رہے تھے خلافت منسوخ کی جا چکی تھی۔ شرعی قانون کی جگہ سوئٹزرلینڈ کے قانون نے لے لی تھی۔ ترکی ٹوپی ممنوع قرار دیدی گئی تھی۔ شیخ الاسلام کو ترکی سے رخصت کر دیا گیا تھا۔ اوقاف ضبط اور مذہبی مدارس سے حکماً بند کر دیئے گئے تھے۔ ترکی زبان عربی حروف کے بجائے زبردستی لاطینی حروف میں لکھوائی جاتی تھی۔ مولانا نے ساڑھے تین سال تک ترکی میں رہ کر ترکوں کی زندگی اور تہذیب و تمدن کے انقلاب کا بچشم خود مطالعہ کیا۔

ترکی سے آپ حجاز گئے سوئٹزرلینڈ کی سیاحت بھی کی۔ حجاز میں ان دنوں ابن سعود کی حکومت قائم ہو چکی تھی دس بارہ سال تک مولانا حجاز میں مقیم رہے اور ابن سعود کی خالص اسلامی حکومت کا نہایت قریب سے مطالعہ کرتے رہے۔ حجاز کے زمانہ قیام کے دوران آپ سیاسی سرگرمیوں سے بالکل دور رہے اور آپ نے تمام وقت درس و تدریس میں گذارا۔ آخر، ۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو آپ کراچی کے ساحل پہ اترے ہندوستان واپس آنے کے بعد آپ نے اپنے خیالات کی اشاعت شروع کر دی۔ مولانا کی تعلیم کا لب لباب یہ تھا مولانا "تنگ نظر علماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ گھروندے جو تم نے بنا رکھے ہیں اور انہیں تم تک الافلاک سے بلند سمجھتے ہو یہ گھروندے زمانے کے ہاتھ سے اب بچ نہیں سکتے تمہارا تمدن۔ تمہارا سماج۔ تمہارے افکار تمہاری سیاست اور تمہاری معاشرت کھوکھلی ہو چکی ہے تم اسے اسلامی تمدن کہتے ہو لیکن اس تمدن میں اسلام کا کہیں شائبہ تک نہیں تم مذہب کا نام لیتے ہو یہ مذہب تمہاری ہٹ دھرمی کا نام ہے مسلمان بنتے ہو تو اسلام کو سمجھو۔ یہ اسلام جسے تم اسلام کہتے ہو یہ تو کفر سے بھی بدتر ہے تمہارے امیر جاہ پرست ہیں حکمران شہوات میں پڑے ہیں اور غریب طبقے توہمات کا شکار ہو رہے ہیں۔ بدلو ورنہ زمانہ تمہارا نشان تک بھی نہ چھوڑے گا۔ سمجھو ورنہ مٹا دیئے جاؤ گے۔"

مولانا کے نزدیک خدا کا سچا مذہب وہ ہے جو خدا سے زیادہ قریب ہو۔ اور خدا سے قربت کے یہ معنی ہیں کہ وہ فرقوں اور قوموں سے بالاتر ہو کر ساری انسانیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ " مولانا کے نزدیک اصل دین یہی ہے باقی سب رسوم اور روایتیں ہیں۔ قرآن کا مقصد انسانیت کو ان رسوم اور روایتوں کے بندھنوں سے آزاد کرانا ہے بدقسمتی سے ہر قوم نے ان رسوم اور روایتوں کو اصل مذہب سمجھ لیا ہے اور اپنی رسموں اور روایتوں کو بنیاد بنا کر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن کا سچا ماننے والا وہ ہے جو ان بے رُوح رسوم اور روایتوں کے خلاف جہاد کر کے انسان کو اس کا نام انسانیت کے معراج پر

پہنچائے یہی اسلام ہے اور اسی کا نام انسانیت ہے۔"

مولانا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کی روشنی میں زندگی کے آخری لمحے تک عملی اور علمی طور پر یہی کوشش کی کہ اسلام کو دنیا کے موجودہ اقتصادی سماجی اور سیاسی حالات میں ایک عالمگیر طاقت بنایا جائے۔ اس سلسلے میں مولانا نے تنگ نظر عالموں کو بار بار مخاطب ہوکر کہا کہ وہ اسلام کی صحیح روح کو پہچانیں مولانا نے اسلام کے اجتماعی، اقتصادی اور سماجی نظام کا بڑی دقت نظر سے مطالعہ کیا تھا اور دوسری جانب مولانا نے انیسویں صدی کے اواخر میں اور بیسویں صدی کے شروع میں جو دنیا میں عظیم الشان صنعتی انقلاب ہوا اور اسی انقلاب کے جو اثرات انسان کے فکر اور انسان کے تخیل پر پڑ رہے ہیں ان سب کا عمیق نظروں کے ساتھ جائزہ لیا تھا جس کے بعد مولانا نے ایک نتیجے پر پہنچ کر اپنا ایک مستقل نظریہ قائم کیا تھا یہی وجہ تھی کہ جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے کے بعد جب مولانا اپنے وطن واپس پہنچے تو انہوں نے یہی کوشش کی کہ لوگ اسلام کی صحیح روح سے روشناس ہوں۔ تاکہ سوسائٹی کی نئے سرے سے تشکیل اور تعمیر ہو سکے۔ اسی تگ و دو میں ان کی زندگی گذرتی گئی مگر ان کی دلی آرزو پوری نہ ہو سکی کیونکہ علماء کا ایک طبقہ ایسا تھا جو لکیر کا فقیر تھا اور مسلمانوں کو جدید تقاضوں کے مطابق اور زمانے کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق زندگی گذارنے کے راستے میں حائل تھا بہر حال مولانا نے مخالفت کی پرواہ نہیں کی، وہ اپنے مشن میں لگاتار مصروف رہے۔ مولانا ہندوستان کی آزادی کے لئے بعد میں سیاسی طور پر کانگرس سے منسلک ہو گئے تھے، مگر انہوں نے گاندھی ازم اور ہندوؤں کے متعصبانہ رویے پر سخت نقطہ چینی کی اور یہ کوشش کی کہ کانگرس جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ جماعت ہے اس پر ہندوؤں کی اجارہ داری نہ رہے۔ مولانا نے ہندو رام راج قائم کرنے کی سخت مخالفت کرتے ہوتے کہا۔

"کانگرس آغاز کار میں اعتدال پسند سیاست دانوں کی تحریک تھی لیکن بتدریج اس میں ہندوستان کے انقلابی عناصر شامل ہوتے چلے گئے تقسیم بنگال کے موقع پر پہلی بار انقلاب پسند گروہ کانگرس

پر چھا گیا ان میں بیشتر بنگالی بھی تھے اور ان کا مقصد بنگال کی تقسیم کو منسوخ کرانا تھا۔ چنانچہ اپنی اس جدوجہد میں وہ بہت حد تک کامیاب رہے ۱۹۳۰ء میں دوبارہ کانگریس کی باگ ڈور انقلابی گروہ کے ہاتھ آئی لیکن ہندو اور مسلمان دونوں کے دونوں اس میں برابر کے شریک تھے دونوں نے مل کر تکلیفیں اٹھائیں۔ سختیاں جھیلیں اور قربانیاں دیں لیکن دقت یہ آپڑی کہ مسلمان ایک لحاظ سے اس ضمن میں دوسرے ممالک یعنی دولت عثمانیہ کے لئے بھی کام کر رہے تھے ترکی میں انقلاب آیا پرانا ترک شکست کھا گیا۔ نئے ترک نے نئی زندگی کے ساتھ خلافت کا بار سنبھالنا قبول نہ کیا اس نے خلافت کو منسوخ کر دیا اور یورپی طرز پر خالص قومی اصولوں کے مطابق اپنی حکومت بنائی۔ قدرتی طور پر اس کا برا اثر ہندوستان کے مسلمانوں کی اس وقت کی سیاسی تنظیم پر بھی پڑا اور ان میں آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے چنانچہ وہ مسلمان جماعتیں جو خلافت اور کانگریس کے اس اتحاد عمل سے خوش نہ تھیں انہیں خدا نے بڑا اچھا موقع دیا اور انہوں نے جی بھر کر اس تحریک کے رہنماؤں کے خلاف عوام کو بھڑکایا خلافت تحریک بدنام ہوئی اور اس کے ساتھ مسلمان عوام میں کانگریس کو بھی بہت برا بھلا کہا جانے لگا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں پھوٹ بڑھتی چلی گئی اور تحریک خلافت کے رہنما بھی اپنی قوم میں ہر دلعزیز ہونے چلے گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کانگریس جو ۱۹۲۰ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی قیادت سے مختص ہو گئی اور گاندھی جی اس کے ڈائرکٹر اور مختار بن گئے وہ جو چاہتے کرتے جس کو صدر بنانے کی سفارش ہوئی وہ کانگریس کا صدر بن جاتا جو پالیسی گاندھی جی چلانا چاہتے کانگریس اس کو اپنا مسلک اور اصول بنا لیتی آخر ہوا یہ کہ کانگریس محض گاندھی جی کی شخصیت کا آئینہ دار بن کر رہ گئی۔

ہندوستان کی شومئی قسمت سے گاندھی جی محض ایک سیاسی لیڈر نہ رہے

وہ ایک مذہبی رہنما بھی بنے ہندو مذہب کا احیا بھی ان کا مقصد ٹھہرا محض سیاسی مقاصد نہیں بلکہ مذہبی عقائد کے لئے بھی ان کی ذات پاک بن گئی وہ مہاتما بنے اور ان کے بعض اہل مذہب نے ان کو اوتار بنا دیا بننے کو تو وہ سب کچھ بن گئے لیکن زیادتی یہ ہوئی کہ ایک طرف تو ان کی قوم نے ان کو ہندو دھرم کا زندہ کرنے والا مہاتما اور اوتار بنا دیا۔ اور دوسری طرف وہ ایک ایسی جماعت کے مختار مطلق اور کرتا دھرتا بنے رہے جو صرف ہندوؤں کی جماعت نہ تھی۔ بلکہ اس میں ہندوستان کی غیر ہندو قومیں بھی شامل تھیں اور ظاہر ہے گاندھی جی کی مذہبی شخصیت اور ان کی گوناگوں نیم مذہبی اور نیم غیر سیاسی سرگرمیاں غیر ہندو قوموں کے لئے باعث تسکین بن سکتی تھیں نتیجہ یہ نکلا کہ ادھر کانگرس گاندھی جی اور ان کے فلسفہ زندگی کو یعنی گاندھی ازم کا عملی پیکر بنتی چلی گئی اور ادھر غیر ہندو جماعتیں اور خصوصاً مسلمان کانگرس سے بدظن ہوتے چلے گئے۔ گاندھی بھگتوں کی جرأت کا کمال دیکھئے کہ ایک وقت میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے سیکرٹری نے برملا یہ اعلان کیا کہ کانگرس گاندھی جی ازم کا دوسرا نام ہے اور گاندھی ازم محض ایک سیاسی مسلک نہیں بلکہ وہ ایک لائحہ زندگی ہے ایک فلسفہ ہے جس کو کانگرس میں رہنا ہو۔ وہ گاندھی ازم کے اصول کو اپنائے اور جو اس کے لئے تیار نہ ہو اس کی جگہ کانگرس میں نہیں"۔ گاندھی کی اس اجارہ داری نے کانگرس کو واقعی ان الزامات کا مستحق بنا دیا جو آج کل مسلمان اسے دیتے ہیں چنانچہ ۱۹۲۰ء کی کانگرس جو دونوں قوموں کے سیاسی اتحاد اور عملی تعاون کا نمونہ تھی وہ گاندھی بھگتی کا ادارہ بن گئی اور مجبوراً مسلمان کانگرس سے بیزار ہو کر ہندوؤں سے کلی انقطاع کے منصوبے کرنے گئے[1]

مولانا حسین احمد مدنی جو کانگرس کے ساتھ پیوند کی طرح چمٹے ہوتے تھے۔ ان کے متعلق مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں۔

---

[1] مولانا عبیداللہ سندھی از پروفیسر محمد سرور

"مجھے تعجب ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی مصطفےٰ کی ترکی تحریک کے تو خلاف ہیں لیکن حکومت برطانیہ کی عداوت میں اس پر کبھی غور نہیں کیا کہ گاندھی جی جو ہندوستانی تحریک چلا رہے تھے اس سے ہندوستان کے مسلمانوں کی قومی شخصیت کو کس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔"[1]

مولانا کے نزدیک گاندھی ازم ہندوستان کے لئے بہت بڑا خطرہ تھا گاندھی جی نے ہندوستانیت کو ہندو قوم ہندو ذہنیت اور ہندو زبان میں محدود کر کے مسلمانوں کے لئے اس ملک میں اپنا قومی وجود قائم رکھنا مشکل کر دیا تھا مولانا نے گاندھی ازم اور ہندوؤں کے خطرناک عزائم کو دیکھ کر فرمایا تھا۔

"گاندھی ازم کے خلاف مسلم لیگ یا خاکسار صف آرا ہوتے ہیں تو مجھے ایک گونہ مسرت ہوتی ہے۔"[2]

بادشاہ گل سوم پیر سید فضل معبود بادشاہ

۱۔ مولانا عبید اللہ سندھی از پروفیسر محمد سرور
۲۔ " " " "
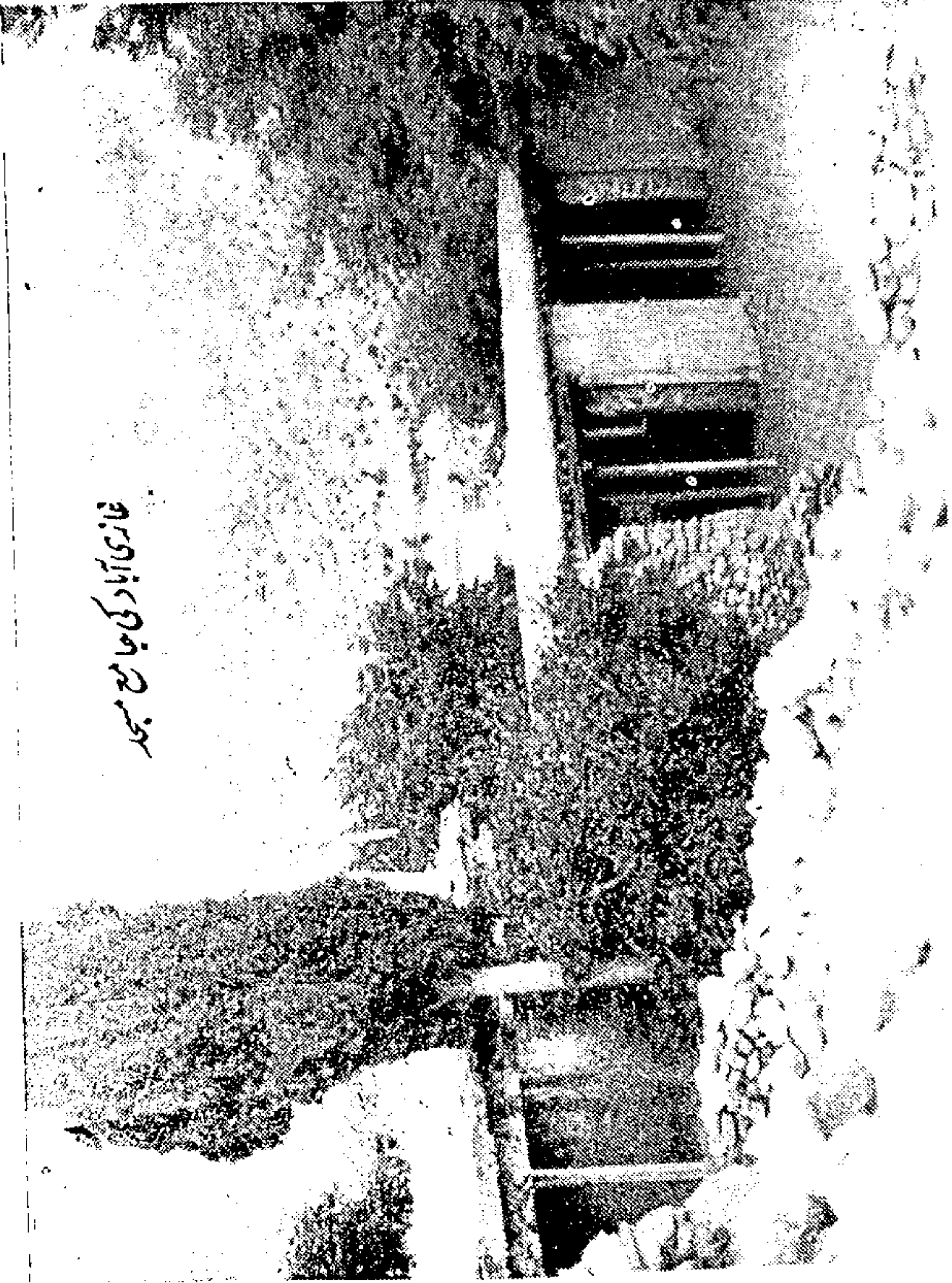
مولانا محمد ایوب خان :۔ آپ طورو ضلع مردان کے آموخیل خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد محمد افضل خان بہت ہی نیک کردار کے مالک تھے۔ طورو کے خوانین میں سے تھے مگر باوجود امیر اور دولت مند ہونے کے انتہائی منکسر المزاج طبیعت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنا بچپن مذہبی ماحول میں گذارا کیونکہ ان کے والد محمد افضل خان مذہب اسلام کے سچے شیدائی تھے، جنہوں نے اپنے دو بیٹوں اور ایک بیٹی کو سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کرایا۔ اور پھر دینی تعلیم سے مزین کیا محمد ایوب خان بہت بڑے عالم فاضل اور باعمل شخصیت کے مالک تھے۔ قرآن کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ علم حدیث، علم فقہ، علم منطق، علم فلسفہ اور فن کتابت پر پورا پورا عبور رکھتے تھے۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے جب اصلاح معاشرہ کی تحریک کا آغاز کیا تو آپ اس تحریک میں حاجی صاحب کے معاون کے طور پر کام کرنے لگے آپ عالموں اور فاضلوں کے اس گروہ میں شامل تھے جو حاجی صاحب کی معیت میں گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو اسلامی اصولوں پر کاربند رہنے اور غیر اسلامی رسومات کو ترک کرنے کی تبلیغ میں مصروف عمل تھا۔

جب حاجی صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا تو آپ نے بھی حاجی صاحب کیساتھ ہی ترک سکونت کر کے قبائلی علاقے میں جا کر حاجی صاحب کی قیادت میں جہاد شروع کیا۔ حاجی صاحب نے علماء و مشائخ کے مشورے سے مولانا محمد ایوب کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا۔ آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر ایک مقدمے کا فیصلہ کرتے تھے اور خطابت کے فرائض بھی وہی سرانجام دیتے تھے مذکورہ فرائض کے علاوہ وہ میدان جہاد میں بھی ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل ہو کر بڑی بہادری سے انگریزی فوجوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ انگریز حکام نے انہیں بھی حکومت برطانیہ کا باغی قرار دیکر ان کی بھی جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی تھی آپ کی بیوی اور بچے بھی آپ ہی کے ساتھ ہجرت کر کے غازی آباد چلے گئے تھے۔ آپ کی بیوی محترمہ نے مصنف کو مندرجہ ذیل چشم دید حالات بتائے۔

ایک دفعہ پنج پائے کے مقام پر حاجی صاحب ترنگزئی مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے مقابلہ انگریزوں کی بھاری فوج سے ہو رہا تھا جن کے پاس ٹینک اور جدید قسم کی توپیں بھی تھیں ان فوجوں کی مدد ہوائی جہاز بھی کر رہے تھے۔ زمین سے توپوں اور مشین گنوں کے منہ سے مجاہدین پر آگ برسائی جا رہی تھی اور آسمان سے ہوائی بمباری ہو رہی تھی مگر باوجود اس آگ اور خون کے معرکے کے مجاہدین اپنے مورچوں سے انگریزی فوج کا بڑی بہادری اور بے باکی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر ہوائی جہاز کا نشانہ بنا رہے تھے

کہ ایک مجاہد لشم خان نے انہیں دھکا دے کر ہوائی بمباری کی زد سے بچانا چاہا گولہ لشم خان کو لگا جس سے لشم خان کا تمام جسم چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں اور ذرّوں کی صورت میں ایسا اڑا کہ اس کا نام ونشان تک نہ ملا۔ یہ واقعہ ہماری قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر ہوا۔ اور ہم گھر کی تمام عورتیں اس منظر کو دیکھ کر کلمہ کا ورد کرنے لگیں۔ گھر کے باہر میرے شوہر مولانا محمد ایوب خان کھڑے نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ چند مجاہدین نے انہیں پکار کر کہا کہ مولانا صاحب جہاز بمباری کر رہے ہیں اندر آجائیں مگر انہوں نے نماز نہ چھوڑی اور نماز ختم کر کے بندوق ہاتھ میں لی اور مورچے میں جا کر ہوائی جہازوں پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ شام تک یہ معرکہ ہوتا رہا جب رات کے اندھیرے میں وہ گھر پہنچے تو ان کا عمامہ تمام گولیوں سے چھلنی تھا مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ ان کے جسم اور سر میں گولی کا کوئی نشان نہ تھا اسی طرح باجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ بھی کئی دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ان کے کپڑے گولیوں سے چھلنی ہو جاتے مگر قدرت کا کرشمہ یہ ہوتا تھا کہ ان کے جسم کو خراش تک نہ آئی تھی۔

لیکنڈی کے مقام پر جب انگریزی فوجوں نے حملہ کیا تو حاجی صاحب نے رات کے اندھیرے میں آکر ہماری قیامگاہ پر دستک دیکر میرے شوہر کو باہر بلا کر کہا "مولوی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ فرنگیوں نے لیکنڈی پر حملہ کر دیا ہے۔ آپ مجاہدین کو اکٹھا کر کے علم جہاد لے کر تیار ہو جائیں تاکہ دشمن کے حملے کو پسپا کر دیا جائے۔ چنانچہ میرے شوہر نے اندر آکر بندوق ہاتھ میں لی سبز جھنڈا اٹھایا اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کر کے الجہاد اور الجہاد کے نعرے بلند کئے دیکھتے ہی دیکھتے مجاہدین ہتھیار اٹھا کر اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے جمع ہو گئے حاجی صاحب ترنگزئی نے ہتھیار باندھ کر اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر مجاہدین کی قیادت کی اور بہ تمام لشکر انگریزی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے لیکنڈی کی طرف بڑھا اس مقام کو فتح کرنے کے لئے انگریزی فوجیں چھ ماہ سے مسلسل حملے کر رہی تھیں مگر ہر بار انہیں مجاہدین کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس دفعہ بھی مجاہدین کامیاب ہو کر واپس آئے۔

ایک دفعہ میں اور حاجی صاحب کی بیٹیاں اپنی قیام گاہ پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ اچانک ہوائی جہازوں کا شور سنائی دیا۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے پوچھا دیکھو یہ جہاز کس طرف سے آ رہے ہیں؟ ہم نے ادھر دیکھ کر کہا کہ پشاور کی طرف سے آ رہے ہیں حاجی صاحب نے پوچھا کتنے جہاز ہیں؟ ہم نے کہا "تین ہیں" انہوں نے پھر پوچھا کہ ان کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ ہم نے اس سوال پر جہازوں کی طرف دیکھا تو تین بڑے بڑے پرندے ان کا پیچھا کرتے ہوئے دکھائی

دیئے ہم نے حاجی صاحب کو جب یہ کیفیت بتائی تو فرمانے لگے "خدا نے ہماری مدد کے سامان خود مہیا کر دیئے ہیں آپ لوگ گھبرائیں نہیں یہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

چنانچہ ان جہازوں نے بجائے غازی آباد میں ہمارے ٹھکانوں پر حملہ کرنے کیلئے سامنے کی پہاڑی پر بم برسائے تقریباً ایک گھنٹہ بمباری ہوتی رہی تینوں پرندے ان جہازوں کے ساتھ ہی تھے۔ ایک گھنٹے کی بمباری کے بعد یہ جہاز واپس چلے گئے۔ ہمارے ٹھکانوں کو یا ہمارے کسی مجاہد کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔"

حاجی صاحب ترنگ زئی نے انگریزوں کے وظیفہ خوروں کے خلاف جب جنگ شروع کی، اور ان کے مکانات کو سزا کے طور پر جلانا شروع کیا تو انگریزوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کرا دیا کہ مسلمانوں کی جان و مال کو نقصان پہنچانا اسلام میں جائز نہیں ہے لہٰذا حاجی صاحب ترنگزئی کا یہ فعل اسلام کے منافی ہے۔ اس پروپیگنڈے کا بہت سے قبائلی جب شکار ہوئے اور حاجی صاحب ترنگزئی کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تو مولانا محمد ایوب نے ایک کتاب بنام (حق المقال) لکھوا کر قرآن و حدیث اور سنت کی رو سے یہ ثابت کیا کہ منافقین کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ اسلام میں جائز ہے۔ مولانا محمد ایوب نے ساری عمر جہاد میں گزاری اور ۱۳ نومبر ۱۹۵۰ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔

حاجی صاحب علماؑ اور محققین کی نظر میں

شہزادہ مولوی ترنگزئی کے ایک عالم فاضل مولانا شہزادہ میاں نے مصنف کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا۔

"میں تقریباً تیس سال سے اس مسجد میں اسلامی علوم کی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں جس مسجد میں حاجی صاحب ترنگ زئی نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اور پھر اسی مسجد میں حاجی صاحب نے امر بالمعروف کے کام کا آغاز کیا تھا اس مسجد کو مسجد پیران کہتے ہیں یہاں دور دراز کے طلباء آکر فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اسی مسجد میں میرے والد محترم مولانا محمد اسمٰعیل نے بھی کافی عرصے تک درس و تدریس کا فرض سرانجام دیا ہے اور بے شمار لوگوں کو علم حدیث، فقہ اور تفسیر کی تعلیم دیکر اسلامی علم سے بہرہ ور کیا ہے۔
حاجی صاحب نے اپنے گاؤں ترنگزئی کی اسی مسجد میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور پھر میرے والد محترم سے فقہ کی عربی کتاب کنز اخیر پڑھی ہے۔"

شہزادہ مولوی نے کہا "حاجی صاحب کی سنت نبویؐ کی پیروی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بخاری جلد ثانی ص۱ کے مطابق ستائیس جہاد کئے ہیں۔ اور حاجی صاحب ترنگ زئی نے بھی ۲۷ جہادوں میں حصہ لیکر ان جہادوں کی کمان کرتے ہوئے سنت نبوی کی مکمل پیروی کی۔

میں نے کسی بھی مذہبی یا روحانی عالم کو آج تک نہیں دیکھا جس کے مقلدین کے ساتھ اس کے مخالفین کی تعداد بھی کافی نہ ہو مگر قدرت نے حاجی صاحب ترنگ زئی کو وہ کمال عطا کیا تھا کہ عالم، مشائخ، تمام کے تمام ان کا احترام کرتے تھے اور ان کی قیادت میں کام کرنا فخر سمجھتے تھے آج تک باوجود اس کے کہ انہیں فوت ہوئے کافی عرصہ بیت چکا ہے مگر ان کی اسلام دوستی اور جدوجہد آزادی کی وجہ سے اور ان کی روحانی اور مذہبی خدمات کی وجہ سے میں بھی انہی کے مشن کی تکمیل میں مصروف ہوں بلکہ مجھے روحانیت کا درس یا مجھے جو علم باطنی عطا ہوا ہے یہ بھی مجھے حاجی صاحب ہی کی ذات بابرکات سے حاصل ہے میں ان کے

خلیفہ کی حیثیت سے ان کے مشن کی تکمیل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں میں ان دنوں جب کہ حاجی صاحب غازی آباد میں مقیم تھے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کر رہے تھے غازی آباد میں ان سے ملاقات کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک دن اور ایک رات ان کی خدمت میں رہ کر ان سے بیعت کی اور تصوف کا سبق ان سے حاصل کر کے اور پھر ان کی اجازت سے واپس ترنگ زئی آ کر لوگوں کی اخلاقی، روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دینے لگا اور آج تک یہ خدمت سرانجام دے رہا ہوں بلکہ جب تک میرے بدن میں جان ہے میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے نقش قدم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ اصلاح معاشرہ اور پاکیزگی نفس اور اسلامی تعلیم دینے میں مصروف رہوں گا خدا مجھے توفیق عطا فرمائے۔

حکیم محمد کریم آپ اتمانزئی کے رہنے والے ہیں اور حاجی صاحب کے خلیفہ حکیم محمد عبدالاحد قریشی کے بیٹے ہیں اس وقت اکتوبر ۱۹۸۰ء میں انکی عمر ۶۷ سال سے کچھ زیادہ ہے حکیم محمد کریم نے مصنف کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا۔

"جب حاجی صاحب ترنگ زئی حاجی آباد میں تھے تو میرے والد حکیم محمد عبدالاحد ان کے خلیفہ تھے۔ حاجی صاحب جب اصلاح معاشرہ کے لئے دوروں پر جاتے تھے تو مولانا عبدالعزیز ان کے قافلے کے ساتھ ساتھ گاؤں گاؤں دورہ کرتے تھے سرحد میں تعلیم کو عام کرنے کے لئے اور مشنری سکولوں کے جال سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے حاجی صاحب نے تقریباً ایک سو بیس مدرسے قائم کئے ان مدرسوں کے قائم کرنے میں مولانا عبدالعزیز نے حاجی صاحب کے خادم ہونے کی حیثیت سے جو خدمات سرانجام دیں ان کی وجہ سے حاجی صاحب مولانا عبدالعزیز کی بہت ہی قدر کرتے تھے میرے بڑے بھائی حکیم محمد روشن بھی حاجی صاحب کے مرید تھے عمر کے آخری حصے میں جب حاجی صاحب بیمار ہو گئے تو میرے بھائی ان کے معالج کے طور پر کافی عرصہ غازی آباد میں رہے

بخت جمال خان حاجی صاحب کے مرید تھے وہ اپنی قلمی بیاض میں لکھتے ہیں۔

"جب جنگ عظیم شروع ہوئی تو اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ اس وقت حاجی بابا ترنگ زئی کے اسلامی مدرسوں کا بڑا شور تھا انگریز سرحد کو اصلاحات دینے سے انکاری تھے جگہ جگہ پٹھان قوم کو بڑی سختی سے دبایا جا رہا تھا کسی شخص کی یہ جرأت نہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف کوئی لفظ تک اپنی زبان سے نکالے حاجی بابا نے لوگوں سے کہا کہ علم کا ہتھیار حاصل کرو تا کہ انگریزوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اسی نظریے کے تحت حاجی بابا نے سرحد میں جگہ جگہ مدرسے قائم کرنے کی تحریک کا آغاز کیا ان مدرسوں کو چلانے کے لئے سرحد کے سمجھدار لوگ حاجی بابا کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کر رہے تھے۔ زکوٰۃ اکٹھی کی جاتی تھی۔ بقر عید کے موقع پر قربانی کی کھالوں کو جمع کیا جاتا تھا اور پھر انہیں فروخت کر کے بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا۔ زمیندار لوگ فصل کی کٹائی کے وقت بڑی خوشی سے اپنے فصل سے عشر دیتے تھے اس طرح جو رقم اکٹھی ہوتی تھی وہ بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ زکوٰۃ عشر اور دوسرے عطیات جمع کرنے کے لئے حاجی بابا نے رضا کار گروپ قائم کر رکھے تھے۔ ہر جوان آدمی اس گروپ میں شامل ہو کر حاجی بابا کے حکم پر اس نیک کام میں حصہ لینا فخر محسوس کرتا تھا۔ میں بھی اپنے علاقے میں اس قسم کے رضا کار گروپ کا سالار تھا۔ حاجی بابا سکولوں کے قیام کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی ہر وقت تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ وہ گاؤں گاؤں تحصیل تحصیل اور شہری آبادیوں میں محلہ محلہ پھر کر لوگوں کو غیر اسلامی رسوم کے ترک کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے جھگڑے خود ہی فیصل کرتے تھے۔ حاجی بابا کی کوششوں سے کئی خاندانوں نے صدیوں پرانی دشمنی کو چھوڑ کر آپس میں صلح کی اور محبت اور پیار کے ساتھ ایک دوسرے سے سلوک کرنے لگے اگر کوئی شخص اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کرتا تو حاجی بابا اسے پہلے نرمی سے سمجھاتے تھے۔ اور پھر اگر وہ باوجود سمجھانے کے پھر بھی اگر کسی قسم کی کوتاہی کرتا تو حاجی بابا اسے تنبیہ کے طور پر اس کے لئے معمولی سی سزا تجویز کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کا اتنا احترام تھا کہ لوگ خوشی خوشی ان کی عائد کردہ سزا کو بھی بسر و چشم تسلیم کرتے۔ ایک دفعہ میرے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ میں تعلیمی فنڈ اکٹھا کرنے والے نوجوانوں کے ایک دستے کا سالار

تھا ایک دفعہ میں وقت پر اپنی مقررہ ڈیوٹی پر نہ جا سکا۔ حاجی بابا نے حکم دے دیا کہ بخت جمال کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ چند نوجوان اور میرے ہم عمر لڑکوں نے میرے دونوں ہاتھ رسی سے باندھے۔ گرفتار کرنے والوں میں جلال خان ولد امیل خان تھا۔ مجھے گرفتار کر کے حاجی بابا کے پاس لے گئے۔ حاجی بابا ان دنوں گدر کے سکول کا معائنہ کرنے آئے ہوئے تھے کیونکہ وہ ہر ہفتے اپنے قائم کردہ سکولوں کا نظم ونسق دیکھنے جایا کرتے تھے۔ جونہی مجھے حاجی بابا کے سامنے پیش کیا گیا تو حاجی بابا نے جلال خان کو کہا کہ اس کے ہاتھ کھول دو پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا: "آپ جوان لوگ ہیں ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ سب کچھ آپ لوگوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہے تاکہ آپ کے دلوں میں قومی خدمت کا شعور پیدا ہو سکے۔ ہم اجتماعی کوششوں سے ہی کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اپنا قومی فرض ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کیا کرو۔ پھر کہنے لگے اپنی ذات کے لئے تو کتا بھی زندہ رہتا ہے۔ انسان تو وہ ہے جو دوسروں کے لئے زندہ رہے اور دوسروں کے کام آئے۔" میرے دل پر حاجی بابا کی ان باتوں نے بہت اثر کیا اور میں نے اسی اثر کی وجہ سے حاجی صاحب سے وعدہ کیا کہ آئندہ میں خوشی کے ساتھ ہر وہ قومی فرض ادا کروں گا جو میرے ذمے عائد کیا جائے گا۔" اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی بھی کوتاہی نہیں کی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے ڈر کر حاجی بابا کے حکم کے ماننے کا وعدہ کیا۔ نہیں یوں نہیں بلکہ حاجی بابا کی باتوں میں ایسا اثر تھا کہ میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ قومی فرض اور قومی خدمت کو اپنی ذات اور اپنے تمام کاموں پر ترجیح دینا چاہیئے میں آج بھی حاجی بابا کی انہی نصیحتوں پر عمل پیرا ہوں۔ حاجی بابا کی ایک یہ بات مجھے آج تک یاد ہے کہ وہ جس گاؤں میں جاتے تھے۔ وہاں غیر اسلامی رسوم کو ترک کر دینے کی زبردست تلقین کرتے تھے خاص کر شادی بیاہ میں بہت سی غیر اسلامی رسوم جاری تھیں لڑکی والے بہت سارو پیہ لے کر لڑکی کی شادی دیتے تھے پھر شادی کے موقع پر کنجریوں کو نچایا جاتا تھا۔ اس طرح ختنہ کے موقع پر فضول رسم ورواج جاری تھے۔ ایک ختنے پر ہزاروں روپیہ مجبوراً خرچ کرنا پڑتا تھا۔ ان تمام بری رسوم کو حاجی بابا نے ترک کرانے میں ہمارے گاؤں اور سرحدی قصبوں میں بہت ہی زیادہ کردار ادا کیا حاجی بابا جس گاؤں یا قصبے میں پہنچتے تھے۔ وہاں سینکڑوں شادیاں ان کی موجودگی میں ہوتی تھیں،

نومولود بچوں کے ختنے ہوتے تھے محض حاجی بابا کی موجودگی اور تلقین کی وجہ سے نہ تو لڑکی والے روپیہ اور خرچ مانگتے تھے نہ کوئی ناچ گانے ہوتے تھے اور نہ ہی ختنے کے موقع پر کسی قسم کی کوئی فضول خرچی کرنے کی ہمت کرتا تھا۔ حاجی بابا کے قافلے والوں میں ان کے مرید اور عقیدت مندوں کا ایک ہجوم ہوا کرتا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتے تھے ایک اسلامی شان دکھائی دیتی تھی۔ پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول ہوتا تھا یہی اسلامی شان و شوکت لوگوں کے دلوں میں ایک ایمانی جذبہ پیدا کرتی جاتی تھی اور یہی جذبہ وہ جذبہ تھا جس کی وجہ سے تمام لوگ حاجی بابا کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ انگریز حاجی بابا کے اس اثر و نفوذ سے خائف ہو گئے تھے حاجی بابا بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے قبائلی علاقے میں چلے گئے تاکہ وہاں کے مسلح مجاہدین کو ساتھ ملا کر انگریزوں کے خلاف جہاد کیا جائے۔ حاجی بابا کے جانے کے بعد ایک عرصے تک ان کے جاری کردہ سکول چلتے رہے مگر انگریز یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ حاجی بابا کے یہ سکول جاری رہیں بلکہ انگریز نے حاجی بابا کے تمام اثر و نفوذ کو ختم کرنے کے لئے انتہائی کوشش کی تاکہ ان کا کوئی مرید یا معتقد ان کے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہ رکھ سکے۔ حاجی بابا کے سکولوں کے اساتذہ کو گرفتار کیا گیا۔ ان کے مریدوں اور معتقدین کو چن چن کر گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا گیا۔[1]

سرحد کے ایک صحافی اور تحریک آزادی کے مجاہد مولانا خاطر بلالی جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے کی وجہ سے انگریزوں کی قید و بند میں گذرا۔ اپنی تصنیف "ترنابلی" میں فرماتے ہیں:

> "حضرت باباجی صاحب ترنگزئی بہت بڑے مرد میدان اور غازی تھے ان کا شمار پاکستان کے بانیوں میں سے ہے وہ بزرگ جنہوں نے علم کے چشمے جاری کئے ان میں حاجی صاحب نے نہ صرف قرآن حدیث اور علوم فقہ کے چشمے جاری ہے بلکہ جہاد کے میدان میں سینہ تان کر انگریزوں کا مقابلہ کیا ان کی عملی زندگی سے ہمیں یہ پیغام ملتا

۱۔ قلمی روزنامچہ بخت جمال خان صفحہ تا صفحہ ۱ (تحریک آزادی کے دوران سرحد مسلم لیگ کے سربراہ تھے)۔

ہے کہ ملک کی حفاظت کے لئے جان کی قربانی بھی دینا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے ۔"

مولانا ہلالی لکھتے ہیں ۔

"۱۹۱۳ء میں حاجی صاحب نے ترنگزئی میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی تو اس تقریب میں، میں بھی موجود تھا ۔ حاجی صاحب نے اصلاحی کام شروع کر کے پختون قوم کے ذہن اور فکر میں تبدیلی پیدا کی ۔ گدر کا دارالعلوم زیارت کا کا صاحب کا مدرسہ نصرت الاسلام اور اتمان زئی کا مدرسہ مرکزی حیثیت رکھتے تھے ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بری گڑی کے مولانا شاہ رسول، متھرا کے مولانا سیف الرحمان، پانڈہ ملاجان کے مولانا محمد ادریس ۔ کرڑوی کے قاضی صاحب، زیارت کا کا صاحب کے مولوی میر اجان، اتمان زئی کے مولوی عبدالعزیز حاجی صاحب کے خاص جانثاروں میں سے تھے ایک دفعہ حاجی صاحب پشاور میں محلہ باجوڑی خورد میں تشریف لائے تو کوہستانی ملا بھی ان کے قافلے میں شامل تھے پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو انگریزوں نے ہندوستان کے سرکردہ مسلمان لیڈروں کو گرفتار کر لیا ۔ مولانا محمود الحسن اپنے چند شاگردوں کو ساتھ لے کر مکے تشریف لے گئے ۔ سرحد میں حاجی صاحب کی گرفتاری کے لئے بھی وارنٹ جاری ہوتے تو ایک مسلمان نے حاجی صاحب کو متوقع گرفتاری کی اطلاع دی ۔ تو حاجی صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کرنے کے لئے گھر بار چھوڑ کر بنیر کی طرف ہجرت کی ۔ روس کیپل چیف کمشنر سرحد نے حاجی صاحب کو واپس لانے کیلئے ایک جرگہ حاجی صاحب کے پاس بھیجا یہ جرگہ محمد خان ساکن تہکال بالا کی سرکردگی میں بھیجا گیا مگر وہ حاجی صاحب کو واپس لانے میں ناکام رہا حاجی صاحب نے ۱۹۱۶ء میں بنیر میں اور پھر ۱۹۱۹ء، ۱۹۲۷ء، ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۶ء میں مہمندوں کے علاقے میں انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور اپنے ارادے میں ثابت قدم رہ کر انگریزوں کے خلاف آخر عمر تک جہاد میں مصروف رہے[1]

۱۔ تربالی از مولانا خان میر ہلالی ص ۲۷

صوبہ سرحد کے کہنہ مشق صحافی اور تحریک آزادی کے مشہور لیڈر حاجی غلام غوث صحرائی ایڈیٹر روزنامہ ہمارا پاکستان پشاور نے مصنف کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا" میں اگرچہ ایک غریب اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوا۔ مگر شروع شروع میں جب کہ جوانی مستانی کے دن تھے مجھے پیروں فقیروں پر اعتقاد نہیں تھا۔ ہاں خیال دل میں ضرور انگڑائیاں لے رہا تھا کہ زندگی کی رہنمائی کے لئے کسی مُرشد کی تلاش ضروری ہے۔ میں نے اس سلسلے میں ہندوستان کے مختلف مقامات کے چکر کاٹے۔ بڑے بڑے پیروں کے ٹھکانوں پر پہنچا مگر میں کسی بھی آستانے پر مطمئن نہ ہو سکا۔ میں یونہی خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ آخر کار ایک دن مجھے خواب میں ایک بزرگ نے کہا۔

"تم مُرشد کی تلاش میں کیوں بھٹکتے پھر رہے ہو۔ تم سیدھے حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس جاؤ اور ان سے راہِ حق کی طرف رہنمائی حاصل کرو۔"

یہ خواب دیکھ کر میں صبح اُٹھا اور اپنے دو ساتھیوں کو خواب کا قصہ سنایا انہوں نے کہا چلو ہم بھی غازی آباد چلتے ہیں اور حاجی صاحب کا دیدار کرتے ہیں یہ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ ان دنوں حاجی صاحب گندھاب کی سڑک کی تعمیر کے سلسلے میں انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ ہم شبقدر تک توبس میں گئے۔ اس کے بعد پیدل غازی آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں شام کے قریب پہاڑی علاقے میں ایک سنسان جگہ پر تین آدمی ہمارے قریب آئے۔ اور بندوقیں تان کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمارے حوالے کر دو ورنہ ابھی گولی سے اڑا دئے جاؤ گے۔ یہ سُن کر ڈر کے مارے ہم کانپنے لگے اور جو کچھ تھا وہ ان کے حوالے کر دیا۔ میرے پاس ایک قیمتی گھڑی تھی وہ بھی انہوں نے میری کلائی سے اُتار لی۔ ہم سے سب کچھ چھین لینے کے بعد وہ ڈاکو چلے گئے اور ہم بھی خوف و خطر کے عالم میں غازی آباد کی طرف چل پڑے۔ ابھی ہم تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ یہ ڈاکو بھاگتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے یہ لو اپنا سامان واپس لے لو۔ میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ سامان واپس کیوں کر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ ہم یہ سامان لیکر پہاڑوں سے گزر رہے تھے کہ پہاڑوں سے ایک غیبی آواز آئی کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ان کا سامان واپس کر دو۔ یہ آواز حاجی صاحب ترنگزئی کی ہے اور ہم نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ حاجی صاحب کے کسی مہمان کو دُکھ نہ پہنچائیں گے کیونکہ وُہ اسلام کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔"

صحرائی صاحب نے بتایا کہ جب ہم غازی آباد پہنچے تو معلوم ہوا کہ حاجی صاحب تین دن سے بیمار ہیں اور وہ اپنے حجرے میں بسترِ علالت پر پڑے ہیں۔ اس واقعہ نے میرے دل کو مطمئن کر دیا۔ اور تیسرے دن جب حاجی صاحب بسترِ علالت سے اُٹھ کر مجمع عام میں بیٹھے تو مجھے پاس بلا کر کہا؛

"بیٹا اپنے دل کو قابو میں رکھا کرو۔ دل کو اتنا آزاد نہ چھوڑو کہ تم اس کے مُرید بن جاؤ بلکہ اس پر قادر رہ کر اسے اپنی مرضی کے مطابق چلاؤ۔ اگر تم دل کے کہنے پر چلتے رہے تو پھر بھٹک جاؤ گے۔"

اس کے بعد میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چوتھے دن غازی آباد میں یہ خبر آئی، کہ انگریزوں نے غلنئی کے مقام پر زبردست حملہ کر دیا ہے۔ حاجی صاحب نے قبائل میں پیغام بھیجا کہ مجاہد تیار ہو کر غلنئی کے مقام پر پہنچیں۔ حاجی صاحب باوجود اس کے کہ نحیف اور بیمار تھے مگر انہوں نے حکم دیا کہ ایک پالکی میں بٹھا کے مجھے محاذ جنگ پر پہنچایا جائے آپ کے مشائخ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ہم تینوں ساتھی بھی ان کے ساتھ ساتھ غلنئی کی جنگ میں حصہ لینے کے لئے پہنچے۔ حاجی صاحب نے ایک شیخ کو حکم دیا تھا کہ اسے بھی بندوق دی جائے چنانچہ مجھے ایک بندوق دی گئی۔ غلنئی کے قریب ایک پہاڑی موبچے، پر مجاہدین جمع ہوئے حاجی صاحب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اور بادشاہ گل فضل کو گولی چلانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تین دن تک لڑائی جاری رہی۔ آخر کار انگریزی فوجیں شکست کھا کر اپنے کیمپ کی طرف چلی گئیں۔ مجاہدین کے چار آدمی شہید ہوئے جنہیں ان کے متعلقین اٹھا کر غازی آباد لے گئے جہاں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی [۱]

ترنگ زئی کے ایک مشہور عالم دین اور دیوبند کے تعلیم یافتہ عبدالغفار باچا اپنی قلمی یادداشتوں میں لکھتے ہیں۔

"سرحد میں نواب عمرا خان آف باجوڑ اور انگریزوں میں جنگ شروع ہوئی افغانستان اور سرحد سے لوگ جہاد کے لئے روانہ ہوئے ان میں تحصیل چارسدہ موضع ترنگ زئی کے حضرت فضل واحد المعروف حاجی صاحب ترنگ زئی بھی ہشتنگر کے جوانوں کو ساتھ لے کر شامل ہوئے

---

[۱] بیان حاجی غلام غوث صحرائی بہ مصنف

اور افغانستان علاقہ ننگرہار کے حضرت نجم الدین المعروف ملا ہڈہ بھی
اپنے پیروکاروں کے ساتھ شامل جہاد ہوئے۔ مرکز مجاہدین ستھانہ سے
بھی مجاہدین شریک ہوئے جنگ نے طول پکڑا انگریزوں کی شکست
یقینی تھی مگر اپنوں کی غداری اور بے ایمانی سے فتح شکست میں تبدیل
ہوئی جنگ کے زمانہ میں جو صلاح اور مشورے ہوتے تھے تو مقامی
اور غیر مقامی لوگوں کے علاوہ مجاہدین اور حضرت ملا ہڈہ اور حضرت
حاجی صاحب ترنگ زئی بھی شریک ہوتے تھے حضرت ملا صاحب
ہڈہ اور مجاہدین کے ساتھ حاجی صاحب ترنگ زئی کے خصوصی تعلقات
تھے انہی تعلقات کی وجہ سے حاجی صاحب نے حضرت ملا صاحب سے
بیعت بھی کی تھی۔ مجاہدین ستھانہ کے ساتھ حاجی صاحب کے سیاسی تعلقات
تھے۔ مجاہدین حضرات نے حاجی صاحب ترنگ زئی کو قریب سے دیکھا تھا،
انھوں نے حاجی صاحب کی اصابت رائے اخلاص، صداقت اور مجاہدانہ
کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ نیز چونکہ حاجی صاحب ترنگزئی
ضلع پشاور چارسدہ کے مذہبی گھرانے کے فرد تھے جن کا سرحد میں لاثانی
رسوخ تھا نیز حضرت شیخ الہند کا حاجی صاحب ترنگ زئی سے رابطہ
تھا حضرت شیخ الہند کا رسوخ بھی سرحد میں کافی تھا، شیخ الہند دار العلوم
دیوبند کے صدر مدرس تھے افغانستان اور سرحد میں ان کے استاد
مولانا محمد قاسم کے خود بھی کئی شاگرد تھے۔
شیخ الہند کے شاگرد افغانستان اور سرحد میں دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

شیخ الہند نے جب ولی اللہی تحریک کی نظامت اپنے ہاتھوں میں لی تو انہوں نے اسلامی درسگاہوں
کے قیام کا وطن عزیز میں ترغیب دینے، سرحد اور آزاد قبائل کے لوگوں میں باہمی صلح
صفائی اور رنجشوں کو دور کرنے، غلط رسومات کی اصلاح اور مذہبی تعصبات سے لوگوں کے
دل صاف کرنے کے ساتھ ساتھ وطن عزیز کی آزادی کے لئے لوگوں کے دلوں میں قربانی
کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ایک تحریک کا آغاز کیا۔
مذکورہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اگرچہ تمام ہندوستان میں تحریک کا آغاز کیا گمر

سرحد کو اس کا خاص مرکز بنایا گیا کیونکہ ایک تو یہاں ولی اللہی تحریک کے مجاہد پہلے سے موجود تھے دوسرے حاجی صاحب کا چونکہ روحانی رہنما کی حیثیت سے سرحد میں کافی اثر ورسوخ تھا اس لئے انہیں سرحد میں اس تحریک کا سربراہ بنایا گیا۔ حاجی صاحب نے اصلاح معاشرہ سے اس کی ابتدا کی پھر جہالت کو دور کرنے اور اسلام کے مخلص اور جانثار مجاہد پیدا کرنے کے لئے تقریباً ڈیڑھ سو مدرسے قائم کئے، روحانی رہنمائی اور وعظ و تبلیغ سے لوگوں کے دلوں میں ایسا جذبہ و ایثار پیدا کیا کہ ہزاروں جاں نثار ان کے گرد جمع ہو گئے عدم موالات کی تحریک کے دنوں میں حاجی صاحب کی رہنمائی میں لوگوں نے انگریزوں کی ملازمت ترک کر دی کئی اساتذہ نے سرکاری نوکری چھوڑ کر حاجی صاحب کے قائم کردہ مدرسوں میں آکر ملازمت شروع کر دی۔ سرحد کے گھر گھر اور قریہ قریہ اسلامی تبلیغ کا کام شروع ہوا سرحد کے لوگ جو کئی سالوں سے غلط رسم و رواج میں جکڑے ہوئے تھے انہوں نے غیر اسلامی رسومات کو ترک کر دیا، اسی طرح سرحد کے لوگوں میں پشت در پشت جو نزاع اور دشمنی چلی آ رہی تھی وہ مٹ گئی۔ ہر گاؤں اور ہر قصبے میں اصلاحی کمیٹیاں قائم کی گئیں تاکہ لوگ اپنے مقدمات کے خود ہی فیصلے کریں اور انگریزی عدالتوں میں نہ جائیں

حاجی صاحب کی ان تمام کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ مساجد نمازیوں سے بھر گئیں لوگوں کی زبان پر خدا کا ورد رہتا تھا، جوانوں نے داڑھیاں رکھ لیں رسومات قبیحہ اور بدعات سے پاک معاشرہ قائم ہو گیا سرحد کے علاوہ سارے ہندوستان کی سیاست اسی طریقے پر رواں دواں تھی بظاہر یہ طریقہ سیاست غیر مضر تھا لیکن اندر اندر مسلمانوں میں غیرت اسلامی اور ایثار اور جہاد کے جذبات پھر تازہ ہوئے جو ایک صدی سے ناکام کوششوں سے سرد ہو چکے تھے چونکہ یہ ایک سیاسی حکمت عملی تھی اس پر عمل درآمد کے لئے کئی سال انتظام کرنا پڑا۔ ۱۹۱۴ء میں انگریزوں اور ترکوں کی جب لڑائی شروع ہوئی تو اس موقع پر عملی اقدامات شروع ہوئے جس کے لئے ایک عرصے سے تیاریاں شروع تھیں حاجی صاحب ترنگ زئی نے مجاہدین کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر قبائلی علاقے کو مرکز بنایا اور زندگی کے آخری سانس تک اس مشن کو جاری رکھا اس سے پہلے حاجی صاحب ترنگ زئی کئی بار خفیہ طور پر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ دیوبند میں شیخ الہند کے ساتھ خفیہ ملاقاتیں کر چکے تھے جیسا کہ نقش حیات میں حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ دو اشخاص

تین دفعہ دیوبند آئے۔ اور شیخ الہند صاحب کے ساتھ اور جہاد کی مجلس عاملہ کے ممبروں کے ساتھ خفیہ مذاکرات ہوتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا آغاز کرنے سے پہلے حاجی صاحب دو دفعہ دیوبند تشریف لے گئے تھے تو شیخ الہند نے انہیں عملی جہاد کے آغاز کا مشورہ دیا۔ جیسا کہ نقش حیات میں حسین احمد مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ الہند نے ہجرت کرنے کے بارے میں مشورہ دیا تھا لیکن کچھ مجبوریوں کی وجہ سے وہ ہجرت نہ کر سکتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیسری ملاقات میں حاجی صاحب نے ہجرت کرنا منظور کیا اور اس آخری ملاقات میں مولانا فضل ربی المعروف پکھلی ملا بھی حاجی صاحب کے ساتھ تھے۔ چنانچہ نقش حیات میں ہے کہ انہی مقاصد کے لئے بار بار حاجی صاحب ترنگزئی سے استدعا کی گئی کہ اپنے وطن کو چھوڑیں۔ اور انگریزوں کی حدود سے باہر جا کر ان مقاصد کے لئے کوشش کریں انہیں مختلف مجبوریاں در پیش تھیں ان کو حل کرنے کے خیال سے وہ تاخیر فرما رہے تھے کہ جنگ عمومی چھڑ گئی اور ترک بھی مجبور کر دیئے گئے کہ جنگ کا اعلان کر دیں۔ چنانچہ حاجی صاحب کو تیسری دفعہ دیوبند پہنچنے کی دعوت دی گئی۔ جب آپ دیوبند پہنچے تو اس تیسری ملاقات میں جو پہلے ذکر ہو چکا ہے حاجی صاحب مرحوم کے ساتھ مولانا فضل ربی المعروف پکھلی ملا بھی دیوبند گئے وہاں خفیہ مجلس ہوئی جس میں احباب شریک ہوئے اور فیصلہ ہوا کہ حاجی صاحب ترنگزئی فوری طور پر ہجرت کریں اور ان مقاصد کے حصول کے لئے بھرپور کوشش کریں۔

حاجی صاحب کی قیادت میں اسلام کی خاطر جانیں قربان کرنے والے بہادر مجاہد

حاجی محمد امین مجاہد کشمیر و خلیفہ حاجی صاحب ترنگزئی فرماتے ہیں "حضرت حاجی صاحب فضل واحد ترنگزئی کے مشہور سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ۔ آپ کے جد اعلیٰ پیر بودلے بابا ہیں جن کی قبر ترنگزئی سے بجانب قبلہ دو میل کے فاصلے پر درختوں کے ایک جھنڈ میں ایک اُونچے ٹیلے پر ایک گنبد میں ہے جس کی زیارت کے لئے بیشمار لوگ آتے رہتے ہیں ۔ اس زیارت کے سامنے قبلہ رُخ ایک خوبصورت مسجد بھی ہے جو اتمان زئی اور ترنگزئی کے سادات کے مشورے سے حافظ پذیر محمد کے ایما پر بنائی گئی ہے ۔ محترم بابا حاجی ترنگزئی نے ۱۳۱۰ ہجری میں حضرت بڈے صاحب کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی ۔ اور اس کے بعد انہوں نے محنت اور ریاضت کے ساتھ تصوف کی تمام منزلیں طے کیں ۔ بڈے صاحب کی وفات کے بعد حاجی صاحب نے ان کے خلیفہ صوفی عالم گل ننگرہاری کے ہاتھ پر ۱۳۲۰ ہجری میں تجدید بیعت کی اور صوفی صاحب نے حاجی صاحب کو خلافت عطا کی ۔ اور تبرک کے طور پر حضرت بڈہ صاحب کا عمامہ اور وہ تلوار عطا کی جو حضرت بڈہ صاحب جہاد کے وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے ۔ حضرت حاجی صاحب کی وادئ پشاور میں بڑی اہمیت تھی ۔ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے ایک حیرت انگیز انقلابی تحریک کا آغاز کر کے لوگوں کو بیدار کر کے وطن میں ایک نئی رُوح پیدا کی ۔ آپ جس طرف بھی جاتے تھے دشت و بیابان ، گاؤں اور صحرا لا الٰہ الا اللہ کے جان افزا نعرے اور ذکر سے گونج اٹھتے تھے ۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ آپ نے پشاور اور مردان میں تین سو اسلامی مدرسے قائم کئے ۔ آپ کی انقلابی زندگی ، انقلابی شان و شوکت اور اثر کو دیکھ کر انگریزی حکومت اور انگریز حکمرانوں کے دلوں پر رُعب اور دبدبہ طاری ہوا تو انہوں نے حاجی صاحب کو اپنی سیاست اور داؤ پیچ کے ذریعے انہیں اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی مگر حضرت حاجی صاحب کسی طرح بھی ان کے دام میں نہ پھنس سکے ۔ انگریز حکومت جب سیاسی داؤ پیچ کے ذریعے حاجی صاحب کو اپنا ہمنوا بنانے میں ناکام ہوئی تو پھر انہیں بار بار مختلف الزامات کے تحت گرفتار کر کے اُن پر تشدد شروع کیا گیا مگر جونہی حکومت انہیں گرفتار کرتی تو ہزاروں کی تعداد میں ان کے مُرید اور ارادتمند انگریز حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے بلکہ

اس جیل اور حوالات کے اردگرد لوگوں کا بے پناہ ہجوم ہو جاتا جس جیل یا حوالات میں حاجی صاحب کو گرفتار کر کے بند کر دیا جاتا۔ لوگوں کا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ انتظامیہ کے لئے کنٹرول کرنا مشکل مسئلہ بن جاتا۔ ہزاروں افراد حاجی صاحب کی ضمانت دینے کے لئے آموجود ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ حکومت مجبور ہو کر حاجی صاحب کو ضمانت پر رہا کر دیتی بعض دفعہ حکومت کا مقرر کردہ جرگہ حکومت کے ایماء پر حاجی صاحب کو کسی مدت کے لئے سزا دیتا تو سرحد کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لوگ اس سزا کیخلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔ ان حالات میں حکومت قدم قدم پر گھبرا جاتی اور حاجی صاحب کو مجبوراً رہا کرنا پڑتا۔ جب انگریزوں نے دیکھا کہ لوگ حاجی صاحب کی بزرگی، پارسائی اور ان کی نیک سیرتی کی وجہ سے ان کا بے حد احترام کرتے ہیں تو انگریزوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ کسی طرح لوگوں کے دلوں سے ان کا احترام کم ہو۔ چنانچہ انگریز حکمرانوں نے حاجی صاحب کے خلاف مختلف مقدمات قائم کر لئے۔ ان مقدمات کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب کی کردار کشی کی مہم بھی شروع کر دی گئی۔ ان اقدامات سے انگریزوں کا مقصد یہ تھا کہ حاجی صاحب کے بے پناہ اثر و رسوخ کو کسی طریقے سے ختم کیا جائے کیونکہ انگریز حاجی صاحب کی اس طاقت سے گھبرا رہے تھے جس کی وجہ سے حاجی صاحب کا نہ صرف سرحد بلکہ تمام ہندوستان میں بہت زیادہ اثر و رسوخ تھا اور انگریز حکمرانوں کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا کہ حاجی صاحب ترنگزئی ہندوستان میں تاج برطانیہ کے زوال کا باعث نہ بن جائیں۔ جب حاجی صاحب نے مجاہد آباد میں عظیم الشان مسجد اور دارالعلوم بنوایا تو اس کے بعد ہندوستان سے علماء و مشائخ اور سیاسی رہنماؤں کی خفیہ آمد و رفت زیادہ شروع ہو گئی۔ خاص کر جنگ بلقان کے بعد تو ہندوستان کے مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ اسلام کے تحفظ اور انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں سے نکلنے کی تدبیریں کرنے لگے تھے۔ حاجی آباد کی مسجد اور دارالعلوم انتہائی دور اندیشی کے تحت آبادی سے دور بنائے گئے تھے تاکہ یہاں پر آنے جانے والے سیاسی لیڈروں کی نقل و حرکت سے انگریزوں کو خبر نہ ہو سکے نیز یہاں پر ہونے والے آزادی کے منصوبوں کے متعلق انگریز حکام کو خبر نہ ہو سکے۔[1]

۱۔ الصادقہ از خلیفہ حاجی محمد امین مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۹۴۹

صوبہ سرحد کے مشہور پشتو شاعر مؤرخ اور صحافی عبدالخالق خلیق اپنی تصنیف "آزادی کی جنگ" میں فرماتے ہیں۔

"میں جو حالات لکھ رہا ہوں وہ صرف وہ حالات ہیں جو میری زندگی کے نصف صدی کے دور میں واقع ہوئے اس دور میں صوبہ سرحد میں سب سے پہلے جس ہستی نے سیاسی تحریک کا آغاز کیا وہ مجاہد اعظم حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی تھے حاجی صاحب ایک مخلص مذہبی رہنما تھے وہ ایسے رہنما تھے جو مذہبی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کو بھی ایک لازمی حصّہ سمجھتے تھے[1]"

حاجی صاحب کے مدرسوں کے متعلق لکھتے ہیں۔

"دینی تعلیم کے ساتھ وہ طلبا کو آزادی کے لئے تیار کرتے تھے گدراور اتمان زئی کا دارالعلوم ان کے مدرسوں میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں ہمارے صوبے کا موجودہ لیڈر خان عبدالغفار خان۔ حاجی صاحب کے زمانے میں ایک نوجوان خانزادے کی حیثیت سے رہتا تھا۔ حاجی صاحب اور مولانا عبدالعزیز کی صحبت سے یہ نوجوان متأثر ہوا اور حاجی صاحب کے نیک کاموں میں اعانت بھی کرتا تھا۔ یہ زمانہ بیسویں صدی کا ابتدائی حصّہ تھا یعنی ۱۹۰۷ ۔ ۸ء سے ۱۹۱۳ء تک کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں حاجی صاحب کے کئی کارکنوں کو حکومت نے گرفتار کیا۔ اور پھر کچھ عرصے کے بعد انہیں رہا کر دیا مگر جب ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم کی ابتدا ہوئی تو انگریزی حکومت نے حاجی صاحب کی سرگرمیوں کو ناقابل برداشت سمجھ کر حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے مگر حاجی صاحب کو قبل از وقت اطلاع ملی تو آپ نے اپنے خاص خاص ساتھیوں اور بچوں کو لیکر قبائلی علاقے کی طرف ہجرت کر لی۔ حاجی صاحب نے یہ ہجرت صرف اپنی جان کو گرفتاری سے بچانے کے لئے نہیں کی بلکہ انھوں نے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور انگریزوں کی فوج پر کئی بار حملے کئے اور بے شمار انگریزوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔[1]"

۱۔ آزادی کی جنگ از عبدالخالق خلیق ص۷

صوبہ سرحد کے مشہور صحافی اللہ بخش یوسفی اپنی کتاب سرحد اور جدوجہد آزادی میں لکھتے ہیں۔

"صوبہ سرحد کے مشہور مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئی" ان دنوں مذکورہ علاقہ مہمند میں مقیم تھے۔ مجھے ان سے از حد انس تھا میں نے پہلے پہل انہیں اپنے بچپن میں اس وقت دیکھا تھا۔ جب کہ وہ دار العلوم اسلامیہ (اسلامیہ کالج) پشاور کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھنے اس جگہ پہنچے تھے۔ ان کا اصل مولد و مسکن تحصیل چارسدہ کا مشہور گاؤں ترنگ زئی تھا جس نسبت سے وہ مشہور ہو کر حاجی صاحب ترنگ زئی" پکارے گئے۔ جنگ یورپ کے دوران جب ترک اس میں کود گئے تو حاجی صاحب بھی اپنے مسکن کو چھوڑ کر علاقہ مہمند میں جا مقیم ہوئے تھے۔ اور پھر تادم آخر انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد ہی رہے۔ ان کا اصلی نام فضل احد تھا

حاجی صاحب سے رابطہ حاجی صاحب کو کسی نہ کسی طرح پتہ چل گیا کہ میں کسی نہ کسی طرح فوج میں ہوتے ہوئے ان سے گہرا انس یا محبت رکھتا ہوں پھر ایک عزیز کے ذریعے جو ان کی مریدین میں شامل ہو گئے تھے نامہ و پیام شروع ہوا میری طرف سے "سلام" اور انکی طرف سے "دعا" کا سلسلہ جاری رہا۔ تا آنکہ تحریک مخالفت رولٹ ایکٹ کے بعد تحریک ہجرت نے جنم لیا۔ تو میں شبقدر ہجرت کمیٹی کا سیکرٹری منتخب کر لیا گیا تھا۔

مجھے برائے راست حاجی صاحب سے کبھی شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکا تحریک مخالفت رولٹ ایکٹ کے دوران موقع پا کر میں ایک دوست کے توسط سے انکے مسکن تک بھی پہنچا تھا۔ لیکن میری بدقسمتی سے وہ وہاں موجود نہ تھے مجھے بے نیل و مرام واپس لوٹنا پڑا۔ اگر ایک دو دن انتظار کر سکتا تو ملاقات ہو جاتی لیکن حالات ایسے تھے۔ کہ میں وقت ضائع کئے بغیر واپس ڈیوٹی پر پہنچ جانا چاہتا تھا اور پہنچ بھی گیا۔ بعد میں سوم جنگ افغانستان شروع ہوئی اور مہمند ملیشیا سے کئی ایک سپاہی موقع ملنے پر سرکاری بندوقیں لے بھاگے

تو خدا جانے کس نے ان کے کان میں ڈال دیا تھا کہ ان مفروروں کے پشت پناہی میں اور جمعدار عبداللہ خان مہمند کر رہے تھے۔ حاجی محمد عبداللہ خان مہمندوں کے قبیلے حلیم زے کے رئیس اور مہمندوں کے بلند پایہ شاعر ہیں بس اس اطلاع پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے اور زیادہ محبت اور اخلاص کا سلوک شروع کر دیا رفتہ رفتہ تعلقات کو وسعت ملی۔ ہفتہ میں ایک آدھ باران کے کسی نہ کسی مہمند سے ملاقات ہو جاتی رہی۔ نامہ و پیام میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ کبھی اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یا مہر لگا خط برطانوی علاقے میں نہ بھیجتے۔ زبانی سوال و جواب پر قانع رہے۔ معتمد پیغامبروں کی تعداد بھی یا تو بہت ہی محدود تھی۔ یا ہر طرف کے لئے مقرر شدہ کی تعداد محدود ہو گی۔ میں اس قسم کے صرف دو اشخاص سے متعارف تھا۔ اور یہ ہدایت بھی تھی کہ تیسرا آدمی خواہ وہ حاجی صاحب کے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہوں۔ اس سلسلے میں قابل اعتماد نہ سمجھا جائے۔ مذکورہ دو پیغامبروں سے مجھے ایک مشکوک معلوم ہوا کیونکہ میں نے دو تین بار اسے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کے بنگلے میں آتے جاتے دیکھا۔ میں نے حاجی صاحب کو اس کی اطلاع دے دی۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اس چوکنے رہنے پر بہت خوش ہوئے اور کہلا بھیجا کہ وہ معاملے کی نوعیت سے واقف تھے۔ وہ شخص حقیقتاً ان کا معتمد تھا اور بہتری اسی میں سمجھتے تھے کہ اس کا تعلق حکام سے قائم رہے۔ یعنی وہ اس طرح حاجی صاحب کے بلا خوف و خطر خدمات سر انجام دے سکتا تھا۔ لیکن اس کے بعد وہ شخص پھر مجھے کبھی نہ ملا۔ شاید حاجی صاحب نے منع کر دیا ہو۔ اور دوسرے ہی کے ذریعے رابطہ قائم رہا۔ شبقدر چھوڑنے کے بعد تحریک خلافت میں شمولیت کے دوران میں ان سے نامہ و پیام کا بہت ہی کم موقع ملا۔ پھر قید و بند میں زندگی گزارنا پڑی جیل خانے سے نکلنے پر میں نے مجلہ سرحد جاری کیا۔ تو باوجود حکومت کی سخت نگرانی کے "سرحد کے پرچے کافی تعداد میں انہیں بھیجے جاتے رہے اور غالباً انہی کے اشارے سے افغانستان میں جنرل شاہ محمود خان نے جو اس وقت سمت مشرقی میں

مقیم تھے۔ "سرحد" کی اشاعت کی ان کی طرف سے کسی نہ کسی نام سے خریداروں کی فہرست مل جاتی رہی۔ تو کچھ اخبار ان کے ٹریڈ ایجنٹ کے ذریعے کابل پہنچائے جاتے رہے اور مخصوص تعداد عام ڈاک سے بھیجی جاتی تھی[1]

ترنگزئی کے محمد نشاط خان درانی نے مصنف کو بتایا کہ میری عمر اس وقت (ستمبر ۱۹۸۰) ستر سال ہے۔ اور میری پیدائش ۱۹۱۰ء ہے۔ میرے دادا حاجی حسن الدین اور حاجی صاحب ترنگ زئی ہم عمر تھے۔ میرے دادا ۱۹۵۷ء میں ۸۱ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ میرے دادا ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور وہ حاجی سے دو سال چھوٹے تھے لہٰذا حاجی صاحب کی تاریخ پیدائش یقیناً ۱۸۷۷ء ہے۔ حاجی صاحب کے والد حاجی صاحب کی بچپن کی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

جب ہم چھوٹے تھے اور گلیوں میں کھیلا کرتے تھے حاجی صاحب ان دنوں ترنگ زئی میں سکونت پذیر تھے اور تبلیغ اسلام کا کام کرتے تھے۔ ان کے ساتھ کئی مرید اور شاگرد ہوا کرتے تھے۔ جب ہم گھر سے نکلتے تھے تو ان کے مرید اور شاگرد اور معتقد ذکر و اذکار کرتے ہوئے ان کے ساتھ نکلتے تھے یہ ایک عجیب روحانی منظر ہوا کرتا تھا اور ہم گلی کوچوں کے لڑکے بھی اور دوسرے محلے کے لوگ بھی ان کے مجمع میں شامل ہو کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کا ورد کرتے تھے اور ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ حاجی صاحب کا قرب حاصل کرے جب کوئی ان کے قریب پہنچ جاتا تو وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے اور اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ باباجی کی بزرگی اور روحانیت کی اتنی شہرت ہو چکی تھی کہ لوگ دور دور سے ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے آتے تھے ان لوگوں میں عالم بھی ہوتے تھے واعظ بھی ہوتے تھے اور قاری اور دین کے طالب علم بھی ہوتے تھے۔ لوگ جوق در جوق ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اور یہ بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ وہ جس کو اپنی مریدی میں لیتے تھے یا جو ان کے ہاتھ پہ بیعت کرتا تھا اسے وہ یہ نصیحت کرتے تھے کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور یہ اطاعت صرف زبان سے نہیں بلکہ عملی اطاعت کرو۔ لوگ چونکہ دور دراز سے آتے تھے اس لئے ان کے لئے ترنگ زئی میں لنگر جاری تھا اور مسجد پیران میں باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع تھا اس درس و تدریس کے لئے بڑے بڑے عالم رکھے ہوئے تھے۔ مگر جب یہاں زیادہ ہجوم کی وجہ سے لوگوں کی رہائش اور درس و تدریس

۱۔ سرحد اور جدوجہد آزادی از اللہ بخش یوسفی ص ۱۸۹

کے لئے علماء اور معلمین کے لئے جگہ ناکافی ہونے لگی تو عمرزئی کے خان خوانین نے آپ کو تقریباً ۴۵ جریب زمین عطیے کے طور پر دی۔ جہاں ایک مسجد لنگر خانہ اور درسگاہ تعمیر ہوئی اور لنگر اور درسگاہ کے تمام اخراجات اس زمین سے پورے ہونے لگے یہ زمین خان فرید خان، عبدالغفور خان، عبدالحنان خان اور عبدالمنان خان نے حاجی صاحب کو دی تھی۔ جگہ کا نام حاجی آباد رکھا گیا اور حاجی صاحب نے اس جگہ ایک عالیشان مسجد کی بنیاد ڈالی درسگاہ تعمیر ہوئی۔ طلباء اور مشائخ کے لئے مکانات تعمیر ہوئے اور حاجی صاحب کے لئے بھی وہاں چلہ گاہ اور رہائش کے لئے مکان تعمیر ہو گیا تو حاجی صاحب ترنگزئی سے حاجی آباد میں جا کر مقیم ہو گئے۔

حاجی صاحب جب تک ترنگ زئی میں رہے آپ تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ یہاں کے لوگوں کو علم و معرفت کا درس بھی دیتے رہے۔ یہاں ان کے مکان کے ساتھ ہی ایک چلہ گاہ تھی جس میں وہ امر بالمعروف سے فارغ ہونے کے بعد چلہ کشی کرتے تھے یہ چلہ گاہ اب بھی موجود ہے اسی ترنگ زئی میں آپ نے ایک اسلامی مدرسے کی بھی بنیاد رکھی تھی جو اس وقت ستمبر ۱۹۸۰ء میں سرکاری مڈل سکول ہے۔ اس سکول کے اساتذہ حاجی صاحب کے مقرر کردہ تھے جب حاجی صاحب نے قبائلی علاقے میں جا کر جہاد کا آغاز کیا تو حاجی صاحب کے عزیز و اقارب اور معتقدین اور ان کے علماء و مشائخ کی گرفتاری کے ساتھ ساتھ ان اساتذہ کو بھی گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا گیا"

حاجی صاحب کی وفات کے متعلق بتاتے ہوئے محمد نشاط خان نے بتایا کہ جس دن حاجی صاحب فوت ہوئے اس دن بہت زبردست زلزلہ آیا تھا یہ زلزلہ اتنا شدید تھا کہ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی زلزلے کے جھٹکے کے خوف سے فوت ہو گیا تھا۔

اکبر شاہ بدرشی اپنی کتاب "آزادی کی تلاش" میں فرماتے ہیں ہم لوگ تحریک آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں وطن سے ہجرت کر کے گنداؤ سے دوبرجوں کے گاؤں میں پہنچے اس گاؤں کے متعلق انھوں نے لکھا کہ "یہاں لوگوں نے ہمیں بتایا کہ یہاں کا کوئی آدمی اپنی موت نہیں مرا بلکہ ہمیشہ دشمن کی گولی سے مرا ہے۔ اگر کسی نے دونوں کے درمیان تگہ نہ رکھا ہو تو پھر کوئی بھی آدمی آزادی سے نہیں پھر سکتا۔ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے فریق کے آدمی کو دیکھتا ہے تو وہ اس پہ فائرنگ شروع کر دیتا ہے۔ اگر ان دونوں برجوں کے لوگوں میں لڑائی شروع ہو جاتی تو پھر چاروں طرف سے کوئی آدمی بھی آکر اس لڑائی کو بند نہیں کرا سکتا یہاں تک قبیلے کے بزرگ آکر جب تک تگانہ رکھیں تو اس وقت تک لڑائی جاری رہتی ہے۔ ان دونوں برجوں کے لوگوں کے درمیان حاجی صاحب ترنگ زئی نے تگار کھا تھا مگر کچھ عرصے کے بعد ان میں سے کسی نے اس کی خلاف ورزی کی اور پھر دونوں فریقوں کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی جب حاجی صاحب ترنگزئی کو اس لڑائی کی اطلاع ملی تو انھوں نے اردگرد کے قبائلی سرداروں کو بلایا۔ جب یہ سردار حاجی صاحب کے پاس آئے تو وہ انہیں ساتھ لے کر لڑائی کے مقام پر پہنچے حاجی صاحب کے ساتھ تقریباً اسی یا سو کے قریب آدمی تھے۔ حاجی صاحب اس قبیلے کے ہاں جا کر مہمان بنے جس نے اس صلحنامے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جنگ شروع کر دی تھی، حاجی صاحب نے اس قبیلے پر صلحنامے کی خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ کیا اس قبیلے نے حاجی صاحب کی شرائط کو تسلیم کیا اور لڑائی بند کرنے پر رضامند ہو گیا تو حاجی صاحب وہاں سے رخصت ہوئے۔

ہم برجان گاؤں سے صبح کے وقت روانہ ہو گئے اور عصر کے وقت ہم حاجی صاحب ترنگزئی کی جائے قیام گاہ لکاڑے میں پہنچے۔ یہاں حاجی صاحب کا ایک بہت بڑا گھر اور ساتھ ہی بہت بڑی مسجد ہے۔ گھر اور مسجد کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب کے متعلقین کے گھر تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی حاجی صاحب کا خلیفہ جلدی سے ہمیں ملنے مسجد میں آیا اور اپنی جگہ پر لے گیا اس نے ہماری بہت خاطر مدارات کی۔ رات ہم نے وہیں گذاری دوسری صبح ہماری ملاقات حاجی صاحب کے ساتھ ہوئی۔ حاجی صاحب نے ملاقات کے بعد ہمارے لئے دعا کی اور کہا۔

"نوجوانو! تمہارے نیک ارادے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو ہمت اور مستقل مزاجی عطا کرے انگریزوں سے وطن آزاد کرانے کے لئے تمہارے جیسے تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ آپ ایسے وقت پر افغانستان جا رہے ہیں جبکہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز ہو چکا ہے خدا انگریزوں کی گرفت سے مسلمان ممالک کو آزادی عطا کرے۔"

ہم نے چھ دن رات حاجی صاحب کے ساتھ گذارے۔ ہمارے جانے کے تیسرے یا چوتھے دن حاجی صاحب کے پاس یہ خبر پہونچی کہ (حاجی صاحب کے) باجوڑ کے خلیفہ فوت ہو گئے ہیں۔ حاجی صاحب یہ خبر سنتے ہی جنازے میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ میرے لئے بھی ایک سبز رنگ کا گھوڑا منگوایا گیا۔ خلیفہ صاحب کی جگہ لکاڑے سے تقریباً دس بارہ میل تھی۔ یہاں مجھے حاجی صاحب کی طاقت کا اندازہ ہوا جنازہ تیار تھا۔ اتنے میں ایک آدمی سرخ گھوڑے پر سوار گھوڑے کو دوڑاتا ہوا حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاجی صاحب سے عرض کی۔

"جار خان کے ساتھ بہت سے لوگ جنازے میں شرکت کیلئے آنا چاہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو وہ بھی جنازے میں شریک ہو جائیں۔"

حاجی صاحب نے اجازت دے دی تھوڑے ہی وقفے کے بعد میں نے دیکھا کہ جار خان ایک سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر جنازے میں شرکت کیلئے آن پہنچا یہ جار خان باجوڑ کے تمام خوانین میں سے ایک بڑا خان تھا کچھ دن پہلے اس نے حاجی صاحب کے ساتھ ایک خونریز جنگ لڑی تھی اور پھر آخر کار یہ عہد نامہ لکھ کر اس نے حاجی صاحب کے ساتھ صلح کر لی تھی کہ وہ آئندہ انگریزوں سے کسی قسم کا وظیفہ یا مراعات نہیں لے گا۔ (جنازے کے بعد) آواز آئی کہ حاجی صاحب واپس روانہ ہو رہے ہیں۔ میں یہ سن کر حاجی صاحب کے پاس آیا وہاں دیکھا کہ نہ وہاں حاجی صاحب ہیں اور نہ ہی میرا گھوڑا ہے۔ میں ایک آدمی جو لکاڑے سے حاجی صاحب کے ساتھ اس جنازے میں شریک ہونے کے لئے آیا تھا اس کے ساتھ پیدل لکاڑے کی طرف روانہ ہو پڑا۔ شام کے اندھیرے میں لکاڑے پہنچے۔ میرا ساتھی سلطان محمد

بیمار ہوگیا تھا اس نے کہا کہ ہم ایک دن مزید حاجی صاحب کے پاس بسر کریں گے ہم چھٹے دن حاجی صاحب سے رخصت ہوئے۔ حاجی صاحب نے ہمیں راہداری کے طور پر ایک خط دیا جو باغستان اور افغانستان میں بہت کام آیا۔ کیونکہ ہم جس جگہ بھی پہنچتے تھے۔ یہ خط جونہی دکھاتے لوگ ہمیں آنکھوں پر بٹھاتے تھے ہم جمرقند جا رہے تھے جو حاجی صاحب کے مرشد مجاہد اعظم حضرت بڑے صاحب کا مرکز تھا[1]

حافظ عبدالرؤف حاجی صاحب کے ایک معتقد حافظ عبدالرؤف ولد حاجی امیر بخش ساکن پرانی کٹال نے مصنف کو بتایا کہ مئی ۱۹۷۰ء میں غازی آباد میں حاجی صاحب کے بڑے صاحبزادے سجادہ نشین حضرت بادشاہ گل فضل اکبر صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دوران گفتگو بادشاہ گل نے فرمایا کہ ایک دفعہ بابا جی صاحب کے پاس خان بہادر قلی خان۔ ارباب دوست محمد خان ساکن نہکال اور خان بہادر غلام حیدر خان ساکن شیرپاؤ وغیرہ کو انگریز حکمرانوں نے ایک وفد کی صورت میں بھیجا اور ان سے کہا کہ "آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چھوڑ دیں کیونکہ انگریز بہت بڑی طاقت رکھتے ہیں اس وقت ان کے ساتھ کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا آپ ان کے خلاف محاذ قائم کر کے اپنا نقصان کیوں کر رہے ہیں گھر سے بے گھر ہو کر آپ کو کیا مل رہا ہے" وفد نے جونہی یہ باتیں کیں تو بابا جی صاحب نے وفد کو کہا "آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں ٹھیک ہے کہ فرنگیوں کی حکومت بہت مضبوط ہے مگر اس وقت اگر ہم فرنگیوں کے خلاف یہاں جہاد کا محاذ نہ کھولتے تو فرنگی ترکی کی مسلمان حکومت کو فوراً ہی ختم کر دیتا۔ ہمارے اسی جہاد کا نتیجہ ہے کہ فرنگیوں کی کئی ڈویژن فوج کو ہم نے یہاں مصروف کر رکھا ہے اور فرنگیوں کی توجہ کو اور خیال کو منتشر کر رکھا ہے۔ ہماری سب سے بڑی کوشش یہی ہے کہ فرنگی اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکیں اور یہاں کے بہادر مجاہدین کے جہاد سے خوفزدہ ہو کر ہمارے ملک سے بھی بھاگنے پر مجبور ہو جائیں کہ ہمارا ملک بھی آزاد ہو جائے۔ اگر ہم فرنگیوں کی طاقت سے مرعوب ہو کر بیٹھ جائیں۔ اگر ہم فرنگیوں کی توپوں اور مشین گنوں اور جہازوں کی بمباری سے گھبرا کر خاموشی کے ساتھ غلامی کو قبول کر لیں تو یہ مسلمان کے شایان شان نہیں ہے۔ مسلمانوں کو تو ایسی حالت میں خدا جہاد کا حکم دیتا ہے اور ہم نے جہاد کا علم اسی لئے بلند کیا ہے تاکہ اسلام دشمن طاقتوں کے غلبے سے مسلمانوں کو نجات مل سکے۔

۱۔ آزادی کی تلاش از اکبر شاہ بدرشی

شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب جان بنوری مہتمم دار العلوم سرحد فرماتے ہیں :

"مجاہدِ اعظم حضرت فضل واحد صاحب قدس سرہٗ جو کہ حاجی صاحب ترنگزئی کے نام سے مشہور ہیں ۔ علاقہ ہشت نگر تحصیل چارسدہ کے ایک قصبہ ترنگزئی کے تھے ۔ اس لئے وہ اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے ۔ وہ اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے بزرگ ، ولی اللہ اور شیخ المشائخ تھے انہوں نے اپنی تمام عمر امر بالمعروف ، نہی عن المنکر اور جہاد میں گزاری ۔ پشاور کے اطراف و حدود اور مردان کے علاقہ میں وہ گاؤں گاؤں تبلیغ اسلام کے لئے گشت کرتے تھے ۔ غیر اسلامی رسومات اور بدعات کے قلع قمع کے لئے خاص طور پر کوشاں تھے ۔ اس زمانے میں اکثر عورتیں غیر شرعی قیود اور بندشوں کی وجہ سے شادی و بیاہ سے محروم تھیں ۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے اس کی طرف خاص توجہ دی چنانچہ ان کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک ہی دن میں ایک ہی گاؤں میں کئی کئی عورتوں کی رخصتی ہو جاتی تھی اسلامی طریقہ پر اور سادہ طرز پر عقد نکاح کرا کے دلہن کو ڈولی میں بٹھا کر رخصت کیا جاتا تھا ۔ یہ ایک بہت بڑا کام تھا جس کو اس مردِ مجاہد نے سر انجام دیا ۔ بے شک یہ ان کی بزرگی اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عقیدت و احترام کا بین ثبوت تھا کہ لوگ بغیر کسی چون و چرا کے بخوشی ان کے کہنے پر اسلام کے ہر حکم کی بجا آوری پر رضامند ہو جاتے تھے ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ پشتون قوم کبھی بھی اس کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتی تھی ۔ یہ حاجی صاحب کی عظمت اور حرمت کا کمال تھا ۔

حاجی صاحب نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جگہ جگہ مکاتیب اور مدارس قائم کئے ۔ وہ انگریزوں کے سخت مخالف تھے چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ کے اشارے پر جہاد کرتے ہوئے اپنے وطن سے ہجرت فرمائی اور علاقہ مہمند میں جا کر سکونت اختیار کی اور تا دمِ مرگ بے شمار جہاد کر کے انگریزوں کو سخت نقصان پہنچایا ۔ باوجود بے سر و سامانی کے وہ ہر محاذ پر انگریزوں کو شکست دیتے رہے ۔ اس کامیابی کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ ایک صاحب کرامات تھے ۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد ان کے شامل حال تھی ورنہ انگریز جیسی جابر قوم کے ساتھ مقابلہ کرنا ناممکن تھا لیکن ان کو جو کامیابی ہوئی وہ محض اس وجہ سے ہوئی کہ وہ مخلص تھے ۔ صادق تھے ۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے کلام صادق کے مطابق ان تنصروا اللہ فانصرکم و یثبت اقدامکم ۔

نصرت ربانی ان کے ساتھ تھی اور وہ ثابت قدم رہے۔ صوبہ سرحد میں ان جیسا مخلص اور مجاہد شخص کوئی نہ تھا انہوں نے جہاد آزادی کے لئے تمام زندگی وقف کر رکھی تھی۔
۱۹۳۴ء میں جب میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا تو ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ان دنوں انتہائی ضعیف اور کمزور آدمی ہیں چنانچہ نماز کے لئے خدام ان کو پشت پر شرکت نماز کے لئے لاتے تھے مگر ہمت اتنی بلند تھی کہ فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ یہ ان کی روحانی طاقت تھی۔ وہ ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ ان کے مریدین اور معتقدین ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ تاریخ میں ایسے اشخاص مدتوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں حضرت سید احمد شہید بریلوی اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے بعد اکابرین دیوبند میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی وغیرہ قدس اللہ اسرارہم پیدا ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی ان ہی اکابر کے ساتھ متعلق تھے۔ ان اکابرین اور مجاہدین اسلام کی بدولت آخر کار انگریز مجبور ہوئے اور ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے اور اس کے نتیجہ میں ملک تقسیم ہو کر پاکستان معرض وجود میں آیا۔

حکیم عبدالمالک مجاہد

آپ ۱۹۰۸ء میں تخت بھائی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اخوندزادہ محمد شعیب ایک بہت بڑے عالم باعمل تھے جو اتمان خیل علاقے کے شموزئی کے ایک گاؤں کلالہ سے تخت بھائی آکر آباد ہوئے اور یہاں علم کی شمع روشن کی۔ حکیم عبدالمالک نے ابتدائی تعلیم تکر ضلع مردان میں حاصل کی اور پھر لوند خوڑ کے ورنیکلر مڈل سکول سے مڈل کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ ہائی سکول مردان میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد ایڈورڈز ہائی سکول پشاور میں داخل ہوئے اور وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے وہاں سے ۱۹۳۲ء میں ایف ایس سی کرنے کے بعد طبیہ کالج دہلی میں علم طب کے حصول کے لئے داخل ہوئے وہاں سے ۱۹۳۶ء میں علم طب میں ڈپلومہ لیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ جب اپنے گاؤں پہنچے تو آپ کو اپنے برادر نسبتی حکیم محمد روشن قریشی کے ذریعہ یہ پیغام پہنچا کہ آپ سیدھے غازی

آباد پہنچیں۔ حکیم محمد روشن قریشی حاجی صاحب کے ذاتی معالج تھے۔ اور وہ حاجی صاحب کی بیماری کا سُن کر غازی آباد گئے ہوئے تھے وہاں سے انہوں نے ڈاکٹر خانصاحب سے رابطہ قائم کر کے ان سے درخواست کی کہ وہ حاجی صاحب کے معائنہ کے لئے خود تشریف لائیں یا کسی مستند ڈاکٹر کو بھیجیں جو تسلی بخش علاج کر سکے۔ ڈاکٹر خانصاحب ان دنوں سرحد کانگرس کے کرتا دھرتا تھے۔ انہوں نے حاجی صاحب کے علاج معالجے میں تعاون کرنے سے کسی وجہ سے معذوری ظاہر کی۔ حکیم محمد روشن قریشی نے حکیم عبدالمالک کو فوری طور اطلاع دی کہ وہ فوراً غازی آباد پہنچیں چنانچہ حکیم عبدالمالک صاحب اپنے چچازاد بھائی ابوالحسن کو ساتھ لے کر غازی آباد روانہ ہوئے۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو آپ شبقدر پہنچے وہاں آپ نے یہ خبر سنی کہ حاجی صاحب کل فوت ہو چکے ہیں۔ باوجود یہ خبر سننے کے آپ دونوں غازی آباد پہنچے۔ حاجی صاحب کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔ بادشاہ گل صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کے جذبے کی تعریف کی۔ دو دن قیام کے بعد آپ واپس تخت بھائی روانہ ہونے لگے تو بادشاہ گل صاحب نے آپ سے کہا باباجی نے تو آزادی کی جنگ لڑتے لڑتے آخری سانس بھی ختم کیا ہے۔ انگریز ہمارے ملک پر قابض ہیں۔ ہم باباجی کے مشن کو اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک انگریزوں کی غلامی سے ہمارا ملک آزاد نہ ہو جائے لہٰذا ہمیں اس جنگ آزادی میں آپ جیسے تعلیمیافتہ افراد کی ضرورت ہے اور پھر آپ جیسے افراد کی تو شدید ضرورت ہے جو ہمارے غازیوں اور مجاہدین کا علاج معالجہ کر سکیں۔ لہٰذا اگر آپ اس جنگِ آزادی میں اپنا کردار ادا کر سکیں تو یہاں ہی قیام کریں۔" بادشاہ گل صاحب کے منہ سے جونہی یہ الفاظ نکلے۔ آپ نے فوراً ہی اپنی خدمات ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا" میں بھی آپ کے ساتھ اس وقت تک جنگ آزادی میں اپنی زندگی وقف کرتا ہوں جب تک انگریزوں سے ہماری قوم نجات حاصل نہ کر لے۔" اس کے بعد آپ نے مجاہدین اور غازیوں کی طبی خدمات سرانجام دینا شروع کیں۔ غازی آباد اور اس کے گرد و نواح میں ڈسپنسریاں قائم کیں جہاں لوگوں کو مفت طبی امداد مہیا کی جاتی تھی۔ میدان جنگ میں جو مجاہد زخمی ہو جاتے تھے۔ آپ ان کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ کرتے تھے۔ آپ کے چچازاد بھائی اور برادر نسبتی جو ماسٹر ابوالحسن کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے بادشاہ گل سے کہا کہ میں بھی اسی طرح اس جہاد میں شریک ہوتا ہوں کہ یہاں

جو مجاہدین آباد ہیں ان کے بچوں کو درس دیتا رہوں گا اور ساتھ ہی حکیم صاحب کے معاون کے طور پر بھی کام کرتا رہوں گا۔ چنانچہ بادشاہ گل صاحب نے ابوالحسن صاحب کی خدمات کو بھی بڑی خوشی سے قبول کرتے ہوئے ان کے جذبہ جہاد کی قدر کی۔

حکیم عبدالمالک صاحب اس وقت تک غازی آباد میں رہے جب تک ملک آزاد نہیں ہوگیا۔

سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں ان کا نام نامی فضل واحد تھا لوگوں میں اس نام سے مشہور نہ تھے نہایت متقی اور پرہیزگار اور صاحب علم وعمل اور پیران طریقت وسلوک میں سے تھے اور حضرت مولانا شاہ نجم الدین صاحب مرحوم معروف بہ بڈے ملا کے خلیفہ اور جانشین تھے حضرت مولانا نجم الدین صاحب (بڈے ملا) حضرت شاہ مولانا عبدالغفور سواتی معروف بہ حضرت سوات رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جانشین تھے حضرت سوات اور حضرت بڈے ملا صاحب ان اطراف (صوبہ سرحد) میں بہت زیادہ بااثر غیور مجاہد گذرے ہیں ان حضرات نے اپنے اپنے زمانے میں انگریزی اقتدار کے خلاف سالہا سال علم جہاد بلند رکھا تھا اور انگریزی اقتدار کو حد سے زیادہ نقصان پہنچاتے رہے تھے حاجی فضل واحد صاحب (حاجی صاحب ترنگزئی) بھی اپنے پیران طریقت کے قدم بہ قدم تھے۔ جذبات حریت آزادی اور جہاد دینی کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے۔ انگریزی علاقہ ضلع پشاور میں خدمات دینیہ تبلیغ وتسلیک میں ابتدا سے مشغول تھے۔ اور انتہائی شہرت اور مقبولیت کے مالک تھے ان اطراف میں عام مسلمانوں میں جس قدر مقبولیت ان کی تھی کسی دوسرے پیر کی نہ تھی، حضرت شیخ الہند نے بار بار مولانا عبیداللہ صاحب اور مولانا عزیز گل صاحب کو ان کی خدمت میں بھیج کر اپنے مشن میں داخل کیا اور جہاد حریت کے لئے آمادہ کیا اور استدعا کی کہ وہ اپنے وطن سے آزاد علاقے (یاغستان) میں ہجرت کر کے چلے جائیں اور وہاں کے مرکز کو سنبھالیں اور اپنے شاگردوں کو جو کہ بے شمار تھے اور اپنے اپنے علاقوں میں تعلیم وتدریس میں مشغول تھے لکھا کہ حاجی صاحب ترنگزئی کی تابعداری کریں اور ان کی امداد واعانت میں کسی کوتاہی کو روا نہ رکھیں چنانچہ ۱۹۱۴ء میں اعلان جنگ عمومی کے بعد حاجی صاحب ترنگزئی اپنے وطن سے نکل کر قبائلی علاقے میں پہنچے[1]۔ اور جہاد کا آغاز کیا اسی طرح شیخ الہند کے مشورے سے جامع مسجد فتح پوری کے مدرس مولانا سیف الرحمان نے بھی یاغستان کو ہجرت کی اور حاجی صاحب ترنگزئی کی معیت میں کچھ عرصہ جہاد میں شریک رہے[1]۔

۱۔ نقش حیات از مولانا حسین احمد مدنی ص ۶۲

رشید ارشد اپنی تصنیف "بیس بڑے مسلمان" میں لکھتے ہیں۔

"حاجی صاحب ترنگزئی نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے صاحب علم وعمل اور مشہور پیران طریقت وسلوک میں سے تھے۔ حضرت مولانا شاہ نجم الدین معروف بہ ہڈے ملا کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ حاجی صاحب ترنگزئی اپنے پیران طریقت کے قدم بہ قدم چل کر غزا وسلوک دونوں کے مرد میدان تھے۔ اس زمانے میں ان سے زیادہ مقبول ومعروف کوئی پیر اس علاقے میں نہ تھا۔ یاغستان اور آزاد قبائل میں ان کے ہزارہا مرید تھے یہی وجہ تھی کہ مولانا عبیداللہ سندھی شیخ الہند کے ایماء پر بار بار ان کے پاس گئے اور ان کو مجبور کیا کہ وہ آزاد علاقے میں ہجرت کر جائیں اور وہاں کی کمان سنبھالیں کیونکہ وہاں بیشمار مجاہدین تھے اور اسلحہ پر کوئی پابندی نہ تھی جنگ عظیم کی وجہ سے انگریز کی مشاق پلٹنیں باہر گئی ہوئی تھیں لہٰذا یہاں آزاد قبائل میں ان کو حاجی صاحب کی وجہ سے بار بار شکست فاش ہوئی۔ بالآخر انگریز نے ڈپلومیسی اختیار کی اور امیر حبیب اللہ والئی کابل کو درمیان ڈالا اور لکھو کھہا روپیہ سرداران قبائل میں تقسیم کرا کر یہ مشہور کیا کہ بغیر امیر کے جہاد جائز نہیں لہٰذا امیر حبیب اللہ جو بادشاہ ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ اس دودھاری تلوار کا اثر یہ ہوا کہ حاجی صاحب کے ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کی طاقت کمزور ہوئی اور شکست پر شکست کھانے لگے آخر کار حاجی صاحب کو ان کے ساتھی علاقہ مہمند میں لے گئے اور وہاں محفوظ ہو کر مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی"[1]

کرنل کین اپنی کتاب این ڈبلیو ایف پراونس اینڈ دی وار (صوبہ سرحد اور جنگ عظیم اول) میں لکھتے ہیں:۔

۱۹۱۵ء کا سال مہمندوں کی طرف سے ہمارے لئے ایک خطرناک سال تھا جنہوں نے اپریل ۱۹۱۵ء میں شبقدر کے مقام پر ہماری فوجوں پر حملہ کیا۔ ہمارے لئے یہ مشکلات ایک جوشیلے مذہبی لیڈر حاجی ترنگ زئی کی تنظیم کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ یہ حملے شبقدر سے بڑھتے بڑھتے سوات اور بنیر کی حدود تک پھیل گئے۔ اگست میں چکدرہ اور رستم کے مقام پر ہماری فوجوں پر زبردست حملے کئے گئے۔ ان حملوں کو ہماری فوجوں نے پسپا

۱:۔ بیس بڑے مسلمان از رشید ارشد ص ۲۴۳

تو کر دیا مگر حاجی ترنگزئی اپنی مجاہدانہ تنظیم میں مسلسل مصروف رہے۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب ترنگزئی کے مجاہدین نے ہماری فوجوں پر بہت بڑا حملہ کیا۔ اس حملے میں ہماری فوجوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور مجاہدین کے ایک ہزار آدمی مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ اکتوبر میں پھر حاجی صاحب نے ہماری فوج پر حملہ کیا اور اس بار بھی مجاہدین کو اتنا ہی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے بعد حاجی صاحب ترنگزئی نے باجوڑ کے مجاہدین کو منظم کر کے نئے سرے سے چکدرہ کے مقام پر ہماری فوج پر حملہ کیا مگر ہماری فوجوں نے اس حملے کو بھی پسپا کر دیا۔ اور حاجی صاحب کے کئی مجاہدین مارے گئے اور زخمی ہوئے۔
حاجی صاحب کی اس مجاہدانہ تنظیم کو کچلنے کے لئے آخر کار حکومت نے مہمندوں، سواتیوں اور باجوڑیوں کے ان علاقوں کو جہاں مجاہدین جمع تھے یا جن علاقوں سے منظم ہو کر وہ انگریزی فوجوں پر حملہ کرتے تھے۔ ان علاقوں میں لوہے کی خاردار تاروں کی باڑ چاروں طرف لگا کر اس میں بجلی کا کرنٹ چھوڑ دیا گیا تاکہ یہ مجاہد اپنی حدود سے نکل کر انگریز فوجوں پر حملہ آور ہوں تو وہیں تار چھوتے ہی خاک کا ڈھیر بن جائیں۔ اس تار کی لمبائی ۱/۲ ۱۷ میل تک تھی۔ ہر ۴۰۰ سے ۸۰۰ گز کے فاصلے پر یہ تار بچھائی گئی تھی۔ مارچ ۱۹۱۷ء تک یہ تار اسی طرح رہی۔ مجاہدین نے اس تار کو عبور کرنے کے لئے حاجز قینچیاں بنائیں اور جگہ جگہ اس تار کو کاٹ کر جونہی موقع پاتے انگریزی فوجوں پر حملہ آور ہوتے ۔[1]

برصغیر میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی اور ان مسلمانوں کو ترکوں سے اور خاص کر خلافت اسلامیہ سے مذہبی اور روحانی تعلق تھا۔ اس لئے جب جنگ عظیم اول میں، خلافت اسلامیہ کو مٹانے کی سازش شروع ہوئی اور ترکی کی عظیم اسلامی سلطنت کے ساتھ عیسائیوں کی متحدہ طاقت نے جنگ کا آغاز کیا تو برصغیر کے مسلمانوں کو مذہبی اور روحانی روابط کی وجہ سے مجبوراً حکومت ترکیہ کی حمایت اور مدد کے لئے آواز بلند کرنا پڑی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ جلسے منعقد کئے۔ قرار دادیں پاس کیں کہ ترکوں پر ظلم و تشدد نہ کیا جائے اور ترکوں کی اخلاقی مدد کرنے سے برِ صغیر کے مسلمانوں کو نہ روکا جائے۔
ترکوں کے ساتھ یہ جنگ عالمِ اسلام کے لئے ایک چیلنج تھا۔ برصغیر کے جوشیلے

---

[1] صوبہ سرحد اور جنگ از کرنل کین ص ۱۰۸-۹

مجاہدین نے ہمت نہ ہاری وہ اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ اپنے گھروں سے نکلے تھے اور یہی ارادہ لے کر نکلے تھے کہ وہ انگریز کو سرزمین ہندوستان سے نکال کر دم لیں گے اور جب تک انگریز اس سرزمین کو نہیں چھوڑتا وہ اپنی جدوجہد کو ہر صورت میں جاری رکھیں گے۔ انگریز اپنی چالوں میں کامیاب ہوتا جارہا تھا۔ اس کا پروپیگنڈا کارگر ثابت ہو رہا تھا کیونکہ اس پروپیگنڈے کو کامیاب کرنے والے وہ ضمیر فروش تھے جو اپنے آپ کو مسلمان تو کہلاتے تھے مگر ان کے دل اور ان کے ضمیر اسلام کی حقیقی روشنی سے خالی تھے۔ حاجی صاحب مورچے پر مورچے چھوڑتے گئے انگریزوں کی سیاست نے ان کے سینکڑوں مجاہدین کو روپے سے خرید لیا۔ جو مخلص مجاہد رہ گئے تھے وہ حاجی صاحب کو مہمندوں کے علاقے میں لے گئے۔ وہاں انہوں نے محفوظ ہو کر انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لئے زندگی کے آخری لمحے تک انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے علاوہ قبائلی علاقے کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کرنے اور بُرے رسم و رواج کو ترک کرانے میں مشغول رہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے متعلق سرکاری نوٹ ملاحظہ ہو۔

"وہ بوڑھے حاجی ترنگ زئی کو جھنجھوڑ رہے ہے کہ وہ ایسی دیا سلائی روشن کریں جس سے سارا سرحد شعلہ زار بن جائے[1]"

حاجی صاحب فیروزدین

حاجی فیروزالدین ولد فقیر محمد ساکن محلہ ڈھانڈھیاں سرآسیہ پشاور جو اس وقت ستمبر ۱۹۸۱ء میں تقریباً اسی سال کے ہیں بیان کیا کہ سرحد میں حاجی صاحب ترنگ زئی کی بزرگی کی بہت بڑی شہرت سن کر ہم تین آدمی حاجی صاحب کے پاس غازی آباد گئے۔ ان دنوں پختہ سڑک نہیں تھی اور نہ ہی گاڑیاں وغیرہ گنداب کی طرف جاتی تھیں لہذا ہم تین ساتھی اکٹھے پشاور سے روانہ ہوئے یہ گرمیوں کے دن تھے ہم شبقدر تک بس میں گئے اور وہاں سے پیدل غازی آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ دو دن پیدل سفر کرنے کے بعد ہم غازی آباد پہنچ کر مسجد میں گئے وہاں نماز وغیرہ ادا کی۔ حاجی صاحب بھی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے ہوئے تھے اور مسجد کے ساتھ ہی متصل ایک حجرہ تھا جس میں حاجی صاحب رہائش رکھتے تھے ہم نے حاجی صاحب سے ملاقات کی اور پھر لنگر کا کھانا تقسیم ہوا۔ اس رات تقریباً پانچسو کے قریب مجاہد اور مہمان تھے جن میں لنگر کا کھانا تقسیم کیا گیا۔

۱۔ رپورٹ سی آر کلیولینڈ برائے حکومت ہند صفحہ ۱۹

کھانے کے بعد ہم بھی مسجد میں ہی سو گئے۔ صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہو کر حاجی صاحب مسجد میں ہی بیٹھ گئے اور پھر مجاہد آئے انہیں ہدایات دیں اور اس کے بعد جو لوگ ان سے بیعت کرنے کے لئے آئے تھے انہوں نے حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حاجی فیروز دین تقریباً پانچ سال تک حاجی صاحب کے خادم خاص کی حیثیت سے حاجی صاحب کے پاس ہی رہے۔ ان کے ہاتھ میں لنگر کی چائے اور چینی کی تقسیم کا کام تھا۔ ہر ماہ تقریباً تین بوری چینی اور تقریباً بیس پچیس سیر چائے خرچ ہوتی تھی۔ لنگر کے لئے گندم کچھ تو غازی آباد کی زمینوں سے حاصل ہوتی تھی اور کچھ خریدی جاتی تھی۔ مختصر یہ کہ حاجی صاحب کا لنگر "ہر چہ داری صرف کن در راہ ہو" کا ایک پورا منظر پیش کر رہا تھا۔ حاجی صاحب نے مزید بتایا کہ :

سیٹھی کریم بخش بھی حاجی صاحب کے معتقدین میں سے تھے۔ انہوں نے حاجی صاحب کی تحریک جہاد میں بے شمار خفیہ مالی مدد دی جس سے مجاہدین کے لئے اسلحہ اور گولہ بارود اور رسد کا سامان خریدا جاتا تھا بلکہ حاجی صاحب کے ایک خادم خاص حاجی فیروز دین نے بتایا کہ" باباجی کی وفات سے پانچ چھ سال پہلے غازی آباد میں پشاور سے لنگر کے لئے سامان کی خرید و فروخت کے علاوہ میں یہ سامان غازی آباد تک پہنچانے کا فرض سرانجام دیتا تھا۔ سیٹھی کریم بخش ہر ماہ چینی، چائے اور آٹے کے کئی تھیلوں کے علاوہ ایک تھیلی میں چند رقم بھی مجھے دیا کرتے تھے کہ یہ باباجی صاحب تک پہنچا دیں، میں یہ تمام سامان مع اس تھیلی کے غازی آباد لے جا کر بادشاہ گل فضل اکبر صاحب کے حوالے کر دیتا تھا۔ کیونکہ مجاہدین کے لئے یا لنگر کے لئے باہر سے جو رقم یا جنس یا اسلحہ آتا تھا اس کے انچارج حاجی صاحب کے بڑے صاحبزادے غازی بادشاہ گل فضل اکبر تھے۔ یہ سامان پشاور مردان اور سرحد کے دوسرے اضلاع اور شہروں کے علاوہ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں سے لگاتار آتا رہتا تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی آدمی کسی نہ کسی جگہ کا ضرور غازی آباد پہنچتا تھا۔"

سرحد کے علاقوں خاص کر ہزارہ کے علاقے کے لوگ لنگر کے لئے دنبے بھیڑیں، بکریاں اور گائیں بھی لاتے تھے۔ اسی طرح غازی آباد اگر ایک طرف مجاہدین کا ایک بہت بڑا فوجی کیمپ تھا تو دوسری طرف وہ باباجی کی روحانی برکتوں کی وجہ سے مرجع خاص و عوام بنا ہوا تھا۔"

فقیر محمد عباس قادری اپنی تصنیف "صوفی، درویش اور غازی" میں فرماتے ہیں:

"مجھے خود اچھی طرح یاد ہے کہ جس دن حاجی بابا فوت ہوئے۔ اس دن بہت سخت زلزلہ آیا تھا۔ یہ زلزلہ اس قدر شدید نوعیت کا تھا کہ سڑکوں پر چلنے والی موٹریں اور لاریاں بھی رک گئی تھیں۔ میں اس زمانے میں اتمان زئی کے اسلامی مدرسے میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر عبدالکریم صاحب تھے۔ جونہی حاجی صاحب کی وفات کی خبر پہنچی تو اس سکول میں ایک بہت بڑا التعزیتی جلسہ ہوا جس میں حاضرین نے حاجی صاحب کے لئے دعائے مغفرت کی۔

"۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہونے پر حاجی صاحب نے قبائلی علاقے کی طرف ہجرت کی رستم کے محاذ پر ۲۷ روز تک حاجی صاحب نے جہاد کیا پھر سوات چلے گئے اور آخر کار مہمندوں کے علاقے میں رہے۔ تیسرا جہاد ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۹ء تک شبقدر اور ڈکہ کے مقام پر کیا ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء میں دوبارہ حاجی صاحب نے شبقدر کے مقام پر جہاد کیا۔ ۱۹۳۰ء میں غلنئ اور مچنی کے مقام پر جہاد کیا ۱۹۳۳ء میں شبقدر کے مقام پر جہاد کیا ۱۹۳۵ء کو نحقی کے محاذ پر جب جہاد کیا تو انگریزوں نے گائیڈ پلٹن کو مجاہدین کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ۱۹۳۶ء میں انگریزوں نے مجبور ہو کر صلح کی۔"

حاجی صاحب کے ارشادات: "جنت کی طرف جانے کے دو راستے ہیں ایک بہت بڑا طویل اور خطرناک ہے اور دوسرا بہت ہی مختصر ہے طویل اور خطرناک راستہ یہ ہے کہ انسان تمام عمر تقویٰ، عبادت، ریاضت کے ساتھ ساتھ قوم اور ملک کی خدمت میں بسر ہو اس راستے میں انسان کو جتنی بھی مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچیں ان میں انسان صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ مصیبتوں سے نہ گھبرائے اور رضاء الٰہی پر صابر اور شاکر ہو۔ مختصر راستہ یہ ہے کہ انسان فوری طور پر اور بہت جلد منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ ادھر قدم رکھا ادھر منزل مقصود مل گئی۔ یہ مختصر راستہ انسان کو جلدی جنت تک پہنچاتا ہے یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے

۱۔ کابل میں سات سال از مولانا عبیداللہ سندھی۔ ص۵۸ مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور

عبدالاکبر خان اپنی پشتو تصنیف "روسی ترکستان اور افغانستان کا سفر نامہ" میں حاجی صاحب کی زندگی اور ان کی قیام گاہ غازی آباد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے ہندوؤں کی اتنی حوصلہ افزائی کی کہ ان کے دلوں میں صحیح معنوں میں آزادی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا"

"کابل کا امیر حبیب اللہ عیش و عشرت میں مصروف تھا وہ انگریزوں کا معاون و مددگار بنا ہوا تھا جیسا کہ مسٹر باٹن اپنی کتاب "دی فرنٹیر" میں لکھتا ہے کہ اگر امیر حبیب اللہ ہمارا دوست نہ ہوتا اور اس نے ہمارے خلاف ذرا بھی آواز بلند کی ہوتی تو انگریزوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اور ہندوستان کی سرحدوں کا نقشہ بڑی جلدی سے بدل گیا ہوتا۔"

"ان مذکورہ حالات میں ہمارے ملک کے لوگوں کی ذہنی حالت یہ تھی کہ ہمارے ملک کے خان خوانین، پیر فقیر اور مولوی صاحبان انگریزوں کو اولی الامر کہہ کر ان کے خلاف آواز بلند کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ یہ لوگ مولانا محمود الحسن اور ان کے ساتھیوں کے خلاف تھے۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ انگریزوں نے بغداد اور مکہ مدینہ پر قبضہ کر لیا ہے، اور ان مقامات پر گولیاں برسانے سے پختون سپاہیوں اور فوجوں نے انکار کر دیا ہے تو اس خبر سے عوام کے دلوں میں آگ کا ایک جوش اٹھا مگر افسوس کہ اس خبر پر بھی ہمارے خان خوانین، پیر فقیر اور انگریزوں کے حامی علماء نے انگریزوں کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کی۔ جب ایک طرف مذکورہ قسم کے حالات رونما ہو رہے تھے تو دوسری طرف مولانا تاج محمد ساکن مردان، مولانا عبدالعزیز ساکن اتمانزئی، مولانا فضل ربی ساکن پکھلی ہزارہ جو دیوبند کے فارغ التحصیل علماء تھے وہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ ہی تھے۔ ان دنوں باچا خان (عبدالغفار خان) نے بھی تعلیم چھوڑ دی تھی اور وہ بھی ان مذکورہ لیڈروں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے۔"

"حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی کوششوں سے حکومت بے خبر نہیں تھی حکومت نے حاجی صاحب ترنگزئی کو گرفتار کرنے کا پروگرام بنایا مگر حاجی صاحب نے گرفتاری سے پہلے ہی اپنے بال بچوں، مریدوں اور ساتھیوں کو ساتھ لے کر علاقہ غیر میں جا کر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کر کے سرکادی کے مقام پر جہاد کا آغاز کیا۔ اس جنگ میں بہت سے غازی شہید ہوئے مگر انگریزوں کے بھی بہت سے آدمی مارے گئے جن میں سکھ اور ڈوگرہ سپاہی کافی تعداد میں تھے۔ اس علاقے میں جب

ان کی رہائش میں مشکلات پیدا ہو گئیں تو انہوں نے مجبوراً مہمندوں کے علاقے میں جاکر ایک پہاڑ میں ڈیرہ جما لیا۔ مولانا تاج محمد، مولوی فضل ربی اور مولانا فضل محمود مخفی بھی ان کے ساتھ ہی مہمندوں کے علاقے میں جاکر مقیم ہو گئے اور انہوں نے جہاد کے لئے عوام کو تیار کیا۔"

۱۹۱۷ء میں حاجی صاحب نے ماصل خان مہمند کو ساتھ لے کر شبقدر پر حملہ کیا تین چار ماہ تک جنگ ہوتی رہی۔ انگریزوں نے اباز ئی اور درسک کے پہاڑوں میں بجلی کے تار بچھا دیئے۔ پھر بھی غازی بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ بجلی کے ان تاروں کے اوپر سے جمپ لگا کر دشمن پر حملہ آور ہوتے رہے اور انہوں نے کبھی اپنی جان کی پرواہ تک نہ کی۔

جب ہجرت کی تحریک شروع ہوئی تو عزیز ہندی اور جان محمد جونیجو مہاجرین کا ایک قافلہ لے کر افغانستان جانے کے لئے پشاور آئے اور ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ اس کے بعد سرحد کے طلباء میں محمد اکبر قریشی، شوکت عثمان، اقبال شیدائیؒ، عبدالقادر صحرائیؒ اور کئی دوسرے طالبعلم ہجرت کر کے شبقدر کے راستے حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس گئے۔ باچا خان (خان عبدالغفار خان) نے اس قافلے کے ساتھ اتمان زئی کے محمد اکبر خان کو بھی بھیجا۔ صوابی، مردان اور پشاور کے کئی لوگوں نے ہجرت کی۔ میں بھی ہجرت کے لئے روانہ ہوا۔ میرے ساتھ باچا خان (خان عبدالغفار خان) اور کئی دوسرے افراد تھے۔ ہم پیدل سفر کر کے حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس غازی آباد پہنچے ہمارے بعد مولانا محمد اسرائیل ساکن اتمانزئی، محمد اکبر خان ساکن اتمانزئی۔ مولانا خلیل الرحمان اور قلندر خان بھی پہنچ گئے۔ حاجی صاحب نے اپنے بیٹوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ اور ہمیں دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے فضل اکبر بادشاہ نے حاجی صاحب سے میرا تعارف کرایا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ تو ہمارا بھتیجا ہے۔ جب رات ہوئی تو ہمارے لئے روٹی کا انتظام کیا گیا۔ گائے حلال کی گئی اور ہر ایک گاؤں سے بھی ہمارے لئے کھانا لایا گیا۔ کھانے کے بعد ہمارے قافلے میں سے کچھ لوگ مسجد میں سو گئے۔ کچھ زمین پر سو گئے اور باچا خان اور ہم چند آدمی لنگر خانے کے نزدیک چارپائیوں پر سو گئے۔

حاجی صاحب کی جگہ غازی آباد ایک تنگ درّے میں واقع ہے اس کے تینوں اطراف پہاڑ ہیں اور ایک طرف تنگ سا راستہ ہے۔ یہ ڈیورنڈ لائن سے چھ میل کے فاصلے پر قبلے کی طرف واقع ہے۔ غازی آباد کے ایک طرف قندھاری اور گربز قوم آباد ہے اور دوسری طرف مٹائی موسیٰ خیل قوم آباد ہے [1]

---

[1] "روسی ترکستان اور افغانستان کا سفر" از عبداللہ اکبر خان اکبر صفحہ ۲ تا صفحہ ۱۲۔ مطبوعہ حیدریہ پریس پشاور ۱۹۷۹ء۔

حاجی صاحب اور علامہ اقبال

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال جنہوں نے اپنے کلام کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی، وہ مسلمانوں میں ملی جذبہ پیدا کر کے مسلمانوں کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے اس کے لئے انہوں نے خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کرنے کی انتھک جدوجہد کی۔ کہا جاتا ہے کہ اقبال نے سفر افغانستان کے دوران حاجی صاحب سے ملاقات کی اور ان کی جدوجہد کو بے حد سراہا۔ جن لوگوں نے حاجی صاحب ترنگزئی اور علامہ کی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ علامہ اقبال حاجی صاحب سے ملاقات کے وقت نہایت مودبانہ طریقے سے دوزانو ہو کر حاجی صاحب کی خدمت میں بیٹھتے تھے۔

حاجی صاحب نے انگریزوں اور انگریزوں کے حواریوں، وظیفہ خوروں اور کرسی نشینوں کے خلاف جو جہاد شروع کر رکھا تھا اس سے بھی حاجی صاحب کا یہ مطلب تھا کہ یہ لوگ انگریزوں کی حمایت ترک کر دیں تو انگریزوں کو آسانی سے مغلوب کر کے ان سے آزادی حاصل کی جا سکتی ہے اس سلسلے میں علامہ اقبال نے بھی اپنی نظم محراب گل میں ان وظیفہ خوروں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ وہ اپنی خودی کو پہچانیں اور اپنے آپ کو ملت کا ایک فرد بنا کر ملت میں گم ہو جائیں تاکہ منزلِ مقصود تک بآسانی پہنچا جا سکے۔ اسی نظم میں علامہ نے اشاروں اور کنایوں کے ذریعے حاجی صاحب ترنگزئی اور مجاہدین آزادی کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی شارح ضرب کلیم اِس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:۔

"محراب گل افغان کے افکار کے باب میں اقبال نے محراب گل افغان کی زبان سے اپنے افکار اور خیالات ظاہر کئے ہیں۔ یہ ایک فرضی نام ہے اور اس کی ضرورت انہیں اس لئے محسوس ہوئی کہ انہوں نے بعض نظموں میں اسلوب بیان ایسا اختیار کیا ہے کہ اس فرضی نام کے بغیر کلام میں تاثیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ مثلاً پہلی نظم میں وہ سرحد کے کوہستان سے خطاب کرتے ہیں اور یہ اسلوب بیان اس امر کا متقاضی ہے کہ متکلم وہیں کا باشندہ ہو۔"

پروفیسر یوسف سلیم چشتی آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ" دراصل بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے دل میں ملت کا درد اس درجہ تھا کہ اس کو میں بذریعہ الفاظ بیان نہیں کر سکتا وہ ساری عمر ملت اسلامیہ کے درد میں تڑپتے رہے۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بالکل حقیقت ہے میں نے ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۸ء تک چودہ سال ان کی صحبت میں گزارے اور میں شہادت دے سکتا ہوں کہ میں نے خود بارہا انہیں ملت کی بربادی کے غم میں بچوں کی طرح روتے دیکھا ہے اور اس درد کا راز یہ ہے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرتے تھے اس لئے حضورؐ کی قوم کی تباہی ان سے برداشت نہیں ہو سکتی تھی وہ سمجھتے تھے کہ اگر افغانی بیدار

ہوجائیں گے تو شاید ایشیا میں اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا کچھ انتظام ہوجائے گا۔ اس لئے انہوں نے ساری عمر افغانوں کی خودی کو بیدار کرنے کی کوشش کی ۱۹۳۳ء میں افغانستان جانے سے کچھ دنوں پہلے میرے ایک اعتراض کے جواب میں انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ:

"تم جذباتی ہو اس لئے نادر شاہ سے ناراض ہو یہ دیکھو کہ بچہ سقہ کو ختم کر کے اس نے بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ میں جلب منفعت کے لئے نہیں جا رہا ہوں مجھے محض اسلامی اخوت کا جذبہ کھینچے لئے جا رہا ہے کیا عجب کہ میں اس قوم کی بیداری میں کوئی حصہ لے سکوں" پھر کہنے لگے "ہندوستان کے مسلمان تو کئی سو سال سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں انگریز کا مقابلہ اگر کر سکتے ہیں تو وہ مسلمان کر سکتے ہیں جو پشاور اور کابل کے درمیان علاقے میں رہتے ہیں کاش کوئی اللہ کا بندہ ان کوہستانی شیروں کو بیدار کر سکے۔"[۱]

۱۔ شرح ضرب کلیم از پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص ۳۸۹ مطبوعہ عشرت پبلشنگ ہاؤس لاہور۔

حاجی صاحب کا شجرہ نسب

حاجی صاحب کے مُرید اور خلیفہ میر عبداللہ نے حاجی صاحب کا جو محفوظ نسب نامہ قلمبند کیا ہے وہ یوں ہے ۔ قاتل الکفر والمشرکین صاحب تصرفات کاملہ مجاہد اعظم فضل الواحد ابن فضل احد بن رستم خان بن حیدر خان بن عرب خان بن نصرت خان بن دولت خان بن معظم خان بن پیر شمسی بابا بن پیر سدو بابا بن شیخ بہاؤ الدین المعروف بودلے بابا مشہور بہ نیموڑی بابا بن برہان الدین بن رکن الدین بن ناصر الدین بن ابوبکر بن سید اسماعیل بن سید محمد عمر بن سید شاہ بن شاہ داؤد شاہ بن سید محمد شاہ بن سید سلطان شاہ بن سید جعفر شاہ بن علی احصر شاہ بن محمد شاہ بن اراخود شاہ بن داؤد الثانی بن فتح شاہ بن فرید شاہ بن محمد صلاح الدین بن سید احمد ثانی بن سید محمد کلاں بن عبدالمالک بن زین الدین بن مودود شاہ بن عبدالعزیز بن داؤد اوّل بن محمد حسن ظاہر بن جمال الدین بن جمیل الدین بن موفق ثانی سید اسحاق بن ابوالحسن زاہد سید موسیٰ بن محمد عالم بن سید ابوالقاسم بن سید عبداللہ بن سید محمد اوّل بن سید حسن بن سید عباس بن سید اسحاق بن سید امام موسیٰ کاظم بن سید امام جعفر صادق بن سید امام باقر بن سید امام زین العابدین بن سید الشہداء حضرت امام حسین رضہ بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ بن ابی طالب ۔

مگر محکمۂ مال کے کاغذات اور دستاویزات میں پیر بودلے بابا تک جس شجرۂ نسب کا اندراج ہے وہ یوں ہے :

حاجی ترنگزئی فضل واحد بن پیر فضل احمد بن پیر رستم شاہ بن پیر حیدر شاہ بن پیر عزت شاہ بن پیر دولت شاہ بن پیر نصرت شاہ بن پیر معظم شاہ بن پیر ثمر شاہ بن پیر سدو بن پیر بودلے بابا ۔

کاغذات مال سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پیر سدو پیر بودلے بابا کے گدی نشین تھے اور پیر بودلے بابا کی اولاد شروع شروع میں ضلع پشاور کے علاقہ ہشت نگر کے ایک گاؤں اتمانزئی کے ایک مقام کوٹ صدیقی میں مقیم تھی کیونکہ ۱۸۷۰ء میں ضلع مردان کی جو جمعبندی مرتب کی گئی اس میں پیر سدو کے متعلق یہ اندراج ملتا ہے ۔

" پہلے رقبہ دِہ ہذا (پیر سدو) میں اصل مالکان قوم ابا خیل ساکن سوات نے کچھ رقبہ خود تعدادی ۵ سو ۶۲ کنال ۱۹ مرلے تھا ابتداء سے پیر بودلے باباقوم

پیر ساکن کوٹ صدیقی کو بزرگی کے طور پر بطور سیری دے کر مالک بنایا۔
بعد وفات پیر بودلے بابا کے مسمی پیر سدو پسر ش اندرون رقبہ خود آبادی
بنا کر آباد ہوا اور چند خانجات اقوام گوجر و باغیان واسطے نز دزمین کے بطور
مزارعان آباد کئے۔ نام اس آبادی کا اوپر ان کے نام کے پیر سدو مشہور ہوا
دیگر رقبہ جو گرداگرد بطور بنجر وغیرہ تھا وہ بدستور غیر آباد رہا۔ چند پشت
تک وہ آبادی قائم رہی بعد گوجر و باغیان تو نیست و نابود ہو گئے اور اولاد
پیر سدو جو اتمان زئی میں جاکر آباد ہو گئی تھی۔ بدستور اپنے رقبے پر قابض رہ
کر مزارعان دیہات قرب وجوار سے یہ زمین کاشت کرواکر حاصلات لیتے رہے
بعد میں انہوں نے یہاں مستقل آبادی قائم کی اور یہیں رشد و ہدایت کا کام
شروع کیا"۔[۱]

شیخ بہاؤ الدین المعروف پیر بودلے بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے پیر حذر خان اور پیر خویداد خان
کی اولاد کے متعلق نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں کہاں آباد ہیں۔ تیسرے بیٹے پیر اکبر بابا کی اولاد
مردان تحصیل کے گاؤں رجڑ، علاقہ سدوم اور یوسف زئی کے دوسرے دیہات کے
علاوہ دیر اور باجوڑ میں آباد ہے۔ ہشت نگر کے علاقہ چارسدہ میں اکبر بابا کی اولاد پیرانِ
اکبر خیل کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح پیر بودلے بابا کے دوسرے بیٹوں کی اولاد بھی
سرحد کے مختلف دیہات میں آباد ہے۔

حاجی صاحب ترنگزئی کے کل پانچ بھائی تھے جن میں سے ایک بھائی فضل الرحمٰن حاجی
صاحب کے ساتھ ہی ۱۲۹۴ھ میں پیدل حج پر گئے۔ حج سے واپسی پر بغداد میں مقدس مقامات
اور اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے دوران حاجی صاحب سے بچھڑ گئے۔ پھر وہ وطن واپس
نہیں آئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تمام عمر بغداد میں گزاری۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کتنا
عرصہ زندہ رہے اور کب فوت ہوئے اور کہاں مدفون ہوئے۔ حاجی صاحب کے دوسرے
بھائی باز بادشاہ کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام پیر خلیل الرحمٰن۔ پیر عبدالواحد، پیر مثال خان
اور پیر گلاب تھے۔ پانچویں کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

تیسرے بھائی پیر نور محمد کے بھی پانچ بیٹے تھے جن کے نام پیر شاد محمد۔ پیر تاج محمد۔
پیر لال محمد۔ پیر محمد اور پیر دولت تھے۔ چوتھے بھائی پیر میر محمد کے بھی پانچ بیٹے تھے۔ جن
کے نام پیر عجب خان۔ پیر صحبت خان۔ پیر شریف خان۔ پیر محمد حنیف اور پیر محبوب خان تھے۔

---

[۱] جمعبندی محکمہ مال مرتبہ حکومت ہند ۱۸۷۰ء صہ ۲۳۳

کتابیات اور ماخذ

ہواز ہو این ڈبلیو ایف پی ٹریٹیز از جنرل سٹاف آف انڈیا کیٹیلاگ ۵۹ کیس نمبر ۱۴۴۷۹ء

سرگزشت مجاہدین از مولانا غلام رسول مہر مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۰ء

رسالہ ماہِ نو، کراچی مئی ۱۹۵۷ء

احوال العارفین از حافظ غلام فرید مطبوعہ نذیر سنز لاہور ۱۹۷۹ء

یوسف زئی افغان از اللہ بخش یوسفی مطبوعہ شریف آرٹ پریس کراچی ۱۹۷۳ء

کابل میں سات سال از مولانا عبید اللہ سندھی مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈیمی حیدرآباد سندھ ۱۹۵۶ء

کتاب العبرت، قلمی نسخہ از سید عبدالجبار شاہ،

کلکتہ ریویو ۱۸۸۰ء

پشاور گزیٹیر ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۷ء

جنرل رپورٹ آف یوسفزئی مطبوعہ گورنمنٹ پریس لاہور ۱۸۶۴ء

دعوتِ حق، از خلیفہ محمد امین مطبوعہ سرحد الیکٹرک پریس پشاور ۱۹۵۱ء

مشاہیر سرحد، از عبدالقیوم، مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔ ۱۹۷۷ء

قلمی ڈائری از غفار شاہ بادشاہ فاضل دیوبند ساکن ترنگزئی ۱۹۷۴ء

شجرہ نسب حاجی صاحب ترنگزئی مرتبہ حاجی فیروز دین مطبوعہ ایمپائر الیکٹرک پریس پشاور ۱۹۳۵ء

سیارہ ڈائجسٹ، لاہور بابت اپریل ۱۹۷۱ء

سیاسیات سرحد کے ارتقائی منازل از اللہ بخش یوسفی مطبوعہ محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی ۱۹۷۲ء

"دَ خپلو اکی تپہ دن" از میاخان آفریدی مطبوعہ کابل ۱۹۵۸ء

سرحد کے کالج اور اسکول، مطبوعہ گورنمنٹ پریس انڈیا دہلی ۱۹۲۵ء

منظوم جنگ نامہ حاجی صاحب ترنگزئی از نور محمد نوشہروی مطبوعہ صدیق برادرز پشاور ۱۹۴۶ء

تعلیمی رپورٹ صوبہ سرحد مطبوعہ گورنمنٹ پریس آف انڈیا دہلی ۱۹۲۲ء

بیس بڑے مسلمان از عبدالرشید ارشد مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۷۰ء

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از ڈاکٹر تاراچند و ڈاکٹر کے ایم اشرف مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی ۱۹۵۹ء

سفرنامہ اسیر مالٹا و حیات محمود از مولانا محمد میاں مطبوعہ سوراج پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۴۰ء

حاجی صاحب ترنگزئی از نصر اللہ خان نصر مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۹۵۱ء
سرحد گزیٹیئر مرتبہ کیپٹن ای ایچ کاب ۱۹۳۱ء
لائف اینڈ ٹائم آف حاجی صاحب ترنگزئی از پروفیسر محمد فہیم خان مطبوعہ اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ اسلام آباد ۱۹۷۶ء
ہفت روزہ الصادقہ مجاہد آباد ترنگزئی، ۱۱ ر اپریل ۱۹۴۸ء
تاریخ افاغنہ حصہ دوم از ڈاکٹر لی مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور ۱۳۲۳ھ
قلمی سوانح حیات قاری عبد المستعان از قاری فدا محمد
تاریخ نظم جماعت از ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ نذیر سنز لاہور ۱۹۷۷ء
قلمی روزنامچہ قاضی اسلم سنجری
انٹرویو قاضی اسلم سنجری بہ مصنف
روداد وفد علمائے سرحد از مولانا عبد الرحیم پوپلزئی مطبوعہ سرحد برقی پریس راولپنڈی ۱۹۲۸ء
ایک اشتراکی عالم دین از عمر فاروق خان سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور ۱۹۷۰ء
نقش حیات جلد دوم از سید حسین احمد مدنی مطبوعہ مکتبہ دیوبند ۱۹۵۴ء
اولیائے سرحد از نصر اللہ خان نصرؔ
تذکرہ علمائے ہند از ایوب قادری،
تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از سید امیر احمد شاہ قادری۔
سلسلہ قادریہ از محمد گل رحیم اسماری مطبوعہ حمیدیہ پریس راولپنڈی ۱۳۶۱ھ
اسلامیہ کالجیٹ سکول از چودھری غلام سرور مطبوعہ پشاور یونیورسٹی پریس گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء
تذکرہ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ پاکستان ۱۹۶۴ء
ملٹری رپورٹ دیر، سوات اور باجوڑ از جنرل سٹاف آفس انڈیا ۱۹۲۸ء
تحریک شیخ الہند مرتبہ مولانا سید محمد میاں مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۷۵ء
افغانستان جدید مرتبہ ایم ایم فاضل مطبوعہ مطبع مصطفائی بمبئی ۱۹۲۲ء
مشاہدات کابل و یاغستان مرتبہ محمد علی قصوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو انڈیا ۱۹۳۰ء
ایوولیوشن آف سرحد از پنڈت دیوان چند اوبیرائے مطبوعہ لندن بک کمپنی انڈیا ۱۹۳۸ء
سیاحت افغانستان مرتبہ صاحبزادہ نور محمد شاہ۔ ۱۹۵۸ء
اسلامیہ کالج پشاور گزٹ گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

قلمی کتاب حاجی صاحب کی ابتدائی زندگی، از قاری عبدالمستعان —

باڈر اینڈ منسٹریشن رپورٹ آف گورنمنٹ آف انڈیا ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۷ء

سول ملٹری گزٹ لاہور ۱۹۳۷ء

ٹریبون دہلی ۱۹۳۷ء

قلمی روزنامچہ محمود سنجری

صوفی، درویش اور غازی مرتبہ فقیر محمد عباس قادری مطبوعہ یونیورسٹی بک ایجنسی ۱۹۷۷ء

آصف علی ممبر سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی آف انڈیا کی سرحد پر رپورٹ ۱۹۳۸ء

روسی ترکستان اور افغانستان کا سفر از عبدالاکبر خان اکبر مطبوعہ حمیدیہ پریس پشاور ۱۹۵۶ء

حیات شیخ الہند از میاں اصغر حسین مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۷۷ء

ادبی سوغات از قاضی عبدالسلام مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۳۷۰ھ

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از ڈاکٹر تاراچند مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی ۱۹۵۹ء

قلمی واقعات ۱۹۳۰ء از مولانا شاکر اللہ، ۱۹۳۱ء

روزنامہ خلافت دہلی ۱۹۳۱ء

ماہنامہ ماہ نو، کراچی ۱۹۵۷ء

سلسلہ قادریہ، از حاجی محمد امین مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۳۵۲ھ

رولٹ رپورٹ مطبوعہ گورنمنٹ پریس انڈیا دہلی ۱۹۱۶ء

سرحد پولیٹیکل رپورٹس ۱۹۰۱ء تا ۱۹۳۷ء

روزنامہ احسان لاہور ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۷ء

انٹرویو حضرت بادشاہ گل فضل اکبر فرزند حاجی صاحب ترنگزئی بہ مصنف ۱۹۴۹ء

انٹرویو حضرت فضل شاہ فرزند حاجی صاحب ترنگزئی بہ مصنف ۱۹۸۰ء

انٹرویو مجاہد عبدالمالک طبیب مجاہدین بہ مصنف ۱۹۸۰ء

مکتوبات قلمی از محمود سنجری

انٹرویو قاضی عبدالسلام فاضل دیوبند و خطیب جامع مسجد نوشہرہ بہ مصنف ۱۹۷۶ء

فرامین حاجی صاحب ترنگزئی قلمی مرتبہ قاری عبدالمستعان۔

قلمی اوراق قاری فدا محمد مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی۔

انٹرویو مولانا عزیز گل بہ مصنف ۱۹۷۸ء
انٹرویو مولانا شہزاد گل بہ مصنف
انٹرویو دختران حاجی صاحب ترنگزئی بہ مصنف ۱۹۵۶ء
تریالی از خانمیر ہلالی مطبوعہ منظور عام پریس پشاور
انٹرویو عبدالغفار باچا ساکن ترنگزئی بہ مصنف
رپورٹس ڈی سی پشاور محفوظ ریکارڈ پشاور آرکائیو ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۷ء
رپورٹس چیف کمشنر پشاور محفوظ ریکارڈ پشاور آرکائیو ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۷ء
باڈر ایڈمنسٹریشن رپورٹس محفوظ ریکارڈ پشاور آرکائیو ۱۸۱۰ء تا ۱۹۳۷ء
فرنٹیر کانسٹیبلری رپورٹس محفوظ ریکارڈ پشاور آرکائیو ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۷ء
سی آئی ڈی رپورٹس محفوظ ریکارڈ پشاور آرکائیو ۱۸۹۷ء تا ۱۹۳۷ء
پشاور پولیٹیکل رپورٹس محفوظ ریکارڈ آفس پشاور آرکائیو ۱۹۱۰ء تا ۱۹۳۷ء
ملاکنڈ ایجنسی رپورٹس محفوظ ریکارڈ پشاور آرکائیو ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۷ء
بڈہ ملا، مولانا نجم الدین از نصر اللہ خان نصر مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۹۵۱ء
ہفت روزہ ترجمان افغان پشاور ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۳ء
ہفت روزہ سرحد پشاور ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۷ء
روزنامہ زمیندار لاہور ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۷ء
مثل مقدمہ بغاوت تاج برطانیہ بنام حاجی صاحب ترنگزئی از محافظ خانہ پشاور
مثل مقدمہ بغاوت تاج برطانیہ بنام پیر فضل اکبر بادشاہ گل اول از محافظ خانہ پشاور
نقل جمعبندی ۱۸۷۶ء از دفتر محافظ خانہ مردان
مہمند پولیٹیکل رپورٹس ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۷ء پشاور آرکائیو
سلک لیٹر کیس فائل ۲۶۰ SPB
قلمی جہاد نامہ از قاضی اسلم سنجری
رولٹ رپورٹ گورنمنٹ آف انڈیا مطبوعہ ۱۹۱۶ء
شہادت الثقلین مصنفہ سید عبدالجبار شاہ ستھانوی ص ۴۴۲-۴۵۴

پختونوں کی تحریک آزادی کا ایک سنہرا باب

حاجی صاحب ترنگزئی

مصنف

عزیز جاوید

ناشر

ادارہ تحقیق و تصنیف پاکستان

قیمت: ایک سو چوبیس روپے